فَاسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ الایة

وَبِالنَّجْمِ ھُمْ یَھْتَدُوْنَ ۝ الایة

نَجُمُ الفَتَاوٰی

تالیف

شیخ الحدیث مفتی سیّد نجم الحسن امروھوی دامت برکاتھم

مہتمم ورئیس دارالافتاء جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن

جدید ترتیب وتبویب

مفتی وقار احمد

استاذ جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن (نارتھ کراچی)

جلد اوّل

کتاب الایمان والعقائد

ایمان وعقائد کے مختلف شعبوں سے متعلق تقریباً پانچ سو اہم فتاویٰ جات کا مدلل ومفصل مجموعہ

فَاسئَلُوا اَهلَ الذِّكرِ اِن كُنتُم لَا تَعلَمُونَ ○ الاية
وَبِالنَّجمِ هُم يَهتَدُونَ ○ الاية

نَجمُ الفَتَاوٰى

جلد اوّل

کتاب الایمان والعقائد

ایمان وعقائد کے مختلف شعبوں سے متعلق تقریبا
پانچ سو اہم فتاویٰ جات کا مدلل ومفصل مجموعہ

تالیف

شیخ الحدیث مفتی سیّد نجم الحسن امروھوی دامت برکاتہم
مہتمم ورئیس دارالافتاء جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن

جدید ترتیب وتبویب

مفتی وقار احمد
استاذ جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن (نارتھ کراچی)

کتاب کا نام	نجم الفتاویٰ (جلد اوّل) ”کتاب ایمان و العقائد“
مؤلف	حضرت شیخ الحدیث مفتی سیّد نجم الحسن امروہوی دامت برکاتہم
جدید ترتیب وتبویب	مولانا مفتی وقار احمد صاحب (استاذ جامعہ دار العلوم یاسین القرآن نارتھ کراچی)
کمپوزنگ، سیٹنگ	مفتی ضیاء اللہ صاحب، بھائی شکیل احمد صدیقی صاحب
سن اشاعت	۱۴۳۱ھ بمطابق ۲۰۱۰ء
مطبع	پرنٹ مارک 0321-3939101, 0321-9270048
ناشر	شعبہ نشر واشاعت دار العلوم یاسین القرآن نارتھ کراچی

حاصل کرنے کیلئے رابطہ کیجئے

شعبۂ نشر واشاعت، جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن نارتھ کراچی

0301-3452678 021-32064664021-38302662

مکتبہ المعارف، سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی

0333-2833755

نیز ملک کے تمام مشہور کتب خانوں پر بھی دستیاب ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست کتاب العقائد

کتاب الایمان و العقائد ...... (ایمان اور عقائد کے بیان میں)

فصل فی کلمات الکفر وغیرھا ...... (کفریہ کلمات اور افعال کے بیان میں)

فصل فی السنة و البدعة ......(سنت اور بدعت کے بیان میں)

کتاب الانبیاء ...... (انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے متعلق سوالات)

کتاب التفسیر و ماینعلق بالقرآن ...... (تفسیر اور دیگر علوم قرآنی کے بیان میں)

کتاب مایتعلق بالحدیث ...... (حدیث شریف سے متعلق سوالات)

فصل مایتعلق بتحقیق الروایات ...... (روایات کی تحقیق کے بیان میں)

باب مایتعلق بالصحابة ...... (صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے متعلق سوالات)

فصل فی الرؤیا ...... (خواب سے متعلق احکام)

کتاب مایتعلق بالتصوف والسلوک ...... (تصوف اور سلوک کے بارے میں)

کتاب التوسل والتبرک ...... (وسیلہ اور تبرکات سے متعلق سوالات)

کتاب الاسماء والالقاب ...... (ناموں اور القابات کے بارے میں)

فصل فی الفرق الاسلامیۃ والباطلۃ والاشخاص المتعلقین بھا

(صحیح اور گمراہ فرقوں اور ان سے متعلق شخصیات کے بارے میں)

فصل فی التعویذات ...... (تعویذات کے بیان میں)

فصل فی اغلاط العوام ...... (عوام الناس کے توہمات اور اغلاط کے بیان میں)

کتاب التاریخ و السیر ...... (تاریخ اور سیر کے بیان میں)

کتاب الاجتہاد والتقلید ...... (اجتہاد اور تقلید سے متعلق سوالات)

فصل فی علامات الساعۃ ...... (قیامت کے احوال اور علامتوں کے بارے میں)

فصل فی احوال مابعد الموت ...... (مرنے کے بعد کے احوال کے بیان میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مرتب

الحمد للّٰہ و کفٰی و سلام علی عبادہ الذین اصطفٰی، اما بعد!

دنیا بھر میں آج تک جتنے مذاہب آئے ہیں ان میں اسلام نے سب سے زیادہ جامع واضح اور مکمل قوانین دیئے ہیں جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہونے کی وجہ سے آسان اور قابل عمل ہیں ان قوانین کے مجموعہ کو فقہ اسلامی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

فقہ کا انسانی زندگی اور معاشرے سے انتہائی گہرا تعلق ہے قرآن وحدیث سے مستنبط ہونے والے اس قانون فقہ سے انسانی زندگی کے شب وروز اور معاشرہ کے نشیب وفراز میں نہ یہ کہ صرف رہنمائی ملتی ہے بلکہ معاشرے کو حرکت، حرارت اور خصوصی تیزی بھی نصیب ہوئی ہے۔

زمانے کی تبدیلی، احوال کے فرق اور حاجات وتقاضوں اور ضرورتوں کے تحت آنے والے نت نئے اور پیچیدہ مسائل کو فقہاء کرام نے شبانہ روز محنت اور اپنے فہم وادراک کا صحیح استعمال کرتے ہوئے فقہی اصول وقواعد کی روشنی میں حل کیا ہے جسے فتویٰ کہا جاتا ہے، ان حضرات کی محنتوں اور کاوشوں کی جتنی پذیرائی کی جائے کم ہے۔

ہمارے مشفق استاذ محترم حضرت شیخ الحدیث مفتی سید **نجم الحسن** صاحب امروہوی دامت برکاتہم اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی ہیں۔ اللہ رب العزت نے حضرت الاستاذ دامت برکاتہم کو بہت سی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ آپ ایسے خطیب ہیں جو سامعین کے دل ودماغ کو فتح کرلیتے ہیں۔ آپ کی زبان کی حلاوت اور تعبیر وبیان کی سلاست عوام وخواص دونوں کو متاثر کرتی ہے۔ لیکن جو فن آپ کو اپنے معاصرین سے ممتاز کرتا ہے اور جو آپ کی شہرت اور مقبولیت کا خاص سبب بنا ہے وہ ہے ''فقہ''...... فقاہت میں تعمق کے ساتھ ساتھ مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی ولی حسن ٹونکی رحمہ اللہ کی کئی سالہ رفاقت نے آپ کی ان صلاحیتوں اور صفات میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔

حضرت الاستاذ..... دامت برکاتہم ...... کے فتاویٰ میں بعض تحقیقی فتاویٰ ایسے بھی ہیں جو خود ایک کتابی شکل رکھتے ہیں۔ ''ڈیجیٹل کیمرے کی تصویر کی حرمت پر مفصل و مدلل فتویٰ'' جو دسیوں دارالافتاء کی تصدیق کے بعد منصۂ شہود پر کئی ماہ پہلے آگیا ہے اس کی واضح مثال ہے۔ اور آپ کے خود نوشتہ اور مصدقہ فتاویٰ جات کی تعداد تو ہزاروں میں ہے لیکن ان میں سے اہم اور زیادہ آمدہ مسائل کا انتخاب کر کے سلسلہ وار ''نجم الفتاویٰ'' کے نام سے کتابی شکل میں شائع کیا جا رہا ہے۔ آج سے پانچ سال قبل اسی سلسلے کی پہلی کڑی جلد اوّل ''کتاب العقائد'' کے نام سے شائع ہوئی تھی (اس کی ترتیب وتبویب حوالہ جات اور عربی عبارات کی مراجعت حضرت مفتی غلام مصطفیٰ صاحب اور حضرت مفتی الیاس صاحب مدظلہما نے کی تھی اب راقم نے حضرت الاستاذ دامت برکاتہم کے حکم سے اس کے کئی مسائل کی ازسرِ نو تحقیق اور بعض نئے مسائل کا اس میں اضافہ اور مکمل جلد کی دوبارہ تصحیح کا کام بھی کیا ہے) اور اپنی پہلی اشاعت میں علماء وطلباء کے حلقے میں اس نے خوب پذیرائی پائی۔ اس پہلی جلد میں ایمانیات سے متعلق مختلف مباحث، کلماتِ کفر کا بیان، رد بدعات، فرسودہ رسومات وروایات اور اس کے علاوہ مختلف موضوعات پر سیر حاصل مواد موجود ہے لیکن پھر بعض وجوہات کی بنا پر کچھ عرصہ تک یہ کام معطل رہا۔ ۲۰۰۷ء کے اواخر میں اس ناچیز کی جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن میں تقرری ہوئی اور پھر حضرت الاستاذ دامت برکاتہم کی طرف سے ''نجم الفتاویٰ'' کی ترتیب وتبویب اور تصحیح کے کام کو آگے بڑھانے کی ذمہ داری سونپی گئی۔

راقم الحروف کی یہ خوش نصیبی ہے کہ اس مجموعہ کو مرتب کرنے اور ''نجم الفتاویٰ'' کے اس سلسلے کو آگے بڑھانے کا شرف مجھے ملا، اور اس خوش نصیبی کا جہاں ایک پہلو اخروی اجر وثواب ہے، جس کی اللہ رب العزت سے بہت امید ہے؛ وہیں دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس کام کے بہانہ کئی ہزار مسائل پر نظر ہوگئی۔ فتویٰ نویسی کا کچھ اسلوب سمجھ میں آیا، بالخصوص نجم الفتاویٰ کی جلد دوم اور جلد سوم شروع تا آخر تمام مسائل کی ترتیب وتبویب کرنے کی خدمت چونکہ راقم کو ہی ملی اسی لئے اس کی ترتیب اور خصوصیات کو بیان کرنے کی کوشش کی۔

نجم الفتاویٰ کی ترتیب کا انداز اور مسائل میں حوالہ جات کو ذکر کرنے کا طریقۂ کار دیگر تمام عصری فتاویٰ سے ذرا مختلف رکھا گیا ہے۔ تاکہ عام لوگوں کے ساتھ ساتھ علماء کرام اور مفتیان کرام کو بھی ہر مسئلے کا مکمل حل باحوالہ مل سکے۔ حوالہ جات کے سلسلے میں صرف ایک کتاب پر ہی اکتفاء نہیں کیا گیا بلکہ اکثر جگہ کئی کتابوں سے حوالہ جات نقل کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ فتاویٰ کی ترتیب میں مندرجہ ذیل طریقۂ کار ملحوظ رکھا گیا ہے۔

(۱)..... حتی الامکان مکررات کو حذف کیا گیا۔ البتہ جہاں کہیں کسی مکرر مسئلہ میں کوئی نئی مفید بات نظر آئی اس مسئلہ کو اس فائدے کے پیش نظر باقی رکھا گیا ہے۔

(۲)..... جلد اوّل مکمل ''عقائد'' سے متعلق مسائل پر مشتمل ہے باقی دوسری اور تیسری جلد کی ترتیب میں فقہی ابواب کا ذکر قدیم طرز پر رکھا گیا، پہلے طہارت پھر صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم، حج وغیرہ۔

(۳)..... ہر جلد کے ساتھ تفصیلی فہرست مرتب کی گئی ہے جس کی وجہ سے مسائل کو ڈھونڈنے میں سہولت رہے گی۔

(۴)..... تمام جوابات کے ساتھ حوالہ جات مع عربی عبارت کے نقل کیے گئے۔

(۵)......اس بات کی کوشش کی گئی کہ جواب کے ہر جزئیہ کا عربی حوالہ ضرور آئے۔

(۶)......ہر مسئلہ کے لئے فقہائے کرام کی عبارات سے جزئیہ صریحہ لانے کی کوشش کی گئی ہے۔

(۷)......اوزانِ جدیدہ وقدیمہ ومقادیر شرعیہ کی اصطلاحات اور مسائل کو از سرِ نو تحقیق کے ساتھ علیحدہ عنوان سے ذکر کیا گیا ہے۔

(۸)......اکابرین علمائے دیوبند رحمہم اللہ کے فتاویٰ میں پائے جانے والے بعض ظاہری تعارض پر اعتراضات، علامہ شامی کی بعض عبارات پر ہونے والے اشکالات کے جوابات کو بھی خصوصیت سے ذکر کیا گیا ہے۔

(۹)......تحقیقی مسائل میں بھی عام فہم زبان استعمال کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ عوام وخواص دونوں مستفید ہوسکیں۔

(۱۰)......نزاعی مسائل اور تحقیقی مسائل میں ایک جزئیہ کے دو یا دو سے زیادہ کتب سے حوالے تحریر کئے گئے ہیں جس کی وجہ سے بعض مقامات پر عربی عبارت کچھ طویل ہوگئی ہیں۔

(۱۱)......کوشش یہ کی گئی ہے کہ فتاویٰ کے جملہ مسائل متعلقہ ابواب میں اس کے ذیلی عنوانات کے تحت ذکر کئے جائیں لیکن اگر کسی جگہ ایسا کرنا ممکن نہ رہا تو ہر کتاب کے آخر میں متفرق مسائل کا عنوان دے کر اس کتاب سے متعلق مسائل اس میں درج کئے گئے ہیں۔

(۱۲)......تمام حوالہ جات کی دوبارہ تحقیق کی گئی ہے، نیز تحریر کے بعد حضرت الاستاذ......دامت برکاتہم...... نے تمام فتاویٰ جات پر خود نظر ثانی فرمائی ہے۔

اظہار تشکر

راقم الحروف اوّل اس ذات پاک کا تہہ دل سے شکر گزار ہے جس نے اس عظیم کام کے کچھ حصے کی ترتیب وتبویب کی تکمیل کی ہمت عطا فرمائی اور پھر ان حضرات کا بھی دل کی گہرائیوں سے ممنون ہوں جنہوں نے اس گراں قدر اور مشکل کام میں میری کسی بھی قسم کی مدد فرمائی۔ محترم بھائی شکیل احمد صدیقی صاحب بھی خصوصیت کے ساتھ شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے جلد دوم، جلد سوم کی مکمل کمپوزنگ کا کام کیا، اور اس کی تصحیح اور پروف ریڈنگ میں دلچسپی سے کام کیا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت الاستاذ......دامت برکاتہم...... کے سایہ عاطفت کو عافیت کے ساتھ تادیر ہم سب پر قائم رکھیں، آمین۔ اس فتاویٰ کے سلسلے کو جلد از جلد تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور اس میں کسی بھی قسم کی رہ جانے والی کمی کوتاہی کو دور کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اس سلسلے کو شرف قبولیت سے نواز کر ہمارے لئے ہمارے والدین اور اساتذۂ کرام کیلئے کامل مغفرت اور نجات اخروی کا ذریعہ بنائیں اور ان تمام حضرات کو اپنی شان کے مطابق عظیم جزائے خیر عطا فرمائیں جنہوں نے کسی بھی مرحلے میں کسی بھی قسم کا تعاون کیا یا اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا، آمین۔

وما ذالک علی اللہ بعزیز

ضروری گذارش

اہل علم حضرات کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس فتاویٰ کی ترتیب، تبویب اور تصحیح پر اپنی بساط کی حد تک تو خوب توجہ دی گئی ہے مگر پھر بھی اغلاط کا رہ جانا ممکن ہے اس لئے اگر کسی بھی قسم کی کوئی غلطی یا خامی رہ گئی ہو تو اسے راقم کی کم علمی اور ناتجربہ کاری پر محمول کریں اور ازراہِ کرم اس کی نشاندہی فرمادیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی تصحیح ہوسکے۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی النبی الکریم وعلی الہ و اصحابہ اجمعین

(حضرت مفتی) وقار احمد عفا اللہ الصمد

خادم الافتاء والتدریس

جامعہ دار العلوم یاسین القرآن نارتھ کراچی

۲۰/شوال المکرم ۱۴۳۱ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقدمۃ

از

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی سید نجم الحسن امروہوی دامت برکاتہم

الحمدللہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین وعلی من تبعھم باحسان من المحدثین والفقھاء المجتھدین والعلماء العاملین ...... امابعد!

اللہ تعالیٰ کا ارشادگرامی ہے : اَلرَّحۡمٰنُ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ ("رحمٰن" وہ ہے جس نے قرآن پاک کی تعلیم دی)۔اس سے معلوم ہوا کہ تمام علوم میں اصل وحی کا علم ہے اوراس وحی الٰہی کے ساتھ اسلام جوفلاح انسانیت کا ضامن ہے انسانی زندگی کے تمام شعبوں ،افکار ونظریات ،اخلاق ،عبادات ومعاملات، معاشرت ومناکحت ،حدود وتعزیر ،میراث وترکات ،نجی امور واجتماعیات ،ملکی وبین الاقوامی سیاسیات میں بھرپور رہنمائی مہیا کرکے زندگی کا رشتہ مکمل طور پر وابستہ کرتا ہے۔اس وابستگی کا فائدہ کیا ہے.........؟

نوعی اعتبار سے انسان نباتات اورحیوانات سے برتر ومکرم مخلوق ہے:

ولقد کرمنابنی آدم الایۃ (الاسراء:۷۰) ، لقدخلقنا الانسان فی أحسن تقویم (التین:٤).

مذکورہ انواع اپنی نشوونما اورکمال نوعی کی تحصیل میں مادی غذا کی محتاج ہیں جیسے پانی کے بغیر نباتاتی وحیوانی زندگی کا تصور نہیں اسی طرح وحی خداوندی کے بغیر "انسانی زندگی" کا امکان نہیں۔کیونکہ انسانیت کے لئے وحی الٰہی کی ایسے ہی حقیقی ضرورت ہے جیسے حیات کے لئے پانی کہ جس طرح پانی کے بغیر درخت پھل لانے کے بجائے سوکھ کرایندھن کی جگہ کام آتا ہے اسی طرح اتباع وحی کے بغیر کمال نوعی سے محروم ہوکرانسان دوزخ کا ایندھن بن جاتا ہے وماخلقت الانس والجن الالیعبدون الایۃ (الذاریات:٥٦)۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کودنیامیں بھیجا تاکہ وہ یہاں اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق زندگی گزارکر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرے اورآخرت میں جنت کا مستحق ہو جیسے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کواس انعام کا مستحق قرار دیتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات اولئک ھم خیر البریۃ ،جزاء ھم عند ربھم جنٰت عدن تجری من

تحتها الانھٰر خٰلدین فیھا ابدا ، رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ ، ذلک لمن خشی ربہ O (البینۃ :۸،۷)

اس سے معلوم ہوا کہ زندگی کے تمام شعبوں کا اسی طرح فلاح دارین کا دارومدار فقط وحی پر ہے ۔اس کی کیا وجہ ہے؟

حضرت شیخ الہند فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ نے انسان کو حواس بھی دیئے ہیں اور عقل بھی عطا فرمائی ہے لیکن ان کے ذریعے ایک مخصوص حد تک علم حاصل ہوسکتا ہے بلکہ اس میں بھی غلطیاں ہوتی ہیں مثلاً دن رات ہم مشاہدہ کرتے ہیں نگاہ غلطی کرتی ہے چنانچہ چاندنی رات کو جب چاند بھی نکلا ہوا ہو اور بادل بھی آسمان پر ہوں تو دیکھنے والے کو محسوس ہوتا ہے کہ گویا چاند دوڑ رہا ہے جبکہ حقیقت میں بادل دوڑ رہے ہوتے ہیں ۔یہی حال تمام حواس ظاہرہ کا ہے ۔جہاں تک عقل کا تعلق ہے سو آپ کو معلوم ہے کہ وہ نابالغ ہے خواہ وہ ترقی کرکے کہیں سے کہیں پہنچ جائے ۔اس میں عدم بلوغ کی شان باقی اور برقرار رہتی ہے چنانچہ ہم عقلاء کو دیکھتے ہیں کہ ہر چیز میں اختلاف کرتے ہیں شاذ ونادر کسی مسئلے میں ان کا اتفاق ملے گا ورنہ اختلاف ہی اختلاف ہوتا ہے ۔یہ اختلاف اس بات کی دلیل ہے کہ عقل کی رسائی منزل تک ضروری نہیں‘‘۔ (کشف الباری ۱/۲۱۱)

معلوم ہوا کہ انسان کی فلاح و بہبود کے لئے نہ تو حواس ظاہرہ پر کلی اعتماد و انحصار کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی انسانی عقل پر کیونکہ یہ تمام چیزیں حقیقت کے کماحقہٗ ادراک سے عاجز ہیں ۔ان کے مقابلے میں ایک ذریعہ علم وحی ہے جس کے دائرہ کار کی ابتدا عقل وحواس کی حدود ختم ہونے کے بعد شروع ہوتی ہے اور یہ ایسا محفوظ ذریعہ ہے کہ قرآن نے اعلان کیا ہے: لایأتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ،تنزیل من حکیم حمید O (حٰم السجدۃ: ۴۲) نہ اس میں باطل کی آمیزش کا کوئی امکان ہے اور نہ خطأ ونسیان کا احتمال ہے ۔اس لئے اگر کسی انسان کی فلاح و بہبود کے لئے کسی چیز پر مکمل اعتماد کیا جاسکتا ہے تو وہ فقط ’’وحی‘‘ ہے۔

الوحی:

امام راغب اصفہانی معجم مفردات الفاظ القرآن ص:۵۵۲ میں وحی کے لغوی معنی لکھتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’اصل الوحی الاشارۃ السریعۃ‘‘ ۔یعنی جلدی سے اشارہ کردینا اور بتادینا کیونکہ فرشتہ ایک آن میں آکر غیب کی باتیں بتاجاتا ہے۔

علامہ عینی عمدۃ القاری ۱/۱۴ میں لکھتے ہیں: ’’والوحی فی الاصل الاعلام فی خفاء‘‘ ۔یعنی وحی کہا جاتا ہے چپکے سے بتادینے کو چنانچہ فرشتہ نبی کریم ﷺ کے پاس آکر اس طرح پیغام خداوندی پہنچادیتا تھا کہ لوگوں کو پتہ بھی نہیں چلتا تھا۔

لیکن اصطلاح میں وحی کا اطلاق صرف اس کلام پر ہوتا ہے ’’جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہو خواہ بذریعہ فرشتہ یا کسی اور ذریعہ سے ،اس میں اسباب ظاہری اور امور عادیہ کا دخل نہ ہو‘‘ ۔یہ وحی نبوت کے ساتھ خاص ہے ۔اور اگر وحی میں اسباب ظاہری وغیرہ کا دخل ہو مثلاً وحی بذریعہ القاء فی القلب ہو یا بذریعہ خواب ہو تو اس پر لغۃً وحی کا اطلاق ہوتا ہے اصطلاحاً نہیں۔

(معجم مفردات الفاظ القرآن: ص۵۵۲)

پھر اس وحی کی دو قسمیں ہیں: والوحی اما متلو أو غیره وهو السنة (نورالانوار: ص ٦)۔ "وحی متلو" قرآن ہے اور "غیر متلو" حدیث ہے۔ وحی کی ان دونوں قسموں سے استنباط مسائل واحکام کا نام فقہ ہے۔ جس کے ذریعے فرض وواجب، حلال وحرام اور صلاح وفساد کا علم ہوتا ہے۔

فقہ کی اہمیت وفضیلت قرآن وحدیث کی نظر میں:

یؤتی الحکمة من یشاء ومن یؤت الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا، وما یذکر الا اولوا الالباب O

(البقرة: ٢٦٩)

"عنایت کرتا ہے سمجھ جس کو چاہے اور جس کو سمجھ ملی اس کو بڑی خوبی ملی اور نصیحت وہی قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں"۔

اس آیت کے تحت در منثور ۲/۶۶ میں حضرت مجاہدؒ کا قول نقل کرتے ہوئے علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں:

عن مجاهد (یؤتی الحکمة من یشاء) قال لیست بالنبوة ولکنه بالقرآن والعلم والفقه.

"(عنایت کرتا ہے حکمت جسکو چاہے) فرمایا کہ حکمت سے مراد نبوت نہیں بلکہ قرآن، علم اور فقہ ہے"۔

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہ تفسیر منقول ہے یعنی "قرآن میں سمجھ بوجھ"۔

واخرج ابن ابی حاتم عن مالک بن انس قال زید بن اسلم ان الحکمة العقل الخ۔

"یعنی حکمت عقل ہی کا نام ہے اور میرے قلب میں یہ بات اللہ تعالیٰ نے ڈال دی کہ حکمت اللہ کے دین میں سمجھ کا نام ہے اور یہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل ورحمت سے دلوں میں داخل فرماتے ہیں اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ تو ایک آدمی کو پائے گا کہ وہ دنیاوی امور میں عقلمند ثابت ہوگا دوسرا اس کے مقابلے میں کمزور لیکن دینی معاملہ کو بصیرت سے جاننے والا ہوتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ نے حکمت عطا فرمائی اور پہلے عقلمند کو اس سے محروم رکھا، تو حکمت دین الٰہی میں سمجھ کا نام ہے"۔ (الدر المنثور ٢/٦٧)

فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیتفقهوا فی الدین ولینذروا قومهم اذا رجعوا الیهم لعلهم یحذرون O (التوبة: ١٢٢)

"سو کیوں نہ نکلا ہر فرقہ میں سے ان کا ایک حصہ تا کہ سمجھ پیدا کریں دین میں اور تا کہ خبر پہنچائیں اپنی قوم کو جبکہ لوٹ کر آئیں ان کی طرف تا کہ وہ بچتے رہیں"۔

عن معاویة ﷺ قال قال رسول الله ﷺ "من یرد الله به خیرا یفقهه فی الدین" رواه البخاری.

"جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین میں سمجھ (تفقہ) عطا فرماتے ہیں"۔

عن ابن عمر رضی الله عنهما قال قال رسول الله ﷺ افضل العبادة الفقه وافضل الدین الورع.

(رواه الطبرانی ١٠/١٢٢، وفی الترغیب ١/٥٠، کنز العمال: ٢٨٧٦٣)

"افضل عبادت فقہ ہے اور افضل دین تقویٰ ہے"۔

عن عبدالله بن عمر رضی الله عنهما عن رسول الله ﷺ قليل العلم خير من كثير العبادة وكفى بالمرء فقهاً اذا عبدالله وكفى بالمرء جهلا اذا أعجب برأيه.

(رواه الطبراني في الاوسط ۹/۳۱۸، الترغيب والترهيب ۱/۵۰)

''تھوڑا علم زیادہ عبادت سے بہتر ہے اور انسان کے سمجھدار ہونے کے لئے کافی ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کرے اور انسان کے لئے یہی جہالت کافی ہے کہ اس کو اپنی رائے بھلی لگے''۔

ان لكل شئ دعامة ودعامة هذا الدين الفقه ولفقيه واحد اشد على الشيطان من الف عابد.

(كنز العمال :۲۸۷٦۸)

''ہر چیز کا ایک ستون ہوتا ہے، دین اسلام کا ستون فقہ ہے۔ اور شیطان پر ہزار عابدوں کے مقابلے میں ایک فقیہ عالم (کو گمراہ کرنا) سخت ہوتا ہے''۔

طلب الفقه حتم واجب على كل مسلم. (كنز العمال ۱۰/۱۵۹ [۲۸۸۲۵])

''ہر مسلمان پر فقہ کا طلب کرنا ضروری اور واجب ہے''۔

تدوین فقہ اور ائمہ اربعہ:

یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ اسلام ایک ہمہ گیر، وسیع اور دائمی نظام حیات ہے اور اس نے اپنی اس امتیازی شان ہمہ گیری اور دوامی حیثیت کی بقاء کی خاطر اپنے اندر لچک اور گنجائش رکھی ہے تا کہ ہر دور میں اور ہر جگہ انسانی ضروریات کا ساتھ دے سکے اور کسی منزل پر اپنے پیروکاروں کی رہبری سے قاصر نہ رہے۔

حضور اقدس ﷺ نے زندگی کے تمام گوشوں سے متعلق ایک جامع ضابطہ حیات امت کو عطا فرمایا جس میں تمام شعبوں سے متعلق قواعد وضوابط بیان کر دیئے گئے ہیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو کہ حضور ﷺ کے تربیت یافتہ تھے دین وشریعت کو قائم رکھا اور چار دانگ عالم میں اس کو پھیلا دیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نئے نئے مسائل پیش آتے گئے جن کا بظاہر قرآن وحدیث میں حکم نہیں ملتا تھا۔ چنانچہ علماء ربانیین نے اس ضرورت کا احساس کیا اور اس کے لئے باضابطہ سب سے پہلے سراج الامۃ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ آمادہ ہوئے اور اس کے بعد دیگر ائمہ کرام کو اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لئے منتخب فرمایا جن میں ائمہ اربعہ کا ذکر خاص طور پر ملتا ہے۔

الامن اشتهرت مذاهبهم، هم اربعة :ابوحنيفة الكوفي ومالك واحمد والشافعي واولهم الاول ويعاصره الثاني الخ (مقدمة الفوائد البهية :ص٦)

''جن کے مذاہب نے شہرت حاصل کی وہ چار ہیں امام ابوحنیفہ کوفی، امام مالک، امام احمد اور امام شافعی ان چاروں میں سے

پہلے (یعنی امام ابوحنیفہ) مقدم ہیں"۔

سراج الامۃ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ کا پورا نام نعمان بن ثابت الکوفی ہے لیکن آپ کی شہرت آپ کی کنیت کے ساتھ ہے جو"ابوحنیفہ" ہے۔عام طور پر امام صاحبؒ کا عجمی النسل ہونا مسلم ہے۔علامہ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء ۶/ ۵۳۱ میں امام صاحبؒ کے پوتے اسماعیل بن حماد کی زبانی یہ روایت بیان کی ہے:

"ہم پر کبھی غلامی کا دور نہیں آیا، ہم فارسی نسل کے ہیں، ہمارے دادا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے"۔

تحصیل علم:

امام صاحب بیس (۲۰) سال کی عمر میں تحصیل علم کی طرف متوجہ ہوئے۔سب سے پہلے ادب وانساب اور اس کے بعد خصوصاً علم کلام حاصل کیا۔کچھ عرصہ کے بعد فقیہ وقت امام حماد کے حلقہ درس میں شریک ہونے لگے۔امام صاحب نے اگرچہ مختلف اساتذہ سے فقہ وحدیث کی تحصیل کی ہے لیکن خصوصیت سے حضرت حمادؒ کے تربیت یافتہ تھے۔

شرف تابعیت:

اللہ تعالیٰ نے امام صاحب کو تابعی ہونے کے شرف سے بھی نوازا تھا۔بعض روایات کے مطابق جس زمانہ میں آپ کوفہ میں پیدا ہوئے تھے تو بہت سے صحابہ کرام وہاں موجود تھے۔اور اس میں تو کسی کو بھی شبہ نہیں ہے کہ بعض صحابہ کو آپ نے دیکھا تھا۔

امارؤیته لانس رضی الله عنه وادراکه لجماعة من الصحابة بالسن فصحیحان لاشک فیهما.

(الخیرات الحسان: ۵۵)

"یعنی امام صاحب کا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زیارت اور صحابہ کرام کی ایک جماعت کا زمانہ پانا دونوں باتیں صحیح ہیں اور شک وشبہ سے پاک ہیں"۔

حافظ ابن حجرؒ نے لسان المیزان ۳/ ۲۶۰ میں ترجمۃ عائشة بنت عجرد کے تحت یحیٰ بن معین کا یہ قول نقل کیا ہے:

ان اباحنیفة صاحب الری سمع عائشة بنت عجرد تقول سمعت رسول الله ﷺ اکثر جندالله الجراد لاآکله ولااحرمه۔

"بے شک ابوحنیفہ صاحب رئی نے حضرت عائشہ بنت عجرد کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ روئے زمین پر اللہ کا بہت بڑا لشکر ٹڈیاں ہیں جس کو نہ میں کھاتا ہوں اور نہ میں حرام کہتا ہوں"۔

یہ شرف ایسا ہے کہ جس میں ائمہ اربعہ میں سے کوئی آپ کا شریک نہیں بلکہ یہ امتیازی شان صرف آپ کو ہی حاصل ہے۔

وفی فتاوی شیخ الاسلام ابن حجر انه ادرک جماعة من الصحابة کانوا بالکوفة بعد مولده

بها سنة ثمانين فهو من طبقة التابعين ولم يثبت ذالک لاحد من ائمة الامصار المعاصرين كالاوزاعي بالشام والحمادين بالبصرة والثوري بالكوفة ومالک بالمدينة الشريفة والليث بن سعد بمصر. (الخيرات الحسان: ص ٤٨)

''امام صاحب نے ان صحابہ کرام کی ایک جماعت کو پایا جو ۸۰ھ میں آپ کی پیدائش کے بعد کوفہ میں موجود تھے اور اسی وجہ سے آپ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے، یہ شرف ایسا ہے جو آپ کے معاصرین میں سے کسی کو حاصل نہیں''۔

امام اعظم کو ایک طرف تابعی ہونے کا شرف حاصل ہے جو بقیہ تینوں ائمہ میں سے کسی کو حاصل نہیں ہے، دوسری طرف آپ ان سب سے بڑے ہیں۔

الحاصل ان التابعين افضل الامة بعد الصحابة فنعتقد ان الامام الاعظم والهمام الاقدم ابوحنيفة افضل الائمة المجتهدين واكمل الفقهاء في علوم الدين ثم مالک فانه اتباع التابعين ثم الامام الشافعي لكونه تلميذ الامام مالک بل تلميذ الامام محمد ثم الامام احمد كالتلميذ للشافعي. (شرح الفقه الاكبر: ص ٣٤٦)

''حاصل یہ کہ صحابہ کرام کے بعد اس امت کے افضل ترین افراد تابعین ہیں پس ہمارا اعتقاد ہے کہ امام اعظم کا مرتبہ ائمہ مجتہدین میں سب سے اونچا ہے اور فقہاء علوم دینیہ میں آپ سب سے بلند واکمل ہیں، آپ کے بعد امام مالک جو کہ تبع تابعی ہیں پھر امام شافعی جو کہ امام مالک بلکہ امام محمد کے بھی شاگرد ہیں پھر امام احمد جو امام شافعی کے شاگرد کے درجے میں ہیں''۔

دیگر ائمہ کرام کی توثیق:

امام مالکؒ سے امام شافعیؒ نے کہتے ہوئے سنا کہ کیا آپ نے امام ابوحنیفہ کو دیکھا ہے اور ان سے گفتگو کی ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں میں نے اس شخص کو دیکھا ہے کہ جو اگر پتھر کے ستون کو دیکھ کر یہ کہہ دے کہ یہ ستون سونے کا ہے تو وہ اس بات کو اپنی دلیل سے ثابت کرے گا۔ (سیر اعلام النبلاء ۶/۵۳۴)

امام شافعی فرماتے ہیں کہ لوگ علم فقہ میں امام ابوحنیفہ کے محتاج ہیں۔

(اعلام النبلاء ۶/۵۳۷...... البدایہ والنہایہ ۱۰/۱۰۸)

یزید بن ہارون فرماتے ہیں میں نے ابوحنیفہ سے زیادہ کسی کو بردبار نہیں دیکھا۔

(سیر اعلام النبلاء: ص ۶/۵۳۷)

علی بن عاصم فرماتے ہیں کہ اگر امام ابوحنیفہ کے علم کا موازنہ ان کے ہم عصر فقہاء کے ساتھ کیا جائے تو یہ ان پر بھاری رہے گا۔ (حوالہ بالا)

ابن مبارک فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہ لوگوں میں سب سے بڑے فقیہ تھے۔
ابن مبارک یہ بھی فرماتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ وسفیان کے ذریعے میری امداد نہ فرماتے تو میں آج عام لوگوں کی طرح ہوتا۔

امام اعظم کی وفات:

وکانت وفاته في رجب من هذه السنة اعني سنة خمسين ومائة وكان مولده في سنة ثمانين فتم له من العمر سبعون سنة وصلى عليه ببغداد ست مرار لكثرة الزحام وقبره هناك رحمه الله.
(البدایه والنهایة: ۱۱۰/۱۰)

رجب کے مہینے ۱۵۰ھ میں وفات ہوئی اور بغداد میں نماز جنازہ پڑھائی گئی۔

امام مالک رحمہ اللہ:

مالک نام، ابوعبداللہ کنیت، امام دارالہجرۃ لقب اور والد کا نام انس تھا۔ خالص عرب خاندان سے تھے جو جاہلیت اور اسلام دونوں میں معزز تھا۔ معتبر روایت کی بناء پر سن پیدائش ۹۳ھ ہے۔
امام مالک کے خاندان کا جس طرح دینی وعلمی لحاظ سے ایک ممتاز مقام تھا اسی طرح آپ کا مولد ومسکن مدینۃ الرسول علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام علماء وفضلاء کا مخزن تھا۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد سیکڑوں صحابہ رضی اللہ عنہم دور دراز مقامات میں نکل گئے تھے لیکن معدن، سونا نکلنے کے بعد بھی معدن ہے۔
آپ ہمیشہ مدینہ منورہ ہی میں مقیم رہے، مدینہ منورہ کو چھوڑ کر کبھی کسی اور شہر منتقل نہیں ہوئے۔ امام مالکؒ نے علماء مدینہ سے کسب علم کیا اور ایک طویل عرصے تک عبدالرحمٰن بن ہرمز کی شاگردی اختیار کی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مولیٰ نافع اور ابن شہاب زہری اور اپنے علم فقہ کے استاد ربیعۃ بن عبدالرحمٰن عرف ربیعۃ الرائی سے کسب فیض کرتے رہے۔
مولانا سید سلیمان ندویؒ نے امام مالکؒ کے مجلس درس کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے:
”جاہ وجلال اور شان وشوکت سے کاشانہ امامت پر بارگاہ شاہی کا دھوکہ ہوتا تھا، طلبہ کا ہجوم، مستفتیوں کا اژدحام، امراء کا ورود، علماء کی تشریف آوری، سیاحوں کا گزر، حاضرین کی مؤدب نشست، درخانہ پر سواریوں کا انبوہ دیکھنے والوں پر رعب ووقار طاری کردیتا تھا۔“ (محدثین عظام: ص ۹۲ بحوالہ حیات مالک)
امام مالکؒ کی وفات ہارون الرشید کے دور میں مدینہ منورہ میں ۱۷۹ھ میں ہوئی اور جنت البقیع میں آرام فرما ہوئے۔ (البدایہ والنہایہ ۱۸۰/۱۰...... سیر اعلام النبلاء ۳۸۲/۷)

امام شافعی رحمہ اللہ:

آپ کا اسم گرامی ابوعبداللہ محمد بن ادریس القریشی الہاشمی تھا۔آپ کا نسب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جد امجد عبدمناف میں جاکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مل جاتا ہے۔آپ کی ولادت فلسطین میں غزہ کے مقام پر ۱۵۰ھ میں ہوئی اور اتفاق سے یہ وہی سال ہے جس سال امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ نے بچپن میں ہی قرآن شریف حفظ کرلیا،اس کے بعد عربی زبان میں کمال حاصل کرنے کے لئے ھزیل قبیلہ کے گاؤں تشریف لے گئے۔آپ نے مکہ مکرمہ کے مفتی مسلم الزنجی کی شاگردی اختیار کی یہاں تک کہ انہوں نے آپ کوفتویٰ دینے کی اجازت مرحمت فرمائی جبکہ آپ کی عمر ۱۵ سال تھی۔اس کے بعد مدینہ منورہ منتقل ہوکر امام مالکؒ سے علم فقہ حاصل کیا۔۱۸۳ھ میں بغداد تشریف لے گئے جہاں آپ نے امام محمد بن حسنؒ سے فقہاء عراق کے علوم حاصل کئے۔ ۱۸۷ھ میں مکہ مکرمہ میں امام احمدؒ نے آپ سے ملاقات کی انہوں نے آپ سے فقہ اوراصول ناسخ ومنسوخ میں کسب فیض کیا۔اس کے بعد آپ ۲۰۰ھ میں مصر تشریف لے گئے جہاں آپ نے اپنے فقہی مذہب کی بنیاد رکھی اور مصر میں ۲۰۴ھ میں آپ کا انتقال ہوا اور قرافہ کے مقام پر آپ کی تدفین ہوئی۔ (البدایہ والنہایہ ۱۰/۲۶۲)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ:

آپ کا نام ابوعبداللہ احمد بن حنبل بن حلال بن اسد الذھلی الشیبانی تھا۔ ۱۶۴ھ میں بغداد میں ولادت ہوئی اور وہیں آپ نے تربیت حاصل کی۔

ابتدائی دور میں بغداد میں آپ نے امام شافعیؒ کی تقلید کی لیکن پھر بعد میں آپ مستقل امام مجتہد بن گئے اور حنبلی مذہب کی بنیاد رکھی۔آپ نے احادیث کے جمع اور حفظ کے سلسلے میں گرانقدر خدمات انجام دیں یہاں تک کہ اپنے دور میں امام المحدثین کہلانے لگے۔

حضرت ابراہیم حربی فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد کو دیکھا ایسا معلوم ہوتا تھا گویا اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر اولین وآخرین کے علوم جمع فرمادیے ہیں۔

امام شافعیؒ جب مصر تشریف لے گئے تو فرمایا جب میں بغداد سے نکلا تو وہاں امام احمدؒ سے بڑا نہ کوئی فقیہ تھا اور نہ پرہیزگار۔

ابن المدینیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو دو آدمیوں کے ذریعے اعزاز بخشا،حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ارتداد کے وقت اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے فتنہ خلق قرآن کے وقت۔ (تذکرۃ الحفاظ ۲/۱۵)

۲۴۱ھ میں بغداد میں آپ کی وفات ہوئی۔ (البدایہ والنہایہ ۱۰/۳۴۰)

ائمہ اربعہ کی تقلید پر امت کا اجماع:

یہ چاروں ائمہ کرام جمہور اہل اسلام کے وہ ائمہ ہیں جن کے مذاہب نے شہرت حاصل کی اور فقہ کی تدوین کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان ہی چار کا انتخاب فرمایا۔ ان کے فقہی مسالک اصول شرعیہ سے ماخوذ و مستنبط ہیں اس لئے سب اپنے مقام پر درست وحق ہیں اور ان کی تقلید پر امت کا مسلسل اجماع چلا آرہا ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے مجتہدین کے اقوال اول تو منتشر ہیں اور دوسرے یہ کہ شرائط وقیود کے اعتبار سے منقح بھی نہیں ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اجتہاد مطلق کا دروازہ بھی بند ہو چکا ہے (ادب المفتی والمستفتی: ص ۲۹)۔ اس لئے ان ہی چار ائمہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرنا ضروری ہے۔

التقریر والتحبیر ۳/۴۷۲ میں "التحریر" کی عبارت پیش خدمت ہے:

ذکر بعض المتأخرین (ابن الصلاح) منع تقلید غیر الائمة الاربعة لانضباط مذاهبهم .... ولم یدر مثله فی غیرهم الآن لانقراض اتباعهم وهو الصحیح۔

"بعض متاخرین یعنی ابن صلاح نے ذکر کیا ہے کہ ائمہ اربعہ کے علاوہ کی تقلید نہیں کی جائے گی بوجہ ان ائمہ کے مذاہب منضبط ہونے کے......... اور اس وقت ان حضرات (ائمہ اربعہ) کے علاوہ ان جیسا اور کوئی موجود نہیں ہے بوجہ ان (دیگر حضرات) کے متبعین کے ناپید ہو جانے کی وجہ سے اور یہی (بات) صحیح ہے"۔

فقہ حنفی کے امتیازات وخصوصیات اور مجلس شوریٰ:

(۱) جوں جوں انسان ترقی کرتا گیا اس کی ضرورتیں بڑھتی اور پھیلتی گئیں، پھر اسلامی حکومتوں کی بڑھتی ہوئی حدود نے نئے نئے مسائل پیدا کئے۔ ادھر مزاجوں میں بڑی تیزی سے انقلاب آچکا تھا۔ سادہ دلی اور سادہ زندگی جو صحابہ کرام کا شیوہ خاص تھا ختم ہونا جا رہا تھا۔ ایران وروم اور دوسرے عجمی ممالک کی سہل پسندی طبیعتوں میں مرکوز ہوتی جا رہی تھی اس لئے حالات کا تقاضا ہوا کہ کتاب وسنت کی تعلیمات ایک نئے انداز سے مرتب ہوں۔ صحابہ کرام کے اقوال تلاش کئے جائیں اور دین کا سارا ذخیرہ سامنے رکھ کر "نظام حیات" کی ترتیب ایسے جاذب نظر اور دلکش انداز میں ہو جسے ہر عالم وجاہل، ذہین وغبی، عربی وعجمی اور شہری وبدوی بآسانی سمجھ لے اور جو مسائل صراحتہً کتاب وسنت اور اقوال صحابہ میں موجود نہیں ہیں علماء کے باہمی غور وفکر اور بحث وتمحیص سے مستنبط ہوں تاکہ آنے والی نسلیں پریشانیوں سے دوچار نہ ہونے پائیں اور کتاب وسنت کی روشنی میں آسانی سے زندگی گزار سکیں۔ اور ساتھ ہی ان کی عجلت پسند اور سہل طلب طبیعتیں تلاش وتجسس کی مشقت سے محفوظ رہیں۔

چنانچہ اس کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت امام صاحب کی ذات گرامی کو مخصوص اور منتخب فرمایا۔ حضرت امام صاحب وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے فقہ کو باضابطہ طریقے سے مدون اور مبوب فرمایا۔ اگرچہ شروع ہی سے فقہ اور اس کے احکامات موجود تھے لیکن وہ حضرات صرف اپنے حافظہ پر اعتماد کرتے تھے جبکہ امام صاحب نے بعد والوں کا لحاظ کرتے ہوئے فقہ کو جمع

کر کے کتابی شکل سے مزین کیا۔ چنانچہ ابن حجر شافعیؒ فرماتے ہیں:

انه اول من دون علم الفقه ورتبه ابوابا وكتبا على نحو ما هو عليه اليوم وتبعه مالك في مؤطئه ومن قبله انما كانوا يعتمدون على حفظهم. (الخيرات الحسان :ص ۷۳)

''امام ابوحنیفہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم فقہ کو مدون کیا اور اسے ابواب وفصول سے اس طرح مرتب کیا جس طرح آج کل اس کی مرتب کردہ شکل موجود ہے۔ اور امام مالک نے مؤطا میں ان کی پیروی کی ہے۔ امام ابوحنیفہ سے پہلے لوگوں کا اعتماد حافظہ پر ہوا کرتا تھا''۔

امام ابوحنیفہ نے تدوین کا یہ کام صرف اپنی ذات تک محدود نہیں رکھا بلکہ اس کے لئے ایک جماعت (مجلس شوریٰ) تیار کی جن کی تعداد ایک ہزار تک تھی لیکن ان میں سے چالیس علماء خصوصی صلاحیتوں کے مالک تھے چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں:

ونقل ط عن مسند الخوارزمي ان الامام اجتمع معه الف من اصحابه أجلهم وافضلهم اربعون قدبلغوا احد الاجتهاد فقربهم وأدناهم. (شامي: ۱/۶۷)

اس کے بعد علامہ شامی مزید لکھتے ہیں:

فكان اذا وقعت واقعة شاورهم الخ۔ یعنی جب کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو امام صاحب اپنے تمام اصحاب علم وفن سے مشورہ اور بحث ومباحثہ کرتے اور پہلے ان سے فرماتے کہ جو کچھ ان کے پاس احادیث اور اقوال صحابہ کا ذخیرہ ہے وہ پیش کریں، پھر اپنا ذخیرہ احادیث ان کے سامنے رکھتے۔ اس کے بعد ایک ایک ماہ اور بعض اوقات اس سے بھی زیادہ وقت اس مسئلہ پر بحث کرتے تا آنکہ حتمی بات طے پاجائے تو اس مسئلہ کو لکھوادیتے اس طرح شورائی طریقہ پر سارے اصول منضبط ہوئے۔ ایسا نہیں کہ تنہا کوئی بات کہی ہو۔

اور یہ مجلس شوریٰ ایسی تھی کہ کسی اور کو ایسا اعزاز نہ مل سکا۔ یہی وجہ ہے کہ ابن حجر مکیؒ اس جماعت کی تعریف اور اس پر حد درجہ اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں:

قال رجل عند وكيع اخطأ ابو حنيفة رحمه الله فزجره وكيع وقال الخ۔ یعنی امام وکیع کے سامنے ایک شخص نے کہا کہ امام صاحب سے (کسی مسئلہ میں) غلطی سرزد ہوگئی۔ اس جملہ کے سنتے ہی امام وکیع نے اس شخص کو سختی سے ڈانٹا اور فرمایا کہ جو شخص یہ کہے وہ جانوروں کی طرح بلکہ اس سے بھی بدتر ہے...... امام ابوحنیفہ کیسے غلطی کرسکتے ہیں؟ جبکہ ان کی مجلس میں فقہ کے ائمہ امام ابویوسف اور امام محمد ہیں، حدیث کے ائمہ ہیں (یہ کہہ کر پھر) انہیں شمار کیا اسی طرح لغت عربی کے ائمہ ہیں (پھر) انہیں بھی شمار کیا، زہد وتقویٰ کے امام جیسے حضرت فضیل اور داؤد طائی وغیرہ جیسے حضرات موجود ہیں۔ جس کے ساتھی یہ حضرات ہوں وہ غلطی نہیں کرسکتا اس لئے کہ اگر وہ غلطی کرے گا تو یہ حضرات فوراً انہیں حق کی طرف لائیں گے۔ (الخیرات الحسان، ص۷۲)

اس جماعت نے کتاب وسنت اور اقوال صحابہ کا پورا ذخیرہ سامنے رکھا تا کہ کوئی گوشہ نظروں سے اوجھل نہ رہے۔اور ہر طرح چھان بین کرنے کے بعد مسائل کو قلمبند کیا گیا۔اس عرق ریزی،غور وفکر،اخلاص وللّٰہیت اور فضل وکمال کے ساتھ فقہ کی تدوین ہوئی جو ہر جہت سے مہذب اور زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے۔

(۲) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا کہ مجلس شوریٰ کی بحث وتمحیص کے بعد جو بات طے ہو جائے وہی آئی قرار پائے بلکہ تلامذہ اور اصحاب کو حکم دے رکھا تھا کہ تم خواہ مخواہ کسی ایک بات پر جم نہ جانا بلکہ اگر کسی مسئلہ میں کوئی اور وزنی اور قابل اعتماد دلیل شرعی مل جائے تو اس کو اختیار کر لینا اور اسی کا دوسروں کو حکم دینا۔اس لئے کہ مقصود کتاب وسنت اور اقوال صحابہ پر عمل ہے، اپنی بات پر ضد اور اپنی فہم کی اشاعت پیش نظر نہیں۔چنانچہ علامہ شامی اسی کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فاعلم ان اباحنيفة من شدة احتياطه وعلمه بان الاختلاف من آثار الرحمة قال لاصحابه ان توجه لكم دليل فقولوا به . (عقود رسم المفتي :ص١٦)

''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے احتیاط اور تقویٰ کی پر تختی سے عمل پیرا ہوتے ہوئے اور اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ اختلاف رحمت کے آثار میں سے ہے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اگر تمہیں کوئی دلیل مل جائے تو اسی کو اختیار کرو''۔

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ صاحبین کا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اختلاف مشہور ومعروف ہے۔اور تقریباً ایک تہائی مسائل میں صاحبین نے اختلاف کیا ہے۔یہ اقوال بھی فقہ حنفی کی تدوین میں شامل اور مذہب کا حصہ ہیں۔اور اس اختلاف کا رحمت ہونا مختلف ضرورت کے مواقع پر اہل علم پر مخفی نہیں۔برخلاف دوسرے ائمہ کرام کے کہ وہاں صاحب مذہب کے قول کے علاوہ ان کے اصحاب کے اقوال مذہب میں شامل نہیں سمجھے جاتے۔اور کہیں خود صاحب مذہب سے ایک سے زائد قول مروی ہوں تو ان میں بھی صرف ایک قابل عمل ہوتا ہے۔جیسے امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں بعض مسائل میں قول قدیم وجدید ملتا ہے۔لیکن خود امام شافعی رحمہ اللہ کی صراحت کے مطابق ان کا قول جدید ہی معتبر ہے قول قدیم نہیں۔

حاصل یہ کہ اختلاف کی بناء پر رحمت کے آثار اور جو توسع احناف کے یہاں پایا جاتا ہے دیگر مذاہب میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔

افتاء اور اس کی اہمیت:

ماقبل تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ اب اجتہاد مطلق کا دروازہ تو بند ہو گیا۔لہٰذا ان ہی چار ائمہ میں سے کسی ایک کی تقلید کی جائے گی لیکن اس کے ساتھ ساتھ چونکہ انسانی زندگی اپنے تمام تر شعبوں کے ساتھ ترقی کی راہ پر گامزن ہے اور عموماً ہر شخص کے حالات ہر زمانے میں یکساں نہیں ہوتے بلکہ مختلف ڈھنگ سے صورت حال سامنے آتی ہے۔سب میں یہ فہم وبصیرت کہاں کہ فقہاء کے بیان کردہ جزئیات سے اپنے حالات کے مطابق ہر ہر جزئیہ کا جواب حاصل کریں اور وہ جواب بالکل صحیح بھی ہو کیونکہ

اول تو حالات واقعی اور فقہی عبارات کا انطباق ایک پیچیدہ مسئلہ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ جہاں فقہاء میں اختلاف ہوا اور اس اختلاف کے نتیجے میں مختلف اقوال سامنے آئے یا متقدمین سے کسی جزئیہ کی صراحت نہ ہونے کی صورت میں متاخرین کی تخریج میں اختلاف ہوا اب ان مختلف اقوال میں کسی ایک قول کو عمل کے لئے متعین کرنا اور بسا اوقات نئے پیش آمدہ مسئلہ کی متقدمین ومتاخرین دونوں سے صراحت نہ ہونے کی صورت میں ان ہی حضرات کے اصولوں کی روشنی میں ان مسائل کا حل بیان کرنا یہ ہر شخص کے بس کا کام نہیں۔ بلکہ اس کے لئے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو قرآن وحدیث اور متقدمین ومتاخرین فقہاء کے کلام پر گہری نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ مسائل ضرور یہ مستنبط کر کے یکجا کرتی رہے تا کہ عام افراد اپنے دن رات کے پیش آمدہ مسائل میں کہیں الجھاؤ کا شکار نہ ہوں۔ اور بلا شبہ اسی استنباط واستخراج کا نام ''فتویٰ'' ہے۔ اور جو شخص اس استنباط واستخراج میں مہارت تامہ کا حامل ہو وہ ''مفتی'' ہے۔

افتاء ایک اہم اور حد درجہ احتیاط کی متقاضی ذمہ داری ہے یہی وجہ ہے کہ اسلاف اس ذمہ داری کے قبول کرنے سے احتراز کرتے تھے اور جن کو وہ اپنے سے علم وعمل میں برتر سمجھتے تھے ان پر یہ ذمہ داری ڈالنا چاہتے تھے۔ پھر اس باب میں ان کا یہ حال تھا کہ اگر کسی مسئلہ مستفسرہ کی صحیح صورت معلوم ہوتی تو بلا تکلف بتا دیتے اور اگر معلوم نہ ہوتی تو صفائی سے کہہ دیتے کہ ''ہمیں یہ مسئلہ معلوم نہیں، کسی اور سے پوچھ لیا جائے''۔ کھینچ تان اور تکلف وتصنع کو کسی حال میں پسند نہیں کرتے تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک سو بیس انصاری صحابہ کو دیکھا ہے کہ ان سے جب کوئی مسئلہ پوچھتا تو وہ دوسرے صحابی کے پاس بھیجتے، وہ تیسرے کے پاس، یہ سلسلہ اسی طرح چلتا یہاں تک کہ وہ سائل پہلے صحابی کے پاس واپس آجاتا۔ (ادب المفتی والمستفتی: ص ۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص لوگوں کے تمام سوالوں کے جواب دینے کے لئے تیار بیٹھا رہے وہ پاگل ہے۔ (حوالہ بالا: ص۹)

قاسم بن محمد بن ابی بکر سے کسی نے کوئی بات دریافت کی، آپ نے جواب دیا کہ مجھے یہ مسئلہ اچھی طرح معلوم نہیں ہے۔ اس شخص نے کہا کہ میں تو آپ کے سوا کسی اور کو اس منصب کے لائق نہیں جانتا اس لئے آپ کے پاس آیا ہوں۔ حضرت قاسم نے فرمایا: میری لمبی داڑھی اور میرے اردگرد لوگوں کے بھیڑ کو نہ دیکھ، مجھے تیرا مسئلہ اچھی طرح معلوم نہیں ہے۔ اس مجلس میں ایک قریشی شیخ بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے کہا: اے میرے بھتیجے! اس مجلس میں میں نے آج تک آپ سے بڑا کوئی عالم نہیں دیکھا، آپ جواب دیجئے۔ حضرت قاسم نے فرمایا: مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ میری زبان کٹ جائے اس کے مقابلے میں کہ میں ایسے مسئلہ کا جواب دوں جس کا علم میرے پاس نہ ہو۔ (حوالہ بالا)

یہ اور اس طرح کے بیسیوں واقعات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سلف صالحین منصب افتاء کے سلسلے میں بڑی ہی

احتیاط کیا کرتے تھے۔

مشکوٰۃ کتاب العلم میں روایت مروی ہے:

من افتیٰ بغیر علم کان اثمه علی من افتاه.

''جو شخص بغیر علم کسی مسئلہ کا جواب دے گا اس کا گناہ اسی پر ہوگا''۔

اسی وجہ سے امام مالک رحمہ اللہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس وقت تک مسند افتاء پر جلوہ افروز نہ ہوئے جب تک ستر علماء کرام نے ان کی اہلیت کی گواہی نہ دی۔ [البدایۃ والنہایۃ ج ۱۰/ص ۱۸۰]

امام مالک فرماتے ہیں کہ بسا اوقات ایک مسئلہ مجھے سونے، کھانے اور پینے سے روکے رکھتا تھا۔

[الموافقات ٤/٢٢٧]

نیابت نبوت:

علامہ شاطبی نے موافقات ۴/۱۹۳ میں اس پر مفصل بحث فرمائی ہے۔ امام موصوف نے یہاں تک صراحت کردی کہ ''مفتی امت میں افتاء اور تعلیم و تبلیغ کے اعتبار سے نبی کریم ﷺ کا نائب ہوتا ہے''۔ اس سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ فتویٰ درحقیقت حکم خداوندی کا اظہار ہے۔ اور مفتی خدا تعالیٰ اور اس کے بندوں کے مابین واسطے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے فتویٰ دینے میں بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے بلکہ جواب دیتے وقت جنت اور جہنم کا استحضار بھی ہونا چاہیے کہ ان دونوں میں کس کو پسند کرتا ہے۔ [ادب المفتی والمستفتی :ص ۸]

الحمدللہ دارالافتاء دارالعلوم یاسین القرآن کے قیام کو تقریباً پندرہ برس کا عرصہ ہو چکا ہے۔ عرصہ ہذا میں دارالافتاء سے کئی ہزار فتاویٰ جاری ہو چکے ہیں۔ بندے کی ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ فتاویٰ کا یہ مجموعہ شائع ہو جائے لیکن تعلیمی، تدریسی اور انتظامی مصروفیات کی بنا پر یہ خواہش پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکی تھی البتہ چھ سال قبل اللہ کا نام لے کر اس کام کو شروع کیا، جو محض اللہ کے فضل وکرم اور بعض احباب کے تعاون سے کتاب العقائد کی صورت میں ناظرین کے سامنے آچکا ہے، جس میں عقائد سے متعلق تقریباً پانچ سو اہم مسائل کے جواب مفصل و مدلل انداز میں آچکے ہیں۔

الحمدللہ کتاب العقائد کے بعد اب ''نجم الفتاویٰ'' کی دو اور جلدیں ہدیہ ناظرین ہیں، جن میں کتاب الطہارۃ سے کتاب الحج تک تقریباً دو ہزار اہم فتاویٰ جات رقوم ہیں۔ نیز کتاب العقائد کی پہلی جلد میں بھی بعض اہم فتاویٰ کا اضافہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ کا یہ مجموعہ اب تین جلدوں میں احباب کی خدمت میں حاضر ہے۔

آخر میں بندہ ناچیز یہ اقرار بھی کرتا ہے کہ علم فتویٰ ایک پرخطر اور مہتم بالشان علم ہے جس کے لئے نہایت اعلیٰ صلاحیتوں اور استعداد کی ضرورت ہے جن سے بندہ عاجز ہے البتہ توفیق الٰہی اور فضل خداوندی کے بعد اپنے تمام اساتذہ ومشائخ عظام کی دعاؤں کی برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندے سے یہ کام لیا اور لے رہا ہے۔ خاص طور پر میرے ہر دو مشائخ مفتی اعظم پاکستان

حضرت مفتی ولی حسن ٹونکی نور اللہ مرقدہٗ اور امام الحدیث قدوۃ العلماء حضرت مولانا عبد الرشید نعمانی قدس سرہٗ پر لاتعد ولاتحصی رحمتیں نازل ہوں کہ ناچیز کو علوم ظاہرہ وباطنہ میں جو ادنیٰ سی سوجھ بوجھ حاصل ہوئی ہے یہ ان ہی حضرات کی توجہات اور دعاؤں کا ثمرہ ہے۔ بندہ اس فتاویٰ کے طبع ہونے میں اپنے ان تلامذہ کا ذکر بھی ضروری سمجھتا ہے جن کی کاوشوں سے فتاویٰ کا یہ مجموعہ ناظرین کے سامنے ہے خصوصا عزیزم مفتی وقار احمد سلمہٗ نے اس کی ترتیب وتبویب اور حوالہ جات کی نظر ثانی میں کلیدی کام کیا ہے جبکہ بعض شرکاء تخصص نے بار ہا تمام عربی حوالہ جات کی اصل سے مراجعت اور عبارات کی تصحیحات کی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ان ہی حضرات کی انتھک محنت اور کاوشوں سے یہ مجموعہ مورد وجود میں آیا۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کے علم وعمل اور حیات میں بے پایاں برکات نصیب کرے۔ آمین۔

آخری گزارش بندے کی ان اہل علم حضرات سے جن کی نظر سے یہ کتاب گزرے گی کہ الدین النصیحۃ کے بمصداق اس کو اصلاح کی نظر سے دیکھیں۔ جہاں بھی کوئی قابل اشکال بات محسوس کریں بندے کو ضرور آگاہ کریں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو ہر خاص وعام کے لئے نافع بنائے۔ مؤلف اور جملہ معاونین کی مغفرت کا ذریعہ بنائے۔ آمین

فقط

(شیخ الحدیث مفتی) سید نجم الحسن امروہوی (دامت برکاتہم)

خادم دار العلوم یٰسین القرآن کراچی

۱۸/شوال ۱۴۳۱ھ

کتاب
﴿الایمان والعقائد﴾

(ایمان اور عقائد کے احکام کا بیان)

کتاب الایمان والعقائد

(ایمان اور عقائد کے بیان میں)

(۱) کیا ایمان مخلوق ہے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا کہنا یہ ہے کہ ایمان مخلوق ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟ کیا اس سے انسان کافر ہوجاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں جواب سے قبل اصل مسئلہ کی تھوڑی سی وضاحت ضروری ہے اور وہ یہ کہ خود مشائخ احناف میں اختلاف رہا ہے کہ ایمان مخلوق ہے یا غیر مخلوق۔ بعض احناف مخلوق اور بعض غیر مخلوق ہونے کے قائل تھے لیکن یہ نزاع لفظی ہے نہ کہ حقیقی کیونکہ جو حضرات ایمان کے غیر مخلوق ہونے کے قائل تھے ان کا کہنا یہ تھا کہ ایمان نام ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق اور عنایات کے حصول کا اور یہ غیر مخلوق ہے لہٰذا ایمان غیر مخلوق ہوا۔

اور جو حضرات مخلوق ہونے کے قائل تھے ان کے نزدیک ایمان نام ہے تصدیق قلبی اور اقرار باللسان کا اور یہ دونوں بندوں کے افعال میں سے ہیں اور بندہ اپنے تمام افعال کیساتھ مخلوق ہے لہٰذا ایمان بھی مخلوق ہے۔

اس تفصیل کے بعد کسی ایک جانب میں کفر کا حکم لگانا بعید معلوم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مصنفین نے کفر کے قول کو مبالغہ آمیزی پر محمول کیا ہے خاص طور پر جب دو طرح کی صراحت ہمارے مشائخ سے موجود ہے تو پھر ایک جانب کی تکفیر کا نتیجہ (العیاذ باللہ) اوپر تک پہنچے گا۔ لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ کسی ایک جانب کی تکفیر کے بجائے اس میں سکوت اختیار کیا جائے۔

لمافی التاتارخانیة (۵/۵۴۷) : من قال بخلق القرآن فهو کافر وکذا من قال بخلق الایمان فهو کافر وروی عن بعض السلف انه روی عن ابی حنیفة رحمه الله ان الایمان غیر مخلوق .... وحکی عن الشیخ الامام الزاهد انه قال لسائل هذه المسئلة: ایمان کردش بنده است بخدای تعالی بتوفیق وی وکردش بنده فعل بنده است وبنده باهمه افعال آفریده است، وتوفیق وهدایت حق که بنده رادار ازصفت خدا است ، وحق عزوجل باصفات خویش ناآفریده است. وسئل مرة اخری عن هذه المسئلة فقال: ان اردت بالایمان التصدیق والاقرار فهذا فعل العبد والعبد بجمیع افعاله مخلوق وان اردت توفیق الله وهدایته علی اتیان الایمان بالله تعالی فالله تعالی بجمیع افعاله غیر مخلوق.

وفی شرح الفقه الاکبر (ص ۱۴۲) : ان الایمان مخلوق اوغیر مخلوق اختلف فیه مشائخ الحنفیة

فذهب اهل سمرقند الی الاول وذهب اهل بخاریٰ الی الثانی مع اتفاقهم ان افعال العباد کلها مخلوقة لله سبحانه، وبالغ بعض مشائخ بخاریٰ فکفروا من قال بان الایمان مخلوق ....قال ابن الهمام فی المسایرة: ونص ابی حنیفة رحمه الله فی کتابه الوصیة صریح فی خلق الایمان حیث قال: نقر بان العبد مع جمیع اعماله واقراره ومعرفته مخلوق، فلما کان الفاعل مخلوقا فاولی ان یکون فعله مخلوقا انتهی.

(۲) کتب سماویہ پر ایمان کی کیفیت

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص چار آسمانی کتب پر ایمان لائے مگر وہ صحائف جو دیگر انبیاء پر نازل کئے گئے ان پر ایمان نہ لائے یا اسے معلوم ہی نہ ہو تو ایسا شخص مسلمان سمجھا جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ میں جملہ کتب سماویہ پر اجمالی ایمان کافی ہے یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل کیا وہ سب حق ہے۔ تفصیلی ایمان لانا ضروری نہیں، ہاں! اگر ان میں سے کسی کا انکار کردیا تو اس صورت میں یہ شخص مؤمن نہیں کہلائے گا۔ الغرض جس قدر صحائف کے بارے میں معلومات ہوں اسی قدر ایمان ضروری ہوگا۔

لما فی الصحیح لمسلم (۱/۲۷): حدثنا عبیدالله بن معاذ العنبری ....قال حدثنی عمر بن الخطاب...... قال فأخبرنی عن الایمان قال ان تؤمن بالله وملئکته وکتبه ورسله والیوم الآخر.

وفی المشکوٰة (صـ ۱۱): عن عمر بن الخطابص ....قال فأخبرنی عن الایمان قال ان تؤمن بالله وملئکته وکتبه ورسله والیوم الآخر.

وفی المرقات (۱/۵۷) تحت هذه الروایة: (وکتبه) ای ونعتقد بوجود کتبه المنزلة علی رسله تفصیلا فیما علم یقینا کالقرآن والتوراة والزبور والانجیل واجمالا فیماعداه وانها منسوخة بالقرآن.

(۳) چار آسمانی کتابوں کے علاوہ دیگر صحائف پر بھی ایمان لانا ضروری ہے

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا چار آسمانی کتابوں کے علاوہ دیگر صحائف پر بھی ایمان لانا ضروری ہے، اگر کوئی شخص چار آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتا ہو لیکن وہ صحائف جو دیگر انبیاء پر نازل ہوئے ان کو لاعلمی کی وجہ سے یا علم ہونے کے باوجود نہ مانتا ہو تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً.....چار آسمانی کتابوں کے علاوہ دیگر انبیاء پر نازل ہونے والے صحائف پر بھی ایمان لانا ضروری ہے، کیونکہ ان میں سے ہر ایک پر ایمان دوسرے پر ایمان لانے سے وابستہ ہے، ان میں ایک کا انکار بھی گمراہی اور اللہ تعالیٰ سے دوری کا

موجب ہے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر یہ شخص لاعلمی کی وجہ سے یا علم کے باوجود (کہ ان صحائف پر بھی ایمان لانا ضروری ہے) دیگر صحائف کا انکار کرے تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

لقوله تعالى (النساء: ١٣٦): يَاۤاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِىْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِىْ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ط وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلاًۢ بَعِيْدًا ۝

وفي مشكوة المصابيح (١/١١): عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال بينما نحن عند رسول الله ﷺ ذات يوم اذ طلع علينا رجل شديد بياض......قال فاخبرني عن الايمان قال أن تؤمن بالله وملئكته وكتبه ورسله واليوم الاخر ......

وفي المحرر الوجيز (٢/١٢٣): (والكتاب) المذكور اولا هو القران والمذكور ثانيا هو اسم جنس لكل ما نزل من الكتاب......

وفي التفسير المظهري (٢/٢٦١): (وَالْكِتٰبِ الَّذِىْ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ) اى قبل القرآن من التوراة والانجيل والزبور وسائر الكتب والصحف ......(وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ) يعني بشئ من ذلك (فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلاًۢ بَعِيْدًا) من المقصد بحيث لا يكاد يعود الى طريقة الصواب فان الايمان بكل واحد منها ملازم للاخر فالكفر بواحد منها بعد من الله وضل عن سواء السبيل وبالكفر بجميع ذلك بالطريق الاولى.

وفي شرح العقيدة الطحاوية (٢/٣٥٣): ونومن بالملائكة والنبيين والكتب المنزلة على المرسلين ونشهد انهم كانوا على الحق المبين

هذه الامور من اركان الايمان قال تعالى : "اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ "وقال تعالى "لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ" الاية (البقرة:١٧٧)

فجعل الله سبحانه وتعالى الايمان هو الايمان بهذه الجملة وسمى من امن بهذه الجملة مؤمنين كما جعل الكافرين من كفر بهذه الجملة.

وفي شرح الفقه الاكبر (ص١٠-٩): أصل التوحيد وما يصح الاعتقاد عليه يجب أن يقول :امنت بالله وملائكته وكتبه ورسله

(وكتبه) اى المنزلة من عنده كالتوراة والانجيل والزبور والفرقان وغيرها من غير تعيين عددها.

(۴) ایمان کیلئے فقط توحید ورسالت کا اقرار کافی ہے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ہندو دوران تقریر یوں کہنے لگا جبکہ وہ بلدیاتی انتخابات میں اپنے لئے ووٹ مانگ رہا تھا اور علاقہ بھی مسلمانوں کا تھا ''مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیوں کلمہ نہ پڑھوں؟ اللہ تعالیٰ کی تعریف نہ کروں اور محمد عربی ﷺ کو اپنا پیغمبر نہ مانوں؟ کیا ان الفاظ کے کہنے سے اسے مسلمان تصور کیا جائے گا یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں صرف اس قدر کہنا کافی نہیں ہے بلکہ تمام قطعیات پر ایمان لانا ضروری ہے لہٰذا اگر مذکورہ ہندو شریعت مطہرہ کی تمام قطعی ویقینی باتوں کو من وعن تسلیم کرتا ہے اور یہ اعلان کرتا ہے کہ میں مسلمان ہوں تو اسے مسلمان ہی تصور کیا جائے گا اور اگر قطعیات میں کسی ایک چیز کا بھی منکر ہو تو اسے مسلمان نہیں سمجھا جائے گا بلکہ وہ بدستور ہندو ہی ہے۔

لما فی مشکوة المصابیح (۱/۱۲): عن ابن عمر رضی الله عنهما قال قال رسول الله ﷺ بنی الاسلام علی خمس شهادة ان لا اله الا الله وان محمداً عبده ورسوله واقام الصلوة وایتاء الزکوة والحج وصوم رمضان متفق علیه.

عن العباس بن عبد المطلب قال قال رسول الله ﷺ ذاق طعم الایمان من رضی بالله رباً وبالاسلام دیناً وبمحمد رسولاً رواه مسلم.

وفی شرح الفقه الاکبر (ص۱۵۴): اعلم ان المراد باهل القبلة الذین اتفقوا علی ما هو من ضرورات الدین کحدوث العالم ......فمن واظب طول عمره علی الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم او نفی الشر او نفی علمه سبحانه بالجزئیات لا یکون من اهل القبلة.

وفی الیواقیت والجواهر (ص۳۹۵): اما من خرج ببدعته من اهل القبلة کمنکری حدوث العالم ومنکری البعث للنشر والحشر للاجسام والعلم بالجزئیات علی ما مر فی مبحث اسمه تعالی العالم فلا نزاع فی کفرهم لانکارهم بعض ما علم مجیئ الرسول به ضرورة.

وفی الشامیة (۴/۲۲۳): صرح فی کتابه المسایرة بالاتفاق علی تکفیر المخالف فیما کان من اصول الدین وضروریاته.

(۵) نصرانی کے مسلمان ہونے کی کیفیت

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی نصرانی یوں کہے کہ میں نصرانیت سے برأت کا

اعلان کرتا ہوں اور ساتھ میں شہادتین کا اقرار کرے تو مسلمان سمجھا جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں ایسا شخص فیمابینہ وبین اللہ تو مسلمان ہوگا البتہ دنیاوی احکامات کے اجراء کے لئے یا تو یہودیت سے بھی برأت کا اعلان ضروری ہوگا یا یہ صراحت ضروری ہوگی کہ ''میں دین اسلام میں داخل ہوتا ہوں''۔ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ کوئی نصرانی ہمارے درمیان رہتے ہوئے اسلام قبول کرے ورنہ اگر میدان جنگ میں ہو تو ہر ایسا کلمہ جو اس کے مسلمان ہونے پر دلالت کرے اس کے خون کو بچانے کے لئے اس کلمہ کی وجہ سے اسے مسلمان سمجھا جائے گا۔

لمافی البزازیة علی هامش الهندیة (۳۱۳/۶) : واذا قال النصرانی اشهد ان لااله الاالله واتبرأ عن النصرانیة لایحکم باسلامه لجواز انه دخل فی الیهود اذ الیهود یقول ایضا وان زاد وقال وادخل فی دین الاسلام زال الاحتمال.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۲۲۶/۴) : الکفار اصناف خمسة:من ینکر الصانع کالدهریة ومن ینکرالوحدانیة کالثنویة ومن یقربهمالکن ینکربعثة الرسل کالفلاسفة ومن ینکر الکل کالوثنیة، ومن یقر بالکل لکن ینکرعموم رسالة المصطفیا کالعیسویة فیکتفی فی الاولین بقول لااله الاالله وفی الثالث بقول محمد رسول الله وفی الرابع باحدهما وفی الخامس بهما مع التبری عن کل دین یخالف دین الاسلام.

وفی الشامیة تحته:(وفی الخامس بهما مع التبری) ذکر ابن الهمام فی المسایرة ان اشتراط التبری لاجراء احکام الاسلام علیه لالثبوت الایمان فیمابینه وبین الله تعالی ....قال فی الفتح : ان اشتراط التبری انما هو فیمن بین اظهرنا منهم واما من فی دارالحرب لوحمل علیه مسلم فقال محمد رسول الله فهو مسلم.

(۶) مرتد کے مسلمان ہو جانے کے بعد اس کی نیکیوں کے لوٹ آنے کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مرتد اگر مسلمان ہو جائے تو اس کی نیکیاں دوبارہ لوٹ کر آتی ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... ارتداد کی وجہ سے سابقہ نیک اعمال ختم ہو جاتے ہیں البتہ اگر وہ توبہ کر کے دائرہ اسلام میں آ جاتا ہے تو اس کے سابقہ نیک اعمال آئندہ کے نیک اعمال میں معاون ہوں گے۔

لما فی التاتارخانیة (۴۶۱/۵) : ثم ما یکون کفرابلا خلاف یوجب احباط العمل وتلزمه اعادة الحج ان کان قد حج.........وفی الیتیمة، قیل له : لو تاب أتعود حسناته ؟ قال: هذه المسئلة مختلفة فعند ابی علی وابی هشام واصحابنا انها لا تعود ، وعند ابی القاسم انها تعود ونحن قلنا انه

لایعود مابطل ثوابه لکنه تعود طاعته المتقدمة مؤثرة فی الثواب من بعد.

رفی الدر المختار مع رد المحتار (۲/۱۹۵): وما أدی منها فیه یبطل ولایقضی من العبادات الا الحج

وفی الشامیة: (وما أدی منها فیه یبطل) فی التتارخانیة معزیا الی الیتیمة قیل له لو تاب تعود حسناته؟ قال هذه المسئلة مختلفة فعند ابی علی وابی هاشم واصحابنا انه یعود وعند ابی القاسم الکعبی ونحن نقول انه لا یعود ما بطل من ثوابه لکنه تعود طاعاته المتقدمة مؤثرة فی الثواب بعد اه بحر.

(۷) قریب المرگ شخص کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مرض کی شدت کی بناء پر قریب المرگ ہے اسی حالت میں اس کے منہ سے کوئی شرکیہ کلمہ نکل جاتا ہے۔ کیا اس کلمہ کا اعتبار کیا جائے گا اور وہ شخص اس کلمہ کی بناء پر مشرک سمجھا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورتِ مسئولہ میں قریب المرگ شخص کے کلمات کا اعتبار کیا جائے گا۔

لمافی الصحیح البخاری (۶۷۴/۲): حدثنااسحق بن ابراهیم ....عن سعید بن المسیب عن ابیه قال لماحضرت ابا طالب الوفاة دخل علیه النبیا وعنده ابو جهل وعبدالله بن امیة فقال النبیا ای عم قل لاالٰه الاالله احاج لک بها عندالله فقال ابو جهل وعبدالله بن ابی امیة یااباطالب اترغب عن ملة عبدالمطلب فقال النبیا لاستغفرن لک مالم انه عنک فنزلت ماکان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربی من بعد ماتبین لهم انه اصحٰب الجحیم.

(۸) غیر اللہ کے نام پر چھوڑی گئی گائے کو تصحیح نیت کے بعد اللہ کے نام سے ذبح کرنے کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک شخص کے پاس کافی تعداد میں گائیں موجود ہیں اس شخص نے ان میں سے ایک گائے کو غیر اللہ کیلئے مقرر کردیا تھا بطور ثواب کے، پھر اس شخص کی نیت بدل گئی اور اس نے وہی گائے بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر ذبح کردی اب مفتی صاحب آپ بتائیں کیا اس گائے کا گوشت حرام ہے یا حلال ہے؟ کیا اس کے گوشت کو کھایا جاسکتا ہے؟ براہ کرم تفصیل سے جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... کسی بھی چیز کو غیر اللہ کے نام پر مقرر کرنا نذرِ معصیت ہے، اور ان جیسی نذروں کو ترک کرنا لازم ہے۔ اگر یہ نذر جانور کی صورت میں ہو، تو جانور پر ذبح کے وقت کی نیت اور کلمات کا اعتبار ہوتا ہے، کہ اگر اس وقت اس کی نیت درست ہو، اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا جائے، تو یہ ذبح کرنا درست، اور اس جانور کا گوشت حلال ہوتا ہے۔ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں چونکہ اس شخص کی نیت تبدیل ہو چکی ہے، اور اس گائے کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کردیا ہے، اس لئے یہ ذبح درست ہے، اور اس گائے کا گوشت کھانا حلال ہے۔

لما فی الدرالمختار (۳۰۲/۶): وتشترط التسمية من الذابح حال الذبح..... والمعتبر الذبح عقب التسمية قبل تبدل المجلس..... الخ.

"وفی الهامش" "من الذابح" اراد بالذابح محلل الحيوان ليشمل الرامی والمرسل وواضع الحديد، واحترز به عما لو سمى له غيره فلا تحل..... "حال الذبح" قال فی الهداية: ثم التسمية فی ذكاة الاختيار تشترط عند الذبح، وهی على المذبوح وفی الصيد تشترط عند الارسال والرمی..... "قبل تبدل المجلس" ای حقيقة او حكما كالفاصل الطويل كماياتی فافهم..... وان كان كثيرا لا يحل لأن ايقاع الذبح متصلا بالتسمية بحيث لا يتخلل بينهما شئ لايمكن الا بحرج عظيم فأقيم المجلس مقام الاتصال والعمل القليل لا يقطعه والكثير يقطع.

وفی الدرالمختار (۴۳۹/۲): واعلم ان النذر الذی يقع للأموات من اكثر العوام ومايؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها الى ضرائح الأولياء الكرام تقربا اليهم فهو بالإجماع باطل وحرام مالم يقصدوا صرفها لفقراء الأنام وقد ابتلی الناس بذلک ولا سيما فی هذه الأعصار.

"وفی الهامش" "تقربا اليهم" كان يقول يا سيدی فلان ان رد غائبی او عوفی مريضی او قضيت حاجتی فلک من الذهب او الفضه او من الطعام او الشمع او الزيت كذا بحر "باطل وحرام" لوجوه: منها انه نذر لمخلوق والنذر للمخلوق لايجوز لانه عبادة والعبادة لاتكون لمخلوق، ومنها ان المنذور له ميت والميت لايملک، ومنها انه ان ظن ان الميت يتصرف فی الأمور دون الله تعالیٰ واعتقاده ذلکت كفر.

وفی التفسير المظهری (۱۹۴،۱۹۳/۳): قال ابو عبيدة السائبة البعير الذی يسيب وذلک ان الرجل من اهل الجاهلية اذا مرض اوغاب له قريب نذر فقال ان شفانی الله او شفی مريضی او رد غائبی فناقتی هذه سائبة ثم تسيب فلا تحبس عن رعی وماء ولا يركبها احد فكانت بمنزلة البحيرة وقيل الناقة اذ انتجت تنتی عشره اناثا سيبّت ولم يركب ظهرها ولم يجز وبرها ولم يشرب لبنها الا ضيف. ...... والسائبة كانو يسيبونها لألهتهم لايحمل عليها شئ.

(۹) مرتے وقت کلمہ طیبہ پڑھنا

سوال..... کیافرماتے ہیں علماءکرام اگرکوئی شخص مرتے وقت کلمہ طیبہ پڑھ لےتواس کلمہ کااعتبارہوگایانہیں؟ بینوا توجروا

الجواب حامداًومصلیاً.....صورت مسئولہ میں جوشخص مرتے وقت کلمہ طیبہ پڑھ لےاس کااعتبارکیاجائے گابشرطیکہ غرغرہ کی حالت میں نہ

پڑھے بلکہ اس سے پہلے پڑھے۔

لما فی قوله تعالی (النساء :۱۸): وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْاٰنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ط اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا o

قال ابو عبد الله القرطبی تحتها (۵/۹۳): قوله تعالی (لیست التوبة) نفی سبحانه ان یدخل فی حکم التائبین من حضره الموت وصار فی حین الیأس کما کان فرعون حین صار فی غمرة الماء.

وفی الصحیح للبخاری (۲/۹۸۸): حدثنا ابو الیمان ....سعید بن المسیب عن ابیه قال لما حضرت ابا طالب الوفاة جاءه رسول الله ا فقال قل لا اله الا الله کلمة احاج لک بها عندالله.

(۱۰) ملحد کی تعریف

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شریعت میں ملحد کسے کہتے ہیں؟ امید ہے کہ مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً.....ملحد وہ کہلاتا ہے جو شریعت سے ہٹ کر کفر کی طرف مائل ہو اور قرآن وسنت کے صحیح معانی ومفاہیم کو چھوڑ کر اِدھر اُدھر کی تاویلات کرے۔

لما فی شرح العقائد (ص۲۴۴): الحاد ای میل وعدول عن الاسلام واتصال والتصاق بکفر لکونه تکذیبا للنبی فیما علم مجیئه بالضرورة.

وفی ردالمحتار (۴/۲۴۱): والملحد :وهو من مال عن الشرع القویم الی جهة من جهات الکفر، من الحد فی الدین :حاد وعدل لایشترط فیه الاعتراف بنبوة نبینا ولا بوجود الصانع تعالی وبهذا فارق الدهری ایضا ولااضمار الکفر وبه فارق المنافق، ولاسبق الاسلام وبه فارق المرتد فالملحد اوسع فرق الکفر حدا:ای هو اعم من الکل.

(وهکذا فی القاموس الفقهی : ص۳۲۹)

(۱۱) زندیق کی تعریف

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زندیق کی تعریف کیا ہے؟ بحوالہ نقل کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً.....زندیق کا اطلاق ایسے شخص پر کیا جاتا ہے جو کسی دین کا پابند نہیں ہوتا۔ نیز وہ بظاہر اسلام کو ظاہر کرتا ہے اور بباطن کفریہ عقائد رکھتا ہے۔

لمافی القاموس الفقهی (ص۱۶۰): الزندیق من یؤمن بالزندقة ....وقال العلامة ابن کمال باشاان الزندیق فی لسان العرب یطلق علی من ینفی الباری تعالی، وعلی من یثبت الشریک وعلی من ینکر حکمته. عندالمالکیة والشافعیة والحنابلة والجعفریة والزیدیة: هوالذی یظهر الاسلام ویخفی الکفر وکان یسمی فی عصر النبوة منافقا فصار فی العرف الشرعی زندیقا.

عندالحنفیة وفی قول للشافعیة :هوالذی لاینتحل دینا.

وفی ردالمحتار (۶۹/۴): یازندیق یامنافق الاول هو من لایتدین بدین، والثانی هو من یبطن الکفر ویظهر الاسلام.

وفی التقریرات (ص۴۷) تحت تعریف الزندیق: (قوله الاول هو من لایتدین بدین) وجعله فی النهر بمعنی المنافق.

وفی الدرالمختار (۲۴۳/۴): والمنافق الذی یبطن الکفر ویظهر الاسلام کالزندیق الذی لایتدین بدین.

وفی الشامیة تحته: ویجب ان یکون حکم المنافق فی عدم قبولنا توبته کالزندیق لان ذلک فی الزندیق لعدم الاطمینان الی مایظهر من التوبة اذا کان یخفی کفره الذی هو عدم اعتقاده دینا والمنافق مثله فی الاخفاء.

وفی ردالمحتار (۲۴۱/۴): قال العلامة ابن کمال باشافی رسالته: الزندیق فی لسان العرب ....والفرق بینه وبین المرتد العموم الوجهی لانه قد لایکون مرتدا، کما لوکان زندیقا اصلیا غیر منتقل عن دین الاسلام، والمرتد قد لایکون زندیقا کمالوتنصراوتهود وقد یکون مسلما فیتزندق واما فی اصطلاح الشرع، فالفرق اظهرلاعتبارهم فیه ابطان الکفروالاعتراف بنبوة نبینا علی مافی شرح المقاصد لکن قید الثانی فی الزندیق الاسلامی بخلاف غیره.

(۱۲) ارتداد کے بعد سابقہ عبادات کا ثواب

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص بہت عبادت گزار ہو، اچانک اس سے ایسا فعل سرزد ہوجائے جس سے وہ کافر ہوجائے اور وہ فوراً کلمہ بھی پڑھ لے اور توبہ کرلے تو اس کی سابقہ عبادات کا ثواب باقی رہے گا یا ختم ہوجائے گا؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اس آدمی کا پہلا ثواب ختم ہوجائے گا لیکن اس کی وہ عبادات اور طاعات جو اس نے پہلے کیں وہ ثواب میں مؤثر ہوں گی۔ اور ثواب میں مؤثر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلام کی طرف لوٹنے کی وجہ سے اس کو جدید ثواب

عطا فرمائیں گے جو اس ثواب کے علاوہ ہوگا جو باطل ہو چکا ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس شخص سے ان عبادات کے لوٹانے کا مطالبہ دوبارہ نہیں ہوگا جو یہ کافر ہونے سے پہلے ادا کر چکا۔

لمافی البحر الرائق (۵/ ۱۲۷): لو تاب أ تعود حسناته ....نقول انه لایعود مابطل من ثوابه لکنه تعود طاعاته المتقدمة مؤثرة فی الثواب بعد اھ.

وفی ردالمحتار (۲/ ۷٦): وفی البحر والنهر ....تعود طاعته المتقدمة مؤثرة فی الثواب بعد اه ولعل معنی کونها مؤثرة فی الثواب بعد ان الله تعالی یثیبه علیها ثوابا جدیدا بعد رجوعه الی الاسلام غیر الثواب الذی بطل اوان الثواب بمعنی الاعتداد بها وعدم مطالبة بفعلها ثانیا وان حکمنا ببطلانها لان ذلک فضل من الله تعالی.

(۱۳) جس کو اسلام کے بارے میں زندگی بھر پتہ نہ چلا

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ایسا شخص جس کے پاس کسی بھی واسطہ سے اسلام نہیں پہنچا تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا اس سے اس بارے میں باز پرس ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً..... اگر کوئی شخص ایسی جگہ موجود ہو جہاں کوئی دوسرا انسان نہیں پہنچ سکا، کسی پہاڑ کی چوٹی پر ہو یا صحرا میں گوشہ نشین ہو جہاں اس کی ہدایت کا کوئی سامان نہ ہو تو اگر یہ شخص کفر یا شرک کا ارتکاب کرے گا تو اس پر مؤاخذہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے عقل وشعور عطا کیا وہ اس کے ذریعے قدرت کی نشانیاں دیکھ کر اس کی وحدانیت کو پہچان سکتا ہے۔ البتہ باقی احکامات یعنی حلال وحرام کی تمیز، نماز اور روزہ کی عدم ادائیگی پر اس کا مؤاخذہ نہیں ہوگا کیونکہ یہ احکامات عقل سے معلوم نہیں ہو سکتے۔

لمافی روح المعانی (۱۵/ ۳۹): روی عن ابی حنیفة ص انه قال: لولم یبعث الله تعالی رسولا لوجب علی الخلق معرفته وقدصرح غیر واحد من علمائهم بان العقل حجة من حجج الله تعالی ویجب الاستدلال به قبل ورود الشرع .....وماکنا معذبین فی الاعمال التی لاسبیل الی معرفتها الابالشرع الابعد مجئ الشرع.

﴿فصل فی کلمات الکفر وغیرھا﴾

(کفریہ کلمات اور افعال کے بیان میں)

(۱۴) اپنے غیر مسلم ہونے کا اقرار اور حکم متواتر کا انکار

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نعیم اور خرم کی آپس میں گفتگو ہو رہی تھی باتوں باتوں میں نعیم نے خرم سے کہا کہ یار نماز پڑھ لیا کرو۔ خرم نے غصہ میں کہا ایسی باتیں نہ کرو میں ہندو ہوں اور میں نماز نہیں پڑھتا۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ خرم اس کلام سے ہندو بن گیا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... جب کوئی شخص غیر مسلم ہونے کا اقرار یا نصوص قطعیہ کا انکار کرے تو بلاشبہ وہ شخص دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے پس صورت مسئولہ میں جب نعیم نے خرم سے کہا کہ نماز پڑھ لیا کرو تو جواب میں خرم کا یہ کہنا کہ ''ایسی باتیں نہ کرو میں ہندو ہوں اور میں نماز نہیں پڑھتا'' تو خرم نے غیر مسلم ہونے کا اقرار کیا جس کی بنا پر خرم دائرۂ اسلام سے خارج ہو گیا۔ لہٰذا خرم کو چاہئے کہ وہ اللہ جل شانہٗ سے توبہ واستغفار کر کے ایمان کی بھی تجدید کرے اور اگر شادی شدہ ہے تو از سر نو نکاح کرے۔

لمافی القران الکریم(النحل: ۱۰۶): من کفر باللہ من بعد ایمانہ الامن اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدراً فعلیھم غضب من اللہ ولھم عذاب عظیم.

وفی الھندیۃ(۲/۲۵۷): ومن یرض بکفر نفسہ فقد کفر......(صـ۲۶۸) لو قال لمریض صل فقال واللہ لا أصلی أبد اولم یصل حتی مات یکفر.

وفی التاتارخانیۃ(۵/۵۱۵): مسلم قال: أنا ملحد: یکفر لأن الملحد کافر، ھکذا ذکرہ الامام ابو المعین ولو قال: ما علمت أنہ کفر: لا یعذر بھذا.

وفیہ ایضاً (۵/۴۷۵): أنا یھودی أو مجوسی إن کنت فعلت کذا أمس: وھو یعلم انہ قد کان فعلہ لاشک أنہ لیس علیہ الکفارۃ، وھل یصیر کافرا؟ فھو علی التفصیل الذی قلنا: ان کان عندہ انہ یمین ولا یکفر متی حلف بھذ الایصیر کافرا وإن کان عندہ انہ یکفر حین حلف بھذا یصیر کافرا فی الماضی والمستقبل.

(۱۵) حالت نیند میں کفریہ کلمات کہنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نیند کی حالت میں کفریہ کلمات ادا کرتا ہے، آیا

یہ شخص ایمان سے خارج ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......اگر کوئی شخص نیند کی حالت میں کفریہ کلمات کہہ دے تو اس سے وہ ایمان سے خارج نہیں ہوگا۔

لما فی رد المحتار (۳/۲۴۳) : وفی التحریر وتبطل عباراته من الاسلام والردة والطلاق ، ولم توصف بخبر وانشاء وصدق وکذب کالحان الطیور اه ومثله فی التلویح. فهذا صریح فی ان کلام النائم لایسمی کلاما لغة ولاشرعا بمنزلة المهمل.

(۱۶) مرتکب کبیرہ کو کافر کہنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی مسلمان کسی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو تو اسے کافر کہنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......کسی مسلمان کو گناہ کبیرہ کے ارتکاب کی وجہ سے کافر کہنا درست نہیں ہے بلکہ یہ خود گناہ کبیرہ ہے لہٰذا کسی مسلمان کو بغیر ارتکاب کفر کے کافر کہنا (اگر چہ وہ کتنا ہی گناہ گار ہو) خود گناہ کبیرہ ہے۔

لمافی شرح العقائد (صـ ۱۸۲) : والکبیرة لاتخرج العبد المؤمن من الایمان ولا تدخله فی الکفر .... ان حقیقة الایمان هو التصدیق القلبی فلا یخرج المؤمن عن الا تصاف به الابما ینافیه ومجرد الاقدام علی الکبیرة لغلبة شهوة أوحمیة .... خصوصا اذا اقترن به خوف العقاب ورجاء العفو والعزم علی التوبة لاینافیه نعم اذا کان بطریق الاستحلال والاستخفاف کان کفرا .... الأیات والاحادیث الناطقه باطلاق المؤمن علی العاصی کقوله تعالی یآایها الذین آمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ وقوله تعالی یآایها الذین آمنوا توبوا الی الله توبة نصوحا وقوله تعالی وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا الایة.

وفی فتح الملهم (۱/۲۶۹): (فقال رسول الله اللهم ولیدیه فاغفر)فی هذا الحدیث حجة لقاعدة عظیمة لاهل السنة ان من قتل نفسه او ارتکب معصیة غیرها ومات من غیر توبة فلیس بکافر ولایقطع له بالنار بل هو فی حکم المشیئة.

وفی حاشیة النووی علی الصحیح لمسلم ج ۱/ص ۵۷ :– ان مذهب اهل الحق انه لایکفر المسلم بالمعاصی کالقتل والزنا۔

(۱۷) صحابہ کرام اور تابعین کو گالیاں دینے والا

سوال......کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صحابہ کرام اور تابعین کو گالیاں دینے کی وجہ سے آدمی کافر

ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... حضور اکرم ﷺ اور شیخین کے علاوہ دیگر صحابہ اور تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو گالیاں دینے والا کافر نہیں ہوتا البتہ سخت گناہ گار ہوگا۔

لما فی مصنف ابن ابی شیبة (۶/ ۴۰۸): عن عائشة قالت امروا بالاستغفار لاصحاب محمد ا فسبوهم. وعن عطاء قال قال رسول الله ا من سبّ اصحابی فعلیه لعنة الله.

وفی الشامية (۴/صـ۳): من سب الشیخین او طعن فیهما کفر.

وفیه ایضاً (۴/۲۳۷): الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنهما فهو کافر ....وسبّ احد من الصحابة وبغضه لایکون کفرا لکن یضلل.

(۱۸) مسلمان کو کافر یا مشرک کہنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی آدمی کسی مسلمان کو مشرک کہے اور کہنے والا بھی مسلمان ہو تو کہنے والے پر کفر لازم آتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو کافر یا مشرک کہے تو اگر کہنے والے کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ کافر ہے تو پھر کہنے والے پر بھی کفر لازم آتا ہے۔ اور اگر کہنے والے کا یہ عقیدہ نہیں بلکہ برا بھلا یا گالم گلوچ کے طور پر کہتا ہے تو اس صورت میں کہنے والا کافر نہیں ہوگا۔ البتہ اس قسم کے الفاظ زبان پر لانے سے اجتناب اور احتیاط لازم ہے اس لئے کہ کفر وایمان کا مسئلہ سنگین اور نازک مسئلہ ہے اسے مزاح نہیں بنانا چاہئے۔

لما فی التاتارخانية (۵/ ۵۱۳): ولو قال لمسلم اجنبی یا کافر او لاجنبية یا کافرة ولم یقل المخاطب شیئا أو قال لامرأته یا کافرة ولم تقل المرأة شیئا.......... والمختار للفتوی فی جنس هذه المسائل ان القائل بمثل هذه المقالات ان کان اراد الشتم ولا یعتقده کافراً لایکفر وان کان یعتقده کافراً فخاطبه بهذا بناء علی اعتقاده انه کافر یکفر.

وهکذا فی الهندية (۲/ ۲۷۸).

(۱۹) آپ علیہ السلام کی پسند فرمودہ کے متعلق استہزاء کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ فلاں چیز مجھے پسند ہے۔ ایک شخص استہزاء کرتے ہوئے کہتا ہے کہ جو چیز آپ علیہ السلام کو پسند ہے مجھے پسند نہیں (معاذ اللہ)۔ شریعت میں ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً.....صورت مسئولہ میں اگر وہ شخص استہزاءً یہ کہے کہ جو چیز آپ ﷺ کو پسند ہے وہ مجھے پسند نہیں تو ان کلمات کے کہنے سے یہ شخص کافر ہو جائے گا۔

لمافی البحر الرائق (۵/۱۲۱) : ویکفر..... بقوله انا لااحبه حين قيل له ان النبيا كان يحب القرع وقيل: ان كان على وجه الاهانة.

وفي التاتارخانية (۵/۴۸۱): ولو قال رجل لغيره : كان رسول الله يحب كذا بان قال مثلايحب القرع فقال ذلك الغير : انا لا احبه فهذاكفر هكذا روى عن ابى يوسف نصا.......... وبعض المتأخرين قالوا: اذا قال ذلك على وجه الاهانة كان كفرا وبدونه لايكون كفرا.

وهكذا في الهندية (۲/ ۲۶۵).

وفي ردالمحتار(۴/۲۲۲): ان ماكان دليل الاستخفاف يكفر به وان لم يقصد الاستخفاف.

(۲۰) روزہ اور نماز کو تکاسلاً ترک کرنے والا

سوال..... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے ایک عزیز ہیں، میں ان سے بار بار نماز کا کہتا ہوں لیکن وہ نماز نہیں پڑھتے اور کل ان کے گھر والوں نے بتلایا کہ وہ روزہ بھی نہیں رکھتے لیکن وہ ان دونوں چیزوں کا انکار بھی نہیں کرتے۔ کیا ایسے شخص کو مسلمان سمجھا جائے یا کافر؟ اور شریعت مطہرہ نے ایسے شخص کے لئے کیا سزا تجویز کی ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً.....اگر کوئی شخص نماز کی فرضیت کا انکار نہیں کرتا لیکن سستی اور کاہلی کی وجہ سے نماز بھی نہیں پڑھتا تو ایسے آدمی کو کافر کہنا جائز نہیں ہے بلکہ ایسا شخص فاسق ہے اور شرعاً اس کی سزا یہ ہے کہ اسے قید کیا جائے اور بعض حضرات کے نزدیک اتنا مارا جائے کہ جسم سے خون نکل آئے اور یہ سزا اس وقت تک جاری رکھی جائے جب تک وہ تائب ہو کر نماز پڑھنا شروع نہ کردے یا مر جائے۔ اسی طرح جو آدمی روزہ نہیں رکھتا لیکن اس کی فرضیت کا انکار بھی نہیں کرتا وہ بھی کافر نہیں بلکہ فاسق ہے اور اس کی سزا یہ ہے کہ اسے بھی قید کردیا جائے اور دن کو اس کا کھانا پینا بھی بند کیا جائے یا امام (خلیفہ وقت) اگر چاہے تو اپنی صوابدید پر کوئی سزا تجویز کرے۔

لما في عمدة القارى (۱/۱۸۱): قال النووى يستدل بالحديث على ان تارك الصلاة عمدا معتقدا وجوبها يقتل .....وقال ابوحنيفة والمزنى يحبس الى ان يحدث توبة ولا يقتل ...... ولو ترك صوم رمضان حبس ومنع الطعام والشراب نهارا لان الظاهر انه ينويه لانه معتقد لوجوبه.

وفي فيض البارى (۱/۱۰۶) : قال الامام الشافعي ومالك ان تارك الصلوة يقتل حدا لا كفرا...... وقال امامنا الاعظم انه ليس بكافر ولايقتل ولكنه يحبس ثلاثا فان عاد الى الصلوة فبها والا يضرب ضربايتفجر منه الدم.

وفي الدر المختار مع رد المحتار (١/٣٥٢): وتاركها عمدا مجانة اى تكاسلا فاسق يحبس حتى يصلي ......وقيل يضرب حتى يسيل منه الدم.

وفي الشامية: "قيل يضرب" ظاهر الحلية انه المذهب.

(۲۱) کسی بزرگ سے اولاد کا سوال اور والدین کی اطاعت

سوال......کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں یہ طریقہ رائج ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ اولاد نہ دیں اور آٹھ/نو سال تک اس کے ہاں اولاد نہ ہو تو ہمارے ہاں ایک بابا گھوڑے پر سوار ہو کر آتا ہے۔ جس کے ہاں اولاد نہ ہو وہ اسے پانچ سو یا ہزار روپے دیتا ہے۔ کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟ مجھے میرے والدین مجبور کر رہے ہیں کہ میں اس بابا کے پاس جاؤں، اگر یہ عمل ناجائز ہے اور میں نہ جاؤں تو والدین کا حکم نہ ماننے کی وجہ سے گناہ ہوگا یا نہیں؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......اولاد دینا یا نہ دینا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت واختیار میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کسی کو اولاد نہیں دے سکتا۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں بچہ دیتے ہیں، جسے چاہتے ہیں بچی دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں بالکل محروم کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے دعا تو کروائی جا سکتی ہے لیکن اس طرح سے کہ عقیدہ میں کوئی خرابی پیدا نہ ہو۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں آپ اپنے والدین کو سمجھائیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور ان کی ہدایت کے لئے دعا بھی کریں۔ آپ کے لئے کسی صورت میں ان کی یہ بات ماننا جائز نہیں ہے بلکہ اگر آپ نے ان کی بات مانتے ہوئے ایسا کر لیا تو آپ گناہ گار ہوں گے۔

لما في قوله تعالى (الشورى: ٤٩): لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ط يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۝ لا اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ج وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ط اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝

قال العلامة الآلوسي تحت هذه الآية (٢٥ / ٥٣): ان الملك ملكه سبحانه من غير منازع ومشارك يتصرف كيف يشاء فليس على من هو احقر جزء من ملكه تعالى ان يعترض ويريد ان يجري التدبير حسب هواه الفاسد.

وفي كنز العمال (٢/٣٥٨): [٤٢٣٥] عن عليص عن النبي ا .... لاطاعة الا في معروف.

وفيها ايضا (٦/٦٧): [١٤٨٧٤] لاطاعة لاحد في معصية الله انما الطاعة في المعروف.

[١٤٨٧٥] لاطاعة لمخلوق في معصية الخالق.

(۲۲) اپنی بیوی سے کہنا کہ "تجھے اللہ تعالیٰ سے زیادہ پسند کرتا ہوں" اس کا حکم

سوال......کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے محلے میں ایک شخص ہے وہ اکثر گفتگو میں یہ بات

کہتا رہتا ہے کہ ''میں اپنی بیوی کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ پسند کرتا ہوں'' لہٰذا مفتی صاحب مجھے آپ سے یہ معلوم کرنا ہے کہ کیا وہ شخص اس طرح کہنے سے کافر ہوجائے گا یا نہیں؟ براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً..... ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کے انکار کرنے سے انسان کافر ہوجاتا ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بھی چونکہ ضروریات دین میں سے ہے، لہٰذا جو شخص بھی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے مقابلے میں مخلوق میں سے کسی کیلئے زیادتی محبت کا اقرار کرتا ہے تو وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔ اور اس کی بیوی اس پر حرام ہوجاتی ہے۔ لہٰذا اگر اس شخص نے اپنی بیوی کو یہ جملہ ''کہ میں تجھے اللہ سے زیادہ پسند کرتا ہوں'' یہ جانتے ہوئے کہا کہ میں کلمۂ کفر کہہ رہا ہوں تو یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا اور اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی لہٰذا اس پر تجدید ایمان اور تجدید نکاح لازم ہے۔ لیکن اگر اس نے یہ جملہ جہالت درناواقفیت کی بناء پر کہا ہے تو پھر یہ شخص کافر تو نہیں ہوگا اور نہ ہی اس پر اس کی بیوی حرام ہوگی البتہ یہ جملہ کہنے کی وجہ سے یہ شخص سخت گناہگار اور فاسق ہوگا لہٰذا اس پر توبہ واستغفار لازم ہے اور احتیاطاً تجدید نکاح بھی کر لینا چاہئے۔

لما في صحيح البخاري (۱/۷): حدثنا محمد ابن المثنى..... عن انس عن النبي ﷺ قال ثلث من كن فيه وجد حلاوة الايمان ان يكون الله ورسوله احب اليه مما سواهما وان يحب المرء لايحبه الا لله وان يكره ان يعود في الكفر كما يكره ان يقذف في النار.

وفي منح الروض الازهر في شرح الفقه الاكبر (صـ ۴۵۱): ثم اعلم انه اذا تكلم بكلمة الكفر عالماً بمعناها ولا يعتقد معناها، لكن صدرت عنه من غير اكراه، بل مع طواعية في تأديته، فانه يحكم عليه بالكفر بناء على القول المختار عند بعضهم من ان الايمان هو مجموع التصديق والاقرار، فباجرائها يتبدل الاقرار بالانكار، أما اذا تكلم بكلمة ولم يدر انها كلمة كفر، ففي فتاوىٰ قاضيخان حكاية خلاف من غير ترجيح حيث قال: قيل: لايكفر لعذره بالجهل، وقيل يكفر ولا يعذر بالجهل، أقول: والاظهر الأول الا اذا كان من قبيل مايعلم من الدين بالضرورة فانه حينئذ يكفر ولا يعذر بالجهل.

وفي البحر الرائق (۵/۲۰۳): ويكفر ان اعتقدان الله تعالىٰ يرضى بالكفر..... وبقوله لامرأته أنت احب الي من الله وقيل لا..... ومحل الاختلاف عند عدم قصدا لاستهزاء.....الخ.

وفي الهندية (۲/۲۵۹): ولو قال لأمرأته أنت احب الي من الله تعالىٰ يكفر كذا في الخلاصة.

وفي (صـ ۲۸۳): ما كان في كونه كفرا اختلاف فان قائله يؤمر بتجديد النكاح وبالتوبة والرجوع عن ذالك بطريق الاحتياط وما كان خطأ من الالفاظ ولايوجب الكفر فقائله مؤمن على حاله ولا يؤمر بتجديد النكاح والرجوع عن ذالك كذا في المحيط، اذا كان في المسئلة وجوه توجب الكفر ووجه واحد يمنع فعلى المفتي ان يميل الى ذالك الوجه كذا في الخلاصة، في البزازية الا

اذا صرح بارادة توجب الكفر فلا ينفعه التأويل حينئذ كذا في البحر الرائق، ثم ان كانت نية القائل الوجه الذي يمنع التكفير فهو مسلم وان كانت نيته الوجه الذي يوجب التكفير لاتنفعه فتوى المفتي ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذالك وبتجديد النكاح بينه وبين امرأته كذا في المحيط.

وفي الشامية(۴/۲۲۴): وفي الفتاوى الصغرى: الكفر شئ عظيم فلا اجعل المؤمن كافرا متى وجدت رواية انه لا يكفر اهـ وفي الخلاصة وغيرها: اذا كان في المسألة وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنعه فعلى المفتي ان يميل الى الوجه الذي يمنع التكفير تحسينا للظن بالمسلم زاد في البزازية الا اذا صرح بارادة موجب الكفر فلا ينفعه التأويل ح...... والذي تحرر انه لا يفتى بكفر مسلم امكن حمل كلامه على محمل حسن أو كان في كفره اختلاف ولورواية ضعيفة فعلى هذا فأكثر الفاظ التكفير المذكورة لايفتى بالتكفير فيها......الخ. وفي (صـ۲۳۰): نعم سيذكر الشارح ان ما يكون كفرا اتفاقا يبطل العمل والنكاح، وما فيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح اهـ وظاهره انه امر احتياط.

(۲۳) شریعت کے خلاف اشعار کہنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شاعر ایسے اشعار لکھتا ہے جس کے ظاہری معنی یقینی طور پر اسلامی تعلیمات کے خلاف ہوتے ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ سے کھلم کھلا شکوہ، شراب کو ہر پریشانی کا حل بتانا (جبکہ وہ شاعر خود بھی کھلے عام شراب پیتا ہو) اس کے علاوہ علماء دین کی تذلیل، انہیں بے کار اور بے خبر کہنا۔ شاعر مذکور کا حکم کیا ہے؟ خصوصاً جبکہ اس شاعر کا انتقال ہو چکا ہو اور ان کلمات کے بارے میں اس کی مراد بھی نہیں پوچھی جا سکتی۔ نیز اس طرح کے بہت سے اشعار اس کے دیوان میں موجود ہیں اس دیوان کا کیا حکم ہوگا۔ نمونہ کے طور پر بعض اشعار کا ترجمہ یہ ہے:

۱۔ میرے محبوب کی آنکھوں میں بہت سارے خوبصورت جہاں ہیں (آگے شاعر اللہ تعالیٰ سے خطاب کر کے کہتا ہے) لہٰذا تو اپنی دنیا کو مجھ سے لے لے، مجھے تیری دنیا کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (معاذ اللہ)

۲۔ جام شراب اٹھا کر مسلمان ہو جا اور اسی جہاں میں جنتی ہو جا۔

الجواب حامداً ومصلیاً......جس شخص کے اشعار میں ایسے مفہوم اور معنی موجود ہوں جو اللہ تعالیٰ سے شکوہ، عدم رضا بالقضاء، شراب کو ہر پریشانی کا حل سمجھنے، حلت خمر اور انکار حرمت پر مبنی ہو، حاملین دین علماء کرام کی تذلیل، استخفاف دین یا استخفاف علم دین پر مبنی ہو تو یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جائے گا اور اگر مندرجہ بالا امور ان حیثیات پر مبنی نہ ہوں تو یہ شخص کافر نہیں ہوگا البتہ گنہگار ہوگا۔

اب سوال میں ذکر کردہ شاعر کے بارے میں یہ معلوم کرنا کہ اس نے یہ اشعار کس نیت سے کہے مشکل ہے لہٰذا ایسی صورت میں

اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ البتہ ایسے اشعار کا پڑھنا خطرے سے خالی نہیں ہے لہٰذا ان سے ازحد اجتناب ضروری ہے۔

لما في السراجية (ص۶۹): ماتيقن منه انه ردة يحكم بها ومايشك في انه ردة لايثبت لان الثابت لايزول بالشك .... فينبغي للعالم اذا رفع اليه مثل هذا ان لايبادر باكفار اهل الاسلام مع انه يقضي بصحة الاسلام تحت ظلال السيوف.

وفي الهندية (۳۵۱/۵): قرأة شعر الاديب اذا كان فيه ذكر الفسق والخمر والغلام يكره.

وفي الشامية (۴۷/۱): ان المحرم منه ماكان في اللفظ مالايحل كصفة الذكورة والمرأة المعينة الحية ووصف الخمر المهيج اليها والحانات والهجاء لمسلم اوذمي اذا أراد المتكلم هجاءه.

(۲۴) یوں کہنا کہ میں اسلام کو چھوڑتا ہوں یا داڑھی مونڈنے پر اچھا لگتا ہوں

سوال.....کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص لوگوں کے سامنے کہے کہ:

۱۔ ''میں یہ اسلام چھوڑ دیتا لیکن لوگ کہیں گے کہ اپنے مذہب کو چھوڑ دیا'' تو آیا ان الفاظ سے یہ کافر ہوگا یا نہیں؟

۲۔ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ ''فلاں گانا مجھے بہت پسند ہے'' یا یوں کہے کہ ''فلاں گانا بڑا اچھا ہے'' تو یہ شخص کافر ہوگا یا نہیں؟ حالانکہ اس نے ایک حرام چیز کو پسند کیا۔

۳۔ کسی نے داڑھی مونڈھ کر کہا کہ ''واہ کتنا خوبصورت لگ رہا ہوں'' یا دوسرے نے کہا ''واہ بھائی کتنے خوبصورت لگ رہے ہو'' یا یوں کہا کہ ''اگر تم داڑھی مونڈھ لوگے تو بہت خوبصورت لگو گے'' یا ''اگر میں داڑھی مونڈھ لوں تو بہت خوبصورت لگوں گا''۔ تو یوں کہنے والا کافر ہے یا نہیں؟ حالانکہ اس نے ایک حرام چیز کو پسند کیا اور اس میں خوبصورتی کو بیان کیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ کی پہلی صورت میں اس شخص نے کفر کو پسند کیا تو یہ شخص کافر ہوگیا لہٰذا اس کا نکاح اور اعمال ختم ہو گئے۔

۲۔ دوسری صورت میں اگر گانے کو حلال سمجھ کر اس طرح کہا اور دین کی خفت مقصود ہے تو کفر ہوگا ورنہ فسق اور معصیت کا مرتکب ہوا ہے اس پر استغفار کرے اور آئندہ اس طرح کے کلام سے اجتناب کرے۔

۳۔ تیسری صورت میں بھی اگر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت سے اعراض اور استخفاف دین مقصود ہے تو کفر ہے ورنہ فسق اور معصیت ہے۔

لما في خلاصة الفتاوى (۳۸۶/۴): مجوسي اسلم فاعطي شيئاً فقال مسلم ليت كافر فنسلم حتى يعطوني شيئا يكفر لانه تمني الكفر وذلك كفر.

وفي الهندية (۲۵۷/۲): ومن يرضي بكفر نفسه فقد كفر.

وفی شرح الفقه الاکبر (صـ۱۸۲): من قال دعني اصير كافرا كفر ای لانه نوی الکفر او کدت ان اكفر كفر، وفيه بحث اذ لايلزم من مقاربة الكفر مفارقته اللهم الا ان يريد قصدت الكفر وماكفرت فانه يكفر لقصده ونيته.

وفی البناية شرح الهداية (۲۰۶/۹): ان مجرد الغناء والاستماع معصية لماروی صدر الشهيد فی الكراهية فی كتاب الواقعات عن رسول الله انه قال استماع الملاهی معصية والجلوس عليها فسق ......الى آخر الرواية.

وفی الهندية (۲۶۳/۲): من لم يقر ببعض الانبياء اولم يرض بسنة من سنن المرسلين فقد كفر.

وفی شرح الفقه الاكبر (صـ۱۵۲): ان استحلال المعصية صغيرة كانت او كبيرة كفر اذا ثبت كونها معصية بدلالة قطعية وكذا الاستهانة بها كفر.

وفی النبراس (صـ۵۶۶): واستحلال المعصية صغيرة كانت او كبيرة كفر لانه تكذيب للشارع اذا ثبت كونها معصية بدليل قطعی.

(۲۵) کیا صدقہ فطر کا منکر کافر ہے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے پڑوس میں ایک شخص رہتا ہے جو صدقہ فطر کا انکار کرتا ہے کیا اس انکار کی وجہ سے یہ شخص کافر ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً...... صدقہ فطر کا منکر کافر نہیں ہے البتہ فاسق اور گناہ گار ہوگا۔

لمافی البحرالرائق (۲۵۱/۲) فی بحث صدقة الفطر: والاجماع المنعقد علی وجوبها ليس قطعيا ليكون الثابت الفرض لانه لم ينقل تواترا ولهذا قالوا من انكر وجوبها لايكفر.

وفی الدر المختار (۳۵۸/۲): فرض رسول الله زكاة الفطر معناه قدر للاجماع علی ان منكرها لايكفر.

(۲۶) ممنوع اور حرام کام پر خوشی کا اظہار کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ انسان کبھی ایسی باتوں اور ایسے واقعات پر خوشی کا اظہار کرتا ہے کہ وہ کام شرعاً ممنوع ہوتے ہیں جیسا کہ کسی شخص کا اس بات پر خوشی کا اظہار کرنا کہ اس کا دوست جوا کھیل کر جیت گیا ہے اور کبھی انسان ایسے کام پر خوشی کا اظہار کرتا ہے جو کہ شریعت کی طرف سے مشروع ہوتے ہیں جیسا کہ اپنے بیٹے کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا لہٰذا ان دونوں

صورتوں میں خوشی کا اظہار کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......شریعت مطہرہ کے ایسے احکامات جن کی حرمت کسی دلیل قطعی سے ثابت ہو اس پر خوشی کا اظہار کرنا کفر ہے البتہ وہ احکامات جن کو مشروع قرار دیا گیا ہے اس پر خوشی کا اظہار کرنا اچھی بات ہے اور باعث ثواب ہے۔

لمافی التاتارخانیة (۵/۵۲۵): اذا سقی ولده الخمر اول مرة فجاء اقربائه ونثروا الدراهم والسکر فقد کفروا وفی الفتاوی الخلاصة: اولم ینثروا الدراهم ولکنهم قالوا مبارکباد فقد کفروا.

(وهکذا فی الهندیة: ۲/۲۷۳)

(۲۷) ویزے کے حصول کے لئے اپنے آپ کو قادیانی یا شیعہ ظاہر کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے بھائی کینیڈا جانا چاہتے ہیں۔اب ایجنٹ کہتا ہے کہ اگر اپنے آپ کو قادیانی یا شیعہ ظاہر کردیں تو ویزے میں آسانی رہے گی۔کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......اپنے آپ کو شیعہ یا قادیانی ظاہر کرنا ایسا ہے کہ جیسے کوئی شخص کفر کا اقرار کرے اور کفر کا اقرار موجب کفر ہے لہٰذا مذکورہ صورت میں اپنے آپ کو شیعہ یا قادیانی ظاہر کرنا جائز نہیں ہے۔

لمافی الهندیة (۲/۲۸۳): رجل کفر بلسانه طائعاوقلبه مطمئن بالایمان یکون کافراولایکون عندالله مؤمنا کذافی فتاوی قاضیخان.

وفیهاایضا (۲/۲۵۷): ومن یرضی بکفر نفسه فقد کفر.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۴/۲۲۲): ومن هزل بلفظ کفر ارتد وان لم یعتقد للاستخفاف.

وفی الشامیة: (من هزل بلفظ الکفر)ای تکلم به باختیاره غیر قاصد معناه.

(۲۸) داڑھی کو اونٹ کی دم کہنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میاں بیوی کا کسی بات پر جھگڑا ہوا، بیوی نے غصہ کی حالت میں اپنے شوہر کی داڑھی پکڑی اور جھنجھوڑی اور کہا کہ یہ تمہاری داڑھی نہیں بلکہ میرے اونٹ کی دم ہے کیا وہ عورت اس طرح کہنے سے کافر تو نہیں ہوگئی؟

الجواب حامداًومصلیاً......اگر مذکورہ عورت نے یہ قول وفعل بطور استخفاف واستہزاء کے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو کمتر سمجھتے ہوئے کیا ہو تو دائرہ اسلام سے خارج ہوگئی ورنہ نہیں۔

لمافی التاتارخانیة (۵/۴۸۲): رجل قال لاخر البس الثیاب البیض فان هذا سنة رسول الله ا فقال ذالک الرجل لوکان هذا سنة پس مغان دست ....فقد قیل هذا استخفاف بسنة رسول الله وانه

کفر ....و کذالک فی سائر السنن.

وفی الدرالمختار مع رد المحتار (۲۲۲/۴): من هزل بلفظ کفر ارتد وان لم یعتقده للاستخفاف.

وفی الشامیة: ان ما کان دلیل الاستخفاف یکفر به.

(۲۹) آپ ﷺ کے بارے میں حاضروناظر، عالم الغیب ہونے کا عقیدہ رکھنے والے شخص کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر وناظر اور عالم الغیب ہیں اسی طرح وہ یہ بھی اعتقاد رکھتا ہے کہ اولیاء اور بزرگان دین تمام امور میں تصرف کرتے ہیں کیا ایسا شخص مسلمان ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں اور ہر جگہ حاضر ہیں اور ہر فعل کو دیکھنے والے ہیں اور اولیاء کائنات کے تمام امور نصرت کرتے ہیں جیسا وہ چاہیں تو ایسا شخص مسلمان نہیں کیونکہ یہ تمام صفات صرف اللہ رب العزت کے ساتھ خاص ہیں۔

لمافی قوله تعالی (النمل: ۶۵): قُلْ لَایَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّااللّٰهُ ط الایة

(الانعام: ۵۹): وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَایَعْلَمُهَا اِلَّاهُوَ ط الایة

وفی الصحیح للبخاری (۱۰۹۸/۲): عن عائشة رضی اللہ عنها من حدثک ان محمدارأی ربه فقد کذب ......ومن حدثک انه یعلم الغیب فقد کذب وهو یقول لایعلم الغیب الااللہ.

وفی البحرالرائق (۸۸/۳): وفی الخانیة والخلاصة لوتزوج بشهادة اللہ ورسوله لاینعقد ویکفر لاعتقاد ان النبیا یعلم الغیب.

وفی الشامیة (۴۳۹/۲): ان ظن المیت یتصرف فی الامور دون اللہ واعتقاده ذلک کفر.

(۳۰) مؤذن کوگالی دینا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص مؤذن کو گالی دے یا اس کے لئے گالی کے مشابہ الفاظ استعمال کرے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ جیسے کوئی شخص یوں کہے کہ ۔

وصال شب میں دی مؤذن نے اذان ہائے کمبخت کو کس وقت خدا یاد آیا

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں اگر اذان کی توہین مقصود ہو تو یہ شخص کافر ہو جائے گا لیکن اگر اذان کی توہین مقصود نہیں بلکہ مؤذن کی توہین مقصود ہے (جیسا کہ سوال سے معلوم ہوتا ہے) تو کافر نہ ہوگا البتہ اسے اس پر توبہ کرنی چاہئے اور آئندہ ایسے کلام سے

اجتناب کرنا چاہئے۔

لمافی شرح الفقه الاکبر(صـ۱۵۲): الاستهزاء علی الشریعة الغراء کفر.

وفی التتارخانیة (۵/۵۰۰): واذا سمع المؤذن یؤذن فقال السامع این بانگ پاسبان است یکفر وفی الیتیمة مؤذن اذن فقال رجل این بانگ غوغا است یکفر ان قال علی وجه الاستخفاف. وفیها سئل الجحندی عن مؤذن یؤذن فقال له رجل استهزاء من هذا المخادع الذی یؤذن هل یکفر ؟ فقال ان استهزء بالاذان یکفر وان استهزء بالموذن لایکفر.

وفی الهندیة (۲/۲۶۹):مؤذن اذّن فقال رجل این بانگ غوغا است یکفر ان قال علی وجه الانکار.

(۳۱) ملاقات کے وقت جھکنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل عمومی طور پر جب ایک شخص دوسرے سے ملتا ہے تو سر جھکا کر ملتا ہے۔ اس طرح سر جھکا کر ملاقات کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ بعض ساتھیوں کا کہنا ہے کہ یہ بھی غیر اللہ کے سامنے جھکنے میں شامل ہے۔ آیا ان کی بات درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......ملاقات کے وقت کسی کے سامنے جھکنا مکروہ ہے لہٰذا اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔

لمافی المشکوة (صـ۴۰۱): عن انس قال قال رجل یارسول الله الرجل منا یلقی اخاه او صدیقه اینحنی له قال لاقال أفیلتزمه ویقبله قال لاقال أفیأخذ بیده ویصافحه قال نعم.

وفی المرقات (۹/۷۶) تحت هذه الروایة: (اینحنی له) من الانحناء وهو امالة الرأس والظهر تواضعا وخدمة (قال لا) ای فانه فی معنی الرکوع وهو کالسجود من عبادة الله سبحانه ....وفی شرح مسلم للنووی :حنی الظهر مکروه للحدیث الصحیح فی النهی عنه ولاتعتبر کثرة من یفعله ممن ینسب الی علم وصلاح.

وفی الهندیة (۵/۳۶۹): الانحناء للسلطان أو لغیره مکروه لانه یشبه فعل المجوس. ویکره الانحناء عندالتحیة وبه وردالنهی.

وفی الشامیة (۶/۳۸۳): وفی المحیط انه یکره الانحناء للسلطان وغیره.

(۳۲) کسی کے سامنے سجدہ کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے جو ہمارے گھر کے قریب رہتا ہے ایک

آنے والے مہمان کو خوش آمدید کہنے کے لئے خوشی سے اس کے سامنے سجدہ کیا۔ کیا یہ شخص کافر ہو گیا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اس شخص نے عبادت کے طور پر سجدہ نہیں کیا لہٰذا کافر نہیں ہوا لیکن ایک حرام کام اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا جس پر توبہ واستغفار کرنا چاہیے اور آئندہ کے لئے اس طرح کے فعل سے اجتناب لازم ہے۔

لمافي الهندية (۳۶۸/۵): من سجد للسلطان على وجه التحية اوقبل الارض بين يديه لايكفر ولكن يأثم لارتكابه الكبيرة هو المختار.

وفي الدر المختار (۳۸۳/۶): وكذا مايفعلونه من تقبيل الارض بين يدى العلماء والعظماء فحرام والفاعل والراضي به آثمان لانه يشبه عبادة الوثن وهل يكفر ان على وجه العبادة والتعظيم كفر وان على وجه التحية لاوصار آثمامرتكباللكبيرة.

(۳۳) اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے "تو مجھے اللہ سے زیادہ پیاری ہے"

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو اپنی بیوی سے کہے کہ "تو مجھے اللہ سے زیادہ پیاری ہے" شریعت میں ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......اگر اس شخص کی محبت اور پیار سے مراد شہوت ہو تو کافر نہیں ہوگا اور اگر محبت سے مراد عبادت کی محبت اور فرمانبرداری ہو تو کافر ہوگا۔

لمافي الاشباه والنظائر (صـ۱۹۱): ولايكفران قال امرأتي احب الي من الله تعالى ان اراد محبة الشهوة وان اراد محبة الطاعة كفر.

وفي التاتارخانية (۴۶۸/۵): واذا قال لامرأته انت احب الي من الله تعالى فقد كفر.

(۳۴) غیبت کو حلال سمجھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص غیبت کو حلال سمجھتا ہے۔ کیا اس وجہ سے وہ کافر ہو جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً......غیبت کو حلال سمجھنا اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیز کو حلال سمجھنا ہے جو موجب کفر ہے لہٰذا یہ شخص کافر ہو گیا۔

لمافي قوله تعالى (الحجرات:۱۲): يآايها الذين آمنوا اجتنبوا كثيرامن الظنز ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولايغتب بعضكم بعضا ط الاية.

وفي الفقه الاكبر (ص۱۵۲): ان استحلال المعصية صغيرة كانت او كبيرة كفر اذا ثبت كونها

بدلالة قطعية.

وفي الشامية (۲/۴۰۹): الغيبة على اربعة اوجه :في وجه هي كفر بان قيل له لاتغتب فيقول ليس هذا غيبة لاني صادق فيه فقد استحل ماحرم بالادلة القطعية.

(۳۵) گناہ کو حلال سمجھ کر کرنا

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کوئی گناہ کرتا ہے اور اسے حلال سمجھ کر کرتا ہے اور وہ گناہ کبیرہ بھی نہیں بلکہ صغیرہ ہے تو کیا یہ شخص کافر ہو جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... اگر کوئی شخص گناہ کو حلال سمجھ کر کرتا ہے اگر چہ وہ گناہ صغیرہ ہو تو یہ شخص کافر ہو جائیگا جبکہ اس گناہ کا گناہ ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت ہو۔

لمافي الفقه الاكبر (ص۱۵۲): ان استحلال المعصية صغيرة كانت او كبيرة كفر اذا ثبت كونها بدلالة قطعية.

وفي النبراس (ص۵۶۶): واستحلال المعصية اى اعتقاد كونها حلالا صغيرة اوكبيرة كفر اذا ثبت كونها معصية بدليل قطعي هو الكتاب والسنة المتواترة.

(۳۶) کیا معراج کا منکر کافر ہے؟

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص معراج کا انکار کرے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی شخص بغیر آلات کے اس طرح سیر کرتا پھرے تو اس انکار پر یہ شخص کافر ہو جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... معراج کے دو حصے ہیں اول مکۃ المکرمہ سے بیت المقدس تک اور دوسرا بیت المقدس سے آسمانوں کا سفر۔ اگر کوئی شخص پہلے حصے یعنی مکہ سے بیت المقدس تک کا انکار کرے تو وہ کافر ہے اور اگر بیت المقدس سے آسمانوں کی سیر کا انکار کرے تو کافر نہیں لیکن گمراہ وگناہ گار ہوگا۔

لمافي روح المعاني (۱۵/۱۳): الاسراء الى بيت المقدس قطعي ثبت بالكتاب فمن انكر فهو كافر والمعراج ليس كذلك فمن انكره ليس بكافر بل مبتدع.

وفي شرح الفقه الاكبر (ص۱۱۱): وفي كتاب الخلاصة :من انكر المعراج ينظر ان انكر الاسراء من مكة الى بيت المقدس فهو كافر، ولو انكر المعراج من بيت المقدس لايكفر.

(۳۷) جان چھڑانے کے لئے کلمہ کفر کہنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت صرف اپنے شوہر سے جان چھڑانے کے لئے کلمہ کفر کہتی ہے جبکہ اس کے دل میں کفر نہیں ہے کیا اس طرح کلمہ کفر کہنے سے وہ مرتدہ ہوجائے گی؟ اوراس کا نکاح ختم ہوجائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اس طرح کلمہ کفر کہنے سے عورت مرتدہ ہوجائے گی اوراس کا نکاح بھی ٹوٹ جائے گا البتہ اسے قید میں رکھا جائے یہاں تک کہ وہ ایمان لائے اور جب ایمان لے آئے تو دوبارہ پہلے شوہر کے ساتھ اس کا نکاح کردیا جائے گا تاکہ عورتوں کے لئے اس طرح نکاح ختم کرنے کے لئے کفر کا دروازہ نہ کھل جائے۔

لمافي الهندية (۲/۲۸۳): رجل كفر بلسانه طائعا وقلبه مطمئن بالايمان يكون كافرا ولايكون عندالله مؤمنا كذافي فتاوى قاضيخان.

البحر الرائق (۳/۳۷۴): وصحح في المحيط والخزانة طاهر الرواية من وقوع الفرقة والجبر على تجديد النكاح من الاول وعدم تزوجها بغيره بعد اسلامها وقال الولوالجي: وعليه الفتوى.

وفي الدرالمختار مع ردالمحتار (۴/۲۲۲): ومن هزل بلفظ كفر ارتد وإن لم يعتقد للاستخفاف.

وفي الشامية: (من هزل الخ) اى تكلم باختياره غير قاصد معناه.

(۳۸) بغیر وضو جان بوجھ کر نماز پڑھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص نے بغیر وضو نماز پڑھ لی تو کیا اس سے کافر ہوجائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً......اگر جان بوجھ کر کسی نے بغیر وضو نماز پڑھ لی تو یہ کافر ہوجائے گا۔

لمافي شرح الفقه الاكبر (ص۲۷۱): ومن صلى مع الامام بجماعة بغير طهارة عمدا كفر وفيه ان قيد الجماعة لايظهر وجهه.

وفي الهندية (۲/۲۶۸): ولو صلى بغير وضوء معتمدا يكفر قال الصدر الشهيد رحمه الله وبه نأخذ.

وفي ردالمحتار (۴/۲۲۲): ولاعتبار التعظيم المنافي للاستخفاف كفر الحنفية بالفاظ كثيرة وافعال تصدر من المنتهكين له لدلالتها على الاستخفاف بالدين كالصلاة بلاوضوء عمدا.

(۳۹) یوں کہنا: میں نماز نہیں پڑھتا میں تو کافر ہوں

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے شوہر نماز پڑھنے جاتے تھے، دودن سے نماز پڑھنے

نہیں جارہے تھے تو میں نے ان سے کہا کہ آپ نماز پڑھنے کیوں نہیں جاتے نماز پڑھنے جایئے، تو انہوں نے کہا کہ میں نماز نہیں پڑھتا میں تو کافر ہوں۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ اس طرح کہنے سے ہمارے نکاح پر تو کوئی فرق نہیں پڑا؟ میرے ایک عزیز کا کہنا تھا کہ اس طرح کے کلمات سے نکاح ختم ہو جاتا ہے۔ برائے مہربانی قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر ہماری اس پریشانی کو دور فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......اس طرح کے کلمات کہنے سے مسلمان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے لہذا آپ کے شوہر کو تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرنا چاہیے، اس فعل شنیع پر استغفار کے ساتھ آئندہ اس طرح کے کلمات کہنے سے احتراز کرنا چاہیے۔

نیز تجدید نکاح کیلئے عام معروف مجلس نکاح کا انعقاد ضروری نہیں بلکہ کوئی سے بھی دو دیندار افراد کے سامنے ایجاب وقبول کر لینا کافی ہے، اور اگر اپنے خاندان کے بڑوں کے سامنے ہو جائے تو زیادہ مناسب ہے۔

لما فی التاتارخانية (۵/۴۹۵): سئل عن رجل قال لامرأته نماز کن فقالت نمی کنم ،فقال الرجل تو مسلمان نیستی فقالت من کافرم قال کافر شده است.

وفی الهندية (۲/۲۸۳): رجل كفر بلسانه طائعا وقلبه مطمئن بالايمان يكون كافرا ولا يكون عندالله مومنا

وفی الدرالمختار (۴/۲۲۲): من هزل بلفظ كفر ارتد وان لم يعتقده للاستخفاف.

وفی الشامية (من هزل)ای تكلم به باختياره غير قاصد معناه......

وفی الدرالمختار (۴/۲۴۶): مايكون كفرا اتفاقا يبطل العمل والنكاح واولاده اولاد زنا وما فيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح .

وفی الشامية (والتوبة)ای تجديد الاسلام.

(۴۰) یوں کہنا کہ میں نماز نہیں جانتا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے کہا کہ آؤ نماز پڑھ لیں تو اس نے جواب میں کہا کہ "میں نماز نہیں جانتا"۔ کیا ان الفاظ سے یہ شخص کافر ہو جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اگر اس نے یہ الفاظ استخفافا کہے یا نماز کا انکار کرتے ہوئے کہے یا اس کو فرض نہ سمجھتے ہوئے انکار کیا تو یہ شخص کافر ہو جائے گا۔

لمافی الفقه الاكبر (ص۱۷۰): من قال لااصلی جحوداً أو استخفافا اوعلى انه لم يؤمر اوليس بواجب انتهى فلاشك انه كفر فی الكل ....كفره ظاهر ان اراد به عدم الوجوب بخلاف ماذا اراد الجواب.

وفی الهندیة (۲۶۸/۲): وقول الرجل لااصلی یحتمل اربعة اوجه ....والرابع لااصلی اذلیس یجب علی الصلاة ولم اؤمر بها یکفر ولو اطلق وقال لااصلی لایکفر لاحتمال هذه الوجوه.

(۴۱) نماز کو گالی دے کر یوں کہنا کہ نماز ضروری ہے یا بچے کو چپ کرانا

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت نماز پڑھ رہی تھی کہ اس دوران اس کا بچہ بہت شدت سے رونے لگا جب نماز ختم کی اور بچہ کو اٹھالیا تو دیور نے پوچھا، پہلے کیا کررہی تھی؟ اس نے جواب دیا کہ نماز پڑھ رہی تھی تو دیور نے غصہ سے نماز کو فحش گالی دی اور کہا کہ پہلے نماز ضروری ہے یا بچے کو چپ کرانا اور تسلی دینا (العیاذ باللہ)۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ اس شخص کے بارے میں اس طرح کے کلمات کہنے کی بناء پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ کیا ان کا نکاح باقی ہے یا ختم ہوگیا؟ مکمل تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص ان کلمات کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا اور اس کا نکاح بھی ختم ہوگیا اسے تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرنا چاہیے اور آئندہ اس طرح کے بے ہودہ کلمات سے سخت احتراز کرنا چاہیے مبادا کہ اللہ تعالیٰ کا ایسے شخص پر عذاب نازل ہوجائے اور اسے دوسروں کیلئے عبرت بنادیا جائے۔

لما فی شرح العقائد (ص۱۲۹)(ط.المصباح): ومن وصف الله تعالی بما لا یلیق به او سخر باسم من اسمائه او بامر من اوامره او انکر وعده اووعیده یکفر.

وفی الهندیة (۳۳۹/۱): ارتد احد الزوجین عن الاسلام وقعت الفرقة بغیر طلاق فی الحال قبل الدخول وبعده.

وفی الدرالمختار (۲۲۲/۴): وفی الفتح من هزل بلفظ کفر ارتد وان لم یعتقده للاستخفاف فهو ککفر العناد

وفی الشامیة (من هزل بلفظ کفر) ای تکلم به باختیاره غیر قاصد معناه .....ولاعتبار التعظیم المنافی للاستخفاف کفر الحنفیة بالفاظ کثیرة وافعال تصدر من المنهتکین لدلالتها علی الاستخفاف بالدین کالصلاة بلا وضوء عمداً بل بالمواظبة علی ترک سنة استخفافا......

قلت: ویظهر من هذا ان ما کان دلیل الاستخفاف یکفر به وان لم یقصد الاستخفاف لانه لو توقف علی قصده لمااحتاج الی زیادة عدم الاخلال بما مر لان قصد الاستخفاف مناف للتصدیق.

وفیها ایضاً (۱۹۳/۳): (وارتداد احدهما) ای الزوجین (فسخ) فلا ینقص عدداً.

(۴۲) خلیفۂ اوّل کے زمانہ میں مانعین زکوٰۃ کی تفصیل اور منکرِ زکوٰۃ کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے سنا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد کچھ لوگوں نے زکوٰۃ کا انکار کر دیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کا حکم دیا جب کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اس میں کچھ شبہات تھے، کیا خلیفہ اول ان لوگوں کو مرتد شمار کرتے تھے؟ اگر ایسا ہی تھا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے شبہات کیسے تھے جب کہ وہ لوگ دین کے ایک اہم رکن کا انکار کر رہے تھے؟ اور اگر انہیں مرتد شمار کیا تھا تو آج کل جو حضرات زکوٰۃ کا انکار کرتے ہیں انہیں مرتد نہیں سمجھا جاتا، اس کی کیا وجہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... رسول اللہ ﷺ کے اس دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد جن لوگوں سے خلیفہ اول نے قتال کا حکم دیا تھا ان کی تین قسمیں تھیں، پہلی قسم ان لوگوں کی تھی جو دین اسلام سے بالکل منحرف ہو گئے تھے اور مسیلمہ کذاب (جس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا) کی پیروی کرنے کے ساتھ لوگوں میں اس کا پرچار کرنے لگے تھے۔

دوسری قسم ان لوگوں کی تھی جنہوں نے نماز وروزہ کے ترک کرنے کے ساتھ شریعت کا بھی انکار کر دیا تھا۔

تیسری قسم ان لوگوں کی تھی جو اصل دین پر تو قائم تھے لیکن انہوں نے زکوٰۃ خلیفہ کو دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اب پہلی دو قسم کے لوگ تو حقیقۃً مرتد تھے لہٰذا ان سے قتال میں تو کوئی تردد ہی نہیں البتہ تیسری جماعت اگرچہ مرتد تو نہ تھی کیونکہ انہوں نے زکوٰۃ کا انکار نہیں کیا تھا بلکہ صرف خلیفہ کو دینے سے انکار کیا تھا چنانچہ اسی شبہ کی وجہ سے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس بات پر مُصر تھے کہ ان سے کیسے قتال ہوگا جبکہ وہ کلمہ گو ہیں لیکن یہ وہ دور تھا کہ رسول اللہ ﷺ ابھی ابھی دنیا سے رخصت ہوئے تھے اگر اس معاملے پر سختی نہ کی جاتی تو خطرہ تھا کہ آگے چل کر لوگ اپنی من مانی سے ایک ایک چیز کا انکار کرنے لگیں گے، یہ انتہائی نازک دور تھا ارتداد کے دروازے کو ہمیشہ کے لئے بند کرنا تھا لہٰذا خلیفہ اول نے انتہائی ایمانی فراست کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان ارتداد وانکار کے فتنوں کا قلع قمع کر دیا۔ یہ اصل واقعہ کی حقیقت تھی۔

اب صورت مسئولہ میں اگر کوئی شخص زکوٰۃ کی رکنیت کا ہی سرے سے انکار کر دے، جبکہ زکوٰۃ کا دین کا رکن ہونا معروف ومشہور ہے تو ایسا شخص اسلام سے خارج ہے، ہاں اگر رکن ہونے کا انکار نہ کرے بلکہ حکومت کی زکوٰۃ وصولی کو نہ مانے یا کوئی اور شبہ ہو تو یہ علیحدہ مسئلہ ہے اس سے اسلام سے خارج نہ ہوگا۔

لما فی القرآن الکریم: وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ الآية (البقرة:۴۳)

وایضا فی مقام اٰخر: خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ الآية (التوبة:۱۰۳)

وفی الصحیح لمسلم (۱/۳۷): عن ابی هریرة رضی الله عنه قال لما توفی رسول الله ﷺ واستخلف ابوبکر بعده وکفر من کفر من العرب...... فقال ابوبکر والله لاقاتلن من فرق بین الصلوٰة

و الزکوۃ فان الزکوۃ حق المال.....فقال عمر بن الخطاب فواللہ ما ھو الا ان رأیت اللہ قد شرح صدر ابی بکر للقتال فعرفت انہ حق.

وفی فتح الباری (۱۲/۲۳۳): (لاقاتلن من فرق بین الصلوۃ والزکاۃ)......والمراد بالفرق من اقر بالصلوۃ وأنکر الزکوۃ جاحداً أومانعاًمع الاعتراف وانما اطلق فی اول القصۃ الکفر لیشمل الصنفین فھو فی حق من جحد حقیقۃ وفی حق الاخرین مجاز تغلیباً......

وفی فتح الملھم(۱/۵۵۰):ان اھل الردۃ کانوا اصنافاً منھم من ارتد عن الملۃ ودعاالی نبوۃ مسیلمۃ وغیرہ ومنھم من ترک الصلوۃ والزکاۃ وانکرالشرائع کلھا ھؤلاء ھم الذین سماھم الصحابۃ کفارا ......

فاما مانعواالزکاۃ منھم المقیمون علی اصل الدین فانھم اھل بغی ولم یسموا علی الانفراد منھم کفاراًوان کانت الردۃ قد اضیفت الیھم لمشارکتھم المرتدین فی منع بعض ما منعوہ من حقوق الدین......

وفیہ ایضاً(۱/۵۵۲): أما الیوم وقد شاع دین الاسلام واستفاض فی المسلمین علم وجوب الزکاۃ حتی عرفھا الخاص والعام واشترک فیہ العالم والجاھل فلا یعذر بتأویل یتأولہ فی انکارھا بل یکفر......

وفی التاتارخانیۃ (۵/۴۹۷):ولو قیل لرجل :اد الزکاۃ فقال لا ادری یکفر کذا قیل وفی الخانیۃ قیل ھذا اذاقال علی وجہ الرد والجحود......

وفی الھندیۃ (۲/۲۶۹): اذا قیل لرجل اد الزکوۃ فقال لا اؤدی یکفر قیل مطلقاًوقیل فی الاموال الباطنۃ لایکفر وفی الاموال الظاھرۃ یکفر.

وفی رد المحتار (۴/۲۲۴): والحاصل ان من تکلم بکلمۃالکفر ھازلااو لاعباًکفر عند الکل ولااعتبار باعتقادہ کما صرح بہ فی الخانیۃ ......ومن تکلم بھا عامداًعالماًکفرعندالکل .

وفیھا ایضاً (۴/۲۲۲): وکذا مخالفۃ او انکار ما اجمع علیہ بعد العلم بہ لان ذلک دلیل علی ان التصدیق مفقود.

(۵۳) یوں کہنا: میری نماز معاف کردی گئی ہے

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بزرگ ہمارے پاس آئے، اپنے تئیں بڑے بزرگ ہونے کے مدعی تھے لیکن نماز روزہ وغیرہ کی پابندی نہیں کرتے، ان کا کہنا ہے کہ میری نماز وغیرہ معاف کردی گئی ہے۔ ویسے بھی شریعت وطریقت میں فرق ہے۔ کیا ان کی یہ باتیں صحیح ہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

الجواب حامداًومصلیاً...... پہلے یہ سمجھئے کہ بزرگ کسے کہا جاتا ہے کتب عقائد کی معرکۃ الآراء کتاب ''شرح العقائد النسفیۃ'' ص۱۴۵ (ط: المصباح) میں ولی یا بزرگ کی تعریف ملاحظہ ہو

''والولی ھوالعارف باللہ تعالی وصفاتہ حسب ما یمکن المواظب علی الطاعات المجتنب عن المعاصی المعرض عن الانھماک فی اللذات والشھوات''

(یعنی بزرگ وہ شخص کہلاتا ہے جو اپنی بساط اور مقدور بھر طاقت کے بقدر اللہ تعالی کی ذات اور صفات کا پہچاننے والا ہو، طاعات پر مواظبت کرنے والا ہو اور گناہوں سے بچنے والا ہو، دنیا کی لذات اور شہوات میں زیادہ انہماک سے اعراض کرنے والا ہو) اسی طرح عقائد کی مشہور ومعروف کتاب فقہ اکبر (جو امام اعظم ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب ہے) کی شرح میں ملاعلی قاریؒ صفحہ۷۹ میں تقریباً یہی تعریف ذکر کرتے ہیں:

'' والولی ھوالعارف باللہ وصفاتہ بقدر ما یمکن لہ، المواظب علی الطاعات، المجتنب عن السیئات، المعرض عن الانھماک فی اللذات والشھوات والغفلات واللھوات''

حاصل تعریف چار چیزیں ہیں:

اول: اللہ تعالی کی ذات وصفات کی معرفت حاصل ہو،

دوم: اللہ تعالی کی اطاعت پر مواظبت اختیار کرنے والا ہو،

سوم: گناہوں سے اجتناب کرنے والا ہو،

چہارم: ان تمام لذات وخواہشات سے بھی احتراز کرنے والا ہو جو اللہ تعالی کی یاد سے غفلت کا سبب بنیں۔

ان صفات کا حاصل یہ ہے کہ انسان ہر دم ایسے رہے کہ گویا اللہ تعالی اس کے سامنے ہیں، چنانچہ خود نبی کریم ﷺ احسان جو کہ ایک شرعی اصطلاح اور ولایت اور بزرگی کا اعلیٰ درجہ ہے کی تعریف اپنے فرمان عالی میں یہی فرماتے ہیں

''ان تعبداللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک'' (مشکوۃ المصابیح ص۱۱)

اس دنیا میں سب سے بڑھ کر اللہ تعالی کی معرفت آپ ﷺ کو حاصل تھی، اسی معرفت اور اللہ تعالی سے قرب کا اثر تھا کہ اللہ تعالی کے احکامات کی ادنی سی نافرمانی برداشت کرنے کیلئے تیار نہ تھے، اس طرح کے واقعات آپ کی حیات مبارکہ میں کثرت سے ملیں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالی کی نافرمانی کو قطعاً برداشت نہ کیا چنانچہ ایک موقع پر جب ایک صحابی نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دے دیں تو چونکہ شریعت مطہرہ نے ایک ساتھ تین طلاقیں دینے سے منع فرمایا ہے تو آپ ﷺ کے چہرہ اقدس کا رنگ متغیر ہوگیا اور آپ غصے کی وجہ سے کھڑے ہوگئے اور فرمایا:

''ایلعب بکتاب اللہ عزوجل وانا بین اظھر کم''(مشکوۃ المصابیح، ص۲۸۴)

(کلام باری اور احکام الٰہی سے کھیلا جارہا ہے حالانکہ ابھی تو میں بقید حیات اور صفحۂ ہستی پر موجود ہوں)

آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کو کھیل اور مذاق سے تعبیر فرمایا۔ آپ کی اسی ناراضگی کو دیکھ کر فاروق اعظم کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا میں ایسے شخص کی گردن نہ اڑا دوں۔ یہ صرف مثال کے طور پر تھا ورنہ آپ کو بیسیوں ایسی مثالیں ملیں گی۔ آپ کے بعد یہ معرفت آپ کے واسطے سے صحابہ کو حاصل ہوئی، چنانچہ صحابہ کی زندگی بھر کا معمول دیکھ لیجئے کہیں آپ کو عمداً نافرمانی کی بو بھی محسوس نہیں ہوگی اور اگر اللہ تعالیٰ کی معرفت کے آثار دیکھنے ہوں تو صحابہ کی زندگی پر ایک نظر ڈال لیجئے آپ کو خود اندازہ ہو جائے گا کہ معرفت کے بعد انسان کی حالت کیسی ہوتی ہے ان میں کتنے حضرات ایسے ملیں گے جو اذان کی آواز سنتے تو ان کا رنگ اللہ کے خوف سے متغیر ہو جاتا جب ان سے پوچھا جاتا تو فرماتے کہ احکم الحاکمین کے دربار میں حاضری کا وقت آ گیا اس خوف سے یہ حالت ہے، ان کی نماز کو دیکھ لیجئے، ان کے زہد کو دیکھ لیجئے، ان کے راتوں کو اپنے مالک کے سامنے کھڑے ہو کر رونے کو دیکھ لیجئے، یہ اپنے دعوے میں سچے لوگ تھے کیونکہ ان کی سچائی کی گواہی خود اللہ تعالیٰ نے دی ہے، نہ صرف سچائی کی گواہی دی ہے بلکہ انہیں سچائی کا معیار بنا دیا اور فرمایا:

”وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ“

(التوبة: ۱۰۰)

اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے۔

اسی طرح دوسری جگہ پر فرمایا:

”اُولٰٓئِکَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى“ الاية (الحجرات: ۳)

یعنی یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کیلئے خالص کر دیا ہے۔

اب اس کے بعد ان لوگوں کو جو ولایت کے مدعی ہیں اس معیار پر پرکھ لیجئے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کو تو معیار بنایا ہے، دین کے نام پر اپنی تجوریاں بھرنے والوں کو معیار نہیں بنایا اگر ان میں یہ صفات آپ کو مل جائیں تو بہت اچھی بات ہے لیکن اگر یہ صفات ان میں نہ ملیں بلکہ صرف دنیا جمع کرنے کی حرص نے ایسے لبادے میں رکھا ہوا ہے تو جان لیجئے کہ آپ کو دھوکہ دینے کی کوشش کی جا رہی ہے اور وہ بھی دین کے نام پر، اگر ان لوگوں کو دھوکہ سے ہی کام چلانا تھا تو دنیا کے اعتبار سے دھوکہ دہی کرتے اگرچہ وہ بھی برا تھا لیکن دین کے نام پر دھوکہ اس سے کہیں بڑھ کر برا ہے۔

کیا آپ کو یہ خیال نہیں آیا کہ اگر اس نماز اور دوسری عبادات کی مشقت سے مبرا کرنے کی مستحق کوئی ہستی ہو سکتی تھی تو رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی اس کی زیادہ مستحق تھی لیکن کیا آپ کی حیات مبارکہ سے کوئی ایک واقعہ ایسا ثابت کر سکتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے میری مشقت کو دیکھتے ہوئے میری نماز وغیرہ معاف کر دی یا عملاً آپ نے کبھی ایسا کیا ہو، چلیں قرآن یا احادیث صحیحہ سے نہ سہی بلکہ ضعیف احادیث سے ہی ثابت کر دیجئے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ حدیث کی کتابوں کو چھوڑیں کسی تاریخی حوالے سے ہی کوئی واقعہ ایسا نقل کر دیجئے، اگر رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ سے ثابت نہیں کر سکتے تو صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زندگی کا ہی کوئی واقعہ ایسا

ثابت کر دیجئے۔آپ اور ایسے شیطانی دھوکہ میں گرفتار پیر ساری زندگی ایک حوالہ ایسا نہیں پیش کر سکتے صرف لوگوں کو بیوقوف بناتے ہیں تا کہ کرنا کچھ نہ پڑے اور زندگی آرام سے گزر جائے۔

کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ رسول اللہ ﷺ باوجود اس بات کے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب مخلوقات سے زیادہ محبوب ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے نہیں فرمایا کہ آپ کی نماز وغیرہ معاف کر دی گئی، عام حالات میں تو دور کی بات ہے لیکن اگر کسی درجے میں معافی ہو سکتی ہوتی تو جب رسول اللہ ﷺ یا آپ کے صحابہ تکالیف میں تھے اس وقت تو اس معافی کا اعلان ہونا چاہیے تھا خاص طور پر جب کہ یہ تکالیف بھی دین کی وجہ سے ہوں، چلیں ہمیشہ کیلئے نہ سہی صرف تکلیف تک کے زمانے کیلئے یہ اعلان کر دیا جاتا کہ آپ کی نماز وغیرہ معاف کر دی گئی، لیکن آپ کو معلوم ہوگا کہ......احد کے میدان میں جب مسلمانوں کو ظاہری طور پر شکست ہوئی تو اس میں رسول اللہ ﷺ زخمی ہو گئے آپ کے چہرے پر زخم آئے، لوہے کی زرہ اندر دھنس گئی، دندان مبارک شہید ہو گئے (بخاری شریف، ۵۸۴/۲) اس وقت آپ کو کتنی تکلیف ہوئی ہوگی، کیا کہیں ایسا موجود ہے کہ صرف اس موقع کیلئے ہی نمازیں وغیرہ معاف کر دی گئی ہوں؟

یہ خندق کا میدان ہے، پیٹ پر پتھر باندھے خندق کھودی جا رہی ہے، صحابہ اس حالت میں شکایت کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے ہیں، دوجہاں کے سردار اپنے پیٹ سے کپڑا ہٹاتے ہیں اور فرماتے ہیں آپ لوگوں نے ایک ایک پتھر باندھا ہے جبکہ میں نے دو پتھر باندھے ہوئے ہیں، اب دشمن نے آکر مدینہ منورہ کے گرد گھیرا ڈال لیا ہے ہر دم یہ خطرہ ہے کہ دشمن خندق پار کر کے حملہ نہ کر دے تیروں کی بارش ہو رہی ہے، ایسی حالت میں آپ کی چار نمازیں قضاء ہو گئیں جب ذرا فرصت ملی تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان کافروں کو تباہ کریں کہ انہوں نے ہمیں نماز پڑھنے کا موقع بھی نہیں دیا (البدایۃ والنہایۃ، ۱۱۲/۲) اس کے بعد آپ نے چاروں نمازوں کی ادائیگی فرمائی۔

اور تو اور آپ اس دنیا سے تشریف لے جانے والے ہیں بخار کی شدت اور کمزوری سے چلا بھی نہیں جا رہا، چلنا تو دور کی بات ہے آپ پر غشی کے دورے پڑ رہے ہیں کئی دفعہ وضو کا پانی طلب فرمایا لیکن دوبارہ بے ہوشی طاری ہو گئی جب کافی دیر اس طرح گزر گئی اور صحابہ آپ کے انتظار میں بیٹھے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں، اس کے بعد آپ دو صحابہ کا سہارا لے کر مسجد میں پہنچے، صحابہ وہ منظر بیان کرتے ہیں کہ آپ کے پاؤں مبارک زمین پر جمتے نہ تھے اور گھسٹ رہے تھے (بخاری شریف، ۶۳۹/۲) آپ تشریف لائے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ گئے اسی حالت میں نماز کی ادائیگی فرمائی، "صلی اللہ علیہ وسلم" یہ وصال کے قریب کا دور ہے، اللہ تعالیٰ اپنے محبوب سے ایسی حالت میں ہی نماز معاف کر دیتے۔

آپ کے بعد آپ کے خلفاء کا حال بھی ذرا دیکھ لیجئے خلیفہ اول کا دور ہے کچھ لوگوں نے زکوۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیا اور بعض نے صرف حکومت کو دینے سے انکار کیا آپ نے ان سب سے قتال کا حکم جاری فرمایا کہ ان سے قتال کیا جائے اگر مان جائیں تو ٹھیک ورنہ انہیں قتل کر دیا جائے چنانچہ اسی موقع پر آپ نے فرمایا

"واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوۃ والزکوۃ" (الصحیح لمسلم، ۳۷/۱)

یعنی اللہ کی قسم میں ہر اس شخص سے قتال کروں گا جس نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا۔

کہ ایک کی ادائیگی کی اور دوسرے کی ادائیگی نہ کی۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا آخری وقت ہے مجوسی کے خنجر کے وار سے اکثر اوقات بے ہوش رہنے لگے، موت کی علامات ظاہر ہوگئی ہیں، ایسے میں بھی جب نماز کا وقت ہوتا ہے تو آپ کو ہوش میں لایا جاتا ہے اسی حالت میں آپ نماز کی ادائیگی فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ''ہاں ہاں اس شخص کا اس دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں جو نماز کی ادائیگی نہیں کرتا''۔ یہ وہ افراد ہیں جو اس امت کے سب سے بڑے بزرگ ہیں، موجودہ بزرگوں کی بزرگی میں شک ہوسکتا ہے لیکن ان کی بزرگی میں رتی برابر شک نہیں کیونکہ ان کی بزرگی کی گواہی قرآن نے دی ہے۔ اسی طرح کی مثالیں اگر بیان کرنی شروع کی جائیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے، مقصود صرف نمونہ دکھانا ہے کہ یہ حضرات جن کی ولایت میں کوئی شبہ ہی نہیں عام حالات میں تو درکنار انتہائی مشکل حالات میں ان حضرات نے دعویٰ نہیں کیا ہمارے لئے شریعت کے احکام ختم کردیے گئے، ہم نے تو بڑی قربانیاں دی ہیں، ہاں ایک بات جو ان حضرات میں قدر مشترک ملے گی کہ جب ان پر کوئی مشکل وقت آیا ان کے رجوع الی اللہ میں اضافہ ہوگیا، یہی ان کے اللہ تعالیٰ کے مقرب ہونے کی بڑی نشانی تھی جو ان کو رسول اللہ ﷺ سے ملی تھی، چنانچہ حضرت حذیفہ رسول اللہ ﷺ کا معمول بیان فرماتے ہیں کہ

''کان النبی ﷺ اذا حزبہ امر صلّٰی''　　(مشکوٰۃ المصابیح، ص۱۱۷)

(یعنی جب رسول اللہ ﷺ کو کسی معاملے میں پریشانی لاحق ہوتی آپ نماز کی طرف متوجہ ہوجاتے)

اب آخر میں مختصراً ایک نظر ان روایات اور وعیدات پر ڈال لیجئے جو ارکان کے ترک پر وارد ہیں، اور اگر کوئی شخص ان ارکان کا منکر ہو تو اس کا حال اس سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ سب سے پہلے نماز سے ابتداء کرتے ہیں

عن ابی سفیان قال سمعت جابرا یقول سمعت النبی ﷺ یقول ان بین الرجل وبین الشرک والکفر ترک الصلوۃ　　(الصحیح لمسلم، ۱/۶۱)

حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ ''نماز اسلام اور شرک و کفر کے درمیان فرق کرنے والی ہے گویا جو شخص نماز کی ادائیگی کرنے والا ہے وہ مسلمان ہے اور جو ادائیگی نہیں کررہا اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔

دوسرے نمبر پر روزے کو لے لیجئے

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من افطر یوما من رمضان من غیر رخصۃ ولا مرض لم یقض عنہ صوم الدھر کلہ وان صامہ۔　(مشکوٰۃ المصابیح، ص۱۷۷)

آپ نے فرمایا جو شخص رمضان المبارک کا ایک روزہ جان بوجھ کر بلا وجہ قضاء کرتا ہے پھر اگر وہ اس کے بدلہ زندگی بھر روزے رکھ لیتے تب بھی یہ اس ایک قضاء کردہ روزہ کی کفایت نہیں کرسکتے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی نہ کرنے والوں کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ٥ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ٥ (التوبۃ:۳۴،۳۵)

اور جولوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے سو آپ ان کو ایک بڑی دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے۔ جو کہ اس روز واقع ہوگی کہ ان کو دوزخ کی آگ میں تپایا جاویگا پھر ان سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور ان کی کروٹوں اور ان کی پشتوں کو داغ دیا جاوے گا (اور کہا جائے گا) یہ وہ ہے جس کو تم نے اپنے واسطے جمع کر رکھا تھا سو اب اپنے کرنے کا مزہ چکھو۔

اسی طرح باوجود استطاعت کے حج کی ادائیگی نہ کرنے والوں کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے

عن علی قال قال رسول الله ﷺ من ملک زادا وراحلة تبلغه الی بیت الله ولم یحج فلاعلیه ان یموت یهودیا او نصرانیا. (بجامع الترمذی، ۱/۱۶۷)

(یعنی تم میں جو شخص حج کے زادراہ اور سواری کی استطاعت رکھتا ہو کہ وہ اسے بیت اللہ تک پہنچادے اس کے باوجود حج نہ کرے تو اللہ تعالی کو اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر)

اب ان سب روایات وغیرہ کے ذکر کرنے کے بعد ایسے کھوکھلے دعوے کی حقیقت بالکل آشکارا ہو جاتی ہے اور اس کی اس سے بھی زیادہ صراحت اہل سنت والجماعت کا وہ اتفاقی مسئلہ ہے جو عقائد کی تمام کتابوں میں موجود ہے اور اہل سنت والجماعت کے کسی عالم نے اس پر کسی بھی اعتبار سے کلام نہیں کیا اور وہ یہ کہ

"ان العبد ما دام عاقلا بالغالا یصل الی مقام یسقط عنه الامر والنهی لقوله تعالی "واعبد ربک حتی یاتیک الیقین" (شرح فقه اکبر،ص۱۲۲، شرح العقائد النسفیة ص۱۶۶)

(جب تک کوئی بندہ عاقل بالغ ہے وہ ایسے مقام تک نہیں پہنچ سکتا کہ اس سے اللہ تعالی کے احکامات ومنہیات ساقط ہو جائیں، اللہ تعالی کے اس قول کی وجہ سے کہ "اپنے رب کی عبادت مرتے دم تک کیجئے")

اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص یہ دعوی کرے کہ اس سے عبادات ساقط کردی گئیں تو یا تو وہ پاگل ہے یا پھر دین کے نام پر لوگوں کو گمراہ کرنا چاہتا ہے، اور دنیا سے اسلام کی روح کو ختم کرنا چاہتا ہے، ایسا شخص اس دشمن سے کہیں زیادہ خطرناک ہے جو مسلمانوں کو جنگ میں لڑنے کی دعوت دے رہا ہو یا مسلمانوں کو ختم کرنے کی سازش کررہا ہو کیونکہ اس کی سازش اگر کامیاب بھی ہوگئی تو جو مسلمان بچ جائیں گے کم سے کم انہیں یہ تو معلوم ہوگا کہ اسلام کی حقیقت کیا ہے لیکن اگر اس دھوکے باز کا وار چل گیا جس نے بزرگی کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے تو یہ مسلمانوں کو گھر بیٹھے ختم کردے گا اور انہیں احساس بھی نہیں ہوگا کہ ان کے ساتھ کیا ہوا۔ چنانچہ فقہاء نے ضروریات دین (جس میں ارکان بطریق اولی داخل ہیں) میں سے کسی ایک چیز کے منکر کو کافر قرار دیا ہے اور اگر کوئی شخص سب ہی کا منکر ہو تو اس کے اسلام سے خارج ہونے میں کیا تردد ہوسکتا ہے۔

باقی رہا یہ کہنا کہ شریعت وطریقت میں فرق ہے، جیسا کہ اور بھی ایسے بہت سے حضرات کہتے ہیں، درحقیقت یہ کہنا خود بہت بڑی جہالت کی علامت ہے کہ یہ بات وہی کہہ سکتا ہے جسے طریقت کی ہوا بھی نہ لگی ہو ورنہ شریعت وطریقت کیسے علیحدہ علیحدہ ہوسکتی ہے جبکہ دونوں کی ابتداء وانتہاء ایک ہی ہے، چنانچہ سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامیؒ انہی جیسے حضرات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اذا رأیتم الرجل قد اعطی من الکرامات حتی یرتفع فی الھواء فلا تغتروا

به حتی تنظروا کیف تجدونه عند الامر والنهی وحفظ الحدود والوقوف عند الشریعة.

(البدایة والنهایة، ۱۰/۳۸)

(ترجمہ) اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ اعلیٰ درجہ کی کرامتوں کا مظاہرہ کر کے ہوا میں اڑ رہا ہے، تب بھی اس کے دھوکے میں نہ آؤ جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ احکام شریعت اور حفظ حدود کے معاملے میں اس کا کیا حال ہے؟

اسی طرح علامہ ابن عابدین شامیؒ جن کی کتاب ''ردالمحتار'' کو ہمارے زمانے میں فتویٰ کی بنیادی کتاب کی حیثیت حاصل ہے، اپنی اسی کتاب میں (۱/۶۰) میں شریعت وطریقت کے تلازم کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

الطریقة سلوک طریق الشریعة :والشریعة :اعمال شریعة محدودة وهما والحقیقة ثلاثة متلازمة ......والمراد من الثلاثة اقامة العبودیة علی وجه المراد من العبد.

(ترجمہ) طریقت، شریعت کی راہ پر چلنے کو کہتے ہیں اور شریعت، شریعت کے متعینہ اعمال کو کہتے ہیں اور یہ دونوں اور حقیقت پھر ان تینوں کا مجموعہ لازم وملزوم ہیں......اور تینوں سے مراد یہ ہے کہ بندے سے جس طرح بندگی مطلوب ہے اس طرح بندگی قائم کرنا۔

لہٰذا آپ کے ہاں آنے والے صاحب جو بزرگ کے بجائے شیطان کہلانے کے زیادہ مستحق ہیں اگر عبادات کے منکر ہیں تو ان کے اسلام سے خارج ہونے میں کوئی تردد نہیں آپ ان کی صحبت سے دور رہیں یہ اچھا ہے کہ انہوں آپ کے ایمان پہ ڈاکہ نہیں ڈالا ورنہ اس طرح شیطان صفت لوگ دوسروں کا ایمان بھی خراب کرتے ہیں۔ اور آئندہ کیلئے ہر اس شخص کو بزرگ نہ سمجھیں جو سنتوں کا تارک ہو چہ جائیکہ فرائض کے تارک کو بزرگ سمجھنا شروع کر دیا جائے، اللہ تعالیٰ آپ کا حامی وناصر ہو۔

لما فی قوله تعالی: فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ o وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ o

(الحجر: ۹۸، ۹۹)

وایضاً: وَاْمُرْ اَهْلَکَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْهَا o (طه: ۱۳۲)

وایضاً: اِنَّ الصَّلٰوةَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا o (النساء: ۱۰۳)

وایضاً: وَاَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّکٰوةِ مَادُمْتُ حَیًّا o (مریم: ۳۱)

وایضاً: یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ o

(البقرة: ۱۸۳)

وفی الصحیح للبخاری (۱/۶):عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺبنی الاسلام علی خمس شهادة ان لا اله الاالله وان محمدا رسول الله و اقام الصلوة وايتاء الزكوة والحج وصوم رمضان.

وفيه ايضاً(۱/۸):عن ابن عمر ان رسول الله ﷺقال امرت ان اقاتل الناس حتى يشهدوا ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله ويقيموا الصلوة ويوتوا الزكوة فاذا فعلوا ذلك عصموا منى دمائهم واموالهم الا بحق الاسلام وحسابهم على الله.

وفى الهندية (۱/۵۰): الصلوة فريضة محكمة لا يسع تركها ويكفر جاحدها كذا فى الخلاصة ولا يقتل تارك الصلوة عامداً غير منكر وجوبها بل يحبس حتى يحدث توبة .

وفى الدرالمختار (۱/۳۵۲): (ويكفر جاحدها) لثبوتها بدليل قطعي(وتاركها عمداًمجانة) اى تكاسلا فاسق (يحبس حتى يصلى) لانه يحبس لحق العبد فحق الحق احق وقيل يضرب حتى يسيل منه الدم وعند الشافعي يقتل بصلاة واحدة حداًوقيل كفرا.

(۴۴) جوشخص شیخین کو کافر لکھے

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص لوگوں کے سامنے کہے کہ میں شیخین یعنی ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو مانتا ہوں اوران کی عزت کرتا ہوں پھراپنی کتاب میں لکھے کہ وہ کافر ہیں (العیاذ باللہ) تو ایسے شخص کا ازروئے شریعت کیا حکم ہے؟ ایسے شخص کی اتباع کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......جوشخص شیخین کو کافر لکھے (العیاذ باللہ) تو اس سے وہ خود کافر ہوجاتا ہے کیونکہ ان حضرات کا ایمان نصوص قطعیہ سے ثابت ہے ایسے شخص کے قول کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کی اتباع کی جائے گی۔

لمافى الفقه الاكبر (ص۷۰): فقد اجمعوا على من انكر صحبة ابى بكر الصديق كفر بخلاف صحبة غيره لورود النص فى حقه حيث قال الله تعالى الاتنصروه فقد نصره الله اذ يقول لصاحبه......

وفى خلاصة الفتاوى (۴/۳۸۱): الرافضى ان كان يسب الشيخين ويلعنهما فهو كافر.

وفى رد المحتار (۴/۲۳۶): اوالكافر بسب الشيخين اوبسبب احدهما فى البحر عن الجوهرة معزيا للشهيد من سب الشيخين اوطعن فيهما كفر.

(۴۵) یوں کہنا کہ ”میں حلال وحرام نہیں جانتا“

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کسی کام میں مصروف تھا دوسرے نے منع کیا کہ یہ

کام حلال نہیں ہے بلکہ حرام ہے تو اس شخص نے کہا کہ میں حلال وحرام نہیں جانتا تو کیا یہ شخص ان الفاظ سے کافر ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں اگر یہ الفاظ اس نیت سے کہتا ہے کہ وہ حلال وحرام کو ایک جانتا ہے یا دونوں کے استعمال میں کوئی فرق نہیں سمجھتا تو کافر ہو جائے گا۔

لمافی شرح الفقه الاکبر (صـ۱۷۴): ومن قال لاعرف الحلال والحرام کفر یعنی اذا اراد به عدم الفرق فی الاستعمال او اعتقاد الاستحلال بخلاف الاعتراف بانه من الجهال.

وفی ردالمحتار (۲۲۳/۴): فی البحر والاصل ان من اعتقد الحرام حلالا فان کان حراما لغیره کمال الغیر لایکفر وان کان لعینه وان کان دلیله قطعیا کفر والا فلاوقیل التفصیل فی العالم اماالجاهل فلایفرق بین الحلال والحرام لعینه ولغیره وانما الفرق فی حقه ان ماکان قطعیا کفربه والافلا.

(۴۶) غیر قبلہ کی طرف اور بغیر وضوء نماز پڑھنے والے کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص نے غیر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لی تو اس کا کیا حکم ہے جبکہ اس نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہو؟ نیز اگر بغیر وضو نماز پڑھ لی تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... اگر کسی شخص نے غیر جہت قبلہ کی طرف جان بوجھ کر نماز پڑھ لی تو یہ شخص سخت گناہ گار ہوگا البتہ اس عمل کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوگا۔ اور اگر بغیر وضو کے نماز پڑھی تو کافر ہو جائے گا کیونکہ بغیر وضو کے نماز پڑھنا استخفاف کی علامت ہے۔

لمافی البحر الرائق (۲۸۶/۱): ومن صلی الی غیر جهة الکعبة متعمدا لایکفر هو الصحیح لان ترک جهة الکعبة جائز فی الجملة بخلاف الصلاة بغیر طهارة لعدم الجواز بغیر طهارة بحال.

(هکذا فی الطحطاوی علی المراقی : ص ۱۹۸)

وفی ردالمحتار (۲۲۲/۴): ولاعتبار التعظیم المنافی للاستخفاف کفر الحنفیة بالفاظ کثیرة وافعال تصدر من المنهتکین لدلالتها علی الاستخفاف بالدین کالصلاة بلاوضوء عمدا......... قلت ویظهر من هذا ان ماکان دلیل الاستخفاف یکفر به.

(۴۷) کیا محمد بن عبدالوہاب النجدی خوارج میں سے تھا؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ محمد بن عبدالوہاب النجدی مسلمانوں کے خون اور اموال واعراض کے پامال کرنے کو جائز سمجھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ موجودہ دور میں تمام لوگ مشرک ہیں اور وہ سلف کو برا بھلا بھی کہتا ہے آپ

حضرات کی ایسے شخص کے بارے میں کیا رائے ہے کیا وہ خوارج میں سے تو نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... محمد بن عبدالوہاب نجدی نے شریعت کی حدود سے تجاوز کیا ہے اور سلف اور صلحاء کے راستے کو چھوڑ دیا ہے اور شریعت مطہرہ میں انتہائی غلو سے کام لیا ہے البتہ سوال میں جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ان کا شمار خوارج میں ہوتا ہے یا نہیں؟ تو اس بارے میں مشائخ کی کتابوں میں اس بات کی صراحت نہ مل سکی لہٰذا ان کو خوارج میں شمار کرنا مناسب نہیں۔

لمافی المهند علی المفند (صـ ۲۸): قد کان محمد بن عبدالوهاب النجدی یستحل دماء المسلمین .... الجواب الحکم عندنا فیهم ماقال فی الدر المختار ...... الی ان قال ...... کماوقع فی زماننا فی اتباع عبدالوهاب الذین خرجوا من نجد وتغلبوا علی الحرمین وکانوا ینتحلون مذهب الحنابلة لکنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشرکون واستباحوا بذلک قتل اهل السنة وقتل علماء هم حتی کسر شوکتهم .... ثم اقول لیس هو ولا احد من اتباعه وشیعته من مشائخنا فی سلسلة من سلاسل العلم من الفقه والحدیث والتفسیر والتصوف.

(۴۸) شراب پیتے وقت بسم اللہ پڑھنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کسی حرام چیز کے استعمال کے وقت وقت بسم اللہ پڑھتا ہے۔ شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... اگر یہ شخص شراب پیتے وقت بسم اللہ پڑھتا ہے تو اس سے کافر ہو جائے گا۔

لمافی خلاصة الفتاوی (۳۸۹/۴): رجل یشرب الخمر وقال بسم الله اوقال عندالزنا یکفر.

وفی البزازیة علی هامش الهندیة (۳۳۹/۶): شرب الخمر وقال بسم الله اوقال ذلک عندالزنا .... کفر.

وفی الهندیة (۲۷۳/۲): من اکل طعاماحراماوقال عندالاکل بسم الله حکی الامام المعروف بمشتملی انه یکفر.

(۴۹) نقلی داڑھی کی خرید وفروخت اور لگانے والے کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ سفید نقلی داڑھی بنا کر بیچتے ہیں۔ اس کو مختلف موقع پر لگایا جاتا ہے۔ کیا اس سے سنت کی تحقیر نہیں ہوتی؟ جو شخص خوش طبعی اور مذاق کے طور پر لگاتا ہے تاکہ لوگوں کو ہنسائے تو اس لگانے والے شخص کا اور جو اس پر ہنستے ہیں شریعت کا ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... نقلی داڑھی بنا کر بیچنا اور اسی طرح لوگوں کو ہنسانے کے لئے اس کو لگانے سے شعائر اسلام کی توہین لازم آتی ہے اور شعائر اسلام کی توہین کفر ہے لہٰذا اس سے اجتناب لازم ہے۔

لمافی البحر الرائق (۵/۱۲۱): ویکفر ...... باستخفافه بسنة من السنن.

وفی ردالمحتار (۴/۲۲۲): کفر الحنفية بالفاظ كثيرة ، وافعال تصدر من المنتهكين لدلالتها على الاستخفاف بالدين كالصلاة بلاوضوء عمدا........... قلت ويظهر من هذا ان ماكان دليل الاستخفاف يكفر به.

(۵۰) کفریہ الفاظ ادا کرنے والے کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب کسی انسان سے کفریہ الفاظ صادر ہو جائیں تو کیا وہ اس سے کافر ہو جائے گا؟ اگر کافر ہو جائے تو اس کے احکامات کیا ہوں گے؟ اور قیامت کے دن اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... جب کوئی شخص کفریہ الفاظ زبان سے کہہ دے تو وہ ان الفاظ سے دائرہ اسلام سے خارج ہو جائیگا۔ ایسے شخص کا نکاح ختم ہو جاتا ہے اور اس کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی شبہ کی وجہ سے ارتداد کو اختیار کرے تو اس کے شبہ کو زائل کیا جائے گا اس کے بعد تین دن کی مہلت دی جائے گی اگر دوبارہ اسلام قبول کر لے تو ٹھیک ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔ اور اگر بغیر توبہ کے یہ شخص مر گیا تو اس کا حشر کفار کے ساتھ ہوگا (العیاذ باللہ)۔

لمافی التفسير الكبير (۶/۹۵): ومن يكفر بالايمان فقد حبط عمله وهو فى الأخرة من الخاسرين اى ومن ينكر شرائع الاسلام وتكاليفه ويجحد اصول الايمان وفروعه فقد ابطل ثواب عمله وخاب فى الدنيا والأخرة، اما فى الدنيا فباعتبار ضياع اعماله وعدم الافادة منها وفى الآخرة بالخسارة والهلاک فى نار جهنم.

وفى شرح الفقه الاكبر (ص۱۶۵): اعلم ان المرتد يعرض عليه الاسلام على سبيل الندب دون الوجوب لان الدعوة بلغته ......وتكشف عنه شبهته فان طلب ان يمهل حبس ثلاثة ايام......فان تاب فيها والاقتل وفى النوادر عن ابى حنيفة وابى يوسف يستحب ان يمهل ثلاثة ايام طلب ذلک اولم يطلب.

وفى الدر المختار (۴/۲۴۵): واعلم ان كل مسلم ارتد فانه يقتل ان لم يتب.

(۵۱) یوں کہنا کہ ''کاش شراب حرام نہ ہوتی، روزہ فرض نہ ہوتا''

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے ایک دوست کل آئے اور کہنے لگے کہ کاش اللہ تعالیٰ شراب کو حرام نہ کرتے تاکہ میں تم کو پلاتا اور تمہیں معلوم ہوتا کہ اس میں کتنا مزہ ہے (العیاذ باللہ) تو ان کلمات سے کہیں وہ کافر تو نہیں ہوگئے، نیز اگر کوئی شخص یوں کہے کہ اگر نماز روزہ فرض نہ ہوتا تو کیا ہی اچھا ہوتا کیا یہ جملہ بھی کفر کی طرف مفضی ہے یا نہیں؟ دونوں مسئلوں کا مفصل ومدلل انداز میں جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... ایسے احکامات جن کا حکم تمام ادیان میں حرمت کا ہو، تو ان کی حلّت کی تمنا کرنے والا کافر ہوجاتا ہے، جیسے زنا، ناحق قتل اور ایسے احکامات جو کہ سابقہ ادیان میں موجود نہ تھے، یا سابقہ ادیان میں ان کا حکم حلّت کا تھا، اور اب اس دین میں ان کا حکم حرمت کا ہے، تو ان کی حلّت کی تمنا کرنے والا کافر نہیں ہوگا، جیسے شراب کی حرمت، رمضان کا روزہ۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں آپ کے دوست کا شراب کی حلّت کی تمنا کرنے، اور دوسرے شخص کا نماز، رمضان کے روزے کے فرض نہ ہونے کی تمنا کرنے سے وہ کافر نہیں ہوئے۔ البتہ ایسے کلمات سے اجتناب کرنا ضروری ہے، کیونکہ اگر ان کلمات کو بطور مزاق یا حرام کو حلال سمجھتے ہوئے، استعمال کیا جائے، تو کہنے والا کافر ہوجاتا ہے۔

لـمـافـي شرح الفقه الاكبر(صـ۲ ۱۵): ولو تمنّى ان لا يكون الخمر حراما او لا يكون صوم رمضان فرضا لـمـا يشـق عـلـيـه لايكفر، بخلاف ما اذا تمنى ان لا يحرم الزنا وقتل النفس بغير حق فإنه يكفر، لأن حرمة هـذيـن ثـابـتـة فـي جـمـيـع الأديـان مـوافقة للحكمة، ومن أراد الخروج عن الحكمة فقد أراد أن يحكم الله ماليس بحكمة وهذا جهل منه بربه سبحانه. وتوضيحه ما قال بعضهم من ان الضابطة هي ان الحرام الذى كـان حـلالا في شريعة فتمنى حله ليس كفر، والذى لم يكن حلالا في شريعة فتمنى حله كفر، لأن حرمته الأبدية إنما هي التي اقتضتها الحكمة الأزلية مع قطع النظر عن أحوال الأشخاص الأولية والأخروية.

وفي الروض الأزهر(صـ۵۰۲، ۵۰۳): ومن تمنى ان لا يحرم الخمر ولا يفرض عليهم صوم رمضان لايكفر، ولعل الفرق ان الاوّل من المجمع على حرمته في جميع الكتب، وعند سائر الرسل بخلاف الأخيرين، فإنـه كان شرب الخمر حلالا وصوم رمضان لم يكن فرضا على غير هذه الأمة، لكن لم يظهر لي نتيجة هذاالفرق، فانّه لا فرق بين الحكم الإلهي أوّلا بالعموم واخرا بالخصوص.

(۵۲) یوں کہنا کہ ''اللہ تعالیٰ کا بچہ بھی آجائے تو اس سے کام لیں گے''

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نجی کمپنی کے ایک افسر نے یہ الفاظ کہے: ''اگر اللہ تعالیٰ کمپنی

کے کام کو خراب کرے تو اس کو بھی پھانسی دے دیں گے" اور "اگر اللہ تعالیٰ کا بچہ بھی آئے تو اس سے بھی کام لیں گے" (العیاذ باللہ)۔ کیا یہ افسران الفاظ سے کافر ہو گیا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً ....صورت مسئولہ میں مذکورہ افسران الفاظ کی ادائیگی سے مرتد ہو گیا ہے اسے چاہئے کہ تجدید ایمان کرے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کرے اور اگر شادی شدہ ہے تو تجدید نکاح بھی کرے۔

لمافی التاتارخانية (۵/ ۴۶۱): اذا وصف الله بمالايليق به اوسخر باسم من اسماء الله تعالى او بامر من اوامره اوانكر وعده اووعيده يكفر.

وفی الهندية (۲/ ۲۵۸): يكفر اذا وصف الله تعالى بمالايليق به ....اوجعل له شريكاً او ولداً أوزوجة أونسبه الى الجهل أو العجز أو النقص.

(۵۳) آپ ﷺ کو حاضر وناظر، عالم الغیب اور مختار کل سمجھنا

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا عقیدہ ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر وناظر، عالم الغیب اور مختار کل ہیں کیا ایسے شخص کو قربانی میں شریک کرنا صحیح ہے؟ اگر شریک کرلیا تو دیگر شرکاء کی قربانی درست ہوگی یا نہیں۔ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ....صورت مسئولہ میں چونکہ مذکورہ شخص ان عقائد کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا ہے لہٰذا ایسے شخص کو قربانی میں شریک کرنا صحیح نہیں ہے اور اگر شریک کرلیا تو باقی شرکاء کی قربانی درست نہ ہوگی۔

لمافی الدرالمنثور (۶/ ۵۳۲): واخرج ابن مردوية عن سلمة بن الاكوعص قال كان رسول الله فى قبة حمراء اذ جاء رجل على فرس فقال :من انت ؟قال انارسول الله، قال: متى الساعة؟ قال غيب، ومايعلم الغيب الاالله، قال :مافى بطن فرسى ؟ قال :غيب ومايعلم الغيب الاالله،قال فمتى تمطر ؟ قال :غيب ومايعلم الغيب الاالله.

وفى مختصر تفسير ابن كثير (۱/ ۵۷۱): وان يمسسك الله بضر فلاكاشف له الاهو وان يمسسك بخير فهوعلى كل شئ قدير يقول تعالى مخبراً انه مالك الضر والنفع وانه المتصرف فى خلقه بمايشاء لامعقب لحكمه ولارادّ لقضاءه.

وفى الصحيح للبخارى (۲/ ۱۰۹۸): عن عائشة رضى الله عنها قالت من حدثك ان محمدا ......ومن حدثك انه يعلم الغيب فقد كذب.

وفى شرح الفقه الاكبر (صـ ۱۵۱): ان الانبياء عليهم الصلوة والسلام لم يعلموا المغيبات من

الاشياء الا ماعلمهم الله تعالى احيانا. وذكر الحنفية تصريحا بالتكفير باعتقاده ان النبيا يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالى قل لايعلم من في السمٰوت والارض الغيب الاالله.

وفي الهندية (۵/۳۰۴): ولو كان احد الشركاء ذميا كتابيا اوغير كتابي وهو يريد اللحم اويريد القربة في دينه لم يجز عندنا لان الكافر لايتحقق منه القربة فلحقه بالعدم ....والمسلم لواراد اللحم لايجوز عندنا.

(۵۴) غلطی سے کلمات کفر کہہ دینا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے بھول کر کہا کہ ''نہ میں کافر ہوں نہ مسلمان بلکہ ایک عام آدمی ہوں''۔ اس کے فوراً بعد کہا کہ ''افسوس میں نے کیا کہہ دیا''۔ اب ایسے شخص کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟ کافر ہو گیا یا نہیں؟ اس طرح اسے تجدید نکاح کی ضرورت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......ایسے الفاظ کہنے والا اگرچہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا لیکن اس پر توبہ واستغفار لازم ہے اور احتیاطاً تجدید نکاح بھی کرلے۔

لمافي الهندية (۲/۲۷۶): الخاطئ اذا اجرى على لسانه كلمة الكفر خطأً بان كان يريد ان يتكلم بما ليس بكفر فجرى على لسانه كلمة الكفر خطأً لم يكن ذلك كفر عندالكل.

وفي ردالمحتار (۴/۲۴۷): وماكان خطأً من الالفاظ ولايوجب الكفر فقائله يقر على حاله ولايؤمر بتجديد النكاح ولكن يؤمر بالاستغفار والرجوع عن ذلك وقوله احتياطا اى يأمره المفتي بالتجديد ليكون وطئه حلالا باتفاق.

(۵۵) یوں کہنا: میں فلاں کام کروں تو میں کافر ہو جاؤں پھر اس کام کو سرانجام دینا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں فلاں کام کروں تو میں کافر ہوں، اب بعد میں وہی کام کرلیا تو کیا اس سے وہ کافر ہو گیا؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......اس طرح کے کلمات کہنے کے وقت اگر واقعی عقیدہ یہ ہو کہ میں اس کام سے کافر ہو جاؤں تو ایسا شخص اس کام کو کرنے سے کافر ہو جائے گا، لیکن اگر یہ عقیدہ نہ ہو بلکہ کسی اور وجہ سے کہے جیسے غصے کی وجہ سے کہہ دیا تو ایسا شخص ان کلمات کو کہنے کے بعد اس کام کو کرنے سے دائرہ اسلام سے خارج تو نہ ہوگا البتہ اس پر توبہ کے ساتھ ساتھ قسم کا کفارہ لازم ہوگا۔ یعنی یہ قسم سمجھی جائے گی۔

لما في قوله تعالى :لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْۤ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ

(المائدة: ۸۹)

وفی المصنف لعبدالرزاق (۸/۴۸۰): عن ابن عباس فی الرجل یقول هو یهودی او نصرانی او مجوسی او بریٔ من الاسلام او علیه لعنة الله او علیه نذر قال یمین مغلظة.

عن ابن طاؤس عن ابیه قال من قال انا کافر اوانا یهودی او نصرانی او مجوسی او اخزانی الله او شبه ذلک فهی یمین یکفرها.

وفی الهدایة (۲/۴۸۱): وان قال ان فعلت کذا فهو یهودی او نصرانی او کافر یکون یمینا لانه لما جعل الشرط علما علی الکفر فقد اعتقده واجب الامتناع ......والصحیح انه لا یکفر فیهما ان کان یعلم انه یمین فان کان عنده انه یکفر بالحلف یکفر فیهما لانه رضی بالکفر حیث اقدم علی الفعل.

وفی المحیط البرهانی (۶/۷۰):جئنا الی اصل المسئلة وهو قوله یهودی او نصرانی ان فعل کذا اذا کان یمینا وفعل ذلک الفعل حتی حنث ولزمه الکفارة هل یصیر کافرا؟اختلف المشائخ فیه قال شمس الائمة السرخسی المختار للفتوی ان کان عنده انه یکفر متی اتی بهذاالشرط ومع هذا اتی به یصیر کافرا لرضائه بالکفرو کفارته ان یقول لا اله الله وان کان عنده انه اذا اتی بالشرط لا یکون کافرا لا یکفر لان هذه الالفاظ صارت کنایة عن الیمین بالله وکأنه قال والله ان فعلت کذا ولو قال والله ان فعلت کذا وفعل لا یصیر کافرا کذا هنا.

وفی التاتارخانیة (۴/۴۲۲):جئنا الی اصل المسئلة وهو قوله هو یهودی او نصرانی ان فعل کذا اذا کان یمینا وفعل ذلک الفعل حتی حنث ولزمته الکفارة هل یصیر کافرا؟اختلف المشائخ فیه قال شمس الائمة السرخسی والمختار للفتوی انه ان کان عنده انه یکفر متی اتی بهذا الشرط ومع هذا اتی به یصیر کافرا لرضائه بالکفر و کفارته ان یقول اشهدان لا اله الا الله محمد رسول الله وان کان عنده انه اذا اتی بالشرط لا یصیر کافرا لا یکفر.

هکذا فی الهندیة، (۲/۵۴)

وفی الدرالمختار (۳/۷۱۷):(و) القسم ایضا بقوله (ان فعل کذا فهو) یهودی او نصرانی او فاشهدوا علی بالنصرانیة او شریک للکفاراو(کافر) فیکفر بحنثه...... (و) الاصح ان الحالف (لم یکفر) سواء (علقه بماض او آت) ان کان عنده فی اعتقاده انه (یمین وان کان)جاهلا و(عنده انه یکفرفی الحلف) بالغموس وبمباشرة الشرط فی المستقبل (یکفر فیهما) لرضاه بالکفر.

(۵۶) حرام کی ابتدا وانتہاء پر بسم اللہ والحمدللہ کہنا/ترک صلوٰۃ وقراءۃ پر قسم

سوال……کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص زنا کرتا ہے یا شراب پیتا ہے یا کوئی بھی برا کام کرتا ہے تو اس کی ابتدا میں بسم اللہ اور آخر میں الحمدللہ پڑھتا ہے۔اس کا یہ فعل شرعا کیسا ہے؟

نیز اگر کوئی شخص یہ قسم کھالے کہ میں قرآن کی تلاوت نہیں کروں گا یا نماز نہیں پڑھوں گا تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً……اگر کوئی شخص شراب پینے کی ابتداء میں یا زنا کے وقت بسم اللہ پڑھے تو دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا۔اسی طرح آخر میں الحمدللہ کہنے سے بھی کافر ہوجائے گا۔ہاں اگر آخر میں الحمدللہ بطور شکر کے کہتا ہے کہ باوجود فعل حرام کے ارتکاب کے اللہ تعالی نے اسے رسوا نہیں کیا یا باوجود شراب کے حرام ہونے کے شراب اس کے حلق میں رکی نہیں بلکہ حلق سے نیچے اتر گئی تو بعض حضرات کے نزدیک کافر نہیں ہوگا۔

اگر کوئی شخص قسم کھالے کہ قرآن کی تلاوت نہیں کرے گا یا نماز نہیں پڑھے گا تو اس سے کافر نہیں ہوگا البتہ اگر اس کی نماز نہ پڑھنے کی قسم نماز کے انکار پر مبنی ہو تو کافر ہوجائے گا۔

لمافی التاتارخانیة (۵/۴۹۹): من اکل طعاما حراما وقال عندالاکل بسم اللہ حکی الامام المعروف بالمشتملی عن مشائخه انه یکفر لاستخفافه اسم اللہ ولوقال عندالفراغ عن الاکل الحمدللہ فقد قال بعض المشائخ انه لایکفر لانه شکر اللہ تعالی برآنکه رسوانه کردش ولقمه بحلق وی اندر نماند واتفاق است ………بوقت مباشرت زنا یابوقت قمار کعبتین بگیرد وبگوید بسم اللہ کافر گردد بسبب استخفاف به نام خدائ عزوجل.

وفی الهندیة (۲/۲۷۳): من اکل طعاما حراما وقال عندالاکل بسم اللہ حکی الامام المعروف بمشتملی انه یکفر ولوقال عندالفراغ الحمدللہ قال بعض المتأخرین لایکفر واتفاق است اگر قدح ………همچنیں بوقت مباشرت زنایابوقت قمار کعبتین بگیرد وبگوید بسم اللہ کافر شود.

وفی الاشباه (ص۱۱۹): ولایکفر بقوله لااصلی الاجحودا.

وفی الهندیة (۲/۲۶۸): وقول الرجل لااصلی یحتمل اربعة اوجه ………والرابع لااصلی اذلیس یجب علی الصلاة اولم اؤمر بهایکفر. واللہ اعلم بالصواب

(۵۷) کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر وناظر ہیں؟

سوال……کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسلمانوں کا ایک طبقہ رسول اللہ ﷺ کو حاضر وناظر

سمجھتا ہے اوران کی دلیل انا ارسلنک شاھدا (الاحزاب:۴۵) ہے۔جس میں شاہد کا ترجمہ حاضر وناظر سے کرتے ہیں۔کیا یہ بات صحیح ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ میں شاہد کا معنی حاضر وناظر کرنا اور دلیل میں یہ بیان کرنا کہ گواہ وہ ہوتا ہے جو دیکھ کر گواہی دے لہٰذا اس کے معنی حاضر وناظر کے ہوئے قطعاً صحیح نہیں ہے۔کیونکہ اگر اس کے معنی حاضر وناظر کے لیے جائیں تو یہ معنی قرآن وسنت کی دوسری نصوص کے معارض ہے۔کیونکہ خود باری تعالیٰ نے:

۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا تو سورہ قصص آیت نمبر۴۴ میں ہے: ''اور آپ مغربی جانب نہیں تھے جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی''۔اور آیت کے آخر میں فرمایا ''وما کنت من الشاھدین''۔پہلے آپ کے وہاں حاضر ہونے کی نفی کی کہ آپ وہاں نہیں تھے پھر صراحۃً شاہد یعنی بقول ان کے جو حاضر وناظر سے شاہد کا ترجمہ کرتے ہیں یہاں حاضر وناظر کی نفی کر دی۔

۲۔ سورۂ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا، آخر میں آیت نمبر۱۰۲ میں فرمایا ''یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں اور آپ ان کے پاس نہیں تھے جب وہ اپنی بات طے کر رہے تھے''۔یہاں پہلے آپ کے وہاں حاضر وناظر ہونے کی نفی اشارۃً کی کیونکہ فرمایا یہ غیب کی خبر ہے اور غیب اس چیز کو کہا جاتا ہے جو ابھی تک دیکھی نہ ہو۔اگر آپ حاضر وناظر ہوتے تو پھر ''غیب'' کہاں باقی رہا۔اس کے بعد صراحۃً نفی کی کہ وما کنت لدیھم (آپ ان کے پاس نہ تھے) یعنی حاضر وناظر نہ تھے۔

۳۔ سورۂ ہود آیت نمبر۱۷: ''جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے بینہ پر ہو اور اس کے ساتھ شاہد ہو.........'' یہاں شاہد سے مفسرین نے قرآن، بعض نے اعجاز قرآن اور بعض نے انجیل مراد لی ہے۔اب اگر شاہد کے معنی حاضر وناظر کئے جائیں تو پھر قرآن، انجیل یا اعجاز قرآن کے حاضر وناظر ہونے کے کیا معنی ہوں گے۔

اسی طرح آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات مبارکہ میں کتنے ہی ایسے واقعات پیش آئے جن سے آپ کے ہر جگہ حاضر وناظر ہونے کی نفی ہوتی ہے:

۱۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو صلح کے لئے کفار مکہ کے پاس بھیجا تو اس وقت کفار نے مشہور کر دیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔اس پر آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا بدلہ لینے کے لئے صحابہ سے جہاد کے لئے بیعت لی اور آپ جہاد کیلئے تیار ہو گئے حالانکہ بعد میں پتہ چلا کہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کی خبر جھوٹی تھی۔اگر آپ حاضر وناظر ہوتے تو بتلا دیتے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید نہیں ہوئے، یہ جھوٹی خبر ہے۔

۲۔ منافقین کی طرف سے معرکۃ الآراء بہتان جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر لگایا گیا اس میں آپ کافی دنوں تک سخت پریشان رہے۔کبھی تو صحابہ سے مشورہ کیا جا رہا ہے، کبھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ان کی خادمہ سے سوالات کئے جا رہے ہیں۔یہاں تک کہ حضرت عائشہ اسی غم میں اپنے والد کے یہاں تشریف لے گئیں۔جب تک وحی نازل نہیں ہوئی یہ پریشانی بدستور رہی۔اگر آپ حاضر وناظر ہوتے تو پہلے سے بتلا دیتے کہ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بہتان ہے۔

۳۔ غزوہ خیبر کے موقع پر آپ کو کھانے میں زہر دیا گیا اور آپ کو پتہ نہ چلا بعد میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب بتلانے پر سبب ظاہر ہوا تو آپ کو پتہ چلا۔ اگر آپ حاضر وناظر ہوتے تو آپ کو پہلے سے پتہ ہوتا۔

ان کے علاوہ کتنے ہی ایسے واقعات ہیں جن سے آپ کے حاضر وناظر ہونے کی نفی ہوتی ہے۔

اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہر جگہ حاضر وناظر یہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَاللهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَهِیْد، وَاللهُ بَصِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ، وَاللهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْط﴾ اور ہمارا عقیدہ ہے کہ لیس کمثله شیٔ (یعنی ذات اور صفات کسی بھی اعتبار سے خالق اور مخلوق کے درمیان مماثلت نہیں ہو سکتی) لہٰذا رب تعالیٰ کی صفات کسی مخلوق میں نہیں ہو سکتیں۔

نیز قرآن کریم کی تشریح وتفسیر نقل کی محتاج ہے۔ ہم اپنی طرف سے کوئی تفسیر یا معنی بیان نہیں کر سکتے جب تک کہ اسلاف اور مقتداء امت میں سے کسی نے یہ معنی یا تفسیر مراد نہ لی ہو ورنہ نبی کریم ﷺ کی اس روایت کی وعید کے مصداق بنیں گے کہ آپ فرماتے ہیں: من قال فی القرآن برأیه فاصاب فقد اخطأ (یعنی اگر کسی نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے اور خیال سے کی اور رائے ہونے کے باوجود حقیقت کے مطابق ہوگئی اور مراد وہی تھی وہ پھر بھی غلطی پر ہے)۔ اور اسلاف امت میں سے کسی نے اس کے معنی حاضر وناظر کے نہیں کئے من ادعیٰ فلیأت بحجة.

اب رہی یہ بات کہ اگر شاہد سے مراد حاضر وناظر نہیں تو پھر کیا مراد ہے تو اس کی تشریح میں مختلف اقوال ہیں:

اول: آپ کو اس امت اور سابقہ امتوں کے انبیاء کی تبلیغ پر گواہ بنایا گیا اور اس گواہی کی بنیاد آپ کا حاضر وناظر ہونا نہیں بلکہ قرآن کریم کا یہ بیان ہے ''سابقہ امتوں کے انبیاء نے اپنی امتوں تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا''۔

دوم: اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر گواہ بنا کر بھیجا۔

سوم: شاہ عبدالقادرؒ اور امام راغب اصفہانیؒ نے شاہد کا معنی معلم سے کیا یعنی اے نبی! ہم نے آپ کو معلم بنا کر بھیجا۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ نبی علیہ السلام اپنے روضہ اطہر سے ہی کائنات کا مشاہدہ کر رہے ہیں تو یہ بات بھی روایات کے خلاف ہے۔ کیونکہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے زمین میں گھومتے ہیں اور مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں''۔ اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص میرے روضہ کے پاس درود پڑھتا ہے میں اس کو خود سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھتا ہے وہ میرے پاس پہنچایا جاتا ہے''۔

اگر آپ ساری کائنات کا خود مشاہدہ فرماتے ہیں تو پھر جہاں بھی کوئی امتی درود پڑھتا آپ کو معلوم ہو جاتا، حالانکہ جو امتی روضہ اطہر سے دور آپ پر درود پڑھتے ہیں فرشتوں کے ذریعے آپ تک پہنچایا جاتا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ شاہد کے معنی حاضر وناظر سے کرنا نصوص کے خلاف اور بالکل بے اصل ہے جس سے احتراز ضروری ہے۔

لما فی روح المعانی (۲۲/۴۵): یآایها النبی انا ارسلنک شاهدا. علی من بعثت الیهم تراقب احوالهم وتشاهد اعمالهم وتتحمل عنهم الشهادة بما صدر عنهم من التصدیق والتکذیب وسائر

ماهم عليه من الهدى والضلال ....ثم از تحمل الشهادة على من عاصرها واطلع على عمله امر ظاهر واماتحملها على من بعده باعيانهم فان كان مرادا ايضا ففيه خفاء لان ظاهر الاخبار انه عليه السلام لايعرف اعمال من بعده باعيانهم ، روى ابوبكر وانس وحذيفة وسمرة وابوالدرداء عنها ليردن على ناس من اصحابى الحوض حتى رأيتهم وعرفتهم اختلجوا دونى فاقول يارب اصحابى اصحابى فيقال لى انك لاتدرى مااحدثوا بعدك نعم قديقال انه عليه الصلوة والسلام يعلم بطاعات ومعاص تقع بعده من امته لكن لايعلم اعيان الطائعين والعاصين ....واما زعم ان التحمل على من بعده الى يوم القيمة لمانها حى بروحه وجسده يسير حيث شاء فى اقطار الارض والملكوت فمبنى على ما علمت حاله ....وقيل المراد شاهدابان لااله الاالله.

وفى احكام القرآن للقرطبى (۱۴/۲۰۰): قوله تعالى شاهدا قال سعيد عن قتادة شاهد اعلى امته بالتبليغ اليهم وعلى سائر الامم بتبليغ انبيائهم ونحوذلك.

وفيها ايضا (۱۶/۲۷۶) تحت آية "لقد رضى الله عن المؤمنين الاية": وكان رسول اللهﷺ قبل الصلح قد بعث عثمان بن عفان الى مكة رسولا فجاء خبر الى رسول اللهﷺ بان اهل مكة قتلوه فدعا رسول اللهﷺ حينئذ الى المبايعة له على الحرب والقتال لاهل مكة فروى انه بايعهم على الموت.

وفيهاايضا (۱۲/۱۹۷): تحت "آية ان الذين جاؤو بالافك عصبة منكم لاتحسبوه شرالكم بل هو خير لكم لكل امرئ منهم مااكتسب من الاثم ، والذى تولى كبره منهم له عذاب اليم": سبب نزولها مارواه الائمة من حديث الافك الطويل فى قصة عائشة رضوان الله عليها ، وهو خبر صحيح مشهور أغنى اشتهاره عن ذكره.

وفى الصحيح للبخارى (۲/۶۱۰): حدثنا عبدالله بن يوسف ......عن ابى هريرة لمافتحت خيبر اهديت لرسول اللهﷺ شاة فيها سم.

وفى المشكوة (ص۸۶): عن ابن مسعود ص قال قال رسول اللهﷺ ان لله ملائكة سياحين فى الارض يبلغونى من امتى السلام.

وفيهاايضا (ص۸۷): عن ابى هريرة ص قال قال رسول اللهﷺ من صلى عند قبرى سمعته ومن صلى نائيا ابلغته.

(۵۸) غلام علی، غلام مصطفیٰ اور غلام رسول نام رکھنا

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ غلام علی، غلام رسول اور غلام مصطفیٰ نام رکھنا کیسا ہے؟

شریعت کی رو سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ...... مذکورہ نام رکھنے میں شرعی اعتبار سے کوئی قباحت نہیں بلکہ جائز ہیں البتہ فرق باطلہ میں سے کسی کے ساتھ تشبہ لازم آئے تو ایسی صورت میں احتراز اولیٰ ہے۔

لمافي الصحيح لمسلم (۲/۲۳۸): عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال لايقولن احدكم عبدى وامتى كلكم عبيدالله وكل نساء كم اماء الله ولكن ليقل غلامى وجاريتى وفتاى وفتاتى.

وفي المفصل لاحكام المرأة والبيت المسلم (۹/۲۸۳): ويراعى فى تسمية المولود اختيار الاسم الحسن والاسم المستحب شرعاً او المباح التسمية به .... وترك الاسماء القبيحة او المنهى عنها او اللتى تكره التسمية بها.......... روى ابوداؤد فى سننه عن ابى الدرداء قال قال رسول الله ﷺ انكم تدعون يوم القيامة باسمائكم واسماء آباء كم فاحسنوا اسماء كم .... دلالة الحديث واضحة فى اختيار الاسم الحسن للمولود ولانه لاكلفة فى هذا الاختيار على الوالد ولان من حق الولد على والده ان يختار له اسما حسنا.

(۵۹) کسی مسلمان کو کافر یا فاسق کہنا

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو کافر یا فاسق کہے تو کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... صورت مسئولہ میں ایسا شخص قابل تعزیر ہے اور کسی مسلمان کی ہتک وتوہین کبائر میں سے ہے لہٰذا ایسے کلام سے احتراز لازم ہے۔

لمافي الصحيح لمسلم (۱/۵۷): عن عبدالله بن دينار انه سمع ابن عمر يقول قال رسول الله ﷺ ايما امرئ قال لاخيه كافر فقد باء بها احدهما ان كان كما قال والا رجعت عليه.

وفي شرح النووى تحت هذا الحديث: فى تاويل الحديث اوجه انه محمول على المستحل لذلك .... الثانى معناه رجعت عليه نقيصه لاخيه ومعصية تكفيره ...... الرابع ان ذلك يؤل به الى الكفر.

وفيها ايضا (۱/۵۸): عن عبدالله بن مسعود قال قال رسول الله ﷺ سباب المسلم فسوق وقتاله كفر.

وقال النووى تحته: السب فى اللغة الشتم والتكلم فى عرض الانسان بمايعيبه ......معنى الحديث فسب المسلم بغير حق حرام باجماع الامة وفاعله فاسق.

وفي الدر المختار (۴/۶۹): وعزرا لشاتم بياكافر ....يافاجر يامخنث ياخائن.

(۶۰) اللهم صل على محمد نحن عباد محمد لکھنا یا کہنا

سوال......کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ" اللهم صل على محمد نحن عباد محمد" پمفلٹ پرلکھ کرشائع کرنا کیسا ہے؟ کیا نحن عباد محمد میں عباد کے معنی "اطاعت گزاراور فرماں بردار ہیں" کرنا صحیح ہے؟ نیز کسی کا نام عبدمحمد بمعنی غلام محمد ہوتو درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً...... اللهم صل على محمد نحن عباد محمد پمفلٹ پرلکھ کرشائع کرنادرست نہیں اگرچہ نحن عباد محمد میں عباد کے معنی اطاعت گزاراور فرماں بردار کے لئے جائیں کیونکہ کم سے کم اس میں ایہام شرک ضرور ہے اور جس طرح شرک ممنوع ہے ایہام شرک بھی ممنوع ہے۔

نیزاسی طرح ایہام شرک کی بناء پرعبدمحمد نام رکھنادرست نہیں اگرچہ وہ غلام محمد کے معنی میں ہو۔

لما في المرقات (۹/۱۰۶): وروى الحاكم في الكنى والطبراني عن ابي الزبير الثقفي مرفوعا اذاسميتم فعبدوا اى انسبوا عبوديتهم الى اسماء الله فيشمل عبدالرحيم وعبدالملك وغيرهما ولايجوز عبدالحارث ولاعبدالنبي ولاعبرة بماشاع فيما بين الناس.

وفي شرح الفقه الاكبر (ص۱۹۳): واماماشتهر من التسمية بعبدالنبي فظاهره كفرالاان اراد بالعبد المملوك.

وفي حجة الله البالغة (۱/۶۳): وقد ثبت في احاديث لاتحصى ان النبي ﷺ غير اسماء اصحابه عبدالعزى وعبدالشمس ونحوها الى عبدالله وعبدالرحمن وماشبهما فهذه اشباح وقوالب للشرك نهى الشارع عنها لكونها قوالب له.

(۶۱) داڑھی کی توہین کرنا یا مذاق اڑانا

سوال......کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت ایک شخص سے جس نے داڑھی رکھی ہوئی تھی کہنے لگی آپ داڑھی کی وجہ سے بکرا لگتے ہیں اور داڑھی کی وجہ سے آپ کو کوئی رشتہ بھی نہیں مل رہا ہے لہٰذا اسے کاٹ دو یا چھوٹا کردو۔ ایسی عورت کے بارے میں کیا حکم ہے؟ جبکہ وہ کہتی ہے کہ میں نے یہ بات مذاقاً کہی ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً......شعائر اسلام اور نبی کریم ﷺ کی سنتوں کا مذاق اڑانا یا ان کی توہین کفر ہے لہٰذا ایسے کلمات سے یہ عورت دائرہ اسلام سے خارج ہوگئی اور اگر شادی شدہ ہے تو نکاح بھی ختم ہوگیا لہٰذا اسے چاہئے کہ تجدید اسلام اور نکاح کرے اور آئندہ کے لئے ایسے

کلام سے اجتناب کرے۔

لمافی البحر الرائق (۵/۱۲۱): ویکفر ....باستخفافه بسنة من السنن.

وفی الھندیة (۲/۲۶۳): من لم یقر ببعض الانبیاء اولم یرض بسنة من سنن المرسلین فقد کفر.

وفی ردالمحتار (۴/۲۲۲): ولااعتبار التعظیم المنافی للاستخفاف کفر الحنفیة بالفاظ کثیرة وافعال تصدر من المنتھکین لدلالتھا علی الاستخفاف بالدین ....قلت :ویظھر من ھذا ان ماکان دلیل الاستخفاف یکفر به.

(۶۲) یوں کہنا کہ ”انامؤمن انشاء اللہ“

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ میں مومن ہوں انشاء اللہ تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اگر اس شخص کو اپنے بارے میں شک وتردد ہے اس بناء پر یوں کہتا ہے تو کافر ہو جائے گا۔لیکن اگر محض تبرک کے لئے ایسا کہے یا مستقبل کے اعتبار سے کہے یعنی اس خیال سے بھی کہ ابھی تو میں مومن ہوں لیکن مستقبل کے بارے میں معلوم نہیں کہ مجھے ایمان پر دوام وثبات نصیب ہوگا یا نہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

لمافی الھندیة (۲/۲۵۷): من شک فی ایمانه وقال انامومن ان شاء اللہ فھو کافر الااذا اوّل فقال لاادری اخرج من الدنیا مومنا فحینئذ لایکفر.

وفی ردالمحتار (۳/۴۶): لاتجوز مناکحة من یقول انامومن انشاء اللہ لانه کافر قال فی البحر انه محمول علی من یقوله شکافی ایمانه والشافعیة لایقولون بذلک ....وحقق ذلک فی الفتح بان الشافعیة یریدون به ایمان الموافاة کماصرحوا به وھوالذی یقبض علیه العبد وھواخبار عن نفسه بفعل فی المستقبل اواستصحابه الیه.

(۶۳) یوں کہنا کہ میں جزاوسزا سے آزاد ہوں

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ ”میں جزاوسزا سے آزاد ہوں، میں نے عبادت کر کے کیا کرنا ہے“۔ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں ان کلمات سے یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوگا لیکن یہ کلمات اندیشہ کفر سے خالی بھی نہیں ہیں۔چنانچہ بعض حضرات نے ایسے کلمات کہنے والے پر کفر کا حکم لگایا ہے لہٰذا ایسے شخص کو چاہئے کہ احتیاطاً تجدید ایمان ونکاح

کر لے اور آئندہ ایسے بے ہودہ کلام سے اجتناب کرے۔

لما في الروض الازهر شرح فقه الاكبر (ص۵۲۲): ومن قال انا برئ من الثواب والعقاب او من الموت والثواب فقد قيل انه يكفر اى بناء على انكاره الامر المقطوع به من ثبوت الثواب والعقاب ووقوع الموت بلاارتياب والصحيح انه لايكفر لان البراء ة عنها كناية عن عدم الالتفات اليها.

وفي المحيط البرهاني (۷/۴۳۵): رجل قال :انابرئ من الثواب والعقاب اوقال بالفارسية: من بيزارم از مزد وثواب فقد قيل انه يكفر .(وهكذا في التاتارخانية :۵/۵۳۳ وفي الهندية:۲/۲۸۱)

(۶۴) ’’انبیاء کرام کی قبور میں ازواج مطہرات کو پیش کیا جاتا ہے‘‘ اس طرح کا عقیدہ رکھنا کیسا ہے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا انبیاء کی قبور میں ازواج مطہرات کو پیش کیا جاتا ہے؟ نیز اس قسم کا عقیدہ رکھنے والے شخص کا کیا حکم ہے؟ براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......یہ بات (کہ انبیاء کی قبور میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں) من گھڑت اور بے بنیاد ہے اس کی قرآن وسنت اور عقائد اہل سنت والجماعت میں کوئی اصل نہیں۔ نیز ایسا عقیدہ رکھنے والا شخص بھی اہل سنت والجماعت میں داخل نہیں۔(کما صرح به في الرسالة الاردية المسماة بمطالعة بريلويت ص۲۳)۔

لما في القرآن الكريم(البقرة:۱۵۴): ولا تقولوا لمن يقتل في سبيل الله اموات بل احياء ولكن لا تشعرون.

وفي تكملة فتح الملهم(۵/ ۳۱): واما الشهداء فعلاقة ارواحهم بأجسادهم اقوى بالنسبة لسائر الموتى حتى ان الارض لاتأكل اجسادهم فاطلق القرآن عليهم اسم الاحياء ولو كان المراد حياتهم البرزخية اوالروحية فقط ...... وانما الفرق بينهم وبين سائر الموتى ان لأرواحهم تعلقا قويا بالاجساد فحياتهم جسمانية بهذا المعنى...... واما الانبياء عليهم السلام فعلاقة ارواحهم باجسادهم. الشريفة اقوى العلاقات التي تتصور في انسان بعد طريان الموت عليه...... (ص۳۰) فيزعم بعض الناس انها عين الحياة الدنيوية التي عاشوا بها قبل وفاتهم سواء بسواء والحق انه لا يقول احد باثبات الحياة للانبياء بعدوفاتهم بهذا المعنى وانما المقصود حياتهم بمعنى ان لارواحهم تعلقا قويا باجسادهم الشريفة المدفونة في القبور وبهذا التعلق القوى حدثت لاجسادهم الخصائص

كثيرة من خصائص الاحياء مثل سماع السلام ورده واشتغالهم بالعبادة و مالى ذلك من خصائص المنصوصة..... (صـ ۳۱) وان هذه العلاقة القوية قد اثرت على بعض الاحكام الدنيوية ايضا فلا تقسم اموالهم بين ورثتهم ولا يجوز لاحد أن ينكح ازواجهم بعد وفاتهم.....(صـ ۳۰) ولا يقول احدمن اهل الحق بنسبة جميع الخصائص التى تثبت لهم فى حياتهم السابقه على وفاتهم.

ويقول العلامة السبكى رحمه الله فى شفاء الاسقام(صـ ۱۹۱) ولا يلزم من كونها (اى الحياة) حقيقية ان تكون الابدان معها كما كانت فى الدنيا من الاحتياج الى الطعام والشراب، والامتناع عن النفوذ فى الحجاب الكثيف وغير ذلك من صفات الاجسام التى نشاهدها بل قد يكون لها حكم آخر" (صـ ۳۲) اما الخوض فى كنه احوال البرزخ والسعى فى ادراك حقيقة تعلق الروح بالجسد او المشاحة فى الاصطلاحات فى تسمية هذه العلاقة بالحياة الجسمانية اوبالحياة البرزخية...... فليس من مهامّ اهل الحق ولا من طريق اهل العلم..... (صـ ۳۰) وبالجملة فان هذه الاحاديث مع حديث الباب تدل على كون الانبياء احياء بعد وفاتهم وهو من عقائد جمهور اهل السنة والجماعة ......

وفى المرقاة (۱۴۳/۱۱): ان الانبياء لايموتون كسائر الاحياء بل ينتقلون من دار الفناء الى دار البقاء وقد وردبه الاحاديث والانباء وانهم احياء فى قبورهم فانهم افضل من الشهداء وهم احياء عند ربهم.

(۶۵) آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پسندیدہ چیز کو استہزاء ناپسندیدہ کہنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس چیز کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے فلاں چیز پسند ہے اگر اس پر کوئی شخص یوں کہے کہ جو چیز آپ کو پسند ہے وہ مجھے پسند نہیں اور یہ بات استہزاء کرتے ہوئے کہتا ہے ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......اگر کوئی شخص استہزاء کرتے ہوئے مذکورہ بالا الفاظ کہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج جاتا ہے۔

لمافى البحر الرائق (۱۲۱/۵): ويكفر .....بقوله انالااحبه حين قيل له ان النبى ﷺ كان يحب القرع وقيل ان كان على وجه الاهانة.

وفى الهندية (۲۶۵/۲): ولو قال رجل مع غيره كان رسول الله ﷺ يحب كذا بان قال مثلا كان يحب القرع فقال ذلك الغير انالااحبه فهذا كفر وهكذا روى عن ابى يوسف رحمه الله تعالى ايضا وبعض المتاخرين قالوا اذا قال ذلك على وجه الاهانة كان كفراوبدونه لايكون كفر.

(٦٦) یوں کہنا کہ گانا سننے سے سکون ملتا ہے

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ چلو یار گانے سنتے ہیں تاکہ دل کو سکون ہو جائے۔اسی طرح گانے سن کر مزے لیتا ہے یعنی خوش ہو کر سنتا ہے،ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں ایسا شخص حرام کے ارتکاب کی وجہ سے سخت گناہگار ہے جس سے اجتناب لازم ہے۔

لما في خلاصة الفتاوى (٣٤٥/٤): استماع صوت الملاهي كالضرب بالقصب وغيره حرام لانه من الملاهي وقال عليه الصلوة والسلام استماع الملاهي معصية والجلوس عليها فسوق والتلذذ بها من الكفر هذا على وجه التهديد.

وفي الدرالمختار (٣٤٩/٦): استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام لقوله عليه السلام استماع الملاهي معصية والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر اى بالنعمة ....فالواجب كل الواجب ان يجتنب كي لايسمع.

(٦٧) موسیقی کے ساتھ نعت پڑھنا کیسا ہے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل چند نعتیں بہت زیادہ رائج ہیں جس میں نعت کے ساتھ موسیقی بھی شامل ہوتی ہے،کیا اس طرح گانوں کی طرز پر موسیقی کے ساتھ نعت پڑھنا جائز ہے؟احادیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......شریعت مطہرہ نے موسیقی سے منع فرمایا ہے۔چنانچہ اس کی ممانعت کس قدر سختی سے کی گئی اس کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی ہو سکتا ہے،ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں طبل کی آواز آنا شروع ہو گئی آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں تاکہ یہ آواز غیر اختیاری طور پر بھی آپ کے کانوں میں نہ پڑے،پھر آپ وہاں سے ہٹ گئے اور تین دفعہ ایسا ہی کیا پھر فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح کیا تھا۔کیا یہ واقعہ اس بات پر دلالت کرنے کیلئے کافی نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو موسیقی سے کس قدر نفرت تھی۔

اس کے علاوہ ایک روایت میں فرمایا کہ جب میری امت پندرہ چیزوں میں مبتلا ہو جائے گی تو ان میں مصائب کا نزول شروع ہو جائے گا ان چیزوں میں سے ایک چیز آپ نے یہ بھی ذکر فرمائی کہ جب ان میں گانے والیاں اور آلات موسیقی عام ہو جائیں گے۔

اب اس کے بعد ہر صاحب بصیرت شخص یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ جس چیز سے آپ کو اس قدر نفرت تھی کہ آپ اس کی آواز سننا پسند نہیں فرماتے تھے تو اب اگر اسی کے ساتھ آپ کا ذکر مبارک کیا جائے اور اسے ثواب بھی گردانا جائے تو اس سے بڑھ کر اور حماقت کیا ہوگی۔یہی وجہ ہے

کہ ملاعلی قاریؒ نے اپنی کتاب شرح فقہ اکبر میں احناف کی کتب کے حوالے سے یہ جزئیہ نقل کیا ہے:

من قرأ القرآن علی ضرب الدف والقضیب یکفر (ص ۱۶۷)

(جو شخص کلام مقدس کو دف یا بانسری پر پڑھے وہ کافر ہے)

اس کے بعد اپنا فتویٰ نقل کرتے ہوئے ملاعلی قاری حنفی فرماتے ہیں:

قلت اویقرب منه ضرب الدف والقضیب مع ذکر الله تعالی ونعت المصطفی ﷺ، وکذا التصفیق علی الذکر.

اسی (کفر) کے قریب ہے دف اور بانسری بجانا اللہ کے ذکر اور محمد ﷺ کی نعت کے ساتھ، اور یہی حکم ذکر کے ساتھ تالی بجانے کا ہے۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ یہاں دف وغیرہ کا ذکر ہے جس کا بعض مواقع پر جواز بھی ثابت ہے، اور رہی آجکل کی موسیقی اس کے ناجائز ہونے میں تو کسی کا اختلاف بھی نہیں، اس کے بعد بھی اتنی جرأت؟ وہ ذات رؤف وکریم ہے ورنہ ہمارے اس فعل پر نہ معلوم ہمارے اوپر کیا کچھ نازل ہوجاتا اور ہم اسی کے مستحق تھے، کہ اللہ کے نبی ﷺ کا جب ہم نے سرعام مذاق اڑانا شروع کردیا آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ یہ مذاق ہے یا نہیں؟ کہ جس چیز سے آپ منع کریں ہم نہ صرف وہی کام کریں بلکہ اسے علی الاعلان کرتے ہوئے اس پر یہ بھی سمجھیں کہ ہمیں اس پر ثواب بھی مل رہا ہے، تعجب ہے مسلمانوں کی سوچ پر کہ نہ معلوم انہیں کیا ہوگیا ہے کہ العیاذ باللہ اپنے نبی ﷺ کی نافرمانی کو انہوں نے فرمانبرداری سمجھ کر اس پر فخر کرنا شروع کردیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی حقیقی سمجھ عطا فرمائیں۔ امین

لما فی قوله تعالی: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ٥ (لقمان: ٦)

وفی الجامع الترمذی (۴۴/۲): عن علی بن ابی طالب قال قال رسول الله ﷺ: اذا فعلت امتی خمس عشرة خصلة حل بها البلاء...... واتخذت القیان والمعازف.

وفی ابن ماجة (ص۱۳۷): حدثنا محمد بن یحی ......عن مجاهد قال کنت مع ابن عمر فسمع صوت طبل فادخل اصبعیه فی اذنیه ثم تنحی حتی فعل ذلک ثلاث مرات ثم قال هکذا فعل رسول الله ﷺ.

وفی البدائع الصنائع (۵۱۳/۶):......دلت المسئلة علی ان مجرد الغناء معصیة وکذا الاستماع الیه وکذا ضرب القصب والاستماع الیه الا تری ان اباحنیفة رضی الله عنه سماه ابتلاء.

وفی الدر المختار (۳۴۸/۶): وفی السراج ودلت المسئلة ان الملاهی کلها حرام ویدخل علیهم بلا اذنهم لانکار المنکر قال ابن مسعود صوت اللهو والغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء النبات.

(۶۸) کسی ہندو کو کافر کہنا

سوال……کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کے گاؤں میں تین چار ہندو رہتے ہیں اور وہ لوگ زید کے گاؤں والوں سے برابر کے تعلقات رکھتے ہیں۔ ان ہندوؤں کو کافر کہنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً……صورت مسئولہ میں اگر یہ ہندو کافر کہنے کو برا اور ہتک آمیز محسوس کرتے ہوں تو ان کو کافر کہہ کر مخاطب کرنا جائز نہیں ہے۔

لمافي الهندية (۳۴۸/۵): لوقال ليهودي او مجوسي ياكافر يأثم ان شق عليه.

(وهكذا فى الدرالمختار (۷۶/۴)

(۶۹) یوں کہنا کہ میں انشاء اللہ نہیں جانتا

سوال……کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص اپنے ماتحت سے کہتا ہے کہ یہ کام کردینا اور وہ کہتا ہے Ok (او کے) انشاء اللہ یعنی ٹھیک ہے جناب انشاء اللہ۔ اس پر موصوف غصے میں آجاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں انشاء اللہ نہیں جانتا بس یہ کام کل تک ہونا چاہئے۔ ایسے جملے ادا کرنے والے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً……صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص یہ جملہ ادا کرنے سے دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا لہٰذا ایسے شخص کو تجدید ایمان اور شادی شدہ ہونے کی صورت میں تجدید نکاح کرنا چاہئے۔

لـمافي التاتارخانية (۴۶۶/۵): ولوقال لغيره ان شاء الله كه فلاں كار بكنى فقال بى ان شاء الله بكنم يكفر. وهكذا فى الهندية (۲۶۱/۲)

(۷۰) یوں کہنا: میں اللہ اور قرآن کو نہیں مانتا

سوال……کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دو آدمی کسی کے کام کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں آپس میں بحث ومباحثہ کر رہے تھے کہ ایک نے اللہ اور قرآن مجید کی قسم کھائی، جبکہ دوسرا شخص کہنے لگا کہ میں اللہ اور قرآن کو نہیں مانتا (العیاذ باللہ) تو کیا ان الفاظ سے اس کے ایمان پر کوئی اثر پڑا یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں راہنمائی فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً……اللہ تعالیٰ اور کلام مقدس کا انکار کفر ہے، لہٰذا یہ شخص ان کے انکار سے کافر ہوگیا اسے تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرنا چاہیے اور اپنے اس فعل قبیح پر اللہ تعالیٰ جل شانہ کے حضور استغفار کے ساتھ ساتھ آئندہ اس طرح کے کلام سے احتراز کرنا چاہیے۔

لما فى البحر الرائق (۱۲۲/۵): ويكفر اذا انكر آية من القرآن او سخربآية منه……

وفیہ ایضاً (۵/ ۱۲۰): فیکفر اذا وصف اللہ بمالا یلیق بہ او سخر باسم من اسمائہ او بامر من اوامرہ او انکر وعدہ او وعیدہ او جعل لہ شریکا ......

وفی قاضی خان علی ھامش الھندیۃ (۳/ ۵۷۳): رجل کفر بلسانہ طائعا وقلبہ علی الایمان یکون کافرا ولا یکون عنداللہ تعالیٰ مؤمنا.

وفیہ ایضاً (۳/ ۵۸۱): اجمع اصحابنا علی ان الردۃ تبطل عصمۃ النکاح وتقع الفرقۃ بینھما بنفس الردۃ ......

وفی الخلاصۃ (۴/ ۳۸۳): ومنھا ان ردۃ احد الزوجین یوجب البینونۃ بینھما فی الحال بدون قضاء القاضی ...... اذا وصف اللہ تعالیٰ بما لایلیق بہ اوسخر باسم اللہ او بامر من اوامرہ او انکر وعدہ او وعیدہ.

وفی الھندیۃ (۲/ ۲۵۸): یکفر اذا وصف اللہ تعالیٰ بما لایلیق بہ اوسخر باسم من اسمائہ او بامر من اوامرہ اوانکر وعدہ ووعیدہ......

وفیھا ایضاً (۲/ ۲۶۶): اذا انکر الرجل آیۃ من القرآن او تسخر بآیۃ من القرآن وفی الخزانۃ اوعاب کفر......

وفیھا ایضاً (۲/ ۲۸۳): رجل کفر بلسانہ طائعا وقلبہ مطمئن بالایمان یکون کافرا ولا یکون عنداللہ مؤمنا.

وفی الدر المختار (۳/ ۱۹۳): (وارتداد احدھما) ای الزوجین (فسخ) فلا ینقص عدداً (عاجل) بلا قضاء.

وفیہ ایضاً (۴/ ۲۴۶): مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا ومافیہ خلاف یومر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح.

(۷۱) مذاقاً سوال کرنا کہ کیا تمہارے نبی نے شراب پی؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے مذاق میں سوال کیا کہ ”کیا تمہارے نبی نے شراب پی ہے؟“ (العیاذ باللہ)۔ بعد میں سب کے زور دینے پر کلمہ پڑھ لیا۔ ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص مذاق واستخفاف کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا۔ بعد میں اگر تجدید ایمان کرلیا ہے تو صحیح ہے اور اگر شادی شدہ ہو تو تجدید نکاح بھی ضروری ہے۔

لمافي الهندية (۲/۲۶۳): سئل عمن ينسب الى الانبياء الفواحش كعزمهم على الزنا ونحوه ......
...... يكفر لانه شتم لهم واستخفاف بهم ....وقال مع ذلک ان الانبياء عليهم السلام عصوا فكافر لانه شاتم.

وفي ردالمحتار (۴/۲۳۴): ايما رجل مسلم سب رسول الله او كذبه او عابه او تنقصه فقد كفر بالله تعالى وبانت منه امرأته.

(۷۲) ''اگر میں نے یہ کام کیا تو میں امت محمدیہ میں سے نہیں'' کہنے کا حکم

سوال......کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں نے یہ کام کیا تو میں امت محمدیہ میں سے نہیں پھراس نے وہ کام کر بھی لیا۔ اب آپ یہ بتائیں کہ یہ قسم ہے کہ وہ حانث ہو چکا ہے، اس کام کے کرنے کی بناء پر یا یہ الفاظ کفر ہیں کہ اس کام کے کرنے کی بناء پر اس کا ایمان ختم ہو گیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں مذکورہ الفاظ قسم کے ہیں البتہ اگر مذکورہ شخص اس بات کا اعتقاد رکھتا ہو کہ اس طرح قسم کھانا کفر ہے تو جب وہ کام کرے گا تو کافر ہو جائے گا اور امت محمدیہ سے نکل جائے گا اور اگر کوئی اعتقاد نہ ہو صرف جہالت کی وجہ سے ایسی قسم کھائی ہو تو کافر نہیں ہوگا۔

لمافي الهندية (۲/۵۴): اذاقال ان فعل كذا فانا بريئ من القرآن الذى تعلمت حيث يكون يمينا ولو قال انا برئ عن الحجة وعن الصلاة كان يمينا ....ولو قال ان فعل كذا فهو يهودى اونصرانى اومجوسى اوبرئ من الاسلام اوكافر ....اونحو ذلک مما يكون اعتقاده كفر فهو يمين استخفافا ....والمختار للفتوى ان كان عنده انه يكفر متى اتى بهذا الشرط ومع هذا اتى يصير كافرا ....وان كان عنده انه اذا اتى بهذا الشرط لايصير كافرا لايكفر.

وفي الدرالمختار (۳/۷۱۴): وبرئ من الاسلام ومن المؤمنين يمين لانه كفر وتعليق الكفر بالشرط وسيجئ انه ان اعتقد الكفر به يكفر والا يكفر.

وفي الشامية: يكفر بالتشديد اى تلزمه الكفارة.

(۷۳) ''کاش نماز روزہ فرض نہ ہوتے'' یہ کہنے کا حکم

سوال......کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کہے کہ کاش نماز روزہ فرض نہ ہوتے ایسا شخص کا کیا حکم ہے آیا کافر ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً......اگر مذکورہ شخص تاویل کر کے یہ بات کہتا ہے بایں معنی کہ اس کی ادائیگی میں مشقت ہوتی ہے اور میں اس کی طاقت نہیں رکھتا تو کافر نہیں ہوگا اور اگر بغیر تاویل کے کہے تو کافر ہو جائے گا۔

وفی الخانیة (۴/۴۶۸): ولوتمنی ان الله تعالی لولم یفرض صوم رمضان لماشق علیه لایکون کافرا......اذانوی انه لایمکنه اداء حقوقه ......ولوقال ان هذه الطاعات جعلها الله عذاباعلینا ان نوی ان طاعتها مشقة علینا لایکون کفرا. وهکذافی الهندیة (۲/۲۷۰)

(۷۴) چند شرکیہ اشعار

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جو کہ اپنے آپ کو صوفی اور فنافی اللہ کہتا ہے نے یوں کہا کہ ؎

قطرہ دریا میں گر کر فنا ہوگیا بندہ وجد میں جاکر خدا ہوگیا

''خداتعالیٰ ازل سے وحدہ لاشریک تھا لیکن بعد میں اس نے اپنے روبرو آئینہ دیکھا پھر خدا جیسا کہ ایک دوسرا ہوگیا (العیاذ باللہ) ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں مذکورہ کلمات شرکیہ ہیں اور ایسا اعتقاد رکھنا کفر اور ان کلمات کا پڑھنا حرام ہے۔

لمافی قوله تعالی: هُوَاللّٰهُ الَّذِیْ لَآاِلٰهَ اِلَّاهُوَ ج الایة (الحشر: ۲۳) قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ (الاخلاص: ۱)
اِنَّ اللّٰهَ لَایَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ج الایة (النساء: ۴۸)

(۷۵) انامؤمن حقا اور انا مؤمن انشاء اللہ کہنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ انا مومن حقا اور انا مومن انشاء اللہ۔ یہ دونوں قول کہنا صحیح ہے یا صحیح نہیں ہے؟ اور کس مذہب کے مطابق صحیح ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً.........صورت مسئولہ میں اگر کوئی شخص انا مومن حقا کہے تو عندالاحناف اس طرح کہنا درست ہے جبکہ شوافع کے نزدیک درست نہیں۔ اور انا مومن انشاءاللہ کہا تو اگر ایمان میں شک کی وجہ سے کہے تو دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا لیکن اگر اس وجہ سے کہے کہ معلوم نہیں دنیا سے جاتے وقت میرا کیا حال ہوگا، یا کسی اور ایسی ہی تاویل کی بنیاد پر کہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

لمافی التاتارخانیة (۵/۵۴۳): فاما الاستثناء فی الایمان هل هو شک ام لا قال بعض الفقهاء: ان هذا شک فی الایمان وقال بعضهم لیس بشک وصورة الاستثناء ان یقول انا مومن انشاء الله وهذا هو المذهب عند الشافعی وقال ابوحنیفة ینبغی ان یقول انامؤمن حقا وهذا هوالاصح. وقال بعضهم

لاخلاف فی المسألة لان الشافعی قال انا مؤمن انشاء اللہ علی وجه الخوف وقال ابوحنیفة انا مومن حقا علی وجه حسن الظن باللہ تعالیٰ.

وفی خلاصة الفتاوی (۳۸۶/۴): رجل قال انا مؤمن انشاء اللہ یکفر ان قال من غیر تاویل ولوقال لاادری اخرج من الدنیا مؤمنا او لالایکفر. (وهکذا فی الهندیة (۲۵۷/۲)

(۷۶) ''فلاں کا چہرہ ملک الموت کے چہرے کی طرح ہے'' کہنے کا حکم

سوال.....کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اور عمر دونوں میں آپس میں دشمنی ہے ایک روز زید نے یوں کہا کہ عمر کے چہرے کو تو میں ملک الموت (موت کے فرشتے) کے چہرے کی طرح سمجھتا ہوں۔ آیا اس طرح کہنے سے زید کافر ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ میں اگر زید نے یہ جملہ بوجہ موت کی ناگواری کے کہا ہے تو اس صورت میں وہ کافر نہیں ہوگا۔ اور اگر ملک الموت (موت کے فرشتے) کی اہانت کے طور پر کہا ہے تو کافر ہو جائے گا۔

لمافی التاتارخانیة (۴۸۹/۵): اذا قال لغیره رؤیتی ایاک کرؤیة ملک الموت هذا خطأعظیم وهل یکفر هذا لقائل ؟ فیه اختلاف ....وقال بعضهم : ان قال ذلک لعداوة ملک الموت یصیر کافرا وان قال لکراهة الموت لایصیر کافرا.

وهکذا فی الهندیة (۲۶۶/۲)

(۷۷) اللہ تعالیٰ کیلئے کسی جگہ یا مکان میں ہونے کے اعتقاد کا حکم

سوال.....کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص اللہ رب العزت کیلئے مکان کو ثابت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں عرش پر ہیں یا اس پر بیٹھے ہوئے ہیں ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً.....اگر کوئی شخص اللہ رب العزت کیلئے مخصوص مکان کو ثابت کرے اور اس کا اعتقاد رکھے تو وہ کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے چاہے یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہیں یا آسمانوں پر ہیں یا اس کے علاوہ کسی اور جگہ۔

لمافی التاتارخانیة (۴۶۴/۵): اذا قال اللہ تعالی فی السماء عالم ان اراد به المکان کفر وان اراد به الحکایة عماجاء فی ظاهر الاخبار لایکفر وان لم تکن له نیة یکفر عنداکثرهم. وفی التخییر وهو الاصح وعلیه الفتوی. وهکذا فی الهندیة (۲۵۹/۲)

(۷۸) ''اسلامی معاشی نظام، معاشی ترقی سے روکتا ہے'' یہ کہنے والے کا حکم

سوال.....کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض مسلمان کہتے ہیں کہ ڈیموکریسی کا نظام انسانوں کی

اقتصادی ضروریات کو متضمن ہے اور اس میں انسان ترقی کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوجاتا ہے اور اسلامی نظام ترقی سے روکتا ہے معیشت میں کیونکہ شریعت نے بہت سارے تصرفات سے منع کیا ہے شریعت کا کیا حکم ہے اس شخص کے بارے میں؟

الجواب حامداً ومصلیاً..... صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص کا قول اگر ظاہر پر مبنی ہو بایں معنی کہ ظاہری طور پر ڈیموکریسی کے نظام کو دیکھ کر یہ بات کہہ رہا ہوں تو ایسا شخص فاسق وفاجر شمار ہوگا اور اگر وہ اعتقاد کے اعتبار سے ایسا کہہ رہا ہو بایں معنی کہ اسلامی نظام انسان کی معاشی ضروریات کو پورا نہیں کرتا ہے اور یہ ایک ناقص نظام ہے تو ایسا شخص کافر ہوجائے گا اور دائرہ اسلام سے خارج ہوگا۔

لمافي قوله تعالى (آل عمران :۸۵) : وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ○

(آل عمران: ۱۹): إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللهِ الْإِسْلَامُ ۖ الاية

(المائدة : ۳):اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا ۚ الاية

(۷۹) توہین رسالت کا ارتکاب کرنے والا

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص توہین رسالت کا مرتکب ہو تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً.....توہین رسالت کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے لہٰذا اگر ایسا شخص توبہ کرلے اور تجدید ایمان کرلے تو ٹھیک ورنہ ایسا شخص واجب القتل ہے۔

لمافي التاتارخانية (۵/۴۷۷): من لم يقر ببعض الانبياء عليهم السلام اوعاب نبيا بشئ اولم يرض بسنة من سنن المرسلين عليهم السلام فقد كفر.

وفي الهندية (۲/۲۶۳): من لم يقر ببعض الانبياء عليهم السلام اولم يرض بسنة من سنن المرسلين فقد كفر ..... قال ابو حفص الكبير كل من ارادبقلبه بغض نبي كفر.

(۸۰) یوں کہنا کہ اگر اللہ خود بھی منع کرے تو ہم نہیں مانیں گے

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مجمع مسجد کے قریب بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا ایک عالم وہاں سے گزرے تو انہوں نے ان لوگوں کو منع کیا اور کہا کہ کم از کم نماز کے اوقات میں ٹی وی بند کردیا کرو لیکن وہاں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ مولوی صاحب رہنے دو اگر اللہ خود بھی منع کرے تو ہم بند نہیں کریں گے (العیاذ باللہ) ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ میں ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا۔ اسے تجدید ایمان اور شادی شدہ ہونے کی صورت

میں تجدید نکاح کرنا ضروری ہے۔

لمافی التاتارخانية (۵/۴۸۵): اذا قال لو امرنی الله تعالى بكذا لم افعل او قال لو صارت القبلة الى هذه الجهة ماصليت فقد كفر. وفى الهندية هكذا (۲/۲۵۸)

(۸۱) شرعی قانون وراثت کا انکار کرنا

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں ایک پورا خاندان مسلمان ہوا اور اب وہ تمام احکام شریعت کو تسلیم کرتا ہے لیکن شرعی قانون وراثت کو تسلیم نہیں کرتا بلکہ ان کا کہنا یہ ہے کہ ہم اپنے آباء واجداد کے قانون وراثت کو نہیں چھوڑ سکتے تو ایسی جماعت کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً.....صورت مسئولہ میں یہ نومسلم جماعت ایک ایسے حکم کا انکار کررہی ہے جس کا حکم قرآن وسنت میں صراحۃ موجود ہے اور ہر خاص وعام جانتا ہے کہ شریعت کا اپنا قانون وراثت ہے گویا شرعی قانون وراثت کا انکار ماعلم من الدين ضرورةً کا انکار ہے لہٰذا ایسی جماعت کو ابتداء سمجھایا جائے، اگر تسلیم کرلیں تو ٹھیک ورنہ یہ جماعت دائرہ اسلام سے خارج سمجھی جائے گی۔

لمافی الهندية (۲/۲۶۶): اذا أنكر الرجل آية من القرآن تسخر بآية من القرآن وفى الخزانة اوعاب كفر كذا فى التاتارخانية.

وفى الدر المختار مع رد المحتار (۴/۲۲۳): والكفر لغة ستر وشرعاتكذيبه ا ني شئ مما جاء به من الدين ضرورة.

وفى الشامية تحته: المراد بالتكذيب عدم التصديق الذى مر أى عدم الاذعان والقبول لماعلم مجيئه بها ضرورةً اى علما ضروريا لايتوقف على نظر واستدلال ....واما اذلم يبلغ حد الضرورة كاستحقاق بنت الابن السدس مع البنت باجماع المسلمين فظاهر كلام الحنفية الاكفار بجحده.

(۸۲) کافر کو کافر کہنا

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کافر کو کافر کہنا ازروئے شرع کیسا ہے۔ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً.....اگر کافر کو کافر کہنا ناگوار گزرتا ہو تو جائز نہیں۔

لمافی الهندية (۵/۳۴۸): لو قال ليهودى او مجوسى يا كافر يأثم ان شق عليه.

وفى الدر المختار (۴/۷۶): وفى القنية قال ليهودى او مجوسى يا كافر يأثم ان شق عليه.

(۸۳) یارسول اللہ مدد، یاعلی مدد اور یاعلی مشکل کشا کہنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص یارسول اللہ مدد کہے یاعلی مدد کہے اسی طرح علی مشکل کشا کے نعرے لگائے تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟ نیز اگر ماتحت الاسباب ایسے الفاظ سے پکارے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... جواب سے پہلے ضروری تمہید کے طور پر عرض ہے کہ کفریہ وشرکیہ الفاظ کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم یہ ہے کہ ان میں کسی قسم کی تاویل ممکن ہو، دوسرے یہ کہ ان میں کسی قسم کی تاویل ممکن نہ ہو۔ اگر قائل کا قول ایسا صریح ہے کہ اس میں کسی طرح تاویل کی گنجائش نہیں تو اس صورت میں کسی طرح کی تاویل اس کو کفر سے نہیں بچاسکے گی۔ اس لئے کہ ضروریات دین میں تاویل سے کفر سے نہیں بچا جاسکتا۔ اور اگر وہ قول ایسا ہے کہ اس میں تاویل ممکن ہے اور متکلم سے جب اس کی مراد معلوم کی جاتی ہے تو وہ کفر صریح کے بجائے کسی بدعقیدگی یا جاہلانہ عقیدے پر دلالت کرتی ہے تو ایسے شخص کے بارے میں کفر کا قول نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کے قول میں تاویل کرلی جائے گی۔

اب مذکورہ سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یارسول اللہ مدد، یاعلی مدد اور اس طرح کے دوسرے الفاظ غیر اللہ سے مدد مانگنے کے جواز کے عقیدے کے ساتھ کہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرح غیر اللہ سے بھی اسی طرح کی مدد ممکن ہے تو یہ کفر صریح ہوگا اور مذکورہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوگا۔

اور اگر قائل کی مراد یہ ہے کہ ان کے واسطے سے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی جاتی ہے تو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا کیونکہ واسطہ کی صورت میں بھی خطاب اللہ تعالیٰ کو ہی ہونا چاہئے کیونکہ وہی ذات عالم الغیب اور عالم ما کان وما یکون ہے لیکن یہ شخص کافر نہیں سمجھا جائے گا۔

نیز جہاں تک ماتحت الاسباب اس طرح پکارنے کا تعلق ہے تو یہ صرف انکی زندگی میں ممکن تھا۔ اب ان کی حیات کے بعد ماتحت الاسباب بھی اس طرح پکارنا صحیح نہیں ہے۔

لما فی قولہ تعالی(یونس: ۱۰۶): وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَالَایَنْفَعُکَ وَلَایَضُرُّکَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّکَ اِذاً مِّنَ الظّٰلِمِیْنَo

(الرعد: ۱۴): .... لَہٗ دَعْوَۃُ الْحَقِّ ط وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ لَایَسْتَجِیْبُوْنَ لَھُمْ بِشَیْءٍ اِلَّا کَبَاسِطِ کَفَّیْہِ اِلَی الْمَاءِ لِیَبْلُغَ فَاہُ وَمَاھُوَ بِبَالِغِہٖ ط الآیۃ

(النساء: ۴۸):............اِنَّ اللّٰہَ لَایَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ الآیۃ

وفی مجموعۃ الفتاوی علی ھامش الخلاصۃ (۴/۳۳۳): استفتاء سوال: گفتن یارسول اللہ ویاولی جائز است یانہ؟ ....وگفتن یارسول اللہ ویاولی اللہ کہ عادت ھندیان است کہ درنشست

وبرخاست میگویند نزد فقهاء حنفیا ن ناجائز است.

وفي فتاوى اللجنة الدائمة (۱/۹۷): نداء الانسان رسول الله اوغيره كعبدالقادر الجيلاني اواحمد التيجاني عندالقيام أوالقعود والاستعانة بهم في ذلك اونحوه لجلب نفع اودفع ضر نوع من انواع الشرك الاكبر.

(۸۴) عامل یا نجومی سے چور متعین کروانا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص کا کوئی نقصان مثلاً چوری وغیرہ ہوجائے تو وہ شخص کسی عامل یا نجومی وغیرہ کے پاس جاتا ہے اور پھر نجومی یا عامل جس شخص کے بارے میں اپنے شک کا اظہار کرتا ہے تو یہ شخص اس کے کہنے کی بناء پر اس شخص سے اپنا نقصان وصول کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔ تو آیا اس شخص کا اس نجومی یا عامل کی خبر پر اعتماد کرنا اور متعین کئے گئے شخص سے وصولی کا تقاضا کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں عامل یا نجومی کے قول پر اعتماد کر کے وصولی کا تقاضا قطعاً صحیح نہیں ہے بلکہ اس کی بات کی تصدیق کرنا کفر ہے جس سے اجتناب واجب ہے۔

لمافي المشكوة (ص۳۹۳): عن حفصة قالت قال رسول الله ا من اتى عرافا فسأله عن شئ لم يقبل له صلوة اربعين ليلة. .... وعن ابى هريرة ص قال قال رسول الله من اتى عرافا او كاهنا فصدقه بمايقول فقد برئ ممانزل على محمد.

وفي ردالمحتار (۴/۲۴۲): والحاصل ان الكاهن من يدعي معرفة الغيب باسباب وهي مختلفة ....والكل مذموم شرعامحكوم عليهم وعلى مصدقهم بالكفر............وفي التاتارخانية : يكفر بقوله انا اعلم المسروقات اوانااخبر عن اخبار الجن اياى.

(۸۵) کیا آپ ﷺ حاضر وناظر اور عالم الغیب تھے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں بریلوی حضرات کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ حاضر وناظر اور غیب کے جاننے والے ہیں جبکہ میں نے سنا ہے کہ ان عقائد سے انسان کافر ہوجاتا ہے اور اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔ آپ فیصلہ فرمائیں کہ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... غیب کا علم ہونا اور حاضر وناظر ہونا یہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہیں اور خالق کی صفات مخلوقات میں نہیں پائی جاسکتیں لہٰذا اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرح کوئی اور بھی حاضر وناظر یا عالم الغیب ہے تو وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج

ہو جائے گا۔

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال : ۵۳،۵۷

(۸۶) جنات کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا انکار کرنا

سوال..... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص انکار کرے اس بات کا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنات کی طرف بھی مبعوث کیے گئے تھے آیا وہ کافر ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً..... جو شخص جنات کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا انکار کرے تو وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ جنات کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا انکار کرنا کئی آیات کے انکار کو مستلزم ہے جو کہ کفر ہے۔

لما فی قوله تعالی (الفرقان: ۱): تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۝

وفی روح المعانی (۱۸/۱/۲۳۱) تحت هذه الآیة: والمراد بالعالمین جمع من العالمین الانس والجن ممن عاصره الی یوم القیمة ویؤیده قرأة ابن الزبیر للعالمین للجن والانس وارساله الیهم معلوم من الدین بالضرورة فیكفر منكره.

وفی لقط المرجان فی احكام الجان (ص۷۷): لم یخالف احد من طوائف المسلمین فی ان الله تعالی ارسل محمدا الی الانس والجن. وبه فسر حدیث الصحیحین بعثت الی الاحمر والاسود ......

وقال امام الحرمین فی الارشاد : قد علمنا ضرورة انه ادعی كونه مبعوثا الی الثقلین.

(۸۷) حالت حیض میں بیوی سے ہمبستری کرنے کو حلال سمجھنے والے کا حکم

سوال..... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص بیوی سے حالت حیض میں ہمبستری کرنے کو حلال سمجھے تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً..... جو شخص اپنی بیوی سے حالت حیض میں ہمبستری کرے اور اس بات کا اعتقاد رکھے کہ یہ حلال اور جائز ہے تو وہ کافر نہیں ہوا لیکن اس طرح کرنا مکروہ تحریمی ہے جس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

لما فی الهندیة (۲/۲۷۳): لو استحل وطء امرأته الحائض یكفر وكذا لو استحل اللواطة من امرأته وفی النوادر عن محمد رحمه الله لا یكفر فی المسئلتین هو الصحیح.

وفی الدر المختار مع رد المحتار (۱/۲۹۷): ووطؤها یكفر مستحله كما جزم به غیر واحد ......

وقیل لا یكفر فی المسئلتین وهو الصحیح وعلیه المعول لانه حرام لغیره. ولما یجیئ فی المرتد انه

لایفتی بتکفیر مسلم کان فی کفرہ خلاف ولو روایۃ ضعیفۃ.

وفی الشامیۃ: (قولہ ووطؤھا) ای الحائض.

(لانہ حرام لغیرہ) ای حرمتہ لالعینہ ....من اعتقد الحرام حلالا اوعلی القلب یکفر اذا کان حراما لعینہ وتثبت حرمتہ بدلیل قطعی. اما اذاکان حرامالغیرہ بدلیل قطعی او حراما لعینہ باخبار الآحاد لایکفر اذا اعتقدہ حلالا.

(۸۸) کلمات کفر کا صدور

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کلمات کفر کہے مثلا اللہ تعالی نہ رزق دیتا ہے اور نہ شفاء (العیاذ باللہ) بلکہ رزق آدمی محنت سے حاصل کرتا ہے اور شفاء دوا سے ملتی ہے۔ تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......اگر کوئی شخص ایسے کلمات کفر کہے جن میں کسی طرح کی کوئی تاویل ممکن نہ ہو جیسا کہ مذکورہ بالا سوال میں ہیں تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، اس پر توبہ اور تجدید اسلام ونکاح ضروری ہے۔

لمافی قولہ تعالی (الذاریات: ۵۸): ان اللہ ھو الرزاق ذوالقوۃ المتین o

(ھود: ۶): ......ومامن دآبۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا الایۃ

(الشعراء: ۸۰): ...... واذا مرضت فھو یشفین o

وفی الھندیۃ (۲/۲۵۷): یکفر اذا وصف اللہ تعالی بما لایلیق بہ ....او جعل لہ شریکا.

(۸۹) شیعہ کی نماز جنازہ پڑھانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جو سنی العقیدہ ہے وہ ایک شیعہ کی نماز جنازہ پڑھاتا ہے۔ اب ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً..........صورت مسئولہ میں اگر یہ شخص شریعت کا حکم سمجھ کر جنازہ پڑھاتا ہے تو دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا لیکن اگر اس کا خیال یہ ہے کہ شریعت نے اس سے منع کیا ہے لیکن اس ممانعت کے باوجود پڑھاتا ہے تو فاسق وفاجر ہے۔

لمافی قولہ تعالی (التوبۃ: ۸۴): ولاتصل علی احد منھم مات ابداولاتقم علی قبرہ انھم کفروا باللہ ورسولہ وماتواوھم فاسقونo

وفی احکام القرآن للقرطبی (۸/۲۲۱) تحت ھذہ الایۃ: قال علماء نا ھذانص فی الامتناع من الصلاۃ علی الکفار.

وفی روح المعانی (۱۰/۱۵۳): اشارة الی اهانتهم بعدالموت. اخرج البخاری عن ابن عمر...... والمراد من الصلوٰة المنهی صلاة المیت المعروفة.

ولمافی الصحیح للبخاری (۲/۶۷۳): عن ابن عمر رضی اللہ عنهما قال لماتوفی عبداللہ بن ابی جاء ابنه عبداللہ بن عبداللہ الی رسول اللہ ﷺ فسأله ان یعطیه قمیصه یکفن فیه اباه فاعطاه ثم سأله ان یصلی علیه فقام رسول اللہ ﷺ لیصلی فقام عمر فاخذ بثوب رسول اللہ ﷺ...........قال فصلی علیه رسول اللہ ا قال فانزل اللہ ولاتصل علی احد منهم مات ابداولاتقم علی قبره ......

وفی الهندیة (۲/۲۶۴): یجب اکفار الروافض فی قولهم برجعة الاموات الی الدنیا وبتناسخ الارواح وبانتقال روح الاله الی الائمة وبقولهم خروج امام باطن وبتعطلهم الامر والنهی الی ان یخرج الامام الباطن وبقولهم ان جبرائیل غلط فی الوحی الی محمد ﷺ دون علی بن ابی طالبص وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام واحکامهم احکام المرتدین.

(۹۰) ”شیعہ سنی بھائی بھائی“ نعرہ لگانے والے کا حکم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آجکل علماءِ حق نے شیعوں کو کافر قرار دیا ہے تو اس کے بعد بھی جو شخص شیعہ سنی بھائی بھائی کا نعرہ لگائے آیا ایسے شخص کو کافر کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز یہ بھی بتائیں بعض علماء فرماتے ہیں کہ شیعوں کے بارے میں علی الاطلاق کفر کا فتویٰ نہیں ہے کیا یہ بات صحیح ہے خوب وضاحت کے ساتھ جواب دیں اور تفصیلاً یہ بھی بتائیں کہ علی الاطلاق کفر کا فتویٰ کیوں نہیں ہے کیونکہ شیعہ تو شیعہ ہی ہوتا ہے؟ براہ کرم مفصل انداز میں جواب دیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......شیعہ اثنا عشریہ اور ہر وہ شخص جو تحریف قرآن اور موجودہ قرآن کے اصلی قرآن ہونے کا منکر ہو یا شیخین (حضرات ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما) کو بُرا بھلا کہتا ہو یا ان کے بارے میں صحابی رسول اور خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا انکار کرتا ہو یا اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتا ہو یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو معبود مانتا ہو یا حضرت جبرائیل علیہ السلام پر وحی لانے میں غلطی کا الزام لگاتا ہو تو وہ شخص شریعت کی رُو سے کافر ہے۔ اوران کے کفر میں کوئی شبہ نہیں۔ لیکن چونکہ شیعوں کے فرقے بہت زیادہ ہیں۔ اور یہ بات کہ تمام شیعہ اس قسم کے کفریہ عقائد رکھتے ہیں تحقیق سے ثابت نہیں ہوئی، اور دوسری طرف شیعوں کے عقائد پر تقیہ کی چادر ہے ان کے عقائد معلوم ہونا بہت مشکل ہے، نیز کسی کو کافر قرار دینا چونکہ نہایت سنگین معاملہ ہے، اس لئے اس میں بے حد احتیاط ضروری ہے، اسی لئے چودہ سو سال سے علمائے اہلسنّت کی اکثریت شیعوں کو علی الاطلاق کافر کہنے کے بجائے یہ کہتی آئی ہے کہ جو شیعہ ایسے کفریہ عقائد رکھے تو وہ کافر ہے، اور یہی طریقہ بیشتر اکابر علماء دیوبند کا رہا ہے، لیکن علی الاطلاق کافر نہ کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ شیعوں کی گمراہی میں کوئی شبہ ہے۔ جن شیعوں کو کافر قرار دینے سے احتیاط کی گئی ہے بلا شبہ وہ بھی سخت ضلالت اور گمراہی میں ہیں، لہٰذا

جن شیعوں کے کفر پر اتفاق ہے ان کو مسلمان کہنے سے کافر ہو جاتا ہے لیکن اگر کوئی بھائی بھائی کہتا ہے تو اس سے کافر تو نہیں ہوگا البتہ گنہگار ہوگا۔ اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ شیعوں سے میل جول، یا اتحاد یا بھائی چارگی کا نعرہ نہ لگائیں۔ بالخصوص جبکہ شیعہ اس قسم کے تعلقات سے غلط فائدہ اٹھاتے ہیں اور اپنے غلط عقائد کی تبلیغ کرتے ہیں بلکہ ان کے غلط عقائد سے واقف ہونے کے باوجود ان کے ساتھ میل جول یا تعلقات رکھنے سے اپنے ایمان کو بھی بسا اوقات خطرہ ہوتا ہے۔ اعاذنا اللہ منہ

لمافی القرآن الكريم(سورة الانعام: ٦٨): واما ينسينك الشيطان فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظالمين.

(سورة آل عمران: ٢٨): لا يتخذ المؤمنون الكافرين اولياء من دون المؤمنين ج ومن يفعل ذالك فليس من الله في شيءٍ الا ان تتقوا منهم تقة ط ويحذركم الله نفسه. الآية

وفي تفسير روح المعاني(٢٦/١٢٨): وفي المواهب ان الامام مالكا قد استنبط من هذه الآية تكفير الروافض الذين يبغضون الصحابة رضي الله تعالیٰ عنهم، فانهم يغيظونهم ومن غاظه الصحابة فهو كافر، ووافقه كثير من العلماء انتهى، وفي البحر ذكر عند مالك رجل ينتقص الصحابة فقرأ مالك هذه الآية فقال من اصبح من الناس في قلبه غيظ من اصحاب رسول الله ﷺ فقد اصابته هذه الآية.

وفي مشكوة المصابيح(ص۵۵۴): عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ اذا رايتم الذين يسبون اصحابي فقولوا لعنة الله على شركم.

وفي منح الروض الازهر في شرح الفقه الاكبر(ص۴۵۸): ومن جحد القرآن، اي كله او سورة منه أو آية، قلت: وكذا كلمة أو قراءة متواترة، أو زعم انها ليست من كلام الله تعالیٰ كفر.

وفي الهندية (٢/٢٦٤): الرافضي اذا كان يسب الشيخين ويلعنهما والعياذ بالله فهو كافر وان كان يفضل عليا كرم الله وجهه على ابي بكر رضي الله تعالیٰ عنه لايكون كافرا الا انه مبتدع ......ولو قذف عائشة رضي الله عنها بالزنى كفر بالله ولو قذف سائر نسوة النبي ﷺ لايكفر ويستحق اللعنة ولو قال عمر وعثمان وعلي رضي الله عنهم لم يكونوا اصحابا لايكفر ويستحق اللعنة كذا في خزانة الفقه، من انكر امامة ابي بكر الصديق رضي الله عنه فهو كافر وعلى قول بعضهم هو مبتدع وليس بكافر والصحيح انه كافر وكذالك من انكر خلافة عمر رضي الله عنه في اصح الاقوال كذا في الظهيرية، ويجب اكفارهم باكفار عثمان وعلي وطلحة وزبير وعائشة رضي الله تعالیٰ عنهم، ويجب اكفار الزيدية كلهم في قولهم بانتظار نبي من العجم ينسخ دين نبينا وسيدنا محمد ﷺ كذا

فی الوجیز للکردری، ویجب اکفار الروافض فی قولھم برجعة الاموات الی الدنیا وبتناسخ الارواح وبانتقال روح الا لہ الی الائمة وبقولھم فی خروج امام باطن وبتعطیلھم الامر والنھی الی ان یخرج الامام الباطن وبقولھم ان جبریل علیہ السلام غلط فی الوحی الی محمد ﷺ دون علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ھؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام واحکامھم احکام المرتدین کذا فی الظھیریة...... وفی (ص ۲۶۶): اذا انکر الرجل آیة من القرآن أو تسخر بآیة من القران وفی الخزانة أو عاب کفر کذا فی التتارخانیة.

وفی الشامیة (۲۳۷/۴): اقول: نعم نقل فی البزازیة عن الخلاصة ان الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنھما فھو کافر، وان کان یفضل علیا علیھما فھو مبتدع اھ وھذا لایستلزم عدم قبول التوبة، علی ان الحکم علیہ بالکفر مشکل، لما فی الاختیار اتفق الائمة علی تضلیل اھل البدع اجمع وتخطئتھم وسب احد من الصحابة وبغضہ لایکون کفرا، لکن یضلل الخ وذکر فی فتح القدیر ان الخوارج الذین یستحلون دماء المسلمین واموالھم ویکفرون الصحابة حکمھم عند جمھور الفقھاء واھل الحدیث حکم البغاة، وذھب بعض اھل الحدیث الی انھم مرتدون، ......نعم لاشک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنھا أو انکر صحبة الصدیق، أو اعتقد الا لوھیة فی علی أو ان جبریل غلط فی الوحی، أو نحو ذالک من الکفر الصریح المخالف للقرآن، ولکن لو تاب تقبل توبتہ......

وفی الدرالمختار (۲۲۹/۴، ۲۳۰): واعلم انہ لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن او کان فی کفرہ خلاف ولو کان ذالک روایة ضعیفة.

(۹۱) کیا سجدہ تعظیمی کفر ہے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے بہنوئی بدعتی اور مشرک عقیدہ کے مالک ہیں، قبر پر سجدہ بھی کر لیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ میں سجدہ کی نیت نہیں کرتا بلکہ تعظیما جھکتا ہوں، ہماری بہن چار سال سے لڑائی جھگڑے کے بعد سے ہمارے پاس ہے اس کے دو بچے ہیں لڑکا باپ کے پاس ہے لڑکی ہمارے پاس ہے، بہنوئی نے بہن کو دو طلاقیں دینے کے بعد رجوع کرلیا تھا لیکن اس کے بعد بھی جھگڑے ہوتے رہے، اب چار سال سے بہن ہمارے پاس ہے، اب وہ بہت عاجزی سے کہہ رہے ہیں کہ بچوں کی خاطر بھیج دو جو آپ کہو گے میں ویسا کروں گا۔

معلوم یہ کرنا ہے کہ اس خراب عقیدہ کے انسان کے پاس بہن کو بھیجنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر بہن کو بھیجنا ہی پڑے تو کن شرائط کے

نہ بھیجیں تاکہ ہم گناہ گار نہ ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... سجدہ تعظیمی قطعی حرام ہے اس کا ارتکاب کرنے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے، رسول اللہ ﷺ نے ایسے افراد پر لعنت بھیجی ہے جو قبروں پر سجدے کرتے ہیں، البتہ آپ کا بہنوئی اس سجدے سے کافر نہیں ہوا اس لئے اس کے ساتھ آپ کی بہن کا نکاح برقرار ہے، لہٰذا اگر وہ اپنے ان افعال قبیحہ سے توبہ واستغفار کر لیتا ہے اور اس کے خاندان کے بڑے اس کی ضمانت لیتے ہوں تو آپ اپنی بہن کو اس کے پاس بھیج دیں۔

لما فی الصحیح للبخاری (١/١٧٧): عن عائشة عن النبی ﷺ قال فی مرضه الذی مات فیه لعن الله الیهود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائهم مساجد.

وفی التاتارخانیة (٣/ص ٥): رجل زوج ابنته من رجل ثم زعم انه تکلم بکفر وان ابنته حرمت علیه والزوج ینکر فالقول قول الزوج لانه ینکر الفرقة ولا یحل للمرأة ان تمنع نفسها منه اذالم تکن سمعت منه کلمة الکفر فان فعلت کانت عاصیة ناشزة.

وفی الهندیة (٥/٣٦٨): التواضع لغیر الله حرام کذا فی الملتقط من سجد للسلطان علی وجه التحیة او قبل الارض بین یدیه لایکفر ولکن یاثم لارتکابه الکبیرة هوالمختار.

وفیها ایضاً (٢/٢٧٩): اذا سجد لانسان سجدة تحیة لا یکفر کذا فی السراجیة.

وفی الدرالمختار (٦/٣٨٣): وکذا مایفعلونه من تقبیل الارض بین یدی العلماء والعظماء فحرام والفاعل والراضی به آثمان لانه یشبه عبادة الوثن وهل یکفر ان علی وجه العبادة والتعظیم کفر وان علی وجه التحیة لا وصار آثما مرتکبا للکبیرة، وفی الملتقط التواضع لغیر الله حرام.

(٩٢) مسواک کا مذاق اڑانا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مسواک کر رہا تھا کہ دوسرے نے کہا یہ لکڑی کیسی ہے یا اس نے کہا کہ یہ کیا ہے۔ کیا یہ شخص اس طرح کہنے سے گناہ گار ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً......... صورت مسئولہ میں اگر اس شخص کا مقصود یہ معلوم کرنا ہے کہ یہ مسواک کون سے درخت کی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن اگر اس طرح کے سوال سے مقصود سنت کا مذاق ہے تو اس سے یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جائیگا۔

لمافی التاتارخانیة (٥/٤٧٧): من لم یقر ببعض الانبیاء .... اولم یرض بسنة من سنن المرسلین علیهم السلام فقد کفر.

وهکذا فی الهندیة (٢/٢٦٣)

وفیها ایضا (۵/۴۸۲): قیل هذا استخفاف بسنة رسول الله ﷺ وانه کفر ....وکذالک فی سائر السنن خصوصا فی سنة هی معروفة وثبوتها بالتواتر کالسواک وغیره.

(۹۳) خلافت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا انکار کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کا منکر ہوتو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اگر کسی شبہ یا تاویل کی وجہ سے خلافت کا منکر ہوتو کافر نہیں بلکہ فاسق ہے جس سے اجتناب کی ضرورت ہے۔اور اگر بغیر شبہ یا کسی تاویل کے انکار کرے تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

لمافی التاتارخانیة (۵/۴۸۵): من انکر خلافة ابی بکر فهو کافر علی قول بعضهم وقال بعضهم: هو مبتدع لیس بکافر والصحیح انه کافر وکذا من انکر خلافة عمر رضی الله عنه فی اصح الاقوال.

وهکذا فی الهندیة (۲/۲۶۴)

وفی ردالمحتار (۴/۲۶۳): قال فی شرح منیة المصلی :ان ساب الشیخین ومنکر خلافتهما ممن بناه علی شبهة له لایکفر.

(۹۴) کیا نماز ورزش ہے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو یوں کہے کہ نماز ایک ورزشی عمل ہے اصلاح بدن کیلئے لہٰذا جس کی صحت خراب ہوتو اس کو زیادہ نمازیں پڑھنا چاہیے اور ہماری صحت تو ٹھیک ہے لہٰذا ہم کو زیادہ نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں اگر ہمارا دل چاہے گا تو نماز پڑھیں گے ورنہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......کسی شخص کا یہ کہنا کہ نماز ورزش ہے اگر اس سے اُس کا عقیدہ یہ ہو کہ نماز فرض ہی نہیں اور اس کا یہ کہنا جب ہم چاہیں گے پڑھیں گے اور جب چاہیں گے چھوڑ دیں گے اس سے اُس کا عقیدہ یہ ہو کہ نماز کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہے تو ایسے عقیدے کا حامل شخص کافر ہے۔لیکن اگر مذکورہ الفاظ سے اس کا عقیدہ یہ ہو کہ نماز تو اللہ تعالیٰ کا ایک فریضہ ہے لیکن وہ سستی اور کاہلی کی بنا پر نماز نہیں پڑھتا تو اگرچہ کافر تو نہیں لیکن فاسق ضرور ہے۔

لمافی التاتارخانیة (۵/۴۹۴): وفی واقعات الناطفی قال محمد رحمه الله قول الرجل لااصلی . یحتمل اربعة اوجه ....والثالث لااصلی فسقا مجانة فهذه الثلاث لیس بکفر والرابع لااصلی اذلیست تجب علی الصلاة اولم اومر بها جحودا بها وفی هذا الوجه یکفر.

وهكذا في الهندية (۲/۲۶۸)

(۹۵) یوں کہنا کہ حضرت آدم علیہ السلام گندم نہ کھاتے تو......

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک شخص یہ کہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جنت میں گندم کا دانہ نہ کھاتے تو ہم جنت میں ہوتے۔ آیا اس طرح کا قول صحیح ہے؟ آیا اس سے وہ گناہ گار ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... اگر مذکورہ شخص حضرت آدم علیہ السلام کی حقارت کے طور پر کہے یا مطلب یہ ہو کہ حضرت آدم علیہ السلام گندم نہ کھاتے ہم اس طرح بدبخت نہ ہوتے تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔

اور اگر اس کا مطلب یہ ہو کہ اگر حضرت آدم علیہ السلام گندم نہ کھاتے تو ہم ان مصائب اور آلام میں نہ پڑتے تو بلاشبہ سخت گناہ گار ہوگا البتہ دائرہ اسلام سے خارج نہ ہوگا۔ اور اگر ویسے ہی کہتا ہے کہ اگر حضرت آدم علیہ السلام گندم نہ کھاتے تو آپ کو جنت سے نہ اتارا جاتا اور ہم ان کی اولاد میں سے ہیں اولاد بھی جنت میں ہی ہوتی تو اس طرح کہنے میں کوئی حرج نہیں۔

لمافي التاتارخانية (۵/۴۸۰): اذا قال لولم يأكل آدم الحنطة لماوقعنا في هذه البلايا ففي كفره اختلاف المشائخ وفي الفتاوى الخلاصة: ولوقال لولم يأكل آدم الحنطة ماصرناأشقياء يكفر.

وفي البزازية على هامش الهندية (۶/۳۲۷): لولم يأكل آدم الحنطة ماصرنااشقياء يكفر ولوقال ماوقعنا في هذالايكفر عند بعضهم. واللّٰه اعلم بالصواب

(۹۶) کیا ہر حرام کا منکر کافر ہے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ غیر مقلدین تین طلاقوں کو ایک مانتے ہیں اور اسے حلال سمجھتے ہیں کیا ایسا حرام جس میں تھوڑا بہت اختلاف ہو اسے حلال سمجھنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے یا نہیں؟ نیز غیر مقلدین کا حکم کیا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... جس چیز کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو اس کا انکار کفر ہے اور جب حرمت دلیل ظنی سے ثابت ہو اور اس کا منکر اگر تاویل سے انکار کرے تو ایسا شخص کافر نہیں بلکہ اس پر فسق کا حکم بھی نہیں لگایا جائے گا اور اگر تاویل کے بغیر انکار کرے تو فاسق وفاجر ہے۔

اور تین طلاق کا تین واقع ہونا یہ اجماع سکوتی سے ثابت ہے اور اجماع سکوتی ایسی دلیل قطعی نہیں جس کے منکر کو کافر کہا جا سکے البتہ یہ ایک ایسی چیز کا انکار ہے جس پر صحابہ اور بعد میں چاروں ائمہ کا اتفاق ہے لہٰذا جو شخص تین طلاقوں کو ایک مجلس میں تین نہیں بلکہ ایک شمار کرے وہ ضال ومضل ہے۔

لمافي احكام القرآن للقرطبي (۳/۱۲۹): تحت آية "الطلاق مرتان فامساك بمعروف اوتسريح

باحسان "قال علماء نا : واتفق ائمة الفتوی علی لزوم ایقاع الطلاق الثلاث فی کلمة واحدة وهو قول جمهور السلف.

وفی اعلاء السنن (۱۱/۱۷۳): والحق هو ماقال جماهیر اهل الاسلام من الصحابة وغیرهم ان الثلاث واقعة مجتمعة ومفرقة فی المدخول بها وفی غیر المدخول بها تقع مجتمعة ولاتقع مفرقة.

وفی ردالمحتار (۳/۲۳۳): واماامضاء عمر الثلاث علیهم مع عدم مخالفة الصحابة له وعلمه بانها کانت واحدة فلایمکن الاوقد اطلعوافی الزمان المتاخر علی وجود ناسخ اولعلمهم بانتهاء الحکم لذلک لعلمهم باناطته بمعان علموا انتفاء ها فی الزمن المتاخر.

وفی نورالانوار (صـ۲۲۲): فالاقوی اجماع الصحابة نصا .... ثم الذی نص البعض وسکت الباقون من الصحابة وهوالمسمی بالاجماع السکوتی ولایکفر جاحده وان کان من الادلة القطعیة.

وفی الشامیة (۳/۲۳۳): توفی رسول الله ﷺ عن مائة الف عین رأته فهل صح لکم عنهم وعن عشر عشر عشرهم القول بوقوع الثلاث باطل؟ اما اولا فاجماعهم ظاهر لانه لم ینقل عن احد منهم انه مخالف عمر حین امضی الثلاث ولا یلزم فی نقل الحکم الاجماعی عن مائة الف تسمیة کل فی مجلد کبیر لحکم واحد علی انه اجماع سکوتی .... وقد ثبت النقل عن اکثرهم صریحا بایقاع الثلاث ولم یظهر لهم مخالف.

(۹۷) ہاتھ کی لکیروں سے قسمت کا حال معلوم کرنا

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہاتھ کی لکیروں پر یقین رکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......ہاتھ کی لکیروں پر یقین غیب کے عقیدے اور مؤثر حقیقی سمجھے بغیر صرف علامت کے طور پر ہوتو گناہ کبیرہ ہے اور اگر مؤثر حقیقی یا غیب کے علم کے طور پر ہوتو کفر ہے۔

لمافی المشکوٰة (صـ۳۹۳): عن ابی هریرة ص قال قال رسول الله من اتیٰ عرافا او کاهنا فصدقه بمایقول......... فقد بریٔ مما انزل علی محمد.

وفی شرح الفقه الاکبر (صـ۱۵۱): ذکر فی الفتاوی ان قول القائل عند رؤیة هالة القمر ای دائرته یکون مطر مدعیا علم الغیب لابعلامة کفر.

وفی الدرالمختار (۴/۲۴۰): والکافر بسبب اعتقاد السحرتوبة له ولوامرأة فی الاصح ....

یکفر الساحر بتعلمه وفعله اعتقد تحریمه اولا ویقتل انتهی لکن فی حظر الخانیة لواستعمله

للتجربة والامتحان ولايعتقده لايكفر.

وفي الشامية تحته: في الفتح :السحر حرام بلاخلاف بين اهل العلم واعتقاد اباحته كفر ......

وحاصله انه اختار انه لايكفر الااذا اعتقد مكفرا وبه جزم في النهر ....وعلم به وبمانقلناه عن الخانية انه لايكفر بمجرد عمل السحر مالم يكن فيه اعتقاد اوعمل ماهو مكفر ولذا نقل في تبيين المحارم عن الامام ابي المنصور ان القول بانه كفر على الاطلاق خطأويجب البحث عن حقيقته فان كان في ذلک رد مالزم في شرط الايمان فهو كفر والافلا اه.

(۹۸) سنت کا مذاق اڑانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی داڑھی کاٹتا ہے پھر آئینہ کے سامنے کھڑے ہوکر کہتا ہے کہ میں خوبصورت ہوگیا یعنی سنت کا مذاق اڑاتا ہے تو کیا یہ شخص ان الفاظ کے کہنے سے سنت کا مذاق اڑانے والا نہیں سمجھا جائے گا؟ ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اگر اس شخص نے مسنون داڑھی کٹوا کر یہ الفاظ کہے تو استخفاف کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا لیکن اگر کوئی شخص روزانہ داڑھی کاٹتا ہے تو ایسا شخص ان الفاظ سے کافر نہیں ہوگا البتہ سخت گناہ گار ہوگا جس سے اجتناب از حد ضروری ہے۔

لمافي البحر الرائق (۱۲۱/۵): ويكفر ....باستخفافه بسنة من السنن.

وفي الدرالمختار مع ردالمحتار (۲۲۲/۴): من هزل بلفظ كفر ارتد وان لم يعتقده للاستخفاف.

وفي الشامية: ولاعتبار التعظيم المنافي للاستخفاف كفر الحنفية بالفاظ كثيرة وافعال تصدر من المنهتكين لدلالتها على الاستخفاف بالدين كالصلاة بلاوضوء عمدا بل بالمواظبة على ترک سنة استخفافا بها بسبب انه فعلها النبيا ...... قلت ويظهر من هذا ان ماكان دليل الاستخفاف يكفر به.

(۹۹) داڑھی والے شخص کو بکرا کہنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے ایک داڑھی والے شخص کو بکرا کہا۔ ہماری مسجد کے مولانا صاحب نے جمعہ کے بیان میں فرمایا کہ ایسا شخص کافر ہوجائے گا۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اگر اس نے داڑھی کی حقارت اور استخفاف کی وجہ سے یہ الفاظ کہے تو یہ شخص کافر ہوجائے گا۔

واللہ اعلم بالصواب

دلائل المسئلة مرت تحت السؤال السابق.

(۱۰۰) یوں کہنا کہ مجھے داڑھی اچھی نہیں لگتی

سوال……کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے عمرو سے کہا کہ تم داڑھی کیوں نہیں رکھتے تو اس نے کہا کہ مجھے اچھی نہیں لگتی۔ آیا اس طرح کا کلمہ کہنا صحیح ہے؟ ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً……صورت مسئولہ میں اگر یہ کلمات کہنے والا اگر سنت کے استہزاء یا حقارت کے طور پر کہے یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا لیکن اگر ویسے ہی کہہ دے سنت کی توہین مقصود نہ ہو تو کافر نہیں ہوگا البتہ گناہ گار ضرور ہوگا اور اس طرح کے کلمات سے احتراز کرنا چاہیے۔

دلائل المسئلة مرت سابقا في رقم السؤال :۹۸

(۱۰۱) ستارہ ملنے اور نہ ملنے کی حقیقت

سوال……کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی کے رشتے کی بات چل رہی تھی، لڑکے کے متعلق ساری معلومات کر لی گئیں بعد میں لڑکی کے والد نے کہا کہ میں کل جواب دوں گا۔ دوسرے دن اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں نے وظیفہ کیا ہے، لڑکی اور لڑکے کا آپس میں ستارہ نہیں مل رہا۔ آپ سے یہ پوچھنا ہے کہ ستارہ نہ ملنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً……صورت مسئولہ میں شرعاً اس طرح کرنا ناجائز ہے اور قریب ہے کہ اس طرح کہنا آدمی کو کفر تک پہنچا دے لہٰذا اس طرح کی لغویات سے احتراز کرنا چاہیے۔ ایسے معاملات میں سب سے بہتر صورت استخارہ کی ہے کہ استخارہ کر لیا جائے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی میں خیر ہوگی۔

لما في المشكوة (صـ۳۹۳): عن حفصة قالت قال رسول الله ا من اتى عرافا فسأله عن شئ لم يقبل له صلاة اربعين ليلة.

وعن ابی هريرة ﷺ قال قال رسول اللہ ا من اتى عرافا كاهنا فصدقه بمايقول ………فقد برئ بما انزل على محمد.

وفي ردالمحتار (۴/۲۴۳): واما علم النجوم فهو في نفسه حسن غير مذموم اذهو قسمان………
ولولم يعتقد بقضاء الله تعالى او ادعى علم الغيب بنفسه يكفر.

(۱۰۲) شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے نام پر سوال کرنا

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص سید عبدالقادر جیلانیؒ یا کسی دوسرے بزرگ کے نام پر سوال کرے تو اس کا یہ عمل جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہ ہو تو ایسے سائل کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً..... کسی بزرگ کے نام پر لوگوں سے سوال کرنا جائز نہیں بلکہ حرام ہے اور ایسے شخص کو کچھ دینا بھی جائز نہیں۔

لمافي قوله تعالى (النحل :۱۱۵): حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وماأهل لغيرالله بهج.

(المائدة :۲):......... وتعاونوا على البر والتقوىٰ ولا تعاونوا على الاثم والعدوان

وفي المشكوة (ص ۴۵۱): عن ابي كبشة الانماري انه سمع رسول الله ﷺ يقول ثلث اقسم عليهن واحدثكم حديثا فاحفظوه فاماالذي اقسم عليهن فانه مانقص مال عبدمن صدقة .... ولافتح عبدباب مسئلة الافتح الله عليه باب فقر ....

(۱۰۳) یامحی الدین وغیرہ کے الفاظ پکارنا

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ ''یا شیخ محی الدین، یا ابوبکر، یا عثمان'' اسی طرح دوسرے اولیاء کو پکارتے ہیں۔ جبکہ میں نے بعض علماء سے سنا ہے کہ اس طرح پکارنا شرک ہے حالانکہ یہ لوگ اس کو شرک نہیں گردانتے اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ التحیات میں آج بھی ایہاالنبی کے الفاظ موجود ہیں حالانکہ اسے کوئی بھی شرک نہیں کہتا۔

نیز بعض جگہوں پر ''محی الدين شيئاً لله'' وغیرہ کے الفاظ سے بھی پکارا جاتا ہے اور ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ شیخ محی الدین ہماری مجالس میں حاضر ہوتے ہیں اور پکار کا جواب دیتے ہیں، یہ کئی دفعہ تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے۔

آپ فیصلہ فرمائیں کہ اس طرح پکارنا اور اس طرح کے عقائد رکھنا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً..... اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو مذکورہ طریقوں سے پکارتا ہے، خصوصاً جبکہ اس عقیدے کے ساتھ پکارے کہ ہماری پکار کو یہ سنتے ہیں اور ہماری حاجات پوری کرتے ہیں تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

باقی رہا معاملہ التحیات میں ایہاالنبی کے الفاظ موجود ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں ہم اسی چیز کی اتباع کرتے ہیں جو نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کو سکھلائی اور آپ نے صحابہ کو اسی طرح سکھایا تھا لہٰذا اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض صحابہ نبی کریم ﷺ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بجائے ایہاالنبی کے السلام علی النبی کے الفاظ سے التحیات پڑھا کرتے تھے جیسا کہ عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں اس کی صراحت موجود ہے۔

نیز جو لوگ ''محی الدين شيئاً لله'' کے الفاظ سے پکارتے ہیں اگر ان کا عقیدہ یہ ہو کہ اس طرح سے شیخ محی الدین مجالس

میں حاضر ہوجاتے ہیں اور حاجت روائی کرتے ہیں تو ایسے لوگ شرک میں مبتلا ہیں جس سے توبہ اور اجتناب کی ضرورت ہے۔

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال : ۸۳

(۱۰۴) سگریٹ پیتے وقت بسم اللہ پڑھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص سگریٹ پیتے وقت بسم اللہ پڑھتا ہے، کیا اس کا یہ فعل شرعاً درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......سگریٹ پیتے وقت بسم اللہ پڑھنا جائز نہیں۔

لمافی الطحطاوی علی مراقی الفلاح (۱/۵): واماالمکروہ فکما فی اکل الشبہات قیل ومنہ الاتیان بهافی شرب الدخان عندالجمهور.

وفی ردالمحتار (۱/۹): وتکرہ عند کشف العورة اومحل النجاسات ......وقیل عندشرب الدخان أی ونحوه من کل ذی رائحة کریهة کاکل ثوم وبصل.

(۱۰۵) فرائض وواجبات کی تعداد کو اللہ تعالیٰ کا فون نمبر کہنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنے کسی مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے ایک کارڈ چھاپا جس میں پانچوں نمازوں کے فرائض وواجبات کی تعداد کو اللہ تعالیٰ کا ٹیلیفون نمبر لکھا اور آگے مزید لکھا کہ روزانہ پابندی وقت سے ڈائلنگ کرتے رہیں۔ ایمرجنسی کی صورت میں ڈائریکٹ ''۲'' نمبر تہجد میں رابطہ کیجئے اور اپنی پریشانی کو فوراً حل کیجئے۔ آیا ایسے الفاظ استعمال کرنا شعائر اللہ کی تعظیم کے خلاف نہیں ہے؟ کیا شرعاً ایسے کارڈ چھاپنا جائز ہے؟ مسئلہ کی وضاحت فرما کر مطمئن فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں ایسا کہنا فی نفسہ جائز ہے گویا انسان اس طرح کی ادائیگی سے اپنے رب سے مناجات کرتا ہے لیکن عرف عام میں اس طرح کے جملوں کو بے ادبی سمجھا جاتا ہے لہٰذا اس طرح کے کارڈ چھاپنے سے احتراز کرنا چاہئے۔

لمافی الصحیح للبخاری (۱/۷۶): حدثنامسلم بن ابراهیم ....عن انس قال قال النبیا ان احدکم اذاصلی یناجی ربه فلایتفلن عن یمنیه ولکن تحت قدمه الیسری.

وفی عمدة القاری (۵/۱۸) تحت هذه الروایة: هذاباب یذکر فیه المصلی یناجی ربه من ناجاه یناجیه فهو مناج وهوالمخاطب لغیره.

(۱۰۶) کسی کو بلانے کے لئے زور سے کلمہ پڑھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی کو بلانے کے لئے زور سے کلمہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں

؟یعنی یہ طریقہ اختیار کرنا بجائے دستک دینے کے شرعا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......کسی کو بلانے کیلئے دستک کے بجائے کلمہ طیبہ پڑھنا جائز نہیں اور ایسا کرنے والا گناہ گار ہوگا۔

لمافي الهندية (۵/ ۳۱۵): وان سبح القفاعي اوصلیٰ علی النبی ﷺ عند فتح قفاعه علی قصد ترويجه وتحسينه اوالقصاص اذاقصد بها اثم وعن هذا يمنع اذا قدم واحد من العظماء الی مجلس فسبح اوصلی علی النبی ﷺ واصحابه اعلاما بقدومه حتی ينفرج له الناس اويقوموا له يأثم.

وفي الدرالمختار مع ردالمحتار (۶/ ۴۳۱): وقد كرهوا واللهاعلم ونحوه لاعلام ختم الدرس حين يقرر.

وفي الشامية:(لاعلام ختم الدرس) امااذا لم يكن اعلامابانتهائه لايكره لانه ذكر وتفويض بخلاف الاول فانه استعمله للاعلام ....واذا قال الحارس لااله الاالله ونحوه ليعلم باستقاظه فلم يكن المقصود الذكر.

(۱۰۷) داڑھی کاٹ دو ورنہ رشتہ نہیں ملے گا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت نے ایک شخص جس نے داڑھی رکھی ہوئی تھی اس سے کہنے لگی کہ آپ داڑھی کے ساتھ بکرا لگتے ہیں اور ساتھ یہ بھی کہنے لگی کہ اس داڑھی کی وجہ سے آپ کو کوئی رشتہ نہیں دے گا۔اسے کاٹ دو یا چھوٹا کردو۔ایسی عورت کا کیا حکم ہے؟ جبکہ وہ کہتی ہے کہ میں نے یہ الفاظ مذاق کے طور پر کہے ہیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں یہ الفاظ کہنے سے وہ عورت دائرہ اسلام سے خارج ہوگئی اسے تجدید ایمان ونکاح کرنا چاہئے کیونکہ داڑھی نبی کریم ﷺ کی سنت اور شعائر اسلام میں سے ہے جن کی توہین موجب کفر ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال :۹۸

(۱۰۸) اہل قبلہ سے کیا مراد ہے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے سنا ہے کہ بعض احادیث میں آتا ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرنی چاہئے۔اب معلوم یہ کرنا ہے کہ بریلوی اہل قبلہ میں داخل ہیں یا نہیں کیونکہ یہ لوگ حضور ﷺ کو غیب دان جانتے ہیں ،اگر بریلوی اہل قبلہ میں داخل ہیں تو پھر شیعہ کیوں خارج ہیں؟ کیونکہ اگر مراد صرف قبلہ کی طرف نماز پڑھنے والے کو اہل قبلہ میں سے شمار کیا جائے تو دونوں ہی اہل قبلہ ہی میں سے سمجھنا چاہئے ایک کو نکالنا اور دوسرے کو شامل کرنا کن وجوہات کی بناء پر ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......اہل قبلہ سے مراد ایسے اشخاص ہیں جو ضروریات دین میں سے کسی چیز کے منکر نہ ہوں۔اگر وہ ضروریات دین

میں کسی چیز کے منکر ہوں تو پھر اگرچہ قبلہ کی طرف نماز پڑھتے رہیں اہل قبلہ میں سے نہیں سمجھے جائیں گے۔اور روافض ضروریات دین میں سے کئی چیزوں کے منکر ہیں اس لئے انہیں اہل قبلہ میں سے شمار نہیں کیا جاتا،اسی طرح اگر کوئی بریلوی بھی ضروریات دین میں سے کسی چیز کا منکر ہوتو وہ بھی خارج ہوگا ورنہ نہیں۔

لمافی شرح الفقه الاکبر (صـ۱۵۴): اعلم ان المراد باهل القبلة الذی اتفقوا علی ماهو من ضروريات الدين كحدوث العالم وحشر الاجساد وعلم الله بالكليات والجزئيات وماشبه ذلک من المسائل. فمن واظب طول عمره علی الطاعات والعبادات مع اعتقادهم قدم العالم اونفی الحشر اونفی علمه سبحانه بالجزئيات لايكون من اهل القبلة. وان المراد بعدم تكفير احد من اهل القبلة عند اهل السنة انه لايكفر مالم يوجد شئ من امارات الكفر وعلاماته ،ولم يصدر عنه شئ من موجباته.

وفی جامع العقائد (صـ۱۴۵): ان المراد بقول علمائنا لانجوز تكفير اهل القبلة بذنب ليس مجرد التوجه الى القبلة فان الغلاة من الروافض الذی يدعون ان جبرائيل عليه السلام غلط فی الوحی ، فان الله تعالى ارسله الى علی ص وبعضهم قالوا : انه اله وان صلوا الى القبلة ليسوا بمؤمنين وهذا هو المراد بقوله ا من صلى صلاتنا واستقبل قبلتنا الى آخر الحديث.

(۱۰۹) دست شناسی کی حیثیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماءکرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اسلام میں دست شناسی کی حیثیت کیا ہے؟اس فن کا سیکھنا یا اس پر یقین کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......دست شناسی کا سیکھنا اوراس پر یقین کرنا اگر غیب کے عقیدے اور مؤثر سمجھے بغیر صرف علامت کے طور پر ہوتو گناہ کبیرہ ہے اور اگر مؤثر حقیقی اور غیب کے عقیدے کے ساتھ ہوتو کفر ہے۔ والله اعلم بالصواب

دلائل المسئلة مرسابقا فی رقم السؤال : ۹۷

(۱۱۰) حجر اسود کے بوسہ کے وقت گھن آنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماءکرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک سرمایہ دار خاتون حج کے لئے گئی۔واپس آکر اس نے بتایا کہ دوران حج جب وہ حجر اسود کو بوسہ دینے گئی تو وہاں مختلف لوگوں کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھ کر مجھے گھن آئی تو میں نے بوسہ نہیں دیا۔اب آپ سے یہ دریافت کرنا ہے کہ ایسی عورت کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اگر مذکورہ عورت نے ایسا فعل شعائر اسلام کے استہزاء یا تحقیر کے طور پر کیا تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوگئی اور اگر استہزاء یا تحقیر مقصود نہیں بلکہ طبعی کراہت کی وجہ سے ایسا کیا تو اس سے وہ دائرہ اسلام سے خارج نہ ہوگی۔

لمافی خلاصة الفتاوی (۳۸۹/۴): ولو قال لرمضان آمد این ماہ گران اوبعتیها اندر افتادم ان قال تهاونا برمضان او بالموسم یکفر وان اراد به التعب لنفسه لایکفر.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۲۲۹/۴): اعلم انه لایفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن او کان فی کفره خلاف.

وفی الشامیة: مقتضی کلامهم ایضا انه لایکفر بشتم دین مسلم ای لایحکم بکفره لامکان التاویل.

(۱۱۱) حرام کھانے پر بسم اللہ پڑھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کسی کا کھانا چوری کرے پھر کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھے تو اس کا یہ عمل کیسا ہے؟ کیونکہ کھانا حرام کا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اگر حرام کھانے پر بسم اللہ سے مقصود بسم اللہ کی تحقیر ہے تو یہ شخص بالاتفاق دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا۔اور اگر بغیر ارادہ تحقیر کے پڑھے تو راجح قول کے مطابق اس فعل سے کافر نہیں ہوگا۔

لمافی روح المعانی (۶۷/۱): التسمیة علی الحرام والمکروه ممالاینبغی بل هی حرام فی الحرام لاکفر علی الصحیح مکروهة فی المکروه وقیل مکروهة فیهما ان لم یقصد استخفافاوان قصده —والعیاذ باللہ تعالی — کفر مطلقا.

وفی الهندیة (۲۷۳/۲): من اکل طعاما حراماوقال عندالاکل بسم الله حکی الأمام المعروف المشتملی انه یکفر.

وفی ردالمحتار (۹/۱): فی البزازیة وغیرها یکفر من بسمل عندمباشرة کل حرام قطعی الحرمة.

(۱۱۲) گناہ صغیرہ کو حلال سمجھ کر کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کسی گناہ کا ارتکاب کررہا ہے اور اسے حلال سمجھتا ہے اور وہ گناہ صغیرہ ہے کبیرہ نہیں تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً......گناہ کو حلال سمجھنے والا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے چاہے گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ جبکہ وہ دلیل قطعی سے ثابت ہو۔

لمافی شرح الفقه الاکبر (ص۱۵۲): ان استحلال المعصیة صغیرة کانت او کبیرة کفر، اذا ثبت

کونها معصية بدلالة قطعية.

وفي التاتارخانية (۵/۵۰۵): وسألت اذا اعتقده حلالا وهو حرام قال ينظر ان كان حراما لغيره كمال الغير لايكفر اذا اعتقده حلالا، وان كان محرم العين بأن كانت حرمته ثابتة بدليل مقطوع به يكفر .... هذا التفصيل في العالم امافي الجاهل لايتفاوت بينهما اذا كان حرامابعينه او لغيره لانه لايعرف الفرق، بعد ذلك ان تثبت حرمته بدليل مقطوع به يكفر والافلا.

(۱۱۳) یوں کہنا کہ مجھے شریعت سے کوئی سروکار نہیں

سوال ..... کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے یوں کہا کہ مجھے شریعت سے کیا تعلق ہے شریعت کیا ہے، مجھے شریعت سے کوئی سروکار نہیں۔ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں یہ کلمات کہنے والا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا۔

لمافي التاتارخانية (۵/۲۶۸): وفي الينابيع ولوقال لرجل حكم خداى تعالى چنين است فقال من چكنم حكم خداى چه دانم فهذا استخفاف بالله فيكفر، وفي الفتاوى العتابية اگر خداى راياشريعت پيغامبر رانه پسنديد چنان كه كسى گويد ش خدا چهار زن حلال كرده است ،گويد من اين حكم رانمي پسندم فهذا كفر.

وفي الهندية (۲/۲۶۱): وفي العتابية اگر حكم خداى راياشريعت پيغمبر رانه پسندم ....الخ.

(۱۱۴) انبیاء وشیخین کوگالی دینا،قرآنی آیات میں تاویل اورزکوۃ کوٹیکس قرار دینا

سوال ..... کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگرکوئی شخص آپ ﷺ، سابقہ انبیاءاورشیخین کوگالی دے اورقرآنی آیات میں تاویل کرے، زکوۃ کوٹیکس قرار دے اور دوسرے شخص کے جھوٹ پراسے داد دیتے ہوئے بارک اللہ فی کذبک کہےتو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورِ مسئولہ کی پہلی صورت میں جبکہ کوئی شخص رسول اللہ ﷺ، سابقہ انبیاء یا شیخین پر سب وشتم کرے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا۔

دوسری صورت میں اگروہ شخص قرآنی آیات کی ایسی تاویل کرتا ہے جوصراحۃ قرآن وسنت کی نصوص کے خلاف ہےتو ایسا شخص کافرہوجائے گااوراگرایسی تاویل نہیں کرتا تو ضال مُضل اورگمراہ ہوگا۔

تیسری صورت میں زکوۃ کوتاوان یاٹیکس تصور کرنا یہ قیامت کی علامات میں سے ایک علامت ہے جومسلمانوں کی انتہائی پستی پر

دلالت کرتی ہے۔

چوتھی صورت میں جب یہ شخص جھوٹ پر برکت کی دعا دے تو یہ معصیت کا استحلال ہے (گناہ کو حلال سمجھنا) یا وہ نصوص جن میں جھوٹ پر لعنت وارد ہوئی ہے ان کا استہزاء (مذاق) ہے اور یہ دونوں چیزیں موجب کفر ہیں۔

لمافي قوله تعالى (آل عمران : ٦١): فنجعل لعنة الله على الكاذبين ۝

وفي الجامع للترمذي (٤٤/٢): عن علي بن ابي طالب قال قال رسول الله ﷺ اذا فعلت امتي خمس عشرة خصلة حل بها البلاء قيل وماهي يارسول الله قال اذا كان المغنم دولا والامانة مغنما والزكوة مغرما......الى آخر الحديث.

وفي شرح الفقه الاكبر (ص ١٥٢): ان استحلال المعصية صغيرة او كبيرة كفر اذا ثبت كونها معصية بدلالة قطعية وكذا الاستهانة بها كفر.

وفي الروض الازهر (ص ٤٥٩): ومن دعي الى جماعة فقال اصلي مؤحدا اي منفردا فان الله تعالى قال ان الصلوة تنهىٰ كفر يعني استدل بقوله تعالى تنهىٰ انه بمعنى تنها بلغة العجم وقدقال عليه الصلوة والسلام من فسر القرآن برأيه فقد كفر مع انه بدل وحرف وغير.

وفي الهندية (٢٦٤/٢): الرافضي اذا كان يسب الشيخين ويلعنهما والعياذبالله فهو كافر.

وفي ردالمحتار (٢٣٥/٤): اذا شتم احدا من الانبياء او الملائكة كفر ....فان تاب فبها والاقتل.

(۱۱۵) بینک میں اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے بینک میں رقم رکھوائی اور اپنا مذہب شیعہ لکھوایا تا کہ بینک والے اس رقم سے زکوۃ نہ کاٹیں حالانکہ اس شخص کے عقائد اہل سنت والجماعت کے عقائد کی طرح ہیں۔ اور اگر وہ شخص یوں کہے کہ میں نے ایسا اس لئے کیا ہے تا کہ خود زکوۃ مستحقین تک پہنچا سکوں کیونکہ بینک والے زکوۃ کی تقسیم صحیح طریقے سے نہیں کرتے۔ ان دو صورتوں میں کیا حکم ہوگا؟

نیز اگر مسئلہ معلوم نہ ہونے کی صورت میں کوئی شخص ایسا کرے تو اس کے لئے کیا حکم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً......کفر پر رضامندی بھی کفر ہے لہٰذا یہ شخص اس فعل کی بناء پر دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ اور اس فعل کی دلیل یہ بیان کرنا کہ بینک والے زکوۃ صحیح طریقے سے تقسیم نہیں کرتے یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے بچنے کے لئے یہ صورت بھی اختیار کی جا سکتی ہے کہ بینک میں رقم رکھوائی ہی نہ جائے یا رکھوائی جائے تو زکوۃ کی کٹوتی سے پہلے نکلوالی جائے یا کرنٹ اکاؤنٹ میں رکھوائی جائے ۔ ان

صورتوں میں زکوٰۃ نہیں کاٹی جاتی۔

نیز اگر مسئلہ معلوم نہ ہونے کی صورت میں ایسا کیا تو بھی یہی حکم ہے کیونکہ اسلامی ملک میں رہتے ہوئے مسئلہ سے ناواقفیت عذر نہیں جس کی وجہ سے احکامات تبدیل ہوجائیں۔

لمافی قوله تعالی (البقرة : ۴۳): واقیموا الصلوة واتوالزکوٰة وارکعوامع الراکعین○

وفی الصحیح للبخاری (۱/ ۱۸۷): عن ابن عباس ان النبی ﷺ بعث معاذا الی الیمن .... ان الله افترض علیهم صدقة فی اموالهم توخذ من اغنیاء هم وترد فی فقرائهم.

وفی الهدایة (۲/ ۳۱۷): ولم یشترط العلم بالخیار لانها تتفرغ لمعرفة احکام الشرع والدار دار العلم فلم تعذر بالجهل.

وفی السراجیة (صـ ۶۹): من کفر بلسانه طائعا وقلبه مطمئن بالایمان لاینفعه مافی قلبه ولایکون عندالله مؤمنا.

وفی الهندیة (۲/ ۲۵۷): ومن یرضی بکفر نفسه فقد کفر.

(۱۱۶) یوں کہنا کہ تجھ پر اور تیری مسلمانی پر لعنت ہے

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی نے یوں کہا کہ میں مسلمان ہوں دوسرا شخص جواب میں کہتا ہے تیرے اور تیری مسلمانی پر لعنت ہے۔ ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ اسی طرح ایک شخص دوسرے کو مار رہا تھا اس نے کہا کہ اللہ سے نہیں ڈرتے تو اس نے کہا نہیں تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ کی پہلی صورت میں یہ شخص ایسے الفاظ کہنے سے دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا۔ اور دوسری صورت میں یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج تو نہیں ہوگا لیکن گناہ گار ہوگا جس پر توبہ واستغفار کرنا چاہئے اور آئندہ ایسے کلام سے اجتناب کرنا چاہئے۔

لمافی الهندیة (۲/ ۲۵۷): رجل قال للآخر مسلمانم فقال له لعنت بر تو وبر مسلمانی تو یکفر.

وفیها ایضا (۲/ ۲۶۱): رجل اراد ان یضرب غیره فقال له ذلک الرجل ألا تخاف الله تعالی فقال لا. روی عن محمد رحمه الله انه سئل عن هذا فقال لایکفر لان له ان یقول التقوی فیما افعل.

(۱۱۷) یوں کہنا کہ اللہ ورسول کو گواہ بناتا ہوں

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں اگر کوئی شخص یوں کہے کہ میں اس معاملے میں اللہ اور اس کے

رسول کو گواہ بناتا ہوں تو کیا اس طرح کے الفاظ کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں اختلاف فقہاء کی بناء پر اس طرح کے الفاظ سے کافر تو نہیں ہوگا لیکن احتیاطاً تجدید ایمان ونکاح کر لینا چاہئے اور اس طرح کے کلام سے اجتناب کرنا چاہئے۔

لمافي الدر المختار (۳/ ۲۷): تزوج بشهادة الله ورسوله لم يجز بل قيل يكفر والله اعلم.

وفي الشامية تحته: (قيل يكفر) لانه اعتقد ان رسول اللهﷺ عالم الغيب. قال في التاتارخانية وفي الحجة ذكر في الملتقط انه لايكفر لان الاشياء تعرض على روح النبي ﷺ وان الرسل يعرفون بعض الغيب.

وفيها ايضا (۴/ ۲۲۹): واعلم انه لايفتى بكفر مسلم امكن حمل كلامه على محمل حسن او كان في كفره خلاف ولو كان ذلك رواية ضعيفة.

وفي الشامية: ان مايكون كفر اتفاقا يبطل العمل والنكاح ومافيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح اهـ.

(۱۱۸) جادوگر کی شرعی حیثیت

سوال ..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جادوگر کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے، کیا یہ کافر ہیں یا مسلمان؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... اگر جادوگر کفریہ اعمال یا کفریہ عقائد میں مبتلا ہو تو کافر ہو جائے گا اور اس ارتداد کی وجہ سے اسے قتل کرنا جائز ہے۔ اور اگر کفریہ اعمال وعقائد سے وابستہ نہیں تو کافر نہیں ہوگا البتہ اگر اس کی وجہ سے فساد کا خطرہ ہو تو اس صورت میں فساد کو ختم کرنے کے لئے اسے قتل کرنا جائز ہے لیکن قتل کرنا حاکم یا اس کے نائب کی ذمہ داری ہے۔

لمافي شرح الفقه الاكبر (صـ۱۴۵): قال الشيخ ابو منصور الماتريدي القول بان السحر كفر على الاطلاق خطأ بل يجب البحث عنه فان كان ذلك رد مالزمه في شرط الايمان فهو كفر والا فلا. فلو فعل مافيه هلاك انسان اومرضه اوتفريق بينه وبين امرأته وهو غير منكر بشئ من شرائط الايمان لايكفر لكنه يكون فاسقا ساعيا في الارض بالفساد فيقتل الساحر والساحرة لان علة القتل السعي في الارض بالفساد.

وفي ردالمحتار (۴/ ۲۴۰): السحر حرام بلاخلاف بين اهل العلم واعتقاد اباحته كفر ......

وحاصله انه اختار انه لايكفر الااذا اعتقد مكفرا، وبه جزم في النهر وتبعه الشارح وانه يقتل مطلقا

ان عرف تعاطیه له.

(۱۱۹) یوں کہنا کہ شریعت غلط ہے/ میں خدا کو نہیں مانوں گا/ سودی قرض لے کر تبلیغ پر جانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے غصے کی حالت میں یہ الفاظ کہے کہ (العیاذ باللہ) نبی علیہ السلام کی بیان کردہ شریعت غلط ہے اس وجہ سے کہ بہن اگر بھاگ بھی جائے (یعنی ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے) تو بھی شریعت کی رو سے اسے ترکہ میں سے حصہ دینا پڑتا ہے۔ایک بہن بھی گئی، دوسرے زمین بھی دو۔ایسے شخص کے لئے شریعت میں کیا حکم ہے؟

۲۔ اسی طرح ایک شخص نے غصہ کی حالت میں دوسرے کو یوں بددعا دی کہ میں تہجد پڑھ کر تیرے لئے بددعا کروں گا کہ خدا تجھے غرق کرے اور اس وقت تک بددعا کرتا رہوں گا جب تک کہ تو غرق نہ ہوجائے۔اگر خدا نے تجھے غرق نہ کیا تو میں خدا کو خدا نہیں مانوں گا (العیاذ باللہ)۔ایسے شخص کا کیا حکم ہے جبکہ وہ پانچ وقت کی نماز پابندی سے پڑھتا ہے؟

۳۔ غیر مسلم سے سودی قرض لے کر تبلیغ کے لئے جانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......مسئولہ صورتوں کی پہلی صورت میں شریعت مطہرہ کو غلط کہنے والا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا اسے تجدید ایمان ونکاح اور اپنے ان کفریہ کلمات پر کثرت سے توبہ واستغفار کرنا چاہئے۔

دوسری صورت میں اپنی خواہشات کی تکمیل پر ایمان کو موقوف کرنا بڑی بدبختی اور موجب کفر ہے۔یہ الفاظ کہنے والے پر بھی تجدید ایمان ونکاح لازم ہے اور آئندہ کے لئے ایسے بے ہودہ کلام سے اجتناب کرنا چاہئے۔

تیسری صورت میں سودی قرضہ لے کر تبلیغ میں جانا جائز نہیں کیونکہ سود سے بچنا ہر حال میں واجب ہے اور تبلیغ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ دور دراز مقام کے سفر کئے جائیں، رقم موجود نہ ہونے کی صورت میں اپنے مقام پر رہتے ہوئے بھی یہ کام کیا جاسکتا ہے۔

لمافی شرح الفقه الاکبر (صـ۱۷۴): قال ماذا الشرع هذا کفر ....من اهان الشریعة او المسائل التی لابد منها کفر.

وفیها ایضا (صـ۱۶۲): ولایکفی ان المراد بقول علمائنا لانجوز تکفیر أهل القبلة بذنب لیس مجرد التوجه الی القبلة، فان الغلاة من الروافض الذین یدعون ان جبرائیل علیه السلام غلط فی الوحی فان الله تعالی ارسله الی علی رضی الله عنه وبعضهم قالوا: انه اله وان صلوا الی القبلة لیسوا بمؤمنین وهذا هو المراد بقوله ﷺ من صلی صلاتنا واستقبل قبلتنا ....قال القونوی ولوتلفظ بکلمة الکفر طائعا غیر معتقد له یکفر لانه راض بمباشرته وان لم یرض بحکمه.

وفی الاشباه والنظائر (صـ۹۰): درء المفاسد اولی من جلب المصالح فاذا تعارضت مفسدة

ومصلحة قدم دفع المفاسد غالبالان اعتناء الشرع بالمنهيات اشد من اعتنائه بالمامورات ولذا قال عليه السلام (اذا أمرتكم بشئ فاتوا منه مااستطعتم واذانهيتكم عن شئ فاجتنبوه) وروى فى الكشف حديثا (لترک ذرة مما نهى الله عنه افضل من عبادة الثقلين).

(۱۲۰) استاد، امام یا والدین کی گستاخی کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اگر کوئی شخص اپنے والدین، امام یا استاد کی توہین کرے تو کیا قاضی یا عالم ایسے شخص کو تجدید ایمان اور تجدید نکاح کا حکم دے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... امام، استاد یا والدین کی توہین گناہ کبیرہ ہے جس سے اجتناب واجب ہے البتہ یہ کفر نہیں لہٰذا اگر کسی نے ایسا کرلیا تو اس کی وجہ سے تجدید ایمان ونکاح کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

لمافى قوله تعالى (الاسراء :۲۳): ولا تقل لهما اف ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريماo

وفى احكام القرآن للجصاص (۳/ ۳۹۷): ان الذين ينادونک من وراء الحجرات اكثرهم لايعقلون .... وهذه الآيات وان كانت نازلة فى تعظيم النبيا وايجاب الفرق بينه وبين الامة فيه فانه تاديب لنا فيمن يلزمنا تعظيمه من والد وعالم.

وفى خلاصة الفتاوى (۳۲۶/۴): حق العالم على الجاهل والاستاذ على التلميذ قال كلاهما واحد وهوان لايفتح الكلام قبله ولايجلس مكانه ان غاب عنه ولايرد عليه كلامه ولايتقدم عليه فى مشيته.

(۱۲۱) یوں کہنا کہ میں نہیں جانتا کہ کافر جنتی ہے یا جہنمی

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ "مجھے پتہ نہیں کہ کافر جنت میں جائیں گے یا جہنم میں"۔ ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... ایسا کہنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

لمافى قوله تعالى (زمر: ۷۱): وسيق الذين كفروا الى جهنم زمرا ط الاية

(هود : ۱۰۶): فاماالذين شقوافقى النار الاية

وفى التاتارخانية (۵/ ۴۸۷): رجل قال لاادرى الكافر فى الجنة اوفى النار فانه كافر لانه جاحد لكتاب الله تعالى وقال ابومطيع سألت اباحنيفة عمن يقول لاادرى اين يصير الكافر قال هو جاحد لكتاب الله فهو كافر.

(۱۲۲) یوں کہنا ''مجھے داڑھی اچھی نہیں لگتی'' اس کا حکم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے اپنے ایک دوست سے کہا کہ بھائی تم داڑھی کیوں نہیں رکھتے؟ تو اس نے جواباً کہا کہ مجھے داڑھی اچھی نہیں لگتی، اس پر میں نے اسے خوب برا بھلا کہا جس کی وجہ سے وہ مجھ سے ناراض ہو گیا، اب سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح کہنے سے میرا دوست اسلام سے خارج تو نہیں ہوگیا؟ اور کیا میرا اسے برا بھلا کہنا درست تھا؟ نیز یہ بتادیں کہ آئندہ ایسے شخص سے تعلقات رکھوں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......اس طرح کے کلمات کہنے والا سنت کے استہزاء (مذاق اڑانا) یا سنت کی حقارت کی وجہ سے ایسے کلمات کہے تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے، اور اگر یہ مقصود نہ ہو بلکہ ویسے ہی کہہ دے تو ایسی صورت میں سخت گناہ گار ہوگا جس پر استغفار کرنا ضروری ہے۔

۲۔آپ کا ایسے شخص کو ملامت کرنا درست تھا۔

۳۔ایسے شخص سے تعلقات ختم کردینے چاہیے جب تک کہ وہ اس فعل شنیع سے توبہ تائب نہ ہوجائے۔

لما فی القرآن الکریم: فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمینo(الانعام:۶۸)

وفی الجامع لاحکام القرآن للقرطبی (۱۳/۴):قال ابن العربی وهذا دلیل علی ان مجالسة اهل الکبائر لا تحل.

وفی البحر الرائق (۱۲۱/۵)(ط:ماجدیة):ویکفر...... باستخفافه بسنة من السنن.

وفی البزازیة علی هامش الهندیة (۳۲۸/۶): والحاصل انه اذا استخف بسنة او حدیث من احادیثه علیه السلام کفر.

وفی الهندیة (۲۶۳/۲): من لم یقر ببعض الانبیاء علیهم الصلاةو السلام او لم یرض بسنة من سنن المرسلین فقد کفر.

وفی الدرالمختار (۲۲۲/۴):وفی الفتح من هزل بلفظ کفر ارتد وان لم یعتقده للاستخفاف فهو ککفر العناد

وفی الشامیة (من هزل بلفظ کفر) ای تکلم به باختیاره غیر قاصد معناه ......ولاعتبار التعظیم المنافی للاستخفاف کفر الحنفیة بالفاظ کثیرة وافعال تصدر من المنهتکین لدلالتها علی الاستخفاف بالدین کالصلاة بلا وضوء عمداًبل بالمواظبة علی ترک سنة استخفافا......

قلت:ویظهر من هذا ان ما کان دلیل الاستخفاف یکفر به وان لم یقصد الاستخفاف لانه لو توقف

علی قصده لمااحتاج الی زیادة عدم الاخلال بما مر لان قصد الاستخفاف مناف للتصدیق.

(۱۲۳) داڑھی کی وجہ سے حقارت سے دیکھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی نے داڑھی والے شخص کو صرف اس لئے حقارت سے دیکھا کہ اس نے داڑھی رکھی ہوئی ہے تو شریعت میں ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......اگر کسی شخص کی صرف اس بناء پر تحقیر کی جائے کہ اس نے داڑھی رکھی ہوئی ہے تو یہ سنت کی تحقیر ہے لہٰذا تحقیر کرنے والا یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا۔　　واللہ اعلم بالصواب

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال:۹۸

(۱۲۴) قرأت سبعۃ عشر کا انکار

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا قرأت سبعۃ عشر متواتر ہیں یا اسے صرف قراء کے ہاں متواتر شمار کیا جاتا ہے؟ اور کیا اس کے تواتر کا انکار کفر ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......قرأت سبعۃ عشر قراء اور غیر قراء دونوں کے ہاں متواتر ہیں لہٰذا جو شخص اس کے تواتر کا انکار کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

لمافی احکام القرآن للقرطبي (۴۶/۱): وهذه القراء ات المشهورة هی اختیارات اولئک الائمة القراء ......وكل واحد من هولاء السبعة روی عنه اختیار ان أو اكثر وكل صحیح. وقد اجمع المسلمون فی هذه الاعصار علی الاعتماد علی ماصح عن هولاء الائمة مارووه ورأوه من القراءات وكتبوافی ذلک مصنفات فاستمر الاجماع علی الصواب ....قال ابن عطیة: ومضت الاعصار والامصار علی قرأة السبعة وبهایصلی لانها ثبتت بالاجماع.

وفی الاتقان للسیوطی (۸۲/۱): القراءات السبع التی اقتصر علیها الشاطبی والثلاث التی هی قرأة ابی جعفر ویعقوب وخلف متواترة معلومة من الدین بالضرورة وكل حرف انفرد به واحد من العشرة معلوم من الدین بالضرورة انه منزل علی رسول الله لایكابر فی شئ من ذلک الاجاهل.

(۱۲۵) کسی کو بے ایمان کہنے سے کفر لازم آتا ہے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کوئی شخص کسی کو بے ایمان کہے۔اس طرح کہنے سے کہنے

والا کافر ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ میں اس طرح کہنے سے کفر لازم نہیں آتا ہے البتہ ایسا کہنے والا سزا کا مستحق ہے۔

لـمـافـي الهندية (۱۶۸/۲): من قذف مسلما بيافاسق وهو ليس بفاسق ......ياخبيث ......ياخائن ......

يازنديق ...... عزر.

وفي الدرالمختار مع ردالمحتار (۶۹/۴): وعزر الشاتم بيا كافر ياخبيث ياسارق يافاجر.

وفي الشامية: (بيا كافر)لم يقيد بكون المشتوم بذلك مسلما لمايذكره بعد.

(۱۲۶) اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ کو کسی بات پر تین طلاقیں دے دیں ،شوہر کو بعد میں لوگوں نے کہا کہ آپ تو نماز بھی نہیں پڑھتے بڑے شرم کی بات ہے ،تمہاری بیوی ،ساس ،سسر سب تو نمازی تھے۔اس پر اس شخص نے کہا کہ ''نماز کس کی پڑھوں ،خدا تو مر گیا ہے'' (نعوذ باللہ)۔کیا یہ الفاظ کہنے سے یہ شخص کافر ہو گیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ میں ان کلمات کے کہنے سے یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا۔

لمافي التاتارخانية (۴۶۳/۵): ولوقال لله تعالى شريك أوولد اوزوجة اوهو جاهل اوعاجز اونقص بذاته او صفاته كفر.

وفـي الهـنـدية (۲۵۸/۲): يـكفر اذا وصف الله تعالى بمالايليق به اوسخر باسم من اسمائه .... اونسبه الى الجهل اوالعجز او النقص يكفر.

(۱۲۷) ماں سے نکاح کو حلال سمجھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گھر کے قریب ایک شخص رہتا ہے اور وہ بظاہر مسلمان لگتا ہے لیکن وہ اپنی ماں سے نکاح کو حلال سمجھتا ہے تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ میں ایسا شخص شریعت مطہرہ کے ایک قطعی حکم سے انکار کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

لقوله تعالى (النساء :۲۳): حرمت عليكم امهاتكم الاية.

وفـي التـاتـارخانية (۵۰۵/۵): سألت اذا اعتقده حلالا وهوحرام؟ قال ينظر ان كان حراما لغيره ......

...... وان كـان مـحـرم الـعيـن بـأن كـانـت حرمته ثابتة بدليل مقطوع به يكفر ....ان تثبت حرمته بدليل مقطوع به يكفر.

وفی الهندية (۲/۲۷۲): اذا كان حراما لعينه انما يكفر اذا كانت الحرمة ثابتة بدليل مقطوع به.

(۱۲۸) کلامِ مقدس کی بے حرمتی کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کلام مقدس پر پاؤں رکھ دے یا کھڑا ہو جائے تو اس سے وہ کافر ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... جب کوئی شخص استخفافاً کلام مقدس پر پاؤں رکھ دے، یا اس پر کھڑا ہو جائے تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

لما فی التاتارخانية (۵/۴۹۱): سئل الحسن بن علی عمن وضع رجله علی المصحف حالفا هل يكفر فقال نعم ان كان علی وجه الاستخفاف.

وفی الهندية (۲/۲۶۶): اذا انكر الرجل آية من القرآن اوتسخر بآية من القرآن وفی الخزانة اوعاب كفر.

(۱۲۹) اولیاء سے مدد مانگنا/اذان سے پہلے صلوۃ وسلام پڑھنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ انبیاء واولیاء سے مدد مانگنا جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ اذان سے پہلے درود وسلام پڑھنا کیسا ہے؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... انبیاء واولیاء سے مدد مانگنا ناجائز اور شرک میں داخل ہے۔

۲۔ آنحضرت ﷺ، صحابہ یا تابعین سے یا ان کے ادوار میں کہیں سے مروجہ درود وسلام ثابت نہیں ہے بلکہ اس کی ابتدا سلطان ناصر صلاح الدین کے زمانہ میں ۷۸۱ھ میں ہوئی لہٰذا اس کا التزام واہتمام بدعت ہے جس سے اجتناب واجب ہے۔

لمافی روح المعانی (۱۴/۱۶۶): ثم اذا كشف الضر عنكم اذا فريق منكم بربهم يشركون ...... وفی الآية مايدل علی ان صنيع اكثر العوام اليوم من الجوأر الی غيره تعالی ممن لايملك لهم بل ولا لنفسه نفعا ولاضرا عند اصابة الضر لهم واعراضهم عن دعائه تعالی عند ذلك بالكلية سفه عظيم وضلال جديد لكنه اشد من الضلال القديم.

وفی المرقات (۱۰/۵۳): عن ابن عباس قال كنت خلف رسول الله ﷺ يوما فقال ياغلام احفظ الله يحفظك احفظ الله تجده تجاهك واذا سألت فاسأل الله واذا استعنت فاستعن بالله واعلم ان الامة

لواجتمعت على ان ينفعوك بشئ لم ينفعوك الابشئ قد كتبه الله لك ولو اجتمعوا على ان يضروك بشئ لم يضروك الابشئ قد كتبه الله عليك رفعت الاقلام وجفت الصحف.

وفي المرقات تحت هذا الحديث: واذا سألت فاسئل الله ....فاسئل الله وحده فان خزائن العطايا عنده ومفاتيح المواهب والمزايا بيده وكل نعمة اونقمة دنيوية اواخروية فانها تصل الى العبد اوتندفع عنه برحمته من غير شائبة غرض ولا ضميمة علة لانه الجواد المطلق والغني الذى لايقتصر ......واذا استعنت اى اردت الاستعانة في الطاعة وغيرها من امور الدنيا والاخرة.

وفي البحرالرائق (۱/۲۶۱): والزيادة في الاذان مكروهة.

وفي الدرالمختار مع ردالمحتار (۱/۳۹۰): التسليم بعدالاذان حدث في ربيع الاخر سنة سبعمائة واحدى وثمانين في عشاء ليلة الاثنين ثم يوم الجمعة.

وفي الشامية: (قوله سنة ۷۸۱) كذافي النهر عن حسن المحاضرة للسيوطي ثم نقل عن القول البديع للسخاوى انه في سنة ۷۹۱ وان ابتداء ه كان في ايام السلطان الناصر صلاح الدين بامره.

(۱۳۰) کتب فقہ کی توہین کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کتب فقہ کی توہین کرتا ہے اور کبھی یوں بھی کہتا ہے کہ ''چھوڑ و یار فقہ شقہ کیا ہے''۔ ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں کتب فقہ سے اگر اہل حق کی مشہور ومعتبر کتب مراد ہیں جن میں دین کے ضروری مسائل بیان کئے گئے ہیں اور یہ شخص ان کتب سے نفرت کی بناء پر ایسا کہتا ہے تو اس کے دائرہ اسلام سے خارج ہونے میں کوئی تردد نہیں ہے۔ اور اگر فقہ سے مراد مسائل اجتہادیہ مختلف فیہا ہیں تو اس سے کافر تو نہیں ہوگا البتہ اس کے گمراہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

لمافي الروض الازهر (ص۲۷۳): وفي التتمة من اهان الشريعة اوالمسائل التى لابد منها كفر.

وفي التاتارخانية (۵/۵۰۹): اذا جاء احدا لخصمين الى صاحبه بفتوى الائمة فقال صاحبه ليس كمافتوا، اوقال لايعمل بهذا كان عليه التعزير وفي اليتيمة : سئل والدى عن قائل يقول لااقول بفتوى الائمة ولااعمل بفتواهم ماحاله ؟قال يلزمه التوبة والاستغفار وسئل عن هذا بعضهم فقال : اذا كان ذا رأى واجتهاد وعنى انه يجتهد رأى نفسه دون رأيهم فهو معذور وان لم يكن يخشى عليه الكفر.

وهكذا بتغيير يسير في الهندية (۲/۲۷۲)

(۱۳۱) یوں کہنا کہ غلام احمد نبی ہوتا تب بھی میں اسے نہ مانتا

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ غلام احمد قادیانی اگر نبی ہوتا تب بھی میں اسے نہ مانتا اور اس سے مراد اس کی یہ ہے کہ نبی تو عیوب سے پاک ہوتا ہے اور یہ کانا مجسم عیب ہے۔ اب ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟ نیز جو شخص قادیانی کو کذاب سمجھنے کے باوجود کافر نہ کہے تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں چونکہ یہ شخص غلام احمد پر تنقید کر رہا ہے اس لئے اس قول سے وہ کافر نہ ہوگا لیکن اگر تنقید مقصود نہیں بلکہ صرف یوں کہے کہ "فلاں شخص اگر نبی ہوتا تب بھی اسے نہ مانتا"۔ ایسے کلمات کہنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا کیونکہ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ "اگر اللہ تعالیٰ اسے نبی بنا دیتے تو بھی میں اسے نبی نہ مانتا" گویا اللہ تعالیٰ کے حکم کا انکار کر رہا ہے۔

غلام احمد قادیانی باجماع اہل حق کافر ہے اس لئے اس کے عقیدے کا علم ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی شخص اسے کافر نہ سمجھے تو وہ خود کافر ہے۔

لمافی التاتارخانية (۴۷۸/۵): لو قال فلان نبيا لم اؤمن به فقد كفر. وفي الصغرى: لو قال بالفارسية: اگر فلان پیغامبری بودی من باو نگرویدمی فان اراد به: لو كان فلان رسول الله لم اؤمن به فقد كفر.

وفي الهندية (۲۶۳/۲): ولو قال لو كان فلان نبيا لم اؤمن به فقد كفر كذا في المحيط.

(۱۳۲) "کافر کو کافر کہنا مکروہ ہے" اور "جو کافر کو کافر نہ کہے خود کافر ہے" میں تعارض کا دفعیہ

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت مولانا پالن پوری حقانی صاحب اپنی کتاب "شریعت وجہالت" کے صفحہ نمبر ۱۰۵ پر لکھتے ہیں کہ کسی کافر کو کافر کہنا مکروہ ہے۔ حالانکہ دیوبندی جماعت کے مشہور مناظر مولانا مرتضیٰ حسن پوری اپنی کتاب "اشد العذاب" شائع شدہ دار العلوم دیوبند کے صفحہ ۱۴ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔ بظاہر دونوں اقوال میں تعارض معلوم ہوتا ہے۔ اس تعارض کا تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں دونوں حضرات کے اقوال میں فرق ہے۔ پہلی صورت سے مراد یہ ہے کہ کسی کی تذلیل کے لئے اسے کافر کہہ کر مخاطب کیا جائے۔ چونکہ شریعت نے بلاوجہ کسی کی تذلیل کی اجازت نہیں دی لہٰذا اسے مکروہ کہا گیا جبکہ دوسری صورت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص کفریہ عقائد کے باوجود اس کے کفر کا قائل نہ ہو اور اسے کافر نہ سمجھے تو وہ خود کافر ہے۔

لقوله تعالى (الاسراء: ۷۰): ولقد كرمنا بني آدم الآية

وفي الهندية (۳۴۸/۵): لو قال ليهودي او مجوسي يا كافر يأثم ان شق عليه كذافي القنية.

وفي الدرالمختار (۷۶/۴): وفي القنية قال ليهودي او مجوسي يا كافر يأثم ان شق عليه.

(۱۳۳) سبقت لسانی سے کلمہ کفر کہہ دینا/غلطی سے آیت غلط پڑھ دینا

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کی زبان سے سبقت لسانی سے اللہ تعالیٰ کی نسبت اشرف المخلوقات نکل گیا حالانکہ وہ اشرف الحاکمین کہنا چاہتا تھا۔اس پر دوسرے شخص نے فوراً حکم لگادیا کہ یہ شخص کافر ہوگیا اسے تجدید ایمان ونکاح کرنا چاہئے۔کیا یہ بات صحیح ہے؟

۲۔ ایک شخص نے انما المشرکون نجس کے بجائے انما الکافرون نجس پڑھ لیا، کیا اس طرح پڑھنے سے ایمان پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ میں غلطی سے اللہ تعالیٰ کو''اشرف المخلوقات'' کہنے والا کافر نہیں ہوا۔اور دوسرے شخص کا بلاعلم کفر کا حکم لگادینا شریعت کے اصولوں کے خلاف اور لاعلمی و جہالت کا نتیجہ ہے جس سے از حد احتیاط واجتناب کی ضرورت ہے۔

۲۔ آیت غلطی سے پڑھنے کی وجہ سے ایمان پر کوئی اثر نہیں پڑا البتہ جب معلوم ہوجائے تو دوبارہ صحیح طریقے سے پڑھنا چاہئے۔

لما في الهندية (۲/۲۷۶): الخاطئ اذا جرى على لسانه كلمة الكفر خطأً بان كان يريد ان يتكلم بماليس بكفر فجرى على لسانه كلمة الكفر خطأً لم يكن ذالك كفرا عندالكل.

وفي ردالمحتار (۱/ ۶۳۰ و ۶۳۱): ان الخطأ امافي الاعراب ....اوفي الحروف بوضع حرف مكان آخر ....او تقديمه او تاخيره ....والقاعدة عندالمتقدمين ماغير المعنى تغييرا يكون اعتقاده كفرا.

وفيها ايضا (۴/۲۲۹): ولا يفتى بكفر مسلم امكن حمل كلامه على محمل حسن اذا اراد ان يتكلم بكلمة مباحة فجرى على لسانه كلمة الكفر خطأً بلاقصد لايصدقه القاضي وان كان لايكفر فيمابينه وبين ربه تعالى.

(۱۳۴) دعویٰ مجددیت ومہدیت

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کے لئے جیسے دعویٰ نبوت ضروری ہوتا ہے اسی طرح مجدد اور مہدی کے لئے دعویٰ مجددیت اور مہدیت ضروری ہے یا نہیں؟ آج کل کئی لوگوں نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ان کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً.....روایات میں صرف اس بات کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے آخر میں ایک مجدد کو پیدا کرتے ہیں اس کی خاص علامات وغیرہ روایات میں مذکور نہیں لہٰذا کسی خاص شخص کے بارے میں متعین طور یہ کہنا کہ یہ مجدد ہے بہت مشکل ہے اسی طرح اگر کوئی

شخص خود بھی دعوی کرے تو وہ نا قابل قبول ہوگا۔

اور مہدی علیہ السلام کی علامات روایات میں موجود ہیں۔ان علامات کو دیکھ کر اس وقت کے لوگ پہچان لیں گے کہ یہی مہدی علیہ السلام ہیں اور یہ قیامت کے قریب ہوگا۔آج کل جو حضرات مہدی ہونے کا دعوی کرتے ہیں یہ محض جھوٹ ہے اور ایسا جھوٹا دعوی کرنے والے شخص کا مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

لمافی سنن ابی داؤد (۲/۲۳۳): عن ابی هريرة فيمااعلم عن رسول الله ﷺ قال ان الله يبعث لهذه الامة على راس كل مائة سنة من يجدد لها دينها.

وفي المشكوة (۲/۴۷۱): عن ام سلمة عن النبى ﷺ قال يكون اختلاف عند موت خليفة .... وذكر الحديث وفيه فاذا رأى الناس ذلك اتاه ابدال الشام وعصائب اهل العراق فيبايعونه ...... عن ثوبان قال قال رسول الله ﷺ اذا رأيتم الرايات السود قد جاء ت من قبل خراسان فاتوهافان فيها خليفة الله المهدى.

وفي الفتاوى الحديثية (ص۳۷): وسئلت عن طائفة يعتقدون في رجل مات من منذ اربعين سنة انه المهدى الموعود بظهوره آخرالزمان وان من انكر كونه المهدى المذكور فقد كفر فمايترتب عليه؟ فاجبت بان هذا اعتقاد باطل وضلالة قبيحة وجهالة شنيعة :اما الاول فلمخالفته لصريح الاحاديث التي كادت تتواتر بخلافه ....واما الثاني فلانه يترتب عليه تكفير الائمة المصبرحين في كتبهم بمايكذب هؤلاء في زعمهم وان هذا الميت ليس المهدى المذكور ومن كفر مسلما لدينه فهو كافر مرتد يضرب عنقه ان لم يتب وايضا فهولاء منكرون للمهدى الموعود به آخرالزمان، وقد ورد في حديث عند ابى بكر الاسكافي انها قالا من كذب بالدجال فقد كفر ومن كذب بالمهدى فقد كفر وهولاء مكذبون به صريحا فيخشى عليهم الكفر.

(۱۳۵) یارسول اللہ کہنا اور مصافحہ کے وقت انگوٹھا دیکھنا کیسا ہے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض حضرات ''صلوۃ وسلام'' ہمیشہ یاء کے ساتھ پڑھتے ہیں۔کیا شرعا اس طرح پڑھنا جائز ہے؟

نیز مصافحہ کے وقت ہاتھ دبانا اور انگوٹھا دیکھنا اس خیال سے کہ شاید یہ خضر علیہ السلام ہوں شرعا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... روضہ مبارک کے علاوہ بطور ندا ''یارسول اللہ'' کیساتھ صلوۃ وسلام پڑھنا اگر اس عقیدے سے ہو کہ حضور ﷺ ہر جگہ خود موجود ہیں اور سنتے ہیں یہ عقیدہ خود آپ ﷺ کے ارشادات کے خلاف ہے اور شرعا ناجائز ہے۔اس لئے کہ آپ ﷺ کا ارشاد

ہے ''جو شخص میرے روضہ پر درود پڑھتا ہے اسے میں خود سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھے فرشتے مجھ تک پہنچاتے ہیں''۔

مصافحہ کے وقت ہاتھ دبانا یا انگوٹھا دیکھنا اس خیال سے کہ کہیں یہ خضر علیہ السلام تو نہیں بالکل بے اصل ہے، شرعاً اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

لمافی المشکوة (۱/۸۶): عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ ﷺ ان لله ملا ئکة سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام.

وفیها ایضا (ص۸۷): عن ابی هریرة قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی علی نائیا ابلغته.

وفی المرقات (۲/۳۴۱) تحت الروایة الاولی: (من امتی علیه السلام) اذا سلموا علی قلیلا او کثیرا وهذامخصوص بمن بعد عن حضرة مرقده المنور ومضجعه المطهر.

(۱۳۶) کافر کو سلام کرنا یا جواب دینا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کافر کو سلام کرنا کیسا ہے، جائز ہے یا نہیں؟ نیز کافر کے سلام کا جواب دینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں کافر کو اگر تعظیماً سلام کیا جائے تو یہ موجب کفر ہے اور اگر تعظیم مقصود نہ ہو بلکہ صرف ملاقات کے وقت محض تحیہ کے طور پر کرے تو بھی ناجائز ہے البتہ اپنی کسی حاجت وضرورت کے لئے کرے تو جائز ہے۔ اور سلام کا طریقہ یہ ہے کہ ان الفاظ سے سلام کرے ''السلام علی من اتبع الهدی'' اور جواب میں صرف ''وعلیک'' کہے۔

لمافی الهندیة (۵/۳۴۸): وقال مجاهد اذاکتبت الی الیهودی او النصرانی فی الحاجة فاکتب السلام علی من اتبع الهدی.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۶/۴۱۲): ویسلم المسلم علی اهل الذمة لوله حاجة والاکره هو الصحیح ....ولو سلم علی الذمی تبجیلا یکفر لان تبجیل الکافر کفر.

وفی الشامیة: (لوله حاجة) ......قال فی التاتارخانیة لان النهی عن السلام لتوقیره ولاتوقیر اذا کان السلام لحاجة.

(۱۳۷) کیا مولانا کہنا شرک ہے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کی عادت ہے کہ ہر عالم دین کو ادب کے ساتھ مولانا

کے لفظ سے مخاطب ہوتا ہے جبکہ عمرو اسے کہتا ہے کہ مولانا کا لفظ عام مخلوق کے لئے استعمال کرنا صحیح نہیں اس لئے کہ ہمارے مولی تو صرف اللہ تعالی ہیں۔ آیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں زید کا کسی بھی عالم کے ادب کے لئے مولانا کا لفظ استعمال کرنا صحیح ہے اور عمرو کا قول صحیح نہیں کیونکہ یہ لفظ (مولی) جب مخلوق کے لئے استعمال ہو تو اس سے وہ معنی مراد نہیں ہوتے جو خالق کے لئے استعمال کے وقت مراد ہوتے ہیں۔

لمافي جامع المسانيد والسنن (۲۱۵/۱۹): .... رسول الله ﷺ يقول لعلي يوم غدير خم: أليس الله اولى بالمؤمنين قالوا بلى، قال : اللهم من كنت مولاه فعلي مولاه.

وفي المشكوة (ص-۵۶۴): عن زيد بن ارقم ان النبي ﷺ قال من كنت مولاه فعلي مولاه.

وفي الهندية (۳۷۸/۵): ولو قال لاستاذه مولانا لابأس به وقد قال علي ؓ لابنه الحسن قم بين يدي مولاك عني استاذه وكذا لابأس به اذا قال لمن هو افضل منه.

(۱۳۸) کافر سے جھاڑ پھونک کرانا

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مریض پر کافر سے جھاڑ پھونک کرانا جائز ہے یا نہیں؟ میرے ایک دوست کا کہنا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ میرا دل اسے تسلیم نہیں کرتا اور مجھے یہ شرک معلوم ہوتا ہے۔ آپ قرآن وسنت کی روشنی میں فیصلہ صادر فرمائیں کہ کس کی بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... ایسی جھاڑ پھونک جس میں شرکیہ الفاظ ہوں یا جس کے معنی معلوم نہ ہوں جائز نہیں ہے اور کفار کی جھاڑ پھونک عام طور پر ایسی ہی ہوتی ہے لہٰذا اجتناب کرنا چاہئے۔

لمافي الصحيح لمسلم (۲۲۴/۲): عن عوف بن مالك الاشجعي قال كنا نرقي في الجاهلية فقلنا يارسول الله كيف ترى في ذلك فقال اعرضوا على رقاكم لابأس بالرقى مالم يكن فيه شرك.

وفي شرح الفقه الاكبر (ص-۱۵۰): واتفقوا كلهم ايضا على ان كل رقية وتعزيم اوقسم فيه شرك بالله فانه لايجوز التكلم. وكذا الكلام الذي لايعرف معناه لايتكلم به لامكان ان يكون فيه شرك لايعرف.

(۱۳۹) ارکان اسلام کا انکار

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا کہنا یہ ہے کہ اگر زکوۃ ڈھائی فیصد سے زیادہ

ہوتی اور روزے ایک مہینے سے زیادہ ہوتے تو میں نہ تو زکاۃ ادا کرتا اور نہ ہی روزے رکھتا۔ ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً..... صورت مسئولہ میں اگر اس شخص کی مراد یہ ہے کہ میرے اندر اس سے زیادہ کی طاقت نہیں لہٰذا میں حکم کی بجا آوری نہیں کرسکتا تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور اگر مقصود اللہ تعالیٰ کے حکم کا انکار ہے تو اس سے یہ شخص کافر ہوجائے گا۔ البتہ بہرصورت اس طرح کے کلمات سے اجتناب کرنا چاہئے۔

لمافی التاتارخانیة (۴۸۶/۵): لوقال لوامرنی الله بالزکاة اکثر من خمسة دراهم او الصوم اکثر من شهر لاافعل فانه کفر.

وفی الهندیة (۲۷۰/۲): ولو قال هذه الطاعات جعلها الله عذابا علینا ان تأول ذلک لا یکفر.

وفی الهندیة (۲۵۸/۲): اذاقال لوامرنی الله بکذا لم افعل فقد کفر کذافی الکافی.

(۱۴۰) بغیر تحقیق کفر کا فتوی

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی عالم بغیر تحقیق کسی پر کفر کا فتوی لگائے تو یہ فتوی دینا کیسا ہے؟ کیا شریعت کی رو سے جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً..... کسی عالم یا مفتی کے لئے بغیر تحقیق کسی پر کفر کا فتوی دینا جائز نہیں ہے بلکہ اگر اس کے قول یا فعل کی کوئی اچھی تاویل ممکن ہو تو اس پر محمول کرنا چاہئے۔

لمافی الهندیة (۲۸۳/۲): اذاکان فی المسئلة وجوه توجب الکفر ووجه واحد یمنع فعلی المفتی ان یمیل الی ذلک الوجه.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۲۲۳/۴): قال فی البحر وقد الزمت نفسی ان لاافتی بشئ منها.

وفی الشامیة: روی الطحاوی عن اصحابنا لایخرج الرجل من الایمان الاجحود ماادخله فیه ثم ماتیقن انه ردة یحکم بها ومایشک انه ردة لایحکم بها اذ الاسلام الثابت لایزول بالشک مع ان الاسلام یعلو وینبغی للعالم اذا رفع الیه هذا ان لایبادر بتکفیر اهل الاسلام مع انه یقضی بصحة اسلام المکره ....وفی الفتاوی الصغری : الکفر شئ عظیم لااجعل المؤمن کافرا متی وجدت روایة انه لایکفر.

(۱۴۱) علم غیب اور فالنامہ

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جنات کے ذریعے غیب کی باتیں بتانا کیسا ہے؟ جو شخص

ہاتھ کی لکیروں یا پرندوں کے ذریعے سے فال نکالتا ہے جو کہ لکھ کر لفافے میں بند کی ہوتی ہے پھر پرندہ اس لفافے کو نکال لاتا ہے تو کیا ایسا شخص کافر ہے یا فاسق؟ وضاحت فرمائیں۔

نیز رسول اللہ ﷺ سے علم غیب کی نفی مع الادلۃ واضح فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... جنات کے ذریعے غیب کی باتیں بتانا جائز نہیں ہے کیونکہ جنات کو خود علم غیب حاصل نہیں ہے لہٰذا ان کی باتوں میں ایک آدھ بات سچی اور باقی سب جھوٹ ہوتا ہے اور جنات کے ذریعے لوگوں کو غیب کی خبریں بتانے سے لوگوں کے اذہان میں اوہام پیدا ہوتے ہیں جس سے لوگوں کے عقائد خراب ہوتے ہیں لہٰذا یہ ناجائز ہے۔

۲۔ حضور ﷺ سے علم غیب کی نفی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کیونکہ غیب کا علم اللہ تعالیٰ کی خاصیت ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کی صفات علیم، عالم، علام، اعلم، علیم بذات الصدور، عالم الغیب والشهادة، علام الغیوب اور اللہ اعلم بمایکتمون ہیں۔

۳۔ جو شخص فال نکالتا ہے اور اس کا عقیدہ یہ ہو کہ میں علم غیب سے واقف ہوں تو ایسا شخص کافر ہے اور اگر اس کا عقیدہ یہ نہیں ہے بلکہ صرف کاروبار کیلئے ایسا کرتا ہے تو یہ شخص فاسق و گناہگار ہے کیونکہ اس سے لوگوں کے عقائد پر برا اثر پڑتا ہے۔

لقوله تعالیٰ (سورة البقرة:۳۳): انی اعلم غیب السموات والارض واعلم ماتبدون وماکنتم تکتمونo

(سورة الانعام: ۵۹): وعنده مفاتح الغیب لایعلمها الاهوط الآیة

(هود: ۱۲۳): وللهٰ غیب السمٰوٰت والارض والیه یرجع الامر کله الآیة

(کهف: ۲۶): لهٗ غیب السمٰوٰت والارضط أبصر به واسمع ط الآیة

(النحل: ۷۷): وللّٰه غیب السمٰوٰت والارضط وماأمر الساعة الاکلمح البصرط الآیة

(الانعام: ۵۰): قل لااقول لکم عندی خزائن الله ولااعلم الغیب ولااقول لکم انی ملکج ان اتبع الامایوحی الی ط الآیة

(الاعراف ۱۸۸): ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیرج الآیة

(لقمان: ۳۴): ان الله عنده علم الساعة ج وینزل الغیثج ویعلم مافی الارحام ط وماتدری نفس ماذا تکسب غداط وماتدری نفس بأی ارض تموت ط الآیة

وفی المشکوة (ص۳۹۲): وعن عائشة قالت سأل اناس رسول الله ﷺ عن الکهان فقال لهم رسول الله ﷺ انهم لیسوا بشیء قالوا یارسول الله فانهم یحدثون احیانا بالشیء یکون حقافقال رسول الله ﷺ تلک الکلمة من الحق یخطفها الجنی فیقرها فی اذن ولیه قر الدجاجة فیخلطون فیها اکثر من مائة کذبة متفق علیه.

وفیھا ایضا (ص۳۹۳):عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہﷺ من اتی کاھنا فصدقہ بمایقول...... ...... فقد بریٔ مما انزل علی محمد.

قال الملاعلی القاری تحتہ فی المرقات (۹/۱۷): (فقد بریٔ مما انزل اللہ) ای کفر وھو محمول علی الاستحلال اوعلی التھدید والوعید.

وفی النبراس (ص۵۷۵): خامسھا خبر الکاھن لانہ ممایخبرہ الجن عن مشاھدۃ اوسماع عن الملائکۃ الذین عرفوا الکوائن المستقبلۃ بالوحی ثم نقول قد نطق کثیر من الاحادیث واقوال السلف بکفر المنجم والکاھن ومن یصدقھماوذکر غیر واحد من المحققین ان التکفیر خاص بمن یدعی علم الغیب اویزعم النجوم مدبرۃ بالاستقلال اویزعم الجن عالمۃ بالغیب ....قلت ومع ھذا لیس الاشتغال بالنجوم والکھانۃ وتصدیقھما من فعل الصالحین ولاشک ان فیھا اخلالا بعقائد ضعفاء المسلمین لزعمھم ان المخبرعالم بالغیب.

وفی شرح الاکبر (ص۱۵۱): وبالجملۃ العلم بالغیب امر تفرد بہ اللہتعالی لاسبیل الیہ للعباد الاباعلام منہ.

وفیہ ایضا (ص۱۴۹): ومنھا ان تصدیق الکاھن بمایخبر من الغیب کفر لقولہ تعالی قل لایعلم من فی السماوات والارض الغیب الااللہ ولقولہ علیہ السلام من اتی کاھنا فصدقہ بمایقول فقد کفر بماانزل علی محمد ....ثم الکاھن ھو الذی یخبر عن الکوائن فی مستقبل الزمان ویدعی معرفۃ الاسرار فی المکان.

وفی التفسیر المنیر (۲۲/۱۶۰): لیس لاحد من الملائکۃ والجن والانبیاء والناس ادعاء علم الغیب وانماذلک مختص باللہتعالی.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۴/۲۴۲): والکاھن لمافی مختصر النھایۃ للسیوطی من یتعاطی الخبر عن الکائنات فی المستقبل ویدعی معرفۃ الاسرار ....والحاصل ان الکاھن من یدعی معرفۃ الغیب باسباب وھی مختلفۃ فلذا انقسم الی انواع متعددۃ کالعراف والرمال والمنجم وھوالذی یخبر عن المستقبل بطلوع النجم وغروبہ والذی یضرب بالحصی والذی یدعی ان لہ صاحباہ من الجن یخبر عماسیکون والکل مذموم شرعا محکوما علیھم وعلی مصدقھم بالکفروفی البزازیۃ یکفر بادعاء الغیب وباتیان الکاھن وتصدیقہ.

(۱۴۲) عالم دین کے ساتھ بغض رکھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صاحب علم کی فضیلت پر بیان کرر ہے تھے، بیان کرتے ہوئے انہوں نے ایک بات یہ بیان کی کہ اگر کوئی شخص عالم دین کے ساتھ بغض رکھے تو وہ اس کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے۔کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص کا یہ کہنا اس اعتبار سے صحیح ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عالم دین سے اس کے عالم ہونے کی بناء پر بغض رکھے تو اس کے دائرہ اسلام سے خارج ہونے میں کوئی تردد نہیں ہے۔البتہ اگر علم کے علاوہ کسی اور وجہ سے ایسا کرتا ہے تو پھر وہ کافر نہ ہوگا تاہم کسی مسلمان خصوصاً عالم دین سے بغض رکھنا درست نہیں۔لقوله عليه السلام ولاتباغضوا ولا تحاسدو الخ

لمافي شرح الفقه الاكبر (ص۱۷۳): وفي الخلاصة من ابغض عالما من غير سبب ظاهر خيف عليه الكفر.قلت :الظاهر انه يكفر لانه اذا ابغض العالم من غير سبب دنيوى اواخروى فيكون بغضه لعلم الشريعة ولاشك في كفر من انكره فضلا عمن ابغضه.

وفي ردالمحتار (۷۲/۴): ذكر في شرحه على الملتقى ايضا انه على وجه المزاح يعزر فلو بطريق الحقارة كفر لان اهانة اهل العلم كفر على المختار.

(۱۴۳) عالم کی تضحیک کا حکم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی عالم دین کی تضحیک کرنا اور اسے مذاق کا نشانہ بنانا، اس کے لئے ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جو عرف میں برے سمجھے جاتے ہیں مثلاً عالم کو''رانگڑ'' یا''رانگڑ اول'' کہنا جبکہ عرف میں رانگڑ جاہل اور بدتہذیب لوگوں کو کہا جاتا ہے، کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً..........صورت مسئولہ میں ایسے شخص کے بارے میں کفر کا اندیشہ ہے لہٰذا ایسے کلام سے اجتناب کرنا چاہئے۔

لمافي التاتارخانية (۵۰۸/۵): وفي الذخيرة ومن شتم عالما اوفقيها من غير سبب خيف عليه الكفر.

وفي الهندية (۲۷۰/۲):ويخاف عليه الكفر اذا شتم عالما اوفقيها من غير سبب.

(۱۴۴) عالم دین کو مسجد کا میراثی کہنے کا حکم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صاحب نے ایک عالم کے بارے میں یوں کہا کہ

''میرے اوران کے درمیان یہ فرق ہے کہ میں میدان کا میراثی ہوں اور وہ مسجد کا'' ایسے بے ہودہ کلمات کہنے والے شخص کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ سے پہلے یہ سمجھئے کہ عام ضابطہ یہ ہے کہ انسان کا جس سے تعلق ہوتا ہے اس کے تمام متعلقین سے بھی وہ روابط رکھتا ہے اوران میں سے کسی کے بارے میں ہر ایسی بات کہنے سے گریز کرتا ہے جس کی وجہ سے اس کے تعلقات پر برا اثر پڑے چاہے اسے کسی موقع پر تھوڑا بہت نقصان ہی کیوں نہ برداشت کرنا پڑے، اب یہ دیکھ لیجئے کہ علماء کون ہیں؟ ان کے بارے میں صادق ومصدوق رسول اللہ ﷺ نے یہ الفاظ فرمائے ہیں ''العلماء ورثۃ الانبیاء'' الحدیث (مشکوٰۃ المصابیح ۳۴) یعنی علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ اب ہر شخص بخوبی جانتا ہے کہ جب کسی شخص کا کسی خاندان کے بڑے سے تعلق ہو اور وہ اس کے خاندان کے دوسرے افراد پر لعن طعن کرے چاہے وہ ورثاء کیسے ہی کیوں نہ ہوں تو اس خاندان کا بڑا کبھی بھی اسے برداشت نہیں کرے گا خاص طور پر جب وہ خاندان کا سربراہ فخریہ طور پر اپنے خاندان والوں کے بارے میں کہے کہ یہ میرے اپنے ہیں، پھر کیا خیال ہے آپ کا ان علماء کے بارے میں جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ خود یہ فرمارہے ہیں کہ یہ میرے اپنے ہیں اوران کا صرف میرے ساتھ تعلق نہیں بلکہ تمام انبیاء کے ساتھ ہے، اس کے بعد وہ شخص جسے رسول اللہ ﷺ کی محبت کا دعویٰ ہو، زبانی دعوے میں وہ عشق نبی ﷺ کو اپنی زندگی کا بہترین سرمایہ شمار کرتا ہو، وہ آپ کی اطاعت کو اپنی کامیابی کا ذریعہ گردانتا ہو، اس کے باوجود جنہیں رسول اللہ ﷺ اپنا کہیں ان پر اعتراضات کرے ان کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کرے تو کیا یہ شخص اپنے دعوے میں سچا سمجھا جائے گا؟؟

باقی رہا یہ معاملہ کہ علماء میں اگر آپ کو کوئی خامی نظر آتی ہے تو یہ بات ذہن میں رہے کہ اگر وہی غلطی آپ کی اولاد کرے یا آپ کا کوئی عزیز کرے تو آپ کا اس پہ ردعمل کیا ہوگا؟ کیا آپ وہاں یہ دلیل نہیں دیں گے کہ انسان خطاء کا پتلا ہے اس سے خطاء کا سرزد ہونا کوئی بعید نہیں پھر کیا وجہ ہے کہ آپ کو علماء پر نکتہ چینی کرتے وقت بھولے سے بھی یہ بات یاد نہیں آتی کیا آپ انہیں فرشتے سمجھتے ہیں؟ کہ ان سے غلطی کا صدور نہیں ہونا چاہیے۔

دوسری بات یہ کہ یہ آپ کا معیار ہے کہ آپ انہیں قابل ملامت ٹھہرارہے ہیں آپ کو کیا معلوم کہ جس وجہ سے ان پر ملامت کررہے ہیں اس کی حقیقت تک آپ پہنچے ہیں یا نہیں ورنہ اگر یہ لوگ ایسے ہی ہوتے جیسا کہ آپ کا خیال ہے تو اللہ تعالیٰ کو تو معلوم تھا ناں، کہ یہ ایسے ہوں گے پھر اپنے نبی ﷺ سے یہ اعلان کیوں کروایا (''العلماء ورثۃ الانبیاء'' الحدیث) کیوں کہ آپ ﷺ تو ایک بات بھی اپنی طرف سے بیان نہیں فرماتے جب تک اللہ تعالیٰ انہیں اس کا حکم نہ دیں وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى الآیۃ (النجم:۳،۴) آخر کوئی بات تو تھی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان کروایا، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے اپنی کتابوں میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ اگر کوئی شخص علماء پہ بلا وجہ لعن طعن کرے تو سخت گناہ گار ہے اور اگر علماء کو برا بھلا کہنے سے مقصود دین اسلام کی اہانت واستخفاف ہو تو ایسے شخص کے اسلام کے خارج ہونے میں کوئی تردد نہیں۔

اب اس کے بعد وہ حضرات ذرا اپنی زندگی کا جائزہ لے لیں جن کا مشغلہ ہی یہ ہے کہ جہاں کسی عالم کا تذکرہ ہوا انہوں نے فوراً علماء کی

مخالفت میں دلائل دینا شروع کردیے، کیا یہ حضرات اپنے تئیں اسے دانشمندی گردانتے ہیں، یہ کیسی دانشمندی ہے جو دین کو کمزور کرنے کے مترادف ہے کیونکہ لوگ اس طرح کی باتوں کی وجہ سے دین سے متنفر ہوں گے، یہ ہمارا اپنا نقصان ہے اس طرح کی باتوں سے ہم کسی کا کیا بگاڑ رہے ہیں۔ اس مشغلہ میں وہ لوگ بھی برابر کے شریک ہیں جو کسی داڑھی والے شخص یا کسی مدرسے سے وابستہ شخص کی برائی کو علماء کی برائی قرار دے کر اسے کئی دنوں تک اخبارات کی زینت بناتے ہیں اور اتنا معلوم کرنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتے کہ وہ کون تھا واقعی عالم تھا یا مدرسے کا باورچی، اور ستم بالاستم یہ کہ اپنی غلطی ماننے کو تیار بھی نہیں ہوتے۔

آخری گزارش! اگر واقعی ایسا ہے کہ کسی جگہ کوئی ایسا شخص ہے جس نے علماء کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے اور اس کے کام علماء کے طریقے کے خلاف ہیں تو آپ بتائیں آپ اس کی اصلاح چاہتے ہیں؟ یا اسے مزید بربادی کی طرف دھکیلنا چاہتے ہیں؟ اگر اصلاح مقصود ہو تو جگہ جگہ مجالس میں بیٹھ کر کسی کی برائی بیان کرنا یہ اصلاح کا طریقہ نہیں اگر اس طرح کی کوئی مثال موجود ہو کہ اس روش پر کسی کی اصلاح ہوئی ہو تو آپ بتادیں بلکہ اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ آپ جس کی اصلاح چاہتے ہیں اسے نرمی سے علیحدگی میں سمجھادیں خود نہیں سمجھا سکتے تو اس کیلئے کسی ایسے شخص کا انتخاب کریں جو یہ کام احسن طریقے سے پورا کرسکے، اور اگر آپ سے یہ کام نہیں ہوسکتا تو بلاوجہ غیبت کرکے اپنی نیکیاں برباد نہ کریں بلکہ آپ اس معاملے کو چھوڑ دیں جیسا کہ آپ بہت سے معاملات پر اس لئے خاموش رہتے ہیں کہ آپ کے اظہار خیال کا کوئی فائدہ نہیں ہے ایسے ہی اسے بھی سمجھ لیجئے کہ آپ کے بولنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اگر آپ سے اچھا کام نہیں ہوسکتا تو برائی نہ پھیلائیں، یہی آپ کے اور آپ کے مسلمان بھائیوں کے حق میں بہتر ہے اور اگر خاموش بھی نہیں رہ سکتے تو کم سے کم اتنا ضرور کیجئے کہ اس فرد واحد کی برائی کریں نہ کہ اس برائی میں تمام علماء کو شامل کریں جیسا کسی ادارے میں اگر کوئی ایک شخص خراب ہو تو آپ اسے ہی برا شمار کرتے ہیں اور اگر کوئی دوسرا بھی اس ادارے کی برائی کرے تو آپ اسے سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ سارا ادارہ ایسا نہیں بلکہ یہ سارا کیا دھرا فلاں شخص کا ہے اگر یہ یہاں سے فارغ ہوجائے تو یہ ادارہ بالکل صحیح ہے تو یہی معاملہ یہاں بھی کیجئے حالانکہ ہوسکتا ہے کہ کسی ادارے کا دفاع کرنے سے آپ کو کوئی فائدہ نہ ہو جب کہ اس معاملے میں اگر آپ نے دین کی نصرت کی نیت کرلی تو یہ آپ کے ہمیشہ کام آنے والی چیز کا سودا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس پر اجر جزیل عطاء فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی وناصر ہو۔

لما فی الاشباہ والنظائر (صـ ۱۹۱): الاستهزاء بالعلم والعلماء کفر.

وفی المحیط البرهانی (۴۲۰/۷): واذا خاصم فقیها فی حادثة وبین الفقیه له وجها شرعیا فقال ذلک المخاصم این دانشمندی بود او قال دانشمندی مکن که پیش نرود یخاف علیه الکفر واذا قال لفقیه ای دانشمندک او قال لعلوی ای علویک لا یکفر ان لم یکن قصد الاستخفاف بالدین.

وفی خلاصة الفتاوی (۳۸۸/۴): ومن ابغض عالما بغیر سبب ظاهر خیف علیه الکفر ...... نقل عن الامام الفضلی ان فقیها شکیٰ الیه وقال اقال رجل: دمزه اینجاماندی ورفتی لکتاب ترکه فامر الفضلی بقتله.

وفی البزازیة علی هامش الهندیة (۶/۳۳۷): قال الفقیه دانشمندک او لعلوی علویک یکفران قصد به الاستخفاف بالدین وان لم یرد به الاستخفاف بالدین لا یکفر ویجئی التصغیر للتعظیم ایضا وشتم العالم او العلوی لامر غیر صالح فی ذاته وعداوته لخلافه الشرع لا یکون کفراً ولا خطأً.

وفی الدرالمختار (۴/۷۱): لا یعزر بیا حمار یا خنزیر، یا کلب، یا تیس، یا قرد، یا ثور، یا بقر، یاحیة لظهور کذبه واستحسن فی الهدایة التعزیر......

وفی الشامیة (واستحسن فی الهدایة)......وقیل ان کان المسبوب من الاشراف کالفقهاء والعلویة یعزر لانه یلحقهم الوحشة بذلک وان کان من العامة لا یعزر وهذا احسن ......(صـ۷۲. تنبیه) ذکر فی شرحه علی الملتقی ایضا انه لو علی وجه المزاح یعزر فلو بطریق الحقارة کفر لان اهانة اهل العلم کفر ......

(۱۴۵) علماءکرام کوسب وشتم کرنے والے کا حکم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو یوں کہتا ہو کہ موجودہ زمانے کے علماء کرام یہودی اور نصرانی ہیں ان میں کوئی ابھی ایسا عالم نہیں جو شریعت کے راستے پر چلتا ہو اور وہ علماء کرام کو سب وشتم بھی کرتا ہو تو ایسا شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......مذکورہ شخص اگر علماء کرام کو حقیر سمجھتے ہوئے اور ان کی اھانت کرتے ہوئے ایسے الفاظ کہتا ہے تو وہ کافر ہے اس طرح اگر بغیر کسی سبب کے ایسا کہے تب بھی کافر ہو جائے گا۔

دلائل المسئلة مرت سابقافی رقم السؤال : ۱۴۲ و۱۴۳

(۱۴۶) مشائخ پرلعن طعن کرنے والے سے تعلقات رکھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ غیر مقلدین جو فقہ کے منکر ہیں اور بڑے بڑے مشائخ کو گالیاں دیتے ہیں خاص طور پر احناف سے حد درجہ بغض وعناد رکھتے ہیں اور خصوصاً صاحب ہدایہ وغیرہ کو گالیاں دیتے ہیں۔ وجہ صرف یہ ہے کہ انہوں نے مذہب حنفی کو قرآن وسنت کے دلائل سے ثابت کیا ہے۔ یہ حضرات اس بات کو تسلیم نہیں کرتے اور سب وشتم پر اتر آتے ہیں۔ آیا ایسے منکرین فقہ اور گستاخ مشائخ لوگوں کے ساتھ تعلقات رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر یہ امام بنیں تو ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......ایسے اشخاص فاسق ہیں۔ مشائخ اور فقہاء کرام کو گالیاں دینے سے کفر کا اندیشہ ہے لہٰذا ان سے تعلقات قائم کرنا اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

لـمافی احکام القرآن للقرطبی (۱۳/۷): فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین ....قال ابن العربی وھذا دلیل علی مجالسة اھل الکبائر لاتحل.

وفی الھندیة (۱/۸۵): وتجوز امامة الاعرابی ....والفاسق ......الاانھا تکرہ.

وفیھا ایضا (۲/۲۷۰): من ابغض عالما من غیر سبب ظاھر خیف علیه الکفر.

وفی ردالمحتار (۴/۲۳۷): وترد شھادة من یظھر سب السلف لانه یکون ظاھر الفسق .....وقال الزیلعی اویظھر سب السلف یعنی الصالحین منھم وھم الصحابة والتابعون لان ھذہ الاشیاء تدل علی قصور عقله وقلة مروء ته.

(۱۴۷) بے نمازی اوراس کے ساتھ تعلق رکھنے کا حکم

سوال.....کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بے نمازی کو کامل مسلمان کہنے اوراس کے گھر کا کھانا کھانے اوراس کے ساتھ تعلقات رکھنے کا شرعاً حکم کیا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً.....جان بوجھ کر محض اپنی سستی کی وجہ سے نماز نہ پڑھنا بہت بڑا گناہ ہے۔قرآن وحدیث میں ایسے شخص کے متعلق بہت سخت وعیدیں آئی ہیں تاہم ایسا شخص ایمان سے نہیں نکلتا بلکہ مؤمن ہوتا ہے گو کامل ایمان نہ ہو لہٰذا یہ گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد ضرور جنت میں جائے گا اور چونکہ یہ مومن ہے اس لئے دوسرے مسلمانوں پراس کے حقوق (عیادت، جنازہ وغیرہ) ادا کرنا بھی لازم ہے اور عام حالات میں اس کے ساتھ تعلقات رکھنا، اس کے گھر کا کھانا کھانا جب کہ اس میں کوئی دینی نقصان نہ ہو جائز ہے، البتہ تادیباً اس امید سے اس سے قطع تعلق کرنا کہ شاید اس طرح وہ نماز اور دین کا پابند ہو جائے جائز ہے بلکہ اگر اس طریقہ سے اس کے نماز اور دین کے پابند ہونے کا غالب گمان ہو تو اس وقت یہ قطع تعلقی ضروری ہوگی۔اسی طرح اگر اس سے تعلقات رکھنے میں غالب گمان یہ ہو کہ اس طرح یہ نماز اور دین کا پابند ہو جائے گا تو پھر تعلقات رکھنا مناسب ہے۔

لمافی تکملة فتح الملھم(۵/۳۵۶): وحاصل ذلک ان الھجران انما یحرم اذا کان من جھة غضب نفسانی اما اذا کان علی وجه التغلیظ علی المعصیة والفسق اوعلی وجه التادیب کما وقع مع کعب بن مالک وصاحبیه او کما وقع لرسول اللہ ﷺ مع ازواجه او لعائشة مع ابن الزبیر رضی اللہ عنھم فانه لیس من الھجران الممنوع.

وفی الھندیة(۱/۵۰):ولایقتل تارک الصلوۃ عامدا غیر منکر وجوبھا بل یحبس حتی یحدث توبة.

وفی الشامیة (۶/۳۸۸): (قوله وجاز عیادۃ فاسق) وھذا غیر حکم المخالطة ذکر صاحب الملتقط یکرہ للمشھور المقتدی به الاختلاط برجل من اھل الباطل والشر الا بقدر الضرورۃ لانه یعظم امرہ

بین الناس ولو کان رجل لایعرف یداریه لیدفع الظلم عن نفسه من غیر اثم فلا بأس به.

وفی الشامیة(۳۳۸/۲): والمراد بها سنن الهدی کالجماعة والاذان والاقامة فان تارکها مضلل ملوم کمافی التحریر والمراد الترک علی وجه الاصرار بلا عذر.

(۱۴۸) توہین رسالت کے مرتکب کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس شخص کے بارے میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرتا ہو اور توہین رسالت کا مرتکب ہو اور کہتا ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری شریعت بیان نہیں کی (العیاذ باللہ) کیا ایسا شخص مسلمان ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... جو شخص توہین رسالت کا مرتکب ہو اور العیاذ باللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرتا ہو تو ایسا شخص مرتد ہے اور ایسے شخص کو وہی سزا دی جائے گی جو کہ مرتد کو دی جاتی ہے۔

لمافی الهندیة (۲۶۳/۲): سئل عمن ینسب الی الانبیاء الفواحش کعزمهم علی الزنی ونحوه الذی یقوله الحشویة فی یوسف علیه السلام قال یکفر لانه شتم لهم واستخفاف بهم قال ابوذر من قال ان کل معصیة کفر وقال مع ذلک ان الانبیاء علیهم السلام عصوا فکافر لانه شاتم.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۲۳۱/۴ ، ۲۳۳): والکافر بسب النبی من الانبیاء فانه یقتل حدا ولاتقبل توبته مطلقا ......لکن صرح فی آخر الشفاء بان حکمه کالمرتد ومفاده قبول التوبة کمالایخفی.

وفی الشامیة: ان المشهور عن مالک واحمد انه لایستتاب ولایسقط القتل عنه وهوقول اللیث بن سعد وذکر القاضی عیاض انه المشهور من قول السلف وجمهور العلماء وهواحد الوجهین لاصحاب الشافعی. وحکی عن مالک واحمد انه تقبل توبته وهوقول ابی حنیفة واصحابه .... فهذا صریح کلام القاضی عیاض فی الشفاء والسبکی وابن تیمیة وائمة مذهبه علی ان مذهب الحنفیة قبول التوبةبلاحکایة قول اخر عنهم.

(۱۴۹) نداء غیر اللہ کے جواز کی ایک صورت

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نداء غیر اللہ سے متعلق بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اگر پکارنے والا تصفیہ باطن سے منادیٰ کا مشاہدہ کررہا ہو تو جائز ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ تصفیہ باطن کے بعد اولیاء اللہ کو پکارا جاسکتا ہے۔اس کی وضاحت فرماکر ممنون فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً.....قابل غور امر یہ ہے کہ تصفیہ باطن کے بعد نداء غیر اللہ سے کیا مراد ہے؟ تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ جب کوئی شخص معرفت الٰہیہ میں ترقی کرتے کرتے اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ بعض غیر منکشف احوال اللہ تعالیٰ اس پر منکشف فرمادیں۔ اس انکشاف کو کرامت یا کشف سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ کرامات وکشف صحابہ کرام سے لیکر اولیاء اللہ تک ثابت ہیں جیسے ایک لشکر حضرت عمرؓ نے روانہ فرمایا، ایک موقع پر اس لشکر کو شکست ہونے لگی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عین دوران خطبہ جمعہ آواز لگائی "یاساریۃ الجبل" اور یہ آواز مدینہ سے ہزاروں میل دور لشکر نے سنی، اس پر عمل کیا اور شکست سے بچ گئے۔

اب یہاں ندائے غیر اللہ تو پائی جارہی ہے لیکن اس ندا سے مراد وہ ندا نہیں جو ہمارے یہاں معروف ہے کہ کسی ولی کو مدد کے لئے پکارا جائے تاکہ وہ اسے نفع پہنچائے یا نقصان سے بچائے کیونکہ ایسی ندا نصوص کے خلاف اور شرک ہے کیونکہ اس ندا میں اس "ولی اللہ" کو مؤثر خیال کیا جاتا ہے اور یہی شرک ہے۔ باقی جو ندا اس واقعہ میں ثابت ہے اس میں شرک کا شائبہ تک نہیں کیونکہ یہ مدد کے حصول کے لئے نہیں بلکہ ایک دینی مصلحت کے تحت ہے اس طرح کی ندا کسی ولی سے بھی ظاہر ہوجائے ممنوع نہیں بلکہ یہ اس ولی کی کرامت سمجھی جائے گی۔

لمافی البداية والنهاية (۱۳۴/۷): ذكر سيف عن مشائخه ان سارية بن زنيم قصد فسا ودار ابجرد .... فرأى عمر فى تلك الليلة فيمايرى النائم معركتهم وعددهم فى وقت من النهار .... فخطب الناس واخبرهم بصفة مارأى ثم قال ياسارية الجبل الجبل ثم اقبل عليهم وقال :ان لله جنودا ولعل بعضها ان يبلغهم ....وذكر سيف فى رواية اخرى عن شيوخه ان عمر بينما هو يخطب يوم الجمعة اذقال: ياسارية بن زنيم الجبل الجبل. فلجأ المسلمون الى جبل هناك فلم يقدر العدو عليهم الامن جهة واحدة فاظفرهم الله بهم.

وهكذا فى اسدالغابة (۱۷۴/۴)

فصل فی السنة و البدعة
(سنت اور بدعت کے بیان میں)

(۱۵۰) قبروں پر چادریں چڑھانا اور اس کی چوری کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے بلکہ پورے پاکستان میں یہ رواج ہے کہ لوگ بزرگوں یا عام مردوں کی قبروں پر چادر ڈالتے ہیں۔ آیا قبر پر چادر ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز اگر کوئی اس کو چوری کرلے تو اس پر شرعی سزا کے طور پر اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......قبروں پر چادریں ڈالنا چاہے وہ بزرگوں کی ہوں یا عام لوگوں کی ہر صورت میں ناجائز ہے۔ اور اگر ان چادروں کو کوئی چوری کرلے تو اس کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے کیونکہ یہ غیر محفوظ مال ہے۔

لمافی الهندية (۱۷۰/۲): وهی فی الشرع اخذ العاقل البالغ نصابا محرزا اوماقيمة نصاب ملكا للغير لاشبهة له فيه علی وجه الخفية.

وفی الشامية (۲۳۸/۲): تكره الستور علی القبور.

(۱۵۱) بارش کے لئے مزارات پر جانور ذبح کرنا/مصیبت کے وقت اذان دینا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں یہ رواج ہے کہ جب قحط سالی ہونے لگے اور بارشیں بند ہوجائیں تو بارش کے لئے مزارات پر جانور ذبح کئے جاتے ہیں۔ کیا شرعاً ایسا کرنا صحیح ہے؟ نیز مصیبت کے وقت اذان دینا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں جانور اگر تقرب لغیر اللہ (غیر اللہ کی رضا وخوشنودی) کے لئے ذبح کیا تو وہ جانور حرام ہوگا۔ اور اگر تقرب الی اللہ مقصود ہو اور جانور ذبح کرتے وقت بھی اللہ تعالیٰ کا ہی نام لیا ہو تو جانور حلال ہوگا لیکن دونوں صورتوں میں مزارات پر جانور ذبح کرنا ناجائز اور بدعت ہے جس کا کوئی ثبوت خیر القرون سے نہیں پایا جاتا اس لئے اس سے احتراز لازم ہے۔

نیز مصیبت کے وقت اذان دینا مسنون ہے۔

لمافی احكام القرآن للقرطبی (۲۲۳/۲): "وما اهل به لغير الله" ای ذكر عليه غير اسم الله تعالی ......

رجرت عادة العرب بالصياح باسم المقصود بالذبيحة وغلب ذلك فی استعمالهم حتی عبر به عن

النسة التي هي علة التحريم.

وفي روح المعاني (۴۲/۲): (وما اهل لغير الله) اى ماوقع متلبسا به اى بذبحه الصوت لغير الله تعالى ..... والمراد بغير الله تعالى الصنم وغيره كماهو الظاهر.

وفي الدر المختار (۳۸۵/۲): وفي حاشية البحر للخير الرملي رأيت في كتب الشافعية انه قد يسن الاذان لغير الصلوة كما في اذان المولود والمهموم والمصروع.

(۱۵۲) وعظ ونصیحت کے لئے دن متعین کرنا

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے بڑے بھائی ہر جمعرات کو تبلیغی مرکز جاتے ہیں میں نے ان سے کہا کہ یہ بھی بدعت ہے لیکن وہ نہیں مانتے بلکہ مجھے دلائل دینے شروع کر دیئے۔ کیا اس طرح جانا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ......وعظ ونصیحت کے لئے کسی دن کو مقرر کر لینا درست اور خیر القرون سے ثابت ہے۔

لمافي الصحيح للبخاري (۱۶/۱): عن ابى وائل قال كان عبدالله يذكر الناس في كل خميس فقال له رجل يا اباعبدالله لوددت انک لو ذكرتنا كل يوم قال اما انه يمنعني من ذلک انى اكره ان املكم وانى اتخولكم بالموعظة كما كان النبي ﷺ يتخولنا بها مخافة السامة علينا.

وفي فيض الباري تحت هذا (۱۷۰/۱): ان هذه التعينا ت لاتعد بدعة والبدعة عندى مالاتكون مستندة الى الشرع وتكون ملتبسة بالدين.

(۱۵۳) عاشورہ کے دن سرمہ لگانا

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عاشورہ کے دن سرمہ لگانے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیونکہ میری والدہ مجھے عاشورہ کے دن سرمہ لگانے کی بہت زیادہ تاکید کرتی ہیں آپ شریعت کی رُو سے اس کا حل بتلائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ......سرمہ لگانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے، اور سرمہ لگانے کا کوئی خاص دن متعین نہیں ہے جب چاہے لگا سکتے ہیں۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر کوئی شخص ہر روز سرمہ لگاتا ہو اور وہ عاشورہ کے دن بھی لگائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص خاص یوم عاشورہ ہی کے دن سرمہ لگائے، اور اس کو ضروری یا سنت سمجھے، اور نہ لگانے والے پر طعن وتشنیع کرے تو یہ درست نہیں۔ اس سے اجتناب بہر حال لازم ہے۔

لمافي البحر الرائق (۳۷۶/۸): الاكتحال في يوم عاشوراء لابأس به.

وفي المقاصد الحسنة (۴۰۱/۱): من اكتحل بالاثمد يوم عاشوراء لم ترمد عينه ابدا، الحاكم

والبيهقي في الثالث والعشرين من الشعب، والديلمي من حديث جويبر عن الضحاك عن ابن عباس به مرفوعا، وقال الحاكم انه منكر، قلت: بل موضوع أورده ابن الجوزي في الموضوعات من هذا الوجه ومن حديث ابي هريرة بسند لين فيه احمد بن منصور الشونيزي فكانه ادخل عليه وهو اسناد مختلف لهذا المتن قطعا قال الحاكم: والاكتحال يوم عاشوراء لم يرد عن النبي صلى الله عليه وسلم فيه أثر وهو بدعة ابتدعها قتلة الحسينؓ.

وفي الشامية (۴۱۸/۲): "(قوله وحديث التوسعة) وهو من وسع على عياله يوم عاشوراء وسع الله عليه السنة كلها" قال جابر: جربته أربعين عاما فلم يتخلف ط وحديث الاكتحال هو ما رواه البيهقي وضعفه "من اكتحل بالاثمد يوم عاشوراء لم يرمدا أبدا" ورواه ابن الجوزي في الموضوعات، "من اكتحل يوم عاشوراء لم ترمد عينه تلك السنة."

قلت: ومناسبة ذكر هذا هنا أن صاحب الهداية استدل على عدم كراهة الاكتحال للصائم بأنه عليه السلام قد ندب إليه يوم عاشوراء والى الصوم فيه.

وانما الروافض لما ابتدعوا إقامة المأتم واظهار الحزن يوم عاشوراء لكون الحسين قتل فيه ابتدع جهلة اهل السنة اظهار السرور واتخاذ الحبوب والاطعمة والاكتحال، ورووا احاديث موضوعة في الاكتحال وفي التوسعة فيه على العيال. وهو مردود بأن احاديث الاكتحال فيه ضعيفة لاموضوعة كيف وقد خرجها في الفتح ثم قال: فهذه عدة طرق ان لم يحتج بواحد منها، فالمجموع يحتج به لتعدد الطرق.

وفي الموضوعات الكبرى (ص۱۴۲): قال: واما احاديث الاكتحال والادهان والتطييب فمن وضع الكذابين، وقابلهم آخرون فاتخذوه يوم تألم وحزن، والطائفتان مبتدعان خارجتان عن السنة. واهل السنة يفعلون ما امر به النبي ﷺ من الصوم، ويجتنبون ما امر به الشيطان من البدع قلت: فينبغي لمن يكتحل يوم عاشوراء ان يكون تبعا للحديث، لا لا ظهار الفرح والحزن، كما هو طريق الخوارج المضادة للروافض، وقد اشتهر عن الرافضة في بلاد العجم من خراسان والعراق بل في بلاد ماوراء النهر منكرات عظيمة من لبس السواد والدواران في البلاد، وجرح رؤوسهم وابدانهم بأنواع من الجراحة، ويدعون انهم محبوا اهل البيت وهم بريئون منهم.

(۱۵۴) مزاروں پر چادریں چڑھانا اور وہاں کا نمک چاٹنا

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں گھر کے قریب ایک مزار ہے جس پر لوگ چادریں چڑھاتے

ہیں اور وہاں نمک رکھا ہوتا ہے وہ چاٹتے ہیں۔ اب میرے گھر والے بھی چادر چڑھانے کا مطالبہ کررہے ہیں، آپ بتائیں کہ شرعاً ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......اولیاء اللہ کے مزارات پر چادریں چڑھانا بالکل بے اصل اور بدعت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ثابت نہیں ورنہ اس وقت اولیاء اللہ بھی تھے، لوگوں کو ان سے محبت بھی تھی اور چادریں بھی دستیاب تھیں۔ اگر اس فعل میں شرعاً کوئی خوبی ہوتی تو صحابہ کرام ضرور اس کام کو کرتے لیکن ان سے جب یہ فعل ثابت نہیں تو معلوم ہوا کہ اس فعل میں کوئی خوبی نہیں بلکہ یہ بدعت ہے۔ اور وہاں کا نمک چاٹنا بھی درست نہیں۔

لمافی مختصر تفسیر ابن کثیر (۲/۳۵۰): ولاتقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام الایة (النحل ۱۱۶). ویدخل فی ھذا کل من ابتدع بدعة لیس له فیھا مستند شرعی.

وفی المشکوة (صـ۲۷): عن عائشة رضی الله عنھا قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منه فھو رد.

قال الملا علی القاری فی المرقات تحته (۱/۲۱۵): قال القاضی المعنی من احدث فی الاسلام رأیا لم یکن له من الکتاب والسنة سند ظاهر اوخفی ملفوظ او مستند فھو مردود علیه ...... وفی روایة مسلم من عمل عملا ای من اتی بشئ من الطاعات او بشئ من الاعمال الدنیویة والاخرویة سواء کان محدثا او سابقا علی الامر لیس علیه امرنا ای وکان من صفته انه لیس علیه اذننا بل اتی به علی حسب ھواه فھو رد ای مردود غیر مقبول.

(۱۵۵) وضوء میں اور حضور ﷺ کے نام پر انگوٹھے چومنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ وضو میں انگوٹھوں کا چومنا اور محمد ﷺ کے نام مبارک پر انگوٹھوں کا چومنا اور اللہ تعالیٰ کے نام پر نہ چومنا جائز ہے یا نہیں۔ میرے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ اگر آپ علیہ السلام کے نام نامی پر یہ حکم ہے تو اللہ کے نام پر بھی ایسا ہی ہونا چاہیے۔ آپ وضاحت فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......وضو میں اور حضور ﷺ کے نام مبارک پر انگوٹھے چومنے کی شرعاً کوئی حقیقت نہیں بلکہ یہ خودساختہ عمل ہے جو شریعت میں قابل قبول نہیں۔ نیز حضور ﷺ کے نام پر انگوٹھے چومنے سے متعلق جو احادیث پیش کی جاتی ہیں ان میں کوئی حدیث بھی صحیح نہیں ہے۔

لمافی المشکوة (صـ۲۷): عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ من احدث فی امرنا ھذا مالیس منه فھو رد.

وفی المقاصد الحسنه (صـ۳۸۳): حدیث مسح العینین بباطن انملتی السبابتین بعد تقبیلهما عند سماع المؤذن اشهد ان محمد رسول اللہ مع قوله اشهد ان محمد عبده ورسوله رضیت باللہ ربا ...... ذکره الدیلمی فی الفردوس .... بسند فیه مجاهیل مع انقطاعه عن الخضر علیه السلام .... قال فی آخر البحث: ولا یصح فی المرفوع من کل هذا شئ.

وفی الموضوعات الکبیر (صـ۱۰۸): مسح العینین بباطن انملتی السبابتین بعد تقبیلهما عند سماع المؤذن .... وکل مایروی فی هذا فلایصح رفعه البتة.

(۱۵۶) سبز پگڑی کا اہتمام کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آجکل ہری پگڑی اتنی عام ہوگئی ہے کہ ہر جگہ یہی نظر آنے لگی ہے کیا یہ سنت سے ثابت ہے؟ اگر ثابت نہیں تو اس کو سنت بتلانا اور اس پر اتنا سخت اہتمام کرنا کیسا ہے؟ براہ کرم مفصل انداز میں جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کالا، سفید اور سبز عمامہ کا استعمال ثابت ہے لیکن اکثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید عمامہ کا استعمال کیا ہے اور خلفائے راشدین اور اکثر صحابہ کرام کا بھی سفید عمامہ پر معمول تھا پس سفید عمامہ باندھنا افضل ہے اور سیاہ عمامہ باندھنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ سبز عمامہ کا استعمال آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت تو ہے لیکن آج کے دور میں چونکہ یہ اہل بدعت کا شعار بن چکا ہے اور وہ اس کو تمام دوسرے عماموں پر ترجیح دیتے ہیں اور جب کوئی کام اہل فسق وبدعت کا شعار بن جائے تو اس کا ترک کر دینا بہتر ہوتا ہے۔

لمافی القرآن الکریم(سورة الحشر:۷):وما اتکم الرسول فخذوه وما نهکم عنه فانتهوا.

(الاحزاب: ۲۱): لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاخر وذکر اللہ کثیرا.

وفی التفسیر المظهری(۱۳۳/۲): وقال علی وابن عباس رضی اللہ عنهم کانت علیهم عمائم بیض قد ارسلوها بین اکتافهم......اهـ.

وفی الجامع للترمذی(۳۰۴/۱): عن جابر قال: دخل النبی صلی اللہ علیه وسلم مکة یوم الفتح وعلیه عمامة سوداء ...... قال وفی الباب عن علی وعمرو بن حریث وابن عباس و رکانة حدیث جابر حدیث حسن صحیح.

وفی مصنف لابن ابی شیبة (۵۴۵/۱۲): حدثنا سلیمان بن حرب قال حدثنا جریر بن حازم عن

یعلی بن حکیم عن سلیمان بن ابی عبداللہ قال ادرکت المهاجرین الاولین یعتمون بعمائم کرابیس سود و بیض وحمر وخضر وصفر...... (رقم: ۲۵۴)

وفی خلاصة الفتاویٰ (۱۵۳/۳): مسئله در بستن دستار سنت آنست که سفید باشد بی آمیزش رنگ دیگر ودستار مبارک آنحضرت صلی الله علیه وسلم اکثر اوقات سفید بود و گاهی دستار سیاه واحیانا سبز بعضے گفته اند در وقت جنگ وغزا برسر مبارک صلی الله علیه وسلم دستار سیاه بود............ ودر بعض کتب معتبره نوشته اند شخصی که خودرا اکثر اوقات بلباس سیاه وسبز مشهور بگرداند مکروه وممنوع است.

وفی المستدرک علی الصحیحین (۵۸۳/۴): کتاب الفتن والملاحم: حدثنا علی بن حمشاد العدل .... عن عطاء بن ابی رباح قال: کنت مع عبداللہ بن عمر فاتاه فتی یساله عن اسدال العمامة (الحدیث)...... ثم أمر عبدالرحمن بن عوف یتجهز لسریة بعثه علیها واصبح عبد الرحمن قد اعتم بعمامة من کرابیس سوداء فأدناه النبی صلی اللہ علیه وسلم ثم نقضه وعممه بعمامة بیضاء وأرسل من خلفه اربع اصابع او نحو ذلک وقال "هکذا یا ابن عوف اعتم فانه اعرب واحسن" الحدیث.

وفی مرقاة المصابیح (۱۳۷/۴): وفیه اشارة إلی أن کل سنة تکون شعار أهل البدعة ترکها اولیٰ.

وفی احیاء علوم الدین (۳۶۵/۲): وبهذه العلة نقول بترک السنة مهما صارت شعارا لأهل البدعة خوفاً من التشبه بهم.

(۱۵۷) قبروں کا طواف کرنا اور منگھوپیر کے چشمے سے غسل کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مجھے ایک دفعہ میرے دوست ایک مزار پر لے گئے اگر چہ عام حالات میں میں مزاروں پر نہیں جاتا۔ جب میں وہاں پہنچا تو کچھ لوگ مزار کے گرد چکر لگا رہے تھے گویا طواف کر رہے تھے۔تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا قبروں کا طواف کرنا شرعاً صحیح ہے؟

نیز منگھوپیر کے چشمے میں غسل کرنے سے صحت یاب ہونے کو بابا کی کرامت سمجھنا اور یہاں غسل کرنا کیسا ہے؟ واضح جواب دیکر میرے خلجان کو دور فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......انبیاء وصلحاء کی قبور کا طواف خالص بدعت اور حرام ہے کیونکہ طواف عبادت ہے اور حضور ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ انبیاء وصلحاء کی قبور کو عبادت گاہ بنایا جائے اور شریعت میں طواف جیسی عبادت صرف بیت اللہ کے ساتھ خاص ہے لہٰذا اس

سے قطعاً اجتناب ضروری ہے۔

نیز منگھوپیر کے چشمے میں اگر طبی اعتبار سے ایسے اجزاء ہوں جو کسی مرض سے شفاء کا سبب بنتے ہوں جیسا کہ مشہور ہے تو اس اعتبار سے غسل درست ہے لیکن صاحب قبر بزرگ کو متصرف سمجھ کر شفاء کے لئے غسل کرنا شرعاً درست نہیں کیونکہ شفا صرف اللہ تعالیٰ سے ملتی ہے۔

۱.......... لقوله تعالى (الحج: ۲۹): وليطوفوا بالبيت العتيق ٥

وفي المشكوة (صـ۶۹): عن عائشة ان رسول الله ﷺ قال في مرضه الذى لم يقم منه لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبياء هم مساجد. .... وعن جندب قال سمعت النبي ﷺ يقول الا وان من كان قبلكم كانوا يتخذون قبور انبياء هم وصالحيهم مساجد الافلا تتخذوا القبور مساجد انى انهاكم عن ذلك.

وفي المرقات (۲/۲۰۲) تحت هاتين الروايتين: سبب لعنهم امالانهم كانوا يسجدون لقبور انبياء هم تعظيما لهم وذلك هو الشرك الجلي ...... والتوجه الى قبورهم حالة الصلاة نظرا منهم بذلك الى عبادة الله.

۲.......... قال الله تعالى(الشعراء: ۸۰): واذا مرضت فهو يشفين ٥

وفي احكام القرآن للقرطبي (۱۳/۱۱۰) تحت هذه الآية: فالمرض والشفاء من الله عزوجل.

(۱۵۸) چالیس روز تک قبر پر تلاوت اور خیرات کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں یہ رائج ہے کہ کسی کے انتقال کے بعد چالیس روز تک اس کی قبر پر تلاوت کی جاتی ہے۔ کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟ اسی طرح یہ لوگ چار جمعے یا سات جمعے کرتے ہیں اور اس کے ساتھ قرآن مجید کا ختم کرتے ہیں۔ اور ایک یا دو پارے پڑھنے پر پڑھنے والوں کو دس یا بیس روپے دیتے ہیں۔ نیز سال ختم ہونے پر بھی ایسا ہی کرتے ہیں اور ساتھ میں خیرات بھی کرتے ہیں۔ اب اس صورت حال میں کچھ لوگ غریب بھی ہوتے ہیں جن میں اتنا کچھ کرنے کی سکت نہیں ہوتی لیکن رواج کی وجہ سے مجبوراً ایسا کرتے ہیں۔ شرعاً ان تمام امور کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... میت کے ایصال ثواب کے لئے قرآن مجید کی تلاوت گھر یا قبر پر دونوں صورتوں میں جائز ہے اور موجب ثواب ہے۔ اسی طرح صدقہ وخیرات کا ثواب بھی میت کو پہنچتا ہے لیکن سوال میں مروجہ طریقے میں تین خرابیاں پائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے یہ امور ناجائز ہوں گے:

اول: یہ لوگ چالیس روز تک تلاوت، چار جمعے، سات جمعے اور سال کے بعد خیرات کرتے ہیں۔ اس طرح کی تعیین قرون اولیٰ سے

ثابت نہیں ہے لہٰذا یہ بدعت ہے۔

دوم: ختم قرآن پر کھانا کھلاتے ہیں جبکہ یہ صورت درست نہیں۔

سوم: ایک یا دو پارے پڑھنے والے کو دس یا بیس روپے دیئے جاتے ہیں۔ یہ صورت بھی ناجائز ہے۔ اس صورت میں نہ تو میت کو ثواب پہنچتا ہے اور نہ تلاوت کرنے والے کو بلکہ پڑھنے والا اور پیسے دینے والا دونوں گناہ گار ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان چار جمعوں، سات جمعوں اور سال بعد خیرات کرنے میں نام ونمود، ریا، دکھلاوا اور رسم ورواج کا کرشمہ کارفرما ہوتا ہے جیسا کہ سائل کے سوال سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ ان امور میں رضاء الٰہی مقصود نہیں ہوتی لہٰذا ان امور سے احتراز کرنا چاہئے اور مروجہ قرآن خوانی اور دنوں کی تعیین کئے بغیر میت کے ایصال ثواب کے لئے تلاوت وخیرات کرنا چاہئے۔

لما في الهندية (١/١٦٦): قرأة القرآن عندالقبور عندمحمد لايكره ومشائخنا اخذوا بقوله وهل ينتفع المختار انه ينتفع.

وفي الشامية (٦/٥٧): ولوزار قبر صديق اوقريب له وقرأ عنده شيئا من القرآن فهو حسن.

وفيها ايضا (٢/٢٤٣): من صام اوصلى اوتصدق وجعل ثوابها لغيره من الاموات والاحياء جاز ويصل ثوابها اليهم عند اهل السنة والجماعة.

وفي الطحطاوي على المراقي (ص٣٣٩): ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ...... واتخاذ الدعوة لقرأة القرآن.

وفي الشامية (٦/٥٧): ولايصح الاستئجار على القرأة واهدائها الى الميت ......وقد قال العلماء ان القارى اذا قرأ لاجل المال فلاثواب له فاى شئ يهديه الى الميت.

وفي الشامية (٦/٥٦): ان القرآن بالاجرة لايستحق الثواب لاللميت ولاللقارى وقال العيني في شرح الهداية ويمنع القارى للدنيا والآخذ والمعطي آثمان ....والحاصل ان ماشاع في زماننا من قرأة الاجزاء بالاجر لايجوز.

وفي الشامية (٢/٢٤٠): ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الاول والثالث وبعد الاسبوع واتخاذ الدعوة بالقرأة ...... وقال هذه الافعال كلها للسمعة والرياء فيحترز عنها لانهم لايريدون به وجه الله تعالى.

(۱۵۹) جنازہ سے پہلے قرآن لے جانا اور حیلہ اسقاط کرنا

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جنازہ سے پہلے قرآن لے جانا جائز ہے یا نہیں؟ اسی طرح ہمارے یہاں جنازے کے گرد چند افراد مولوی صاحب کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں اور قرآن مجید کے نیچے کچھ رقم رکھتے ہیں پھر اس کو گھمایا

جاتا ہے۔ بعدازاں اس رقم کو وہ لوگ آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں۔ اس عمل کو حیلہ اسقاط کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، کیا شرعا ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... یہ بات تو مسلم ہے کہ قرآن مجید ایک مبارک کتاب ہے اس کا اپنے پاس رکھنا موجب برکت وثواب ہے اور شریعت مطہرہ میں مسلمان ہر معاملے میں قرآن وسنت کا پابند ہے۔ کسی بھی معاملے میں اپنی طرف سے بنایا ہوا بے اصل فعل شریعت میں قابل قبول نہیں اور نہ ہی شریعت ایسے کاموں کی حوصلہ افزائی کرتی ہے بلکہ شریعت نے ایسے کاموں کو ضلالت اور گمراہی سے تعبیر کیا ہے۔

اب صورت مسئولہ میں ذکر کردہ دونوں صورتیں قرآن مجید جنازے کے ساتھ لے جانا اور حیلہ اسقاط کا مروجہ طریقہ نہ تو حضور ﷺ سے ثابت ہے اور نہ صحابہ کرام سے اور نہ ہی سلف صالحین میں سے کسی سے حالانکہ صحابہ کرام اور سلف صالحین دین اور خیر کے معاملے میں بڑے ہی حریص تھے اگر ان کاموں میں ذرا بھی خیر کا پہلو ہوتا تو یہ حضرات ضرور ان کاموں کو کرتے لہٰذا یہ طریقہ من گھڑت اور بدعت ہے جس سے اجتناب ضروری ہے۔

لمافي قوله تعالى (النحل: ۱۱٦): ولاتقولوا لماتصف السنتكم الكذب هذا حلال وهذا حرام الاية

وفي مختصر تفسير ابن كثير (۲/۳۵۰) تحت هذه الآية: ويدخل في هذا كل من ابتدع بدعة ليس له فيها مستند شرعي.

وفي المشكوة (ص۲۷): عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ من احدث في امرنا هذا ماليس منه فهو رد.

قال الملاعلي القاري تحت هذا في المرقات (۱/۲۱۵): قال القاضي المعنى من احدث في الاسلام رأيا لم يكن له من الكتاب والسنة سند ظاهر وخفي ملفوظ اومستند فهو مردود عليه ......

...... وفي رواية لمسلم من عمل عملا اى من اتى بشئ من الطاعات او بشئ من الاعمال الدنيوية والاخروية سواء كان محدثا اوسابقا على الامر ليس عليه امرنا اى وكان من صفته انه ليس عليه اذننا بل اتى به على حسب هواه فهو رداى مردود غير مقبول.

(۱٦۰) حیلہ اسقاط کا مروجہ طریقہ

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حیلہ اسقاط کا مروجہ طریقہ درست ہے یا نہیں؟ ہمارے علاقے میں اس طرح ہوتا ہے کہ نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد بعض لوگ گول دائرہ بنا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اہل میت قرآن مجید، صابن اور کچھ پیسے لیکر آتے ہیں اور یہ لوگ آپس میں اس کی بخشش کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ میت کی نمازوں اور روزوں اور دیگر اعمال کے کفارہ ادا کرنے کا ذکر کرتے ہیں ایسا کرنے کے بعد دو تین آدمی اٹھ کر ان چیزوں کو آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں جبکہ یہ لوگ اس کے جواز کے لئے کچھ کتب کا حوالہ بھی پیش کرتے ہیں۔ براہ

کرم آپ ہماری راہنمائی فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں مروجہ حیلہ ناجائز ہے۔رہا معاملہ کتب کے حوالہ جات کا تو متقدمین کی کتب میں تو اس کا ثبوت بھی نہیں ملتا البتہ متأخرین نے ضرورت کی بناء پر اس کے جواز کا فتوی دیا ہے اور متاخرین نے جس حیلے کے جواز کا قول کیا ہے مروجہ حیلہ اس سے قطعاً مختلف ہے۔کیونکہ متاخرین کی عام کتب میں جو حیلہ درج ہے وہ یہ ہے اگر کوئی شخص مرجائے اور اس کے ذمے کچھ نمازیں اور روزے ہوں اور اس کے ترکہ کے ثلث مال سے ان نمازوں اور روزوں کا فدیہ ادا نہ ہوسکتا ہو یا پھر میت نے وصیت نہیں کی اور ولی بطور تبرع کے ایسا کرنا چاہے تو اس وقت اس حیلہ کی گنجائش ہے جس کا طریقہ یہ ہے کہ ولی میت کسی فقیر کو نقدی یا گندم کا مالک بنائے وہ فقیر اپنی مرضی سے مالک کو وہ جنس واپس ہدیہ دے دے یا کسی تیسرے شخص کو دے دے اور وہ تیسرا شخص ولی میت کو ہدیہ کردے۔اگر فقیر یا تیسرا شخص واپس نہ کرنا چاہے تو اسے مجبور نہ کیا جائے اسی طرح متعدد بار کیا جائے یہاںتک کہ میت کے روزوں اور نمازوں کے بقدر ہو جائے تو امید ہے کہ اللہ تعالی اس کو قبول فرما کر اس بندے کے حق میں درگزر کا معاملہ فرمائیں گے۔اب اس کے مقابلے میں مروجہ حیلہ قطعاً اس سے مختلف ہے کیونکہ.........

۱۔ مروجہ حیلہ میں وصیت اور عدم وصیت کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔

۲۔ یہ حیلہ میت کی غربت کی وجہ سے نہیں کیا جاتا کہ میت غریب تھا اور اس کے ترکہ کا ثلث مال فدیہ کے لئے کافی نہیں بلکہ امیر وغریب ہر شخص کا کیا جاتا ہے یہاںتک کہ میت کے ذمے نمازیا روزوں کی قضا لازم ہو یا نہ ہو ہر صورت میں کیا جاتا ہے۔

۳۔ یہ حیلہ فدیہ کی مقدار کے مطابق نہیں بلکہ امیر وغریب کے اعتبار سے کیا جاتا ہے کہ امیر کے مرنے پر رقم زیادہ ورنہ کم ہوتی ہے۔

۴۔ حیلے کے وقت حیلے کے لئے بیٹھنے والے فقیر اور صدقے کے مستحق نہیں ہوتے بلکہ ہر شخص کو بیٹھنے کی اجازت ہوتی ہے۔

۵۔ اگر بالفرض حیلے کے لئے بیٹھنے والے سب کے سب فقیر بھی ہوں تو یہاں کسی شخص کو مالک نہیں بنایا جاتا بلکہ صرف ملکیت کا ایک ڈھونگ رچایا جاتا ہے۔

۶۔اگر بالفرض تملیک کو تسلیم بھی کرلیا جائے تو مالک بنایا جانے والا اصل مالک کو واپس نہیں کرتا اور نہ ہی تیسرا شخص واپس کرتا ہے بلکہ اسے صرف آگے چلایا جاتا ہے۔

۷۔ اگر بالفرض اس کو حیلہ تسلیم بھی کرلیں تو فدیہ کی مقدار کے بقدر نہیں ہوتا بلکہ ایک یا دو دفعہ گھمانے کے بعد تقسیم کرلیا جاتا ہے۔

۸۔ اس میں قرآن مجید لانے اور گھمانے کی قطعاً ضرورت نہیں بلکہ صابن اور دوسری چیزوں کے ساتھ ملا کر کلام مقدس کو اس طرح گھمانا بے ادبی ہے جس سے اجتناب کی ضرورت ہے۔

۹۔ اگر واقعتاً کسی شخص کے حیلے کی ضرورت ہی پڑگئی تو کیا ضروری ہے کہ جنازے کے فوراً بعد سارے لوگوں کے سامنے اس حیلہ کو کیا جائے تاکہ سب لوگ دیکھیں کہ زندگی میں اس نے نمازیں نہیں پڑھیں اور روزے نہیں رکھے حالانکہ یہ گناہ کا اظہار ہے جس سے شریعت نے منع کیا ہے۔

۱۰۔ اور سب سے بڑھ کر یہ سستی مغفرت (حیلہ) لوگوں میں غفلت اور سستی پیدا کرنے کے مترادف ہے کیونکہ اس کو دیکھ کر عام تاثر یہی ہوتا ہے کہ زندگی میں احکام شریعت کے اتباع کی ضرورت نہیں ہے بس مرنے کے بعد کچھ رقم حیلے میں لگادیں گے اور ہماری بھی بخشش ہو جائے گی۔

ان وجوہ کی بناء پر مروجہ حیلہ کتب شرعیہ میں موجود حیلے سے قطعاً مختلف اور ناجائز ہے جس سے اجتناب ضروری ہے۔

لمافی الهندیة (۱/۱۲۵): اذا مات الرجل وعلیه صلوات فائتة فاوصی بان تعطی کفارة صلواته یعطی لکل صلاة نصف صاع من بر وللوتر نصف صاع وبصوم یوم نصف صاع من ثلث ماله وان لم یترک مالایستقرض ورثته نصف صاع ویدفع الی مسکین ثم یتصدق المسکین علی بعض ورثته ثم یتصدق ثم وثم حتی یتم لکل صلاته.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۲/۷۳): ولومات وعلیه صلوات فائتة واوصی بالکفارة یعطی لکل صلاة نصف صاع من بر کالفطرة وکذا حکم الوتر والصوم وانمایعطی من ثلث ماله ولولم یترک مالایستقرض وارثه نصف صاع مثلا ویدفعه لفقیر ثم یدفعه الفقیر للوارث ثم وثم حتی یتم.

وفی الشامیة: "ولولم یترک مالا" ای اصلا اوکان ماوصی لایفی وزاد فی الامداد اولم یوص بشیٔ واراد الولی التبرع واشار بالتبرع الی ان ذلک لیس بواجب علی الولی.(قوله ویستقرض نصف صاع مثلاالخ) ای اوقیمة ذلک ....فیستقرضها قیمتها ویدفعها للفقیر ثم یستوهبها منه ویتسلمها منه لتتم الهبة ثم یدفعها لذلک الفقیر اولفقیر آخر.

(۱۶۱) کیا سبز عمامہ سنت ہے؟ بادشاہی مسجد کے عمامے کا حکم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا سبز عمامہ سنت ہے؟ آج کل ایک طبقہ سبز عمامہ کو لازم قرار دیتا ہے اور ان کا کہنا ہے کہ یہ حضور ﷺ سے ثابت ہے۔ نیز وہ کہتے ہیں کہ بادشاہی مسجد میں جو سبز عمامہ ہے وہ نبی اکرم ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہیں، کیا یہ بات صحیح ہے؟ کیا سبز عمامے کی شریعت وسنت میں کوئی اصل ہے؟ عمامہ میں کون سا رنگ سنت ہے اور حضور اکرم ﷺ کو کون سا رنگ پسند تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً......احادیث وآثار میں کہیں سبز عمامے کا ثبوت نہیں ملتا۔ علامہ سیوطی اور بعض دوسرے حضرات کی تصریح کے مطابق اس کی ابتدا ۷۷۳ھ میں ایک بادشاہ شعبان بن حسین نے کروائی۔ اس تصریح کے بعد اس کو سنت کہنا یا سمجھنا قطعاً صحیح نہیں ہے۔

آج کل جہاں کہیں ایسی اشیاء موجود ہیں جن کو آپ ﷺ یا صحابہ کرام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے ان کی کوئی سند موجود نہیں اور جو سند کسی درجے میں بیان کی جاتی ہے وہ قابل اعتبار نہیں لہٰذا ایسی چیزوں کی نہ تو نفی کی جاسکتی ہے اور نہ ہی اثبات کیا جاسکتا ہے البتہ

علامہ سیوطیؒ وغیرہ کی تصریح کی بناء پر سوال میں ذکر کردہ نسبت کا ضعف زیادہ راجح معلوم ہوتا ہے۔

آپ ﷺ کو سفید رنگ سب سے زیادہ محبوب تھا اور بعض مواقع پر سیاہ عمامہ بھی ثابت ہے لہٰذا اگر کسی کے دل میں احیائے سنت کی تڑپ ہو، اپنی علیحدہ پہچان بنانے کا داعیہ اور ہٹ دھرمی دل میں نہ ہو تو وہ سنت کی اتباع میں سفید اور سیاہ عمامہ استعمال کرے۔

لمافی المشکوۃ (صـ۳۷۴): عن سمرة ان النبی ﷺ قال البسوا الثیاب البیض فانها اطهر واطیب وکفنوا فیها موتاکم.

وفی السنن للنسائی (۲/۲۵۵): عن جابر ان رسول الله ا دخل یوم فتح مکة وعلیه عمامة سوداء.

وهکذا فی مسند احمد بن حنبل (۳۳۶/۴) وفی ابن ماجة (صـ۱۵۶)

وفی الحاوی للفتاوی (۲/۳۳): هل یلبسون العلامة الخضراء والجواب ان هذه العلامة لیس لها اصل فی الشرع ولافی السنة ولاکانت فی الزمن القدیم وانما حدثت فی سنة ثلاث وسبعین وسبعمائة بامر الملک الاشرف شعبان بن حسین وقال فی ذلک جماعة من الشعراء مایطول ذکره من ذلک قول ابی عبدبن جابر الاندلسی الاعمی صاحب الالفیة المشهور بالاعمی والبصیر

جعلوا لابناء الرسول علامة — ان العلامة شان من لم یشتهر

نور النبوة فی وسیم وجوههم — یغنی الشریف عن الطراز الاخضر

(۱۶۲) بارہ ربیع الاوّل کے دن پکے ہوئے کھانے کو کھانا

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ایسا کھانا کھانا جائز ہے جو کہ بارہ ربیع الاوّل کے دن پکایا جائے؟ ایسے کھانے کو نذر میں شمار کیا جائے گا یا بدعت میں جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً..... وہ کھانا جو کہ بارہ ربیع الاوّل کے دن بنایا جاتا ہے اگر غیر اللہ کے نام پر پکایا گیا ہو تو وہ قطعی طور پر حرام ہے اس کا کھانا جائز نہیں کیونکہ یہ غیر اللہ کی نذر ماننا ہے اور غیر اللہ کی نذر ماننا حرام اور گناہ کبیرہ ہے اور یہ اللہ رب العزت کے اس ارشاد وما اهل به لغیر الله کے تحت آتا ہے اور اگر اس کھانے کو اللہ کے نام پر پکایا گیا اور اس کا ثواب کسی معین شخص کو بھیجا جائے جیسے شیخ عبدالقادر جیلانی یا غیر معین شخص کو ثواب پہنچائے تو یہ حلال ہے اور ایسا کھانا کھانا جائز ہے لیکن یہ سب چیزیں کسی دن کو مخصوص کر کے کرنا بدعت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے تحت داخل ہے کہ جس نے ہمارے دین میں ایسی چیز ایجاد کی جو دین کا حصہ نہیں تو وہ مردود ہے۔

لمافی قوله تعالی (المائدة: ۳): حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر ومااهل لغیر الله به الایة

وفی روح المعانی (۲/۴۲): وما اهل به لغیر الله ای ماوقع متلبسا به ای بذبحه الصوت لغیر الله تعالی .... ثم قیل لرفع الصوت وان کان بغیره والمراد بغیر الله تعالی الصنم وغیره کماهو الظاهر.

وفی المشکوۃ (ص۲۷): عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ ﷺ من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد ....وعن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ امابعد فان خیر الھدی ھدی محمد وشر الامور محدثاتھا وکل بدعۃ ضلالۃ.

وفی الشامیۃ (۴۳۹/۲): واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام ومایؤخذ من الدراھم والشمع والزیت ونحوھا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیھم فھو بالاجماع باطل وحرام.

(۱۶۳) قبروں کو بوسہ دینا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبروں کو بوسہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ میں اپنے دوست کے ساتھ اس کے والد کے قبر پر فاتحہ کے لئے گیا وہاں اس نے پہلے جھک کر والد کی قبر کو بوسہ دیا پھر فاتحہ پڑھی۔کیا شرعاً اس طرح بوسہ دینا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......قبر کو بوسہ دینا جائز نہیں ہے۔

لمافی الطحطاوی علی المراقی (ص۵۱۳): والمستحب فی زیارۃ القبور ان یقف مستقبلا وجہ المیت ، وان یسلم ولایمسح القبر ولایقبلہ ولایمسہ فان ذلک من عادۃ النصاری.

وفی الھندیۃ (۳۵۱/۵): ولایمسح القبر ولایقبلہ فان ذلک من عادۃ النصاری.

(۱۶۴) قبر پر قرآن خوانی کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی مرگیا، تجہیز وتکفین کے بعد اس کے بیٹے اور ورثاء قبر پر جمع ہو کر تلاوت کرنے لگے۔کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ......صورت مسئولہ میں اگر میت کے بیٹے اور دوسرے ورثاء اتفاقاً قبر پر جمع ہو جائیں اور بغیر اجرت کے محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور ایصال ثواب کے لئے تلاوت کریں تو یہ جائز ہے اور اگر انہیں جمع کرنے کا اہتمام کیا گیا یا اس کے بعد کھانے وغیرہ کا انتظام والتزام کیا جاتا ہو تو یہ عمل ناجائز ہوگا۔

لمافی الھندیۃ (۳۵۰/۵): ولومات رجل واجلس وارثہ علی قبرہ من یقرأ الاصح انہ لایکرہ وھو قول محمد رحمہ اللہ.

وفی الدر المختار (۲۴۵/۲): لایکرہ الدفن لیلا ولااجلاس القارئین عندالقبر وھو المختار.

وفی الشامیۃ تحتہ : (ولااجلاس الخ) عبارۃ نور الایضاح وشرحہ ولایکرہ الجلوس للقرأۃ فی

المختار لتأدية القرأة على الوجه المطلوب بالسكينة والتدبر والاتعاظ.

(١٦٥) مصافحے کے وقت اپنے ہاتھوں کو چومنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ مصافحہ کرتے وقت اپنے ہاتھوں کو چومتے ہیں۔کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......مصافحہ کے وقت اپنے ہاتھوں کو چومنا مکروہ ہے۔

لمافي الهندية (٣٦٩/٥): ومايفعله الجهال من تقبيل يدنفسه بلقاء صاحبه فذالک مكروه بالاجماع كذافي خزانة الفتاوى.

وفي الدرالمختار مع ردالمحتار (٣٨٣/٦): وكذامايفعله الجهال من تقبيل يدنفسه اذالقي غيره مكروه فلارخصة فيه.

وفي الشامية: (مكروه) اى تحريما ويدل عليه قوله بعد فلارخصة فيه.

(١٦٦) ختم قرآن کے موقع پر عزیز واقارب اور بچوں کو مدعو کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص قرآن کے ختم پر اپنے عزیز واقارب کو مدعو کرتا ہے ،اسی طرح بچوں کو بھی جمع کرتا ہے تاکہ دعا میں سب شریک ہوسکیں۔کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......عزیز واقارب وغیرہ کو ختم قرآن کے موقع پر دعا میں شریک کرنے کیلئے جمع کرنا نہ صرف جائز بلکہ مستحسن عمل ہے۔

لمافي المصنف ابن ابي شيبة (١٢٩/٦): حدثناوكيع عن مسعر عن قتادة عن انس انه كان اذا ختم جمع اهله.

وفي القرطبي (٤٠/١): عن نافع عن ابن عمر قال تعلم عمر البقرة في اثنتى عشرة سنة فلماختمها نحر جزورا ....ان عمر بن الخطاب حفظ البقرة في بضع عشرة سنة فلما حفظها نحر جزورا شكر لله.

لمافي الهندية (٣١٧/٥): ويستحب له ان يجمع اهله وولده عندالختم ويدعوا لهم كذافي الينابيع.

(١٦٧) بدعتی کی عزت واکرام کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام ایسے شخص کے بارے میں جو بدعتی شخص سے عقیدت ومحبت رکھتا ہو اور اس کا اعزاز

واکرام کرتا ہو یہ بات جانتے ہوئے کہ وہ اپنے غلط عقیدے اور عمل میں متشدد ہے کیا اس کیلئے ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... کسی بھی شخص کیلئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ بدعتی لوگوں کا اعزاز واکرام کرے الا یہ کہ کوئی بہت ہی زیادہ ضرورت ہے کیونکہ بدعتی کی عزت وتوقیر کرنے پر وعید نازل ہوئی ہے اور محبت وعقیدت یہ تو اس کے آگے درجہ ہے لہٰذا کسی بھی حال میں بدعتی سے محبت وعقیدت رکھنا جائز نہیں ہوگا۔

لمافی المشکوة (صـ ۳۱): عن ابراهیم بن میسرة قال قال رسول الله ﷺ من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الاسلام.

وفی المرقات (۱/ ۲۵۷) تحت هذه الروایة: (من وقر صاحب بدعة) سواء کان داعیا لها ام لا قال ابن حجر کأن قام وصدره فی مجلس اوخدمهٗ من غیر عذر یلجئه الی ذلک.

(۱۶۸) کلمہ اور قرآنی آیات والی چادر میت پر ڈالنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علاقوں میں یہ رسم رائج ہے کہ لوگ میت پر ایسی چادر ڈالتے ہیں جس پر کلمہ طیبہ اور قرآن شریف کی آیات لکھی ہوتی ہیں اور یہ چادر پاؤں تک ہوتی ہے۔ کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... جس چادر پر کلمہ طیبہ اور قرآن شریف کی آیات لکھی ہوں اسے میت پر ڈالنا جائز نہیں ہے لہٰذا اس سے اجتناب لازم ہے۔

لمافی الهندیة (۵/۳۲۳): کتابة القرآن علی مایفترش ویبسط مکروهة .... بساط اومصلی کتب علیه الملک لله یکره بسطه والقعود علیه واستعماله.

وفی ردالمحتار (۲/۲۴۶): تکره کتابة القرآن واسماء الله تعالی علی الدراهم والمحاریب والجدران ومایفرش وماذاک الالاحترامه وخشیة وطئه ونحوه ممافیه اهانة فالمنع اولی.

(۱۶۹) نماز کے بعد اجتماعی طور پر درود پڑھنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد میں یہ طریقہ رائج ہے کہ امام نماز کے بعد بلند آواز سے آیت ان الله وملئکته یصلون علی النبی الایة کی تلاوت کرتا ہے پھر سارے مقتدی ملکر اجتماعی صورت میں درود شریف پڑھتے ہیں۔ کیا اس طریقے پر درود وسلام پڑھنا قرآن وسنت سے ثابت ہے؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ...... اس طرح درود پڑھنا صحابہ سے لیکر اکابر اسلاف تک کسی سے ثابت نہیں ہے لہٰذا اس کا التزام بدعت اور قابل ترک ہے۔

لما فی المشکوٰة (ص۲۷): عن عائشة رضی اللّٰہ عنها قالت قال رسول اللّٰہ من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۱۱۹/۲): وسجدة الشکر مستحبة به یفتی لکنها تکره بعد الصلاة لان الجهلة یعتقدونها سنة او واجبة وکل مباح یؤدی الیه فمکروه.

وفی الشامیة :- (فمکروه) الظاهر انها تحریمیة لانه یدخل فی الدین مالیس منه.

وفیها ایضا (۲۳۵/۲): وقد صرح بعض علمائنا وغیرهم بکراهة المصافحة المعتادة عقب الصلاة مع ان المصافحة سنة وماذاک الالکونها لم تؤثر فی خصوص هذا الموضع فالمواظبة علیها فیه توهم العوام بانها سنة فیه ولذا منعوا عن الاجتماع لصلاة الرغائب التی احدثها بعض المتعبدین لانها لم تؤثر علی هذه الکیفیة فی تلک اللیالی المخصوصة وان کانت الصلاة خیر موضوع.

(۱۷۰) عید کے دن مصافحہ کرنا شیعوں کا شعار ہے؟

سوال……کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگوں سے سنا ہے کہ عید کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا شیعوں کا شعار ہے۔کیا یہ بات صحیح ہے اور شیعوں کی کن کتب سے ثابت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً……مصافحہ شریعت میں انس ومحبت کے پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ ملاقات کرنے پر مصافحہ کرنا سنت ہے لیکن اپنی طرف سے مصافحہ کو بعض مواقع کے ساتھ خاص کر لینا اوران مواقع پر اہتمام والتزام کے ساتھ مصافحہ کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ اس کا ترک لازم ہے جیسا کہ نماز کے بعد مصافحہ کرنا۔علامہ شامیؒ نے اس کو شیعوں کا شعار قرار دیا ہے۔

لما فی سنن ابی داؤد(۳۵۲/۲): عن ایوب بن بشیر ……عن رجل من عنزة انه قال لابی ذر حیث سیر من الشام انی ارید ان اسألک عن حدیث رسول اللّٰہ ﷺ ………کان رسول اللّٰہ ﷺ یصافحکم اذا لقیتموه قال مالقیته قط الاصافحنی.

وفی ردالمحتار (۳۸۱/۶): فی تبیین المحارم عن الملتقط انه تکره المصافحة بعد اداء الصلاة بکل حال لان الصحابة رضی اللّٰہ عنهم ماصافحوا بعد اداء الصلاة ولانها من سنن الروافض.

(۱۷۱) بچوں کے ختم قرآن پر دعوت کرنا

سوال……کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بچوں کے قرآن کریم ختم ہونے پر دعوت کرنا اور مٹھائی تقسیم کرنا صحیح ہے یا نہیں؟اس کا قرون اولیٰ سے ثبوت ملتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... بچوں کے قرآن کریم ختم ہونے پر دعوت کرنا اور مٹھائی تقسیم کرنا صحیح ہے اور قرون اولی میں اس کا ثبوت ملتا ہے۔

لما فی المصنف ابن ابی شیبة (۱۲۹/۶): حدثنا وکیع عن مسعر عن قتادة عن انس انه کان اذا ختم جمع اهله.

وفی القرطبی (۴۰/۱): عن نافع عن ابن عمر قال تعلم عمر البقرة فی اثنتی عشرة سنة فلما ختمها نحر جزورا .... ان عمر بن الخطاب حفظ البقرة فی بضع عشرة سنة فلما حفظها نحر جزورا شکر الله.

وفی الطحطاوی علی الدر المختار (۱۰/۴): وانواع الولائم احدعشر نظمها بعض الفضلاء فی قوله ؎

ان الولائم عشرة مع واحد ۔۔۔ من عدها قدعز فی اقرانه
فالخرس عند نفاسها وعقیقة ۔۔۔ للطفل والاعذار عند ختانه
ولحفظ قرآن وآداب لقد ۔۔۔ قالوا الحذاق لحذقه وبیانه

(۱۷۲) رمضان میں خاص سورتوں کا التزام کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں رمضان کے مہینے میں ۲۳ ویں رات کو سارے محلے والے مسجد میں جمع ہوتے ہیں اور اپنے ساتھ چینی بھی لاتے ہیں۔ تراویح کے بعد امام مسجد سورۃ العنکبوت، سورۃ الروم اور بعض دوسری سورتیں پڑھ کر چینی پر دم کرتا ہے۔ اس کے بعد یہ چینی لوگ گھروں میں لے جاتے ہیں اور اس کو کھایا جاتا ہے اور اس دن سے امام صاحب کے لئے رقم جمع کرنا شروع کردیتے ہیں۔ اور یہ جمع شدہ رقم امام صاحب کو دے دیتے ہیں۔ ہر سال اس دن لازمی طور پر یہ عمل کیا جاتا ہے۔ آیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......قرآن مجید کا پڑھنا، پڑھانا، سننا، سنانا باعث ثواب بلکہ عین مامور بہ ہے۔ خاص طور پر رمضان المبارک میں لیکن اس میں وہی طریقہ قابل اعتبار ہوگا جو قرآن وسنت اور خیر القرون سے ثابت ہو ورنہ بجائے ثواب کے گناہ کا سبب ہوگا اور جس چیز کو شریعت نے متعین نہیں کیا اس کی اپنی طرف سے تعیین، التزام اور اہتمام صحیح نہیں ہے لہٰذا مذکورہ مروجہ طریقہ درست نہیں۔

لما فی المشکوٰة (ص۲۷): عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد.

وفی المرقات (۲۱۵/۱): وفی روایة لمسلم من عمل عملا ای من اتی بشیٔ من الطاعات او بشیٔ من الاعمال الدنیویة والاخرویة سواء کان محدثا اوسابقا علی الامر لیس علیه امرنا ای وکان من

صفتہ انہ لیس علیہ اذننا بل اتی بہ علی حسب ھواہ فھو رد ای مردود غیر مقبول.

(۱۷۳) فجر وعصر کے بعد مصافحہ کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقوں میں صبح اور عصر کی نماز کے بعد جب امام صاحب سلام پھیرتے ہیں تو دعا کے بعد کئی آدمی آپس میں مصافحہ کرتے ہیں ان میں سے کئی ایک اس کو مسنون سمجھتے ہیں جبکہ بعض مسنون تو نہیں سمجھتے لیکن نہ کرنے والوں کو بھی اچھا نہیں سمجھتے۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ نماز کے بعد اس طرح مصافحہ کرنا اور اسے مسنون یا مستحب سمجھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... بوقت ملاقات مصافحہ کرنا امر مستحسن بلکہ مسنون ہے لیکن اوقات کی تخصیص کرنا جیسا کہ سوال میں مذکور ہے اور اسے مسنون سمجھنا یا نہ کرنے والوں کو اچھا نہ سمجھنا قطعاً صحیح نہیں ہے جو لوگ اس کا ارتکاب کر رہے ہیں وہ ایک بدعت کے مرتکب ہو رہے ہیں انہیں چاہئے کہ اس پر توبہ کر کے آئندہ کے لئے اس سے اجتناب کریں۔

لمافی المرقات (۹/۷۴): قال العلامة ملاعلی القاری بعد البحث ....ان عمل الناس فی الوقتین المذکورین لیس علی وجہ الاستحباب المشروع فان محل المصافحة المشروعة اول الملاقات وقد یکون جماعة یتلاقون من غیر مصافحة .... ثم اذا صلوا یتصافحون فاین ھذا من السنة المشروعة ولھذا صرح بعض علمائنا بانھا مکروھة حینئذ وانھا من البدع المذمومة.

وفی ردالمحتار (۲/۲۳۵): وقد صرح بعض علمائنا وغیرھم بکراھة المصافحة المعتادة عقب الصلوات مع ان المصافحة سنة وماذاک الالکونھا لم تؤثر فی خصوص ھذا الموضع فالمواظبة علیھا فیہ توھم العوام بانھا سنة فیہ.

(۱۷۴) فرض نمازوں کے بعد سر پر ہاتھ رکھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرض نمازوں کے بعد لوگ پیشانیوں پر ہاتھ رکھتے ہیں اس کا ثبوت ہے یا نہیں؟ اگر ثابت ہے تو اس میں کیا پڑھا جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......فرض نمازوں کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر دعائیں پڑھنا احادیث سے ثابت ہے اور مشائخ کا معمول بھی رہا جس میں مختلف اوراد پڑھے جاتے ہیں۔مثلاً بِسْمِ اللهِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ عَنِّیَ الْهَمَّ وَالْحُزْنَ.

لمافی کنزالعمال (۷/۵۳): [۱۷۹۱۵] کان اذا صلی مسح بیدہ الیمنی علی رأسہ ویقول بسم اللہ الذی لاالہ غیرہ الرحمن الرحیم، اللھم اذھب عنی الھم والحزن (خط عن انس).

(۱۷۵) میت کے گھر سے ہر جمعرات یا چالیس روز تک کھانا بھیجنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب کوئی آدمی مرجاتا ہے تو اس کے ورثاء چالیس دن تک مسجد میں کھانا بھیجتے ہیں کیا مؤذن وخادم کیلئے یہ کھانا کھانا جائز ہے؟ اسی طرح جمعرات کو بھی بھیجتے ہیں تفصیل سے بیان فرمائیں۔

الجواب حامداومصلیا ......اہل میت کا میت کیلئے ایصال ثواب کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ دنوں کی تعیین کئے بغیر کوئی کار خیر کر کے (مثلاً کھانا کھلانا فقراء مساکین کو یا ان کو صدقہ وخیرات دینا) اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے کہ اس عمل کا ثواب میت کی روح کو پہنچادیا جائے۔ اپنی طرف سے چالیس دن اور ہر جمعرات کی تعیین کو ثواب اور اس میں کھانا پکا کر مؤذن وخادم کو ہی بھیجنا لازم سمجھتے ہوئے اس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں لہٰذا یہ بدعت ہے اس سے اجتناب ضروری ہے اور مؤذن وخادم کو ایسے کھانے سے اجتناب کرنا چاہئے۔

لمافی القرآن الکریم(سورة الحشر:۷): وما اتاکم الرسول فخذوه ومانهاكم عنه فانتهوا.

(سورة الاحزاب:۲۱):لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة لمن كان يرجو الله واليوم الأخر وذكر الله كثيرا.

وفی الصحیح البخاری(۱۰۸۰/۲): حدثنا ادم بن ابی ایاس.......... قال عبدالله بن مسعود ان احسن الحديث كتاب الله واحسن الهدى هدى محمد صلى الله عليه وسلم وشر الامور محدثاتها وان ماتوعدون لأت وما انتم بمعجزين.

وفی المصنف لابن ابی شيبة(۲۴۰/۷): حدثنا وكيع عن مالك بن مغول عن طلحة قال: قدم جرير على عمر فقال: هل يناح قبلكم على الميت قال لا قال فهل تجتمع النساء عندكم على الميت ويطعم الطعام؟ قال: نعم قال تلك النياحة.

وفی سنن ابن ماجة(ص۱۱٦): حدثنا محمد بن يحى ...... عن جرير بن عبدالله قال كنا نرى الاجتماع الى اهل الميت وصنعة الطعام من النياحة.

وفی الحاشية واما صنعة الطعام من اهل الميت اذا كان للفقراء فلا بأس به لان النبی ﷺ قبل دعوة المرأة التي مات زوجها كمافي سنن ابي داؤد واما اذا كان للاغنياء والاضياف فممنوع ومكروه ...... اى نعدوزره كوزر النوح.

وفی الشامية (۲۴۰/۲): وقال ايضا: ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من اهل البيت لانه شرع في السرور لافي الشرور وهي بدعة مستقبحة وروى الامام احمد وابن ماجة باسناد صحيح عن جرير بن عبدالله قال "كنا نعد الاجتماع الى اهل الميت وصنعهم الطعام من النياحة". وفي البزازية:

ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول وفیہ نظر والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم، واتخاذ الدعوۃ لقراءۃ القراٰن وجمع الصلحاء والقراء للختم او لقراءۃ سورۃ الانعام او الاخلاص...... وقال: وھذہ الافعال کلھا للسمعۃ والریاء فیحترز عنھا لانھم لایریدون بھا وجہ اللہ تعالیٰ.

وفی مالا بدمنہ (ص۱۲۱): جناب قاضی محمد ثناء اللہ صاحب قدس سرہ وصیت کردہ است: وبعد مردن من رسوم دنیوی مثل دھم وبستم وچھلم وششماھی وبرسینی ھیچ نکند کہ رسول اللہ ﷺ زیادہ ازسہ روز ماتم کردن جائز نداشۃ اند.

(۱۷۶) آیت کریمہ کا ختم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علاقوں میں رواج ہے کہ جب کسی پر مصیبت نازل ہوتو سوالاکھ مرتبہ آیت کریمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ کا ورد کیا جاتا ہے۔ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... یہ آیت کریمہ یقیناً مبارک اور دفع بلایا ومصائب کے لئے مجرب ہے البتہ یہ طریقہ اور مخصوص تعداد شریعت مطہرہ سے ثابت نہیں ہے صرف بزرگوں کا مجرب عمل ہے۔

لقولہ تعالی (الانبیاء: ۸۷): فنادیٰ فی الظلمٰت ان لآالٰہ الاانت سبحانک ق انی کنت من الظالمینo فاستجبنا لہٗ ونجیناہ من الغم ط وکذلک ننجی المؤمنین o

وفی تفسیر ابن کثیر (۱۸۳/۳): وکذلک ننجی المؤمنین ای اذاکانوا فی الشدائد ودعونا منیبین الینا ولاسیما اذا دعوا بھذا الدعا فی حال البلاء فقد جاء الترغیب فی الدعاء بہ عن سید الانبیاء ....عن سعد قال قال رسول اللہ ﷺ من دعا بدعاء یونس استجیب لہ ....سعد بن أبی وقاص یقول سمعت رسول اللہ ﷺ اسم اللہ الذی اذادعی بہ اجاب واذا سئل بہ اعطی دعوۃ یونس بن متی قال قلت یا رسول اللہ ھی لیونس خاصۃ ام لجماعۃ المسلمین قال ھی لیونس بن متی خاصۃ ولجماعۃ المؤمنین عامۃ اذادعوابھا.

(۱۷۷) آپ علیہ السلام کی ولادت باسعادت اور مروجہ میلاد

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم ﷺ کی ولادت کس ماہ میں ہوئی اور کس تاریخ کو ہوئی اور آج کل میلاد النبی کا منانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو میلاد منانے والوں کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ......صورت مسئولہ میں رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت ماہ ربیع الاول میں ہوئی البتہ تاریخ میں اختلاف کی بناء پر مختلف اقوال نقل کیے گئے جن میں زیادہ راجح آٹھ (۸) ربیع الاول ہے۔

نیز مروجہ میلاد کا خیر القرون سے کوئی ثبوت نہیں ملتا لہٰذا یہ بدعت قبیحہ ہے جس کا ترک لازم ہے اور جانتے بوجھتے بدعت کا ارتکاب کرنے والا فاسق ضرور ہے۔

لمافي المشكوة (صـ۲۷): عن عائشة قالت قال رسول الله من احدث في امرنا هذا ماليس منه فهو رد.

وفي فيض الباري (۳۱۹/۲): واعلم ان القيام عند ذكر ميلاد النبي ﷺ لااصل له في الشرع واحدثه ملك الاربل كمافي تاريخ ابن خلكان انه كان يعقد له مجالس ويصرف عليها اموالا.

وعلى هامشه يقول العلامة محمد بدرعالم الميرتهي : يقول العبد الضعيف: ولاينبغي ان يشك ان الميلاد المروج بين اظهرنا حرام قطعا فانه يشتمل على المحرمات الكثيرة والمعاصي الظاهرة والباطنة من اضاعة المال وقرأة الروايات الموضوعة التي لااصل لها في الدين .... فتلك المجالس كلها مجالس البدع فاحذروها وعليكم بسنة نبيكم فانها العروة الوثقىٰ لاانفصام لها.

وفي السيرة النبوية لابن كثير (۱۹۸/۱): ولد صلوات الله عليهم وسلامه يوم الاثنين ....ثم الجمهور على ان ذلك كان في شهر ربيع الاول فقيل لليلتين خلتا منه قاله ابن عبدالبر في الاستيعاب ورواه الواقدي عن ابي معشر نجيح بن عبد الرحمن المدني وقيل لثمان خلون منه حكاه الحميدي عن ابن حزم ورواه مالك وعقيل ويونس بن يزيد وغيرهم عن الزهري عن محمد بن جبير بن مطعم. ونقل ابن عبد البر عن اصحاب التاريخ انهم صححوه وقطع به الحافظ الكبير محمد بن موسىٰ الخوارزمي ورجحه ابوالخطاب بن دحية .....وقيل لعشرخلون منه نقله ابن دحية .... وقيل لثنتي عشر خلت منه نص عليه ابن اسحاق.......... وهذا هو المشهور عند الجمهور.

وهكذا في البداية والنهاية (۲۴۲/۲)

(۱۷۸) دس محرم کے مروجہ افعال

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کہتا ہے کہ دس محرم کو کھچڑہ پکانا، سرمہ لگانا، نیا کپڑا پہننا یہ سب سنت ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟ کھچڑہ اس وجہ سے سنت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر دس محرم کو پہنچی تھی اور آپ نے اتر کر کھچڑہ پکایا تھا۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... یہ تمام افعال فی نفسہ جائز ہیں لیکن انہیں دس محرم کے ساتھ خاص کرنا اور سنت سمجھ کر کرنا عدم ثبوت کی بناء پر جائز

نہیں۔روایات سے دس محرم کا روزہ تو ثابت ہے لیکن یہ افعال ثابت نہیں لہٰذا ان سے اجتناب کرنا چاہئے۔

نیز یہ کہنا کہ نوح علیہ السلام نے جودی پہاڑ پر پہنچنے کے بعد دس محرم کو کھچڑہ پکایا تھا اس کی کوئی اصل موجود نہیں بلکہ روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح اور ان کے متبعین نے شکرانے کے طور پر اس دن روزہ رکھا تھا۔

لمافی احکام القرآن للقرطبی (۴۱/۹): واستوت علی الجودی وقیل بعداللقوم الظالمین ای هلاکا لهم الجودی جبل بقرب الموصل. استوت علیه فی العاشر من المحرم یوم عاشوراء فصامه نوح وامر جمیع من معه من الناس والوحش والطیر والدواب وغیرها فصاموه شکراًﷲتعالی.

وفی المشکوۃ (ص۱۷۸): وعن ابن عباس قال حین صام رسول الله ﷺ عاشوراء وامر بصیامه قالوا یارسول الله انه یوم یعظمه الیهود والنصاریٰ فقال رسول الله ﷺ لئن بقیت الی قابل لاصومن التاسع.

وفی شمائل الترمذی ص۴:- عن ابن عباس ؓ ان النبی ﷺ قال اکتحلوا بالاثمد فانه یجلو البصر وینبت الشعر وزعم ان النبی ﷺ کانت له مکحلة یکتحل منها کل لیلة.

(۱۷۹) قبروں پر چادریں چڑھانا اور قبروں کی مٹی کھانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ پیروں کی قبروں پر چادریں اور پھول چڑھاتے ہیں، قبر کی مٹی خود کھاتے ہیں اور دوسروں کو بھی کھلاتے ہیں تاکہ بیماریوں سے شفا حاصل ہو۔ نیز دس محرم کو خصوصی طور پر شربت پیتے اور پلاتے ہیں۔ شرعاً ان سب امور کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں پیروں کی قبروں پر یا کسی اور قبر پر چادریں یا پھول وغیرہ چڑھانا جائز نہیں اسی طرح قبر کی مٹی اس نیت سے کھانا کہ اس میں اس صاحب قبر کی وجہ سے شفا ملے جائز نہیں بلکہ شرک ہے جو گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے۔ نیز دس محرم کو شربت پلانا اور پینا غیر اللہ کی نذر کے طور پر ہوتا ہے یا پھر تشبہ بالروافض کے طور پر ہوتا ہے۔ دونوں صورتوں میں یہ عمل ناجائز ہے۔

لمافی قوله تعالی (الشعراء : ۸۰): واذامرضت فهویشفین ٥

وفی تفسیر روح البیان (۲۸۴/۶): واذامرضت فهو یشفین یبرئنی من المرض ویعطی الشفاء لاالاطباء وذلک انهم کانوا یقولون المرض من الزمان ومن الاغذیة والشفاء من الاطباء والادویة فاعلم ابراهیم ان الذی امرض هوالذی یشفی وهوالله تعالی.

وقوله تعالی (المائدة : ۳): حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وماأهل لغیرالله به الایة.

وفی عمدة القاری (۱۲۱/۳): وکذالک مایفعله اکثرالناس من وضع مافیه رطوبة من الریاحین والبقول ونحوهما علی القبور لیس بشیء.

وفی المرقات (۱/۳۵۱): وقد انکر الخطابی مایفعله الناس علی القبور من الاخواص ونحوها بهذا الحدیث وقال لااصل له.

وفی الهندیة (۵/۳۴۱): الطین الذی یحمل من مکة ویسمی طین حمزة هل الکراهة فیه کالکراهة فی اکل الطین علی ماجاء فی الحدیث ....الکراهة فی الجمیع متحدة.

(۱۸۰) ختم بخاری شریف اور مروجہ عرس میں فرق

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تقریب ختم بخاری شریف کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ جائز ہے یا نہیں؟ اگر یہ جائز ہے تو کیا وجہ ہے کہ عرس ناجائز ہے؟ دونوں میں کیا فرق ہے جس کی وجہ سے ایک کو جائز اور دوسرے کو ناجائز کہا جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... ختم بخاری شریف علماء کے ہاں نہ تو واجب ہے اور نہ ہی فرض بلکہ لزوم کے اعتقاد کے بغیر بخاری شریف کی آخری حدیث کے موقع پر اجتماع منعقد کیا جاتا ہے جس میں علماء وطلباء کے علاوہ عوام بھی شرکت کرتے ہیں۔ مشائخ بیانات کرتے ہیں اور آخر میں دعا سے یہ اجتماع ختم ہوجاتا ہے اور اس اجتماع کی بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ تجربہ شاہد ہے کہ ختم بخاری پر دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ لہٰذا ہر ایک کی خواہش ہوتی ہے کہ اس تقریب سعید میں شامل ہوجائے۔

اس کے برخلاف عرس میں منکرات وفواحش کا ایک ہجوم برپا ہوتا ہے کیونکہ عموماً عرسوں میں مردوزن کا بے جا اختلاط پایا جاتا ہے بلکہ بعض دفعہ نوبت بدکاری تک پہنچ جاتی ہے۔ گانا بجانا اور موسیقی عرس کا جزو لازم سمجھی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ قبور کے ساتھ عقیدت کی وجہ سے جو کام کئے جاتے ہیں وہ ان کے علاوہ ہیں۔

لہٰذا ان تمام وجوہات کی بناء پر عرس اور ختم بخاری شریف کی تقریب میں فرق ہے کہ ختم بخاری شریف جائز اور مروجہ عرس ناجائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

(۱۸۱) عرس میں شرکت کے لئے نئے پہننے والے کپڑے کو احرام کہنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ بزرگوں کے عرس میں شرکت کرنے کے لئے خاص قسم کا جوڑا پہن کر جاتے ہیں اور اس جوڑے کو احرام کہتے ہیں۔ ایسا سمجھنا اور کہنا صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں اس طرح کرنا اور کہنا صحیح نہیں ہے بلکہ بدعت ہے اور لفظ احرام جو بیت اللہ کی زیارت کے لئے جاتے وقت پہننے والے کپڑوں پر بولا جاتا ہے اسے ایسی جگہ جاتے وقت پہننے والے کپڑوں پر بولنا جہاں دنیا بھر کی خرافات ہوتی ہیں قطعاً صحیح نہیں ہے۔

لمافي المشكوة (ص۲۷): عن عائشة رضي الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ من احدث في امرنا هذا ماليس منه فهورد.

وفي المرقات (۲۱۵/۱) تحت هذه الرواية: قال القاضي المعنى من احدث في الاسلام رأيا لم يكن له من الكتاب والسنة سندظاهر اوخفي ملفوظ اومستنبط فهومردود عليه.

(۱۸۲) عاشورہ کی رسومات اور بدعات

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ محرم الحرام کے پہلے عشرے میں وعظ ونصیحت کی مجالس کا انعقاد ختم قرآن اور حضرت حسینؓ کا ذکرِ شہادت بنیت ثواب اور اس کو ثواب پہنچانا کیا شریعت مطہرہ سے یہ چیزیں ثابت ہیں یا نہیں؟ مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... مذکورہ چیزوں کی شریعت مطہرہ میں کوئی ثبوت نہیں بلکہ یہ ساری چیزیں روافض کی گھڑی ہوئی ہیں کیونکہ دس محرم کا اور ایک دن پہلے یا ایک دن بعد کا روزہ رکھنا مشروع ہے۔ پس روزے کے ماسوا دس محرم میں دیگر چیزیں ممنوع اور بدعت کے زمرے میں شامل ہیں۔ نیز یہ روافض کے ساتھ تشبہ کی بنا پر بھی ناجائز ہے۔

لمافي المشكوة (ص۲۷): عن عائشة رضي الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ من احدث في امرنا هذا ماليس منه فهورد.

وفيها ايضا (ص۱۷۸): عن ابن عباس قال مارأيت النبي ﷺ يتحرى صيام يوم فضله على غيره الاهذا اليوم يوم عاشوراء وهذا الشهر ....وعنه قال حين صام رسول الله ﷺ عاشوراء وامر بصيامه قالوا يارسول الله انه يوم يعظمه اليهود والنصارى فقال رسول الله ﷺ لئن بقيت الى قابل لاصومن التاسع.

وفي ردالمحتار (۴۱۸/۲): وتعقبه ابن العز بانه لم يصح عنها في يوم عاشوراء غير صومه وانماالروافض لماابتدعوا اقامة المأتم واظهار الحزن يوم عاشوراء..........ابتدع جهلة اهل السنة اظهار السرور واتخاذ الحبوب.

(۱۸۳) ”الصلوة والسلام عليك يارسول الله“ کہنے کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ الصلوة والسلام عليك يارسول الله کہنا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اگر مذکورہ کلمات حاضر وناظر کے عقیدے کے بغیر کہے جائیں تو اس میں کچھ حرج نہیں البتہ آج کل مروجہ طریقہ التزام کی وجہ سے ناجائز اور بدعت میں شامل ہوگا۔ اور اگر حاضر وناظر کے عقیدے کے ساتھ کہے جائیں تو شرک ہے۔

لمافی الصحیح للبخاری (۹۲۶/۲): حدثناابونعیم ......ابن مسعود یقول علمنی النبی ﷺ وکفی بین کفیہ التشہد ......التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ...... ...... فلما قبض قلنا السلام علی یعنی النبیا.

وفی عمدۃ القاری (۱۱۱/٦): فان قلت ماالحکمۃ فی العدول عن الغیبۃ الی الخطاب فی قولہ علیک ایھاالنبی مع ان لفظ الغیبۃ ھوالذی یقتضیہ السیاق ......قلت اجاب الطیبی بمامحصلہ نحن نتبع لفظ الرسول بعینہ الذی علمہ للصحابۃ ویحتمل ان یقال علی طریقۃ اھل العرفان ان المصلین لما استفتحوا باب الملکوت بالتحیات اذن لھم بالدخول فی حریم الحی الذی لایموت فقرت اعینھم بالمناجات فنبھوا علی ان ذلک بواسطۃ نبی الرحمۃ وبرکۃ متتابعۃ فاذا التفتوافاذا الحبیب فی حرم الحبیب حاضر فاقبلوا علیہ قائلین السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ.

وفی المشکوۃ (ص۸٦): عن ابی ھریرۃ ص قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لاتجعلوابیوتکم قبورا ...... وصلواعلی فان صلاتکم تبلغنی حیث کنتم.

وعن ابن مسعود قال قال رسول اللہﷺ ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام.

وفیھاایضا (ص۸۷): عن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ ﷺ من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیاابلغتہ.

(۱۸۴) محفل میلاد کا مروجہ طریقہ اور اس کی شرعی حیثیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ محفل میلاد منعقد کرنا اور اس میں شرکت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ کیا حضور ﷺ محفل میلاد میں تشریف لاتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......مروجہ میلاد کا انعقاد، اس میں شرکت کرنا یہ بدعات کے پرچار کے مترادف ہے کیونکہ یہ طریقہ سلف صالحین سے ثابت نہیں ہے۔ نیز حضور ﷺ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ محفل میلاد میں حاضر ہوتے ہیں شرک ہے جس سے توبہ اور آئندہ ایسے کلمات سے اجتناب از حد ضروری ہے۔

دلائل المسئلۃ مرت سابقا فی رقم السؤال : ۱۷۷

(۱۸۵) جنازہ کے آگے قرآن مجید لیکر چلنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں ایک رسم یہ ہے کہ جنازہ سے آگے آگے قرآن مجید لیکر جاتے ہیں۔کیا شریعت کی رو سے ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں جنازے سے آگے قرآن مجید لیکر جانا خیر القرون سے کہیں بھی ثابت نہیں اور کسی غیر ثابت کام پر التزام کرنا ہی بدعت کہلاتا ہے لہٰذا یہ کام بھی بدعت میں شامل سمجھا جائے گا جس سے اجتناب کی ضرورت ہے۔

لمافي المشكوة (صـ٢٧): عن عائشة رضى الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ من احدث في امرناهذا ماليس منه فهو رد .... وعن جابر ص قال قال رسول الله ﷺ امابعد فان خير الحديث كتاب الله وخير الهدى هدى محمد ﷺ وشر الامور محدثاتها وكل بدعة ضلالة.

وفيها ايضا(صـ٢٨):عن ابى هريرة ص قال قال رسول الله ﷺ يكون فى آخر الزمان دجالون كذابون يأتونكم من الاحاديث بما لم تسمعوا انتم ولاآباءكم فاياكم واياهم لايضلونكم ولايفتنونكم.

(۱۸۶) قرآنی آیات اور حضور ﷺ کے ناموں کے کتبوں کو چومنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مساجد میں قرآنی آیات اور نبی کریم ﷺ کے ناموں کے کتبے لگے ہوتے ہیں بعض لوگ ان پر ہاتھ لگا کر چومتے ہیں کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اس طرح کے کتبوں کو تعظیم کی بنا پر چومنا نہ صرف جائز بلکہ امر مستحسن ہے البتہ التزام سے پرہیز کریں کہ کہیں اس سے فتنہ کا دروازہ نہ کھل جائے۔

لمافي الدرالمختار (٣٨٤/٦): وفى القنية فى باب مايتعلق بالمقابر تقبيل المصحف قيل بدعة لكن روى عن عمر ﷺ انه كان يأخذ المصحف كل غداة ويقبله ويقول: عهد ربى ومنشورربى عزوجل وكان عثمان ﷺ يقبل المصحف ويمسحه على وجهه.

(۱۸۷) ایصال ثواب کا مروجہ طریقہ

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں یہ رائج ہے کہ جب کسی کا انتقال ہو جائے تو اس کے رشتہ دار طلباء کو بلا کر لاتے ہیں جو قرآن ختم کرتے ہیں پھر انہیں پیسے یا کپڑے وغیرہ دیئے جاتے ہیں۔اگر کوئی نہ دے تو پھر ختم کے لئے کوئی تیار نہیں ہوتا۔تو کیا اس طرح کرنا شرعاً جائز ہے اور اس طرح مردے کو ثواب پہنچتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ......صورت مسئولہ میں اس طرح کی تقریبات میں شامل ہونے کی نیت عموماً کھانے اور پیسوں کی ہوتی ہے جس کا قرینہ یہ ہے کہ اگر پہلے سے معلوم ہوجائے کہ کھانے کو کچھ نہ ملے گا تو کوئی وہاں جانے کے لئے تیار نہیں ہوتا جیسا کہ خود سائل نے بھی ذکر کیا ہے۔ایسی نیت کے ساتھ پڑھنے والے کو ہی ثواب نہیں ملتا چہ جائیکہ وہ مردے کے لئے ایصال ثواب کرے اس کے علاوہ بھی اس طرح کے اجتماعات میں کئی قباحتیں پائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے ان سے احتراز لازم ہے۔

ایصال ثواب کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ہر ایک اپنی مرضی سے خود ہی پڑھ کر مردے کو ایصال ثواب کردے اور قرآن ختم کرنا ضروری نہیں۔سنت کے مطابق تھوڑا سا بھی عمل زیادہ پسندیدہ ہے بہ نسبت اس کے کہ بہت زیادہ عمل کیا جائے لیکن وہ خلاف سنت ہو بلکہ ایسا عمل مزید وبال کا سبب بنتا ہے۔

لمافی ردالمحتار (۲/۲۴۰): واتخاذ الدعوة لقرأة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم اولقرأة سورة الانعام او الاخلاص ....ان اتخاذ الطعام عند قرأة القرآن لاجل الاكل يكره.

وفیھاایضا (۶/۵۶): فالحاصل ان ماشاع فی زماننا من قرأة الاجزاء بالاجرة لايجوز لان فيه الامر بالقرأة واعطاء الثواب للآمر والقرأة لاجل المال فاذا لم يكن للقاری ثواب لعدم النية الصحيحة فاين يصل الثواب الى المستاجر ولولاالاجرة ماقرأ احد لاحد فی هذا الزمان بل جعلوا القرآن العظيم مكسباووسيلة الى جمع الدنيا انالله وانااليه راجعون.

(۱۸۸) آتش بازی کو ثواب سمجھ کر کرنا

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل لوگ شب برأت میں آتش بازی کرتے ہیں اور اسے ذریعہ ثواب سمجھا جاتا ہے۔آپ قرآن وسنت کی روشنی میں فیصلہ فرمائیں کہ اسے ثواب سمجھنا صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ......صورت مسئولہ میں اس طرح کی آتش بازی اسراف میں داخل ہے جو کہ ناجائز ہے اور اسے ثواب سمجھنا بدعت ہے۔

لمافی قوله تعالى (الاسراء :۲۷): ان المبذرين كانوا اخوان الشياطين الاية

وفی البحرالرائق (۵/۲۱۵): وفی القنية واسراج السرج الكثيرة فی السكك والاسواق ليلة البراءة بدعة.

(۱۸۹) ۲۲ویں رجب کے کونڈوں کی حیثیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ۲۲ویں رجب کے کونڈوں کا آج کل عام رواج ہے اور اس

میں طرح طرح کی رسومات اور خرافات ہوتی ہیں۔کیا شرعاً یہ رسم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ کیا سلف سے یہ ثابت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ......۲۲ ویں رجب کے کونڈے اور اس طرح کی دوسری خرافات شرعاً عدم ثبوت کی وجہ سے ناجائز ہیں۔ دراصل یہ صحابہ کے ساتھ بغض کی علامت ہے کہ ابتداء میں روافض نے اسے ایجاد کیا کیونکہ اس دن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔اس خوشی میں رافضیوں نے کونڈوں کو ایجاد کیا اور ان کی دیکھا دیکھی مسلمانوں میں یہ رائج ہو گئے لہٰذا ان سے از حد اجتناب کی ضرورت ہے۔

لمافي المشكوة (ص۲۷): عن عائشة رضي الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ من احدث في امرنا هذا ماليس منه فهو رد ....وعن جابر ص قال قال رسول الله ﷺ امابعد فان خير الحديث كتاب الله وخير الهدى هدى محمد ا وشر الامور محدثاتها وكل بدعة ضلالة.

وفي البداية والنهاية (۸/ ۱۴۵): بعد ذكر احوال معاوية ....ولاخلاف انه توفي بدمشق في رجب سنة ستين فقال جماعة: ليلة الخميس للنصف من رجب سنة ستين وقيل ليلة الخميس لثمان بقين من رجب سنة ستين.

(۱۹۰) رمضان میں ختم قرآن پر دعا کرنا

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان المبارک میں ختم قرآن کے بعد اجتماعی یا انفرادی طور پر دعا کرنا کیسا ہے؟ براہِ کرم تفصیل سے جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ......ختم قرآن کے بعد اجتماعی اور انفرادی دعا کرنا مستحسن عمل ہے اور رمضان المبارک چونکہ نزول رحمت کا مہینہ ہے جبکہ ختم قرآن کا موقع بھی نزول رحمت وبرکت کا ہے لہٰذا اس موقع پر بلا نیت التزام اجتماعی یا انفرادی دعا کرنا نہ صرف جائز بلکہ مستحسن عمل ہے۔

لمافي القرآن الكريم(سورة المؤمن: ۶۰): وقال ربكم ادعوني استجب لكم.

وفي المصنف لابن ابي شيبة(۵ / ۱۷۴): عن انس انه كان اذا ختم جمع اهله.

وفيه ايضاً: عن عبدالرحمن بن الاسود قال يذكر انه يصلي عليه اذا ختم.

وفيه ايضاً: عن الحكم قال كان مجاهد وعبدة بن ابي لبابة وناس يعرضون المصاحف فلما كان اليوم الذي ارادوا ان يختموا ارسلو اليّ والى سلمة بن كهيل فقالوا انا كنا نعرض المصاحف فاردنا ان نختم اليوم فأحببنا ان تشهدونا انه كان يقال: اذا ختم القرآن نزلت رحمة عند خاتمته او: حضرت الرحمة عند خاتمته.

وفيه ايضاً(صـ۴۷۲): عن الحكم عن مجاهد قال: الرحمة تنزل عند ختم القرآن.

وفى الهندية (۳۱۸/۵):الدعاء عند ختم القرآن فى شهر رمضان مكروه لكن هذا شئ لا يفتى به يكره الدعاء عند ختم القرآن بجماعة لان هذا لم ينقل عن النبى صلى الله عليه وسلم ...... وينبغى أن يدعو فى صلوته بدعاء محفوظ واما فى غير حالة الصلوة ينبغي ان يدعو بما يحضره ولا يستظهر الدعاء لان حفظ الدعاء يذهب برقة القلب...... وفى (صـ۳۱۷) ولا بأس باجتماعهم على قراءة الاخلاص جهرا عند ختم القرآن.... ويستحب له أن يجمع اهله وولده عند الختم ويدعو لهم...... كذا فى الينابيع.

وفى الدر المختار (۱۷۵/۲):وينبغى ان تكون خطبة الكسوف وختم القران كذلك و لم اره الخ......

وفى تقريرات الرافعى(۱۱۴/۲، ۱۱۵):(قول الشارح لم اره) قال الشيخ الرحمتى لم ارذكر خطبة ختم القرآن ولا حكمها ولا كيفيتها...... الى قوله ان عمر بن عبدالعزيز استحسن قراءة قل هو الله احد ثلاثا عند ختم القرآن ولم يستحسنه بعض المشايخ وقال الفقيه ابو الليث هذا شئ استحسنه بعض اهل العراق وأئمة الامصار فلا باس به لان ماراه المومنون حسنا فهو عند الله حسن الا ان يكون ختم القرآن فى الصلوٰة المكتوبة فلا يزيد على مرّة ويكره الدعاء عند ختم القرآن فى شهر رمضان وعند ختم القرآن بجماعة لان هذا لم ينقل عن النبى صلى الله عليه وسلم ولا عن أصحابه رضى الله عنهم ولذا قال ابو القاسم الصفار لولا اهل البلدة يقولون يمنعنا من الدعاء لمنعتهم ولكن هذا شئ لا يفتى به لانه لا ينبغى أن يقال للعامة مالا يفهمون ومثله فى التجنيس وفى الخانية وتكلموا فى الدعاء.

عند ختم القرآن فى رمضان وعند ختمه بجماعة واستحسنه المتأخرون فلا يمنعون من ذلك اهـ

(۱۹۱) سنن کے بعد کی اجتماعی دعا کی شرعی حیثیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرض نماز اور اسی طرح سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کا حکم کیا ہے؟ یہ بھی وضاحت فرمادیں کی فرض یا سنتوں کی دعا میں تین دفعہ ہاتھ اٹھانا کیسا ہے؟

فرض اور سنت کے بعد اگر اجتماعی دعا ثابت نہیں تو نور الایضاح کی اس عبارت کا کیا مطلب ہے:

"ويستحب للامام بعد سلامه ان يتحول الى يساره لتطوع بعد الفرض وان يستقبل بعده (اى بعد

التطوع مراقی الفلاح) الناس ویستغفرون ...... ثم یدعون لانفسهم وللمسلمین رافعی ایدیهم ثم یمسحون بها وجوههم......" (فصل فی الاذکار الواردة بعدالفرض، ص۸۰)

نیز التزام اور دوام میں فرق بیان کرنے کے بعد یہ بتائیں کہ جولوگ سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کا التزام کرتے ہیں اور دعا نہ کرنے والوں کو برا بھلا کہتے ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں تمام سوالات کے جوابات بالترتیب ملاحظہ ہوں۔

۱۔ فرائض کے بعد اجتماعی دعا کا حکم

فرائض کے بعد مسنون طریقہ یہ ہے کہ باجماعت نماز سے فارغ ہونے کے بعد سب مل کر دعا کریں۔ یہی طریقہ آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ثابت ہے کہ فرض نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد سب مل کر دعا کیا کرتے تھے، جیسا کہ آپ کا ارشاد گرامی ہے۔

مامن عبد مؤمن یبسط کفیه فی دبر کل صلاة ثم یقول اللهم الهی و اله ابراهیم واسحاق ویعقوب......الا کان حقاعلی الله ان لایرد یدیه خائبتین . (کنز العمال، ۱۳۴/۲)

(یعنی جو بندہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ اے میرے معبود، اے ابراہیم واسحاق اور یعقوب کے معبود ...... اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو ضرور قبول فرماتے ہیں اسے خالی ہاتھ واپس نہیں لوٹاتے)

اسی طرح تفسیر ابن کثیر (۴۸۲/۱) میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

ان رسول الله ﷺ رفع یده بعد ماسلم وهو مستقبل القبلة فقال اللهم خلص الولید بن الولید ......الحدیث

معارف السنن (۱۲۵/۳) میں بھی "مصنف ابن ابی شیبۃ" کے حوالے سے روایت مروی ہے۔

منها ما اخرجه ابن ابی شیبة فی مصنفه من حدیث الاسود العامری عن ابیه قال صلیت مع رسول الله ﷺ الفجر فلما سلم انحرف ورفع یدیه ودعا.

(یعنی آپ علیہ الصلاۃ والسلام فجر کی نماز کی ادائیگی کے بعد پلٹے اور ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی)

کنز العمال کی مذکورہ روایت "مامن عبد" چونکہ محدثین کے ہاں ضعیف ہے اس لئے اس کی تائید میں اسود عامری کی حدیث پیش کرنے کے بعد علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ اعلاء السنن (۲۰۱/۳) میں فرماتے ہیں۔

قلت: دلالته علی رفع الیدین فی الدعاء بعد الصلوة المفروضة ظاهرة والحدیث وان کان ضعیفاً فله شاهد من روایة الاسود عند ابن ابی شیبة وبه یحصل للضعیف قوة علی ان الاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع صرح به ابن الهمام فی کتاب الجنائز من الفتح.

اس کے بعد علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ آگے چل کر (۲۰۵/۳) فرائض کے بعد اجتماعی دعا کے متعلق فرماتے ہیں کہ ہمارے ہاں رائج

دعا مستحب ہے۔

فثبت ان الدعاء مستحب بعد كل صلاة مكتوبة متصلا بها برفع اليدين كما هو شائع في ديارنا وديار المسلمين قاطبة.

اسی طرح علامہ بنوریؒ معارف السنن (۱۲۵/۳) میں روایات کے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

فهذه وما شاكلها من الروايات في الباب تكاد تكفي حجة لما اعتاده الناس في البلاد من الدعوات الاجتماعية دبر الصلوات......

یعنی نماز کے بعد اجتماعی دعا کیلئے بطور حجت یہی روایات کافی ہیں۔

اسی طرح علامہ شامیؒ نے ردالمحتار (۳۹۹/۱) میں بھی صراحت فرمائی ہے۔

فدل ان الامر للاستحباب والندب كامره بالدعاء في ادبار الصلوات ونحوه.

۲۔ سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کا حکم

حضور اقدس ﷺ، صحابہ اکرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور سلف صالحین کا طریقہ یہ رہا کہ فرض نماز با جماعت ادا کرنے کے بعد سنتیں اور نوافل الگ الگ پڑھتے اور ان کے بعد دعا بھی الگ ہی کرتے بلکہ شریعت مطہرہ نے سنت و نوافل گھر میں پڑھنے کو افضل قرار دیا ہے، چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے

عن كعب بن عجرة قال ان النبي ﷺ اتى مسجد بني عبد الاشهل فصلى فيه المغرب فلما قضوا صلوتهم راهم يسبحون بعدها فقال هذه صلوة البيوت. (مشكوٰة المصابيح، ص۱۰۵)

یعنی نبی ﷺ ایک دفعہ بنو اشہل کی مسجد میں تشریف لائے اور وہیں مغرب کی نماز ادا فرمائی نماز (فرض) کے بعد آپ نے دیکھا کہ لوگ سنتیں اور نوافل ادا کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا یہ نمازیں گھر میں پڑھنے کی ہیں۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ سنتیں گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ اسی پر تمام حضرات اکابر کا عمل بھی رہا، لہذا جب سنتیں مسجد میں ادا نہ ہوں گی تو سنن کے بعد کی دعا کیسے ثابت ہوگی کیونکہ سنتیں گھر میں پڑھنے کے بعد دعا کیلئے دوبارہ جمع ہونا بھی ثابت نہیں، بلکہ اگر کسی مصلحت یا مجبوری سے مسجد میں سنتیں ادا بھی کرنی پڑیں تو آپ نے مقتدیوں کے ساتھ دعا نہیں فرمائی، چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ آپ کا طریقہ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

كان رسول الله ﷺ يطيل القراءة في الركعتين بعد المغرب حتى يتفرق اهل المسجد

(مشكوٰة المصابيح، ص۱۰۵)

یعنی رسول اللہ ﷺ مغرب کی سنتوں میں اس قدر طویل قرات فرماتے ہیں کہ نمازی مسجد سے چلے جاتے۔

اسی طرح شرح معانی الآثار (۳۳۹/۱) میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ مروی ہے۔

عن ابن عباس قال قال لی العباس :بت ا للیلة بآل رسول الله ﷺقال فصلی رسول الله العشاء ثم صلی بعدها حتی لم یبق فی المسجد غیرہ.(یہ حوالہ نہ مل سکا)

یعنی وہ خود فرماتے ہیں کہ میں ایک رات حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر رہا،آپ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر نماز میں مشغول ہوگئے یہاں تک کہ مسجد میں آپ کے سوا کوئی نہ رہا۔

اس روایت سے بھی ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کا معمول سنن کے بعد اجتماعی دعا کا نہ تھا۔جب یہ ثابت ہوگیا کہ شروع سے ہی سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کا معمول نہ تھا اب اسے ضروری اور لازم سمجھ کر کرنا اور نہ کرنے والوں پر طعن وتشنیع کرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے۔خصوصا ایک ایسا کام جو بدعت کے زمرے میں داخل ہو حالانکہ ہمیں صرف رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور آپ نے اپنے صحابہ کی اتباع کا حکم دیا ہے چنانچہ ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا:

فانہ من یعش منکم بعدی فسیری اختلافاً کثیرا فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین تمسکوا بها وعضوا علیها بالنواجذوایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة. (مشکوۃ المصابیح، صـ ۳۰)

یعنی تم میں سے جو میرے بعد رہے گا تو وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا،(پس ایسے اختلاف کے وقت) تمہارے لئے میری سنت اور میرے خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے،اسی پر مضبوطی سے قائم رہو اور دین میں نئی نئی باتوں سے بچتے رہو کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس معاملے میں بہت زیادہ احتیاط کرتے تھے،چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ کے متعلق منقول ہے۔

عن مجاهد قال دخلت مع عبدالله بن عمر مسجدا وقد اذن فیه ونحن نرید ان نصلی فیه فثوب المؤذن فخرج عبدالله بن عمر من المسجد وقال اخرج بنا من عند هذا المبتدع ولم یصل فیه.

(بجامع الترمذی، ۱/ ۵۰)

حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک مسجد میں گیا،وہاں اذان ہوچکی تھی،ہمارا ارادہ وہاں نماز پڑھنے کا تھا،مؤذن نے لوگوں کو دوبارہ جمع کرنے کیلئے آواز دی(جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ سنے) تو وہاں سے نکلنے کیلئے کھڑے ہوگئے اور اپنے ساتھیوں سے فرمانے لگے کہ مجھے اس بدعتی کے پاس سے نکالو۔گویا آپ نے اس قدر بھی پسند نہ فرمایا کہ اذان کے بعد لوگوں کو صرف جماعت کے وقت میں جمع کرنے کیلئے کوئی کلمات ادا کئے جائیں اور کس قدر ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ وہاں نماز بھی ادا کرنا گوارا نہ کیا۔

اس طرح ایک دوسرے موقع پر آپ نے لوگوں کو دیکھا کہ مسجد میں جاکر چاشت کی نماز ادا کررہے ہیں تو چونکہ اس قدر اہتمام سے مسجد

میں آکر ادا کرنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں تھا لہذا آپ نے اسے بدعت قرار دیا۔

عن مجاهد قال دخلت انا وعروة بن الزبير المسجدفاذا عبدالله بن عمر جالس الى حجرة عائشة واذا اناس يصلون في المسجد صلاة الضحى قال فسألناه عن صلاتهم فقال بدعة.

(صحيح البخاری، ۲۳۸/۱)

چنانچہ فتح الباری میں اس نکیر کی علت بیان کرتے ہوئے علامہ ابن حجر فرماتے ہیں۔

قال عياض وغيره انما انكر ابن عمر ملازمتها واظهارها في المساجد وصلاتها جماعة لا انها مخالفة للسنة. (۴۱/۳)

اسی طرح صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلنے والے اسلاف نے بھی ایسے امور کو قطعا برداشت نہیں کیا جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہ ہوں خواہ ظاہری اعتبار سے وہ فعل کتنا ہی معمولی کیوں نہ معلوم ہوتا ہو، چنانچہ علامہ شاطبی نے اپنی کتاب میں امام مالکؒ کا قول نقل کیا ہے

قال ابن الماجشون :سمعت مالكا يقول من ابتدع في الاسلام بدعة يراها حسنة فقد زعم ان محمدا ﷺ خان الرسالة لان الله يقول "اليوم اكملت لكم دينكم" فما لم يكن يومئذدينا فلا يكون اليوم دينا. (الاعتصام صـ۳۰)

یعنی امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جس نے دین میں نئی بات ایجاد کی اور اسے بہتر بھی سمجھا تو اس نے یہ گمان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے احکام خداوندی کی تبلیغ میں (العیاذ باللہ) خیانت کی ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آج میں نے دین کو مکمل کردیا تو جو کام آپ ﷺ کے زمانے میں دین میں داخل نہ تھا وہ آج بھی دین میں شامل نہیں ہوسکتا۔

چنانچہ علامہ رازی "لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً" کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

لان العمل اذا كان خالصا غير صواب لم يقبل وكذالك اذا كان صوابا غير خالص،فالخالص ان يكون لوجه الله والصواب ان يكون على السنة. (التفسير الكبير، جـ۱۵ / جزء۲۹ /صـ۵۶)

یعنی جو عمل خالص ہو لیکن صواب (درست) نہ ہو تو قبول نہیں اسی طرح جو صواب ہو لیکن خالص نہ ہو وہ بھی قبول نہیں اور خالص یہ ہے کہ اللہ کی رضا کیلئے ہو جبکہ صواب یہ ہے کہ سنت کے مطابق ہو۔

حاصل یہ ہوا کہ عمل کی قبولیت کیلئے جیسے نیت کا خالص اللہ کیلئے ہونا ضروری ہے ایسے ہی اس عمل کا سنت کے مطابق ہونا بھی ضروری ہے۔

حضرت احمد بن الحواری فرماتے ہیں

من عمل عملا بلا اتباع سنة فباطل عمله. (الاعتصام، صـ۶۴)

یعنی جو عمل سنت کی اتباع کے بغیر کیا جائے گا وہ باطل ہے۔

بلا ثبوت کسی کام کو کرنا تو دور کی بات ہے بلکہ ہر وہ کام جس کی شریعت نے صرف اجازت دی ہے اور اسے کار ثواب بتلایا، اگر اس کام کیلئے

شریعت نے کوئی خاص وقت متعین نہیں کیا، یا مکان کی تعیین نہیں کی، اب اگر ایسے کام کیلئے اوقات یا مکان کی تعیین کر دی جائے تو فقہاء نے اسے بھی بدعت میں شامل کیا ہے۔ اس کی سب سے واضح دلیل حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا وہ اثر ہے جو پیچھے نقل ہو چکا کہ آپ نے چاشت کی نماز مسجد میں با جماعت ادا کرنے کو بدعت فرمایا حالانکہ یہ نماز فی نفسہ ثابت ہے لیکن جس طرح ثابت ہے جب اس طریقے سے ہٹ گئی تو اسے بدعت میں شامل فرمایا۔ اسی طرح علامہ شاطبی نے اپنی کتاب میں صراحت فرمائی ہے۔

ومنها التزام العبادات المعينة في اوقات معينة لم يوجد لها ذلك التعيين في الشريعة. (۲۳/۱)

یعنی بدعات میں سے ایک یہ ہے کہ عبادات معینہ کی اوقات معینہ میں ادائیگی کا ایسا التزام جس کا شریعت نے پابند نہیں کیا۔

آج کل یہی معاملہ دعا جیسی عظیم الشان عبادت کے ساتھ کیا جا رہا ہے، شریعت نے اس عبادت کو کسی خاص کیفیت وغیرہ کے ساتھ خاص نہیں کیا بلکہ عام رکھا ہے تاکہ ہر ایک کسی وقت بھی اپنے رب سے مناجات کرنا چاہے تو کسی بھی وقت کر لے، لیکن آج کل اس عبادت کو خاص عمل (سنتوں کے بعد) کے ساتھ لازم کیا جا رہا ہے، اور جو ایسے نہ کرے اس پر نکیر بھی کی جاتی ہے، ظاہر ہے شریعت مطہرہ میں اس کا ثبوت کہیں بھی نہیں ہے، اسی وجہ سے علامہ عثمانیؒ اس کو بدعت قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ورحم الله طائفة من المبتدعة في بعض اقطار الهند حيث واظبوا على ان الامام ومن معه يقومون بعد المكتوبة بعد قراء تهم اللهم انت السلام ومنك السلام الخ ثم اذا فرغوا من فعل السنن والنوافل يدعو الامام عقب الفاتحة جهرا بدعاء مرة ثانية والمقتدون يؤمنون على ذلك وقد جرى العمل منهم بذلك على سبيل الالتزام والدوام حتى ان بعض العوام اعتقدوا ان الدعاء بعد السنن والنوافل باجتماع الامام والمامومين ضروري واجب ......ومن لم يرض بذلك يعزلونه عن الامامة ويطعنونه ولا يصلون خلف من لا يصنع بمثل صنيعهم وايم الله ان هذا امر محدث في الدين.

(اعلاء السنن، ۲۰۵/۳)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ سرزمین ہندوستان کے بعض بدعتی دھڑوں پر رحم فرمائیں جہاں پیش امام اور مقتدی حضرات فرائض کے بعد مسنون دعا "اللهم انت السلام" پڑھنے کے بعد سنن ونوافل ادا کرنے کیلئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ سنتوں سے فارغ ہونے کے بعد امام سورۃ فاتحہ پڑھ کر با آواز بلند دوسری مرتبہ دعا مانگتا ہے اور مقتدی آمین کہتے ہیں اور یہ عمل ان میں دوام اور التزام کے طور پر رائج ہے حتیٰ کہ لوگ سنتوں کے بعد اجتماعی طور پر دعا مانگنے کو ضروری اور واجب گردانتے ہیں۔ جو امام بے چارہ ان کی اس خود ساختہ روش پر عمل پیرا نہ ہو اس کو منصب امامت سے معزول کر کے طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اور جو ان کے اس طرز دعا کے قائل نہیں ان کی اقتداء میں نماز تک نہیں پڑھتے۔ رب کعبہ کی قسم یہ دین میں نیا اضافہ ہے۔

اسی طرح علامہ بنوریؒ فرماتے ہیں۔

في معارف السنن (۱۲۶/۳): ثم ان ما راج في كثير من بلاد الهند الجنوبية الدعاء بكيفية مخصوصة

بعد الرواتب ...... ففي مثل هذه يقال انه بدعة تضمنت بدعات كثيرة.

سرزمین ہندوستان کے بعض جنوبی علاقوں میں فرائض کے بعد جو مخصوص کیفیت اور طریقہ سے دعا جاری اور رائج ہے......
اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ایک بدعت بدعات کثیرہ کو شامل اور متضمن ہے۔

ان دونوں عبارتوں کا حاصل یہ ہے آج کل جو طریقہ رائج ہے کہ سنتوں کے بعد دوبارہ اجتماعی دعا کی جاتی ہے ''خدا کی قسم یہ دین میں اپنی طرف سے زیادتی ہے''۔

دعا کیلئے تین بار ھاتھ اتھانا

ماقبل تفصیل سے یہ معلوم ہوگیا کہ سنتوں کے بعد اجتماعی دعا ہی ثابت نہیں ہے، البتہ جہاں فرائض کے بعد ثبوت ہے تو وہاں بھی یہ تصریح نہیں ہے کہ دعا کیلئے تین مرتبہ ہاتھ اٹھائے گئے ہوں، لہٰذا جب سنتوں کے بعد اجتماعی دعا ثابت ہی نہیں تو تین مرتبہ ہاتھ اٹھانا کیسے ثابت ہوسکتا ہے۔ نیز عدم ثبوت کی ایک واضح اور روشن دلیل یہ بھی ہے کہ دعا کا معاملہ عمر بھر میں کوئی ایک دو مرتبہ نہیں بلکہ روزانہ کئی مرتبہ کا ہے اگر اس کا کوئی ثبوت ہوتا تو صحابہ ضرور نقل کرتے، جب صحابہ اسے نقل نہیں کرتے تو اس کے علاوہ کیا کہا جاسکتا ہے کہ یہ آپ ﷺ کا طریقہ ہی نہیں چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حضرت علامہ بنوریؒ اس پر بحث کے بعد آخر میں فرماتے ہیں۔

غير انه يظهر بعد البحث والتحقيق انه وان وقع ذلك احيانا عند حاجات خاصة لم تكن سنة مستمرة له ﷺ ولا للصحابة رضي الله عنهم والا لكان ان ينقل متواتراً البتة. (معارف السنن، ۳/۱۲۶)

نورالایضاح کی عبارت کا جواب

علامہ ظفر احمد عثمانیؒ نے اعلاء السنن میں یہ عبارت نقل کرنے کے بعد اس کا جواب دیا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ

فانه لا دلالة فيه على قراءة كل ذلك والدعاء بعدها مجتمعين وان يفعل ذلك كله في المسجد فان صيغة الجمع لا تستدعي الاجتماع والاصطحاب اصلا نص على ذلك الاصوليون فمعنى كلامه ان المسلمين ينبغي لهم قراءة الاوراد الماثورة بعد المكتوبات بان يأتي كل احد بها على حدة ويدعو كل احد بعدها لنفسه وللمسلمين لان الشرنبلالي نفسه قد نص قبل ذلك على ان الافضل بالسنن اداؤها فيما هو ابعد من الرياء واجمع للخلوص سواء البيت او غيره. فلما كان الافضل بالسنن عنده البيت ونحوه فكيف يمكن حمل كلامه ويستغفرون الله ويحمدونه الخ على فعل ذلك في المسجد بالاجتماع. (۳/۲۰۸)

یعنی مذکورہ عبارت سنتوں کے بعد اجتماعی دعا پر دلالت نہیں کررہی، اگرچہ اس عبارت میں جمع کے صیغے استعمال ہوئے ہیں لیکن یہ اس امر کا تقاضا نہیں کرتے کہ وہ سب مل کر ایک ساتھ دعا کریں، بلکہ مطلب یہ ہوگا کہ ہر ایک علیحدہ علیحدہ سنتوں کے بعد اپنے لئے اور سب مسلمانوں کیلئے دعا کرے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ علامہ شرنبلالیؒ نے خود اس بات کی صراحت کی ہے کہ افضل نماز وہ ہے جس میں خلوص

ہو چاہے گھر میں پڑھ لے یا کسی اور جگہ، لہذا جب ماتن کے نزدیک سنتیں گھر وغیرہ میں پڑھنا افضل ہے تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ اس عبارت کو مسجد میں سنتوں کے بعد اجتماعی دعا پر محمول کیا جائے۔ واللہ اعلم

الغرض کوئی بھی کام انفرادی یا اجتماعی جس طرح آپ ﷺ نے کیا اسی طرح کرنا اطاعت ہے، اس سے ہٹ کر کرنا دنیا و آخرت دونوں کے اعتبار سے خسارے کا سبب ہے، الہٰذا دینی غیرت کا تقاضا ہے کہ ہم یہ دیکھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کون سا کام کس طریقے سے کیا ہے نہ کہ ایسا ہو کہ یہ کام ہمیں اچھا لگتا ہے لہذا ہم تو ایسے ہی کریں گے، اور اس کیلئے ثبوت تلاش کیا جائے، من گھڑت قصے سنائے جائیں اور آیات و احادیث کو توڑ موڑ کر پیش کیا جائے، اس سے ہماری علیحدہ پہچان تو ہو سکتی ہے، لوگوں میں ہمارا تذکرہ تو ہو سکتا ہے لیکن اللہ کے ہاں تو وہی عمل مقبول ہے جو رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق ہے، چاہے ہمیں وہ اچھا لگے یا نہ لگے کیونکہ ہماری پسند کوئی معیار نہیں، معیار تو صرف آپ ﷺ کے طریقے ہیں۔ لہذا ضد و ہٹ دھرمی، عناد اور اندھی تقلید کو بالائے طاق رکھتے ہوئے فیصلہ کیجئے کہ آپ کو کون سا طریقہ پسند ہے، جس سے اللہ اور اس کا رسول خوش ہو یا جس سے آپ کی علیحدہ پہچان ہو، اور ساتھ میں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ جب حق بات سامنے آجائے اور کوئی حق کو سمجھنے اور قبول کرنے کے بجائے ضد پر ہی ڈٹ جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی فہم کی استعداد ختم کر دیتے ہیں اس کے بعد حق بات اسے سمجھ میں ہی نہیں آتی، چنانچہ ایسے ہی حضرات کا اللہ تعالیٰ نے خود ذکر فرمایا۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ. (البقرۃ:۱۷)

التزام اور دوام میں فرق

التزام اور دوام ہیں میں بنیادی فرق یہ ہے کہ التزام میں اعتقاد کا دخل ہوتا ہے جبکہ دوام میں اعتقاد کا دخل نہیں ہوتا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ التزام اور دوام اصطلاحی اعتبار سے ہم معنی ہیں، البتہ التزام میں کسی کام پر دوام کے ساتھ اسے اپنے اوپر لازم سمجھا جاتا ہے۔ شرعی اعتبار سے دونوں میں یہ فرق ہے کہ شریعت نے بعض امور کے کرنے اور نہ کرنے دونوں کا اختیار دیا ہے، اب اس اختیار کے باوجود کوئی ان امور کو تسلسل اور دوام کے ساتھ کرتا ہے، مثلاً اوابین یا تہجد کے نوافل، ان کو ہمیشہ ادا کرنا صحیح ہے جیسا کہ سلف صالحین کا یہی طریقہ رہا البتہ اگر کوئی اس دوام کے ساتھ ان کو لازم سمجھے بایں طور کہ ان کو چھوڑنا گناہ سمجھے اور نہ کرنے والے کو قابل ملامت گردانے تو یہ التزام ہے، اور یہ گناہ کا سبب ہے کیونکہ اس صورت میں شریعت نے جو مرتبہ ان امور کو دیا ہے اس سے ہٹا دینا لازم آتا ہے جو کہ ناجائز ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں

قال ابن المنير فيه ان المندوبات قد تنقلب مكروهات اذا رفعت عن رتبتها لان التيامن مستحب فى كل شىء اى من امور العبادة لكن لما خشى ابن مسعود رضى الله عنه ان يعتقدوا وجوبه اشار الى كراهته. (فتح الباری، ۲/۲۷۰)

ابن منیر فرماتے ہیں کہ جب مندوبات اور مستحبات کو شریعت کی جانب سے طے شدہ مرتبہ اور رتبے سے ہٹایا جائے تو وہ

مکروہات کی روپ دھار لیتے ہیں۔ دیکھیں عبادت میں ہر چیز کا آغاز دائیں جانب سے کرنا مستحسن اور پسندیدہ ہے لیکن جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ اندیشہ ہوا کہ لوگ اس کو واجب نہ سمجھ لیں تو آپ نے کراہت کی طرف اشارہ فرمایا۔

اسی طرح ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

قال الطيبي وفيه ان من اصر على امر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف من اصر على بدعة اومنكر وجاء في حديث ابن مسعود رضي الله عنه ان الله عزوجل يحب ان تؤتى رخصه كما يحب ان تؤتى عزائمه. (مرقات المفاتيح، ۳۵۲،۳۵۳/۲)

ترجمہ: علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو شخص کسی امر مستحب اور عمل مندوب پر ایسا التزام اور اصرار کرے کہ اس کو عزیمت بنائے اور رخصت پر عمل پیرا ہونے کا قائل ہی نہ ہو تو یقیناً شیطان اس کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہوگیا ہے جب ایک مستحب عمل پر مذکورہ طرز سے التزام شیطانی مشن کی تکمیل ہے تو ایک ناجائز اور امر بدعت پر التزام اور اصرار کے وبال کا خود فیصلہ کیجئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ ان کی رخصتوں پر عمل کیا جائے جس طرح کہ عزیمتوں پر عمل کرنا اس کو پسند ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اپنے حبیب ﷺ کے وسیلے سے اچھی سمجھ، سنت سے حقیقی محبت اور بدعت سے حقیقی نفرت عطاء فرمائے۔ امین

(۱۹۴) نماز تراویح کے دوران الصلوۃ بر محمد کا نعرہ لگانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں نماز تراویح کے دوران ہر چار رکعات کے بعد زور سے الصلاۃ بر محمد کا نعرہ لگایا جاتا ہے اور اکثر نمازی انتہائی بلند آواز سے یہ نعرہ لگاتے ہیں۔ تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس قسم کے کلمات کا نماز تراویح کے درمیان کہنا کیسا ہے؟ کیا یہ کہیں سے ثابت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ......صورت مسئولہ میں نماز تراویح میں چار رکعات کے بعد الصلاۃ بر محمد کا نعرہ لگانا کہیں سے ثابت نہیں ہے البتہ چار رکعات کے بعد تسبیح وتہلیل اور دعا ثابت ہے لہٰذا اس بدعت سے اجتناب ضروری ہے۔ نیز زور سے نعرہ لگانے میں مسجد کی بھی بے ادبی ہے۔

لمافي المشكوة (ص۲۷): عن عائشة رضي الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ من احدث في امرنا هذا ماليس منه فهو رد.

وفی المرقات (۱/۲۱۵): وفی رواية لمسلم من عمل عملا ای من اتی بشئ من الطاعات او بشئ من الاعمال الدنيوية والاخروية سواء كان محدثا اوسابقا علی الامر ليس عليه امرنا ای وكان من صفته انه ليس عليه اذننا بل اتی به علی حسب هواه فهو رد ای مردود غير مقبول فهذه الرواية اعم.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۴۶/۲): يجلس بين كل اربعة بقدرها وكذا الخامسة والوتر ويخيرون بين تسبيح وقرأة وسكوت.

وفی الشامية: (بين تسبيح) قال القهستاني فيقال ثلث مرات "سبحان ذی الملک والملكوت ....

(۱۹۳) بزرگی کا معیار اور کافر کی تعظیم

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا کوئی شخص نبی اکرم ﷺ کے طریقہ زندگی پر زندگی نہ گزار کر بزرگی کے مرتبہ کو پہنچ سکتا ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کو بزرگ کہنا چاہئے یا نہیں؟

۲۔ عام طور پر مشہور ہے کہ کافر کی تعظیم بھی کفر ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ آج کل ہمارے حکمران غیر مسلم ممالک کے دورے پر جاتے ہیں یا کافر ممالک کے غیر مسلم حکمران ہمارے یہاں آتے ہیں تو مسلمان حکمران ان غیر مسلموں کا استقبال وتعظیم کرتے ہیں۔ آیا یہ فعل کفر شمار ہوگا یا نہیں؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً..... نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ بزرگی کا معیار ہے کہ جو شخص جس قدر آپ ﷺ کے طریقے پر عمل پیرا ہوگا وہ اسی قدر بڑے پائے کا بزرگ ہے۔ اب کوئی شخص آپ ﷺ کے طریقے کو چھوڑ کر کیسے بزرگ ہوسکتا ہے۔ ایسا شخص جھوٹا اور دھوکے باز تو ہوسکتا ہے، بزرگ نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا ایسے شخص کو بزرگ کہنا بھی صحیح نہیں ہے۔

۲۔ اگر کوئی مسلمان کفار کی اپنے افعال یا اقوال سے تعظیم کرے تو اگر یہ تعظیم ان کے کفر کی بناء پر ہو تو یہ مسلمان دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا لیکن اگر یہ تعظیم کفر کی بناء پر نہ ہو بلکہ کسی اور وجہ سے ہو تو اس سے کافر تو نہیں ہوگا البتہ اس قدر تعظیم سے بھی احتراز کرنا چاہئے کیونکہ کافر کی تعظیم فی الجملۃ کفر کی تائید ہے۔

لمافی شرح العقائد (صـ۲۲۳): ولن يكون وليا الا وان يكون محقا فی ديانته وديانته الاقرار بالقلب واللسان برسالة رسوله مع الطاعة له فی اوامره ونواهيه حتی لو ادعی هذا الولی الاستقلال بنفسه وعدم المتابعة لم يكن وليا.

وفيها ايضاً (صـ۲۲۳): ولايصل العبد مادام عاقلا بالغا الی حيث يسقط عنه الامر والنهی لعموم الخطابات الواردة فی التكاليف واجماع المجتهدين علی ذلک.

وفی التاتارخانیة (۵/۵۲۲): واتفق مشائخنا ان من رأیٰ امر الکفار حسنا فھو کافر.

وفی الدر المختار (۶/۴۱۳): ولو سلم علی الذمی تبجیلا یکفر لان تبجیل الکافر کفر.

وفی الشامیة تحته: (قوله تبجیلا) قال فی المنح قید به لانه لولم یکن کذلک بل کان لغرض من الاغراض فلابأس به ولا کفر.

(۱۹۴) شب جمعہ کے اجتماع میں جانے کی شرعی حیثیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہر جمعرات کو شب جمعہ کے لئے تبلیغی مرکز جانا اور اجتماع کرنا جائز ہے یا نہیں اور اس کی کوئی نظیر موجود ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......وعظ ونصیحت کے لئے کسی دن کو مقرر کرلینا درست ہے اور یہ حضور ﷺ اور دوسرے اکابرین صحابہ سے ثابت ہے لہٰذا اس میں کوئی حرج نہیں۔

لمافی الصحیح للبخاری (۱/۲۰): عن ابی سعید ن الخدری قال قالت النساء للنبی ﷺ غلبنا علینا الرجال فاجعل لنا یوما عن نفسک فوعدھن یوما لقیھن فیه فوعظھن وامرھن.

وفیھا ایضا (۱/۱۶): حدثنا عثمان بن ابی شیبة عن ابی وائل قال کان عبدالله یذکر الناس فی کل خمیس فقال له رجل یااباعبدالرحمن لوددت انک ذکرتنا کل یوم قال اماانه لم یمنعنی من ذلک انی اکره ان املکم.

وفی فیض الباری (۱/۱۷۰): ان مثل ھذه التعینات لاتعد بدعة والبدعة عندی مالاتکون مستندة الی الشرع وتکون متلبسة بالدین.

(۱۹۵) رمضان کی ستائیسویں شب کے التزامات

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا شب قدر رمضان کی ستائیسویں رات کو ہے؟ اگر اس کا جواب نفی میں ہو جیسا کہ میں نے اکثر سنا ہے تو اس میں جو اتنا زیادہ انتظام واہتمام کیا جاتا ہے اس کی کیا حیثیت ہے؟ نیز اس رات قبرستان جانا کیسا ہے؟ احادیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......شب قدر کے بارے اختلاف ہے کہ یہ کون سی رات ہے، اکثر حضرات کا رجحان اس طرف ہے کہ رمضان کی آخری طاق راتوں میں ہے البتہ یہ اختلاف پھر بھی باقی ہے کہ کون سی رات ہے، اللہ تعالیٰ نے اس فضیلت والی رات کو مخفی رکھا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہیں جنہیں وہ خود ہی بہتر جانتے ہیں، ہر چیز کا معلوم ہونا ہمارے لئے ضروری نہیں ہمارا کام صرف تعمیل ارشاد

خداوندی ہے نہ کہ احکام کی علتوں کا معلوم کرنا، لہذا یہ دعوی کرنا کہ فلاں شب شب قدر ہے بہت مشکل ہے، کیونکہ اول اس کے بارے میں معلوم نہیں، چنانچہ خود حضرت عائشہؓ کی روایت بخاری شریف (۲۷۰/۱) میں موجود ہے:

"ان رسول اللہ ﷺ قال تحروا لیلة القدر فی الوتر من العشر الاواخر من رمضان"

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شب قدر کو رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو دوم قرائن وعلامات سے معلوم ہو بھی جائے کہ اس رمضان میں فلاں رات تھی تو آئندہ سال اسی رات میں دوبارہ شب قدر کا ہونا کوئی یقینی نہیں ہے بلکہ کسی دوسری رات میں بھی ہوسکتی ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ہمارے امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ تھا کہ اس کا رمضان میں ہونا بھی کوئی ضروری نہیں ہے بلکہ یہ سال بھر کی راتوں میں گھومتی رہتی ہے لہذا رمضان کے علاوہ میں بھی ہوسکتی ہے۔ جب یہ بات معلوم ہوگئی تو یہ خود بخود واضح ہوگیا کہ ستائیسویں شب یقینی طور پر شب قدر نہیں ہوسکتی۔ اگرچہ بعض آثار سے ستائیسویں شب کا شب قدر ہونا معلوم ہوتا ہے، لیکن اس پر کلی اعتماد نہیں ہوسکتا کیونکہ اولاً فقہاء ہم سے زیادہ ان آثار سے واقف تھے وہ ضرور صراحت کرتے کہ شب قدر ستائیسویں شب میں ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔ ثانیاً جس طرح ستائیسویں شب کے بارے میں روایات ہیں اسی طرح دوسری راتوں کے بارے میں بھی روایات موجود ہیں۔ ثالثاً ان حضرات کا بیان ان کی اپنی حیات سے متعلق تھا کہ ان کی حیات میں یہ شب کس رات میں تھی۔ حاصل بحث یہ ہے کہ اس رات کو ہی شب قدر کہنا صحیح نہیں ہے بلکہ دوسری رات بھی شب قدر ہوسکتی ہے۔

البتہ ہمارے ہاں کچھ حضرات ایسے ہیں کہ انہیں چہل پہل، کھانے اور پینے سے خاصی رغبت ہے اگرچہ یہ فی نفسہ مرغوب چیزیں ہیں اس میں کوئی قباحت نہیں بشرطیکہ اپنی حدود میں رہیں، کوئی چیز اپنی ذات کے اعتبار سے کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہو لیکن جب اپنی حدود سے آگے بڑھ جاتی ہے تو اس میں فساد پیدا ہوجاتا ہے، چنانچہ یہی معاملہ یہاں پر بھی ہوا کہ یہ حضرات اس شوق میں یہ بھول گئے کہ دین کے معاملات میں ہر وہ عمل قابل اتباع اور قابل ستائش ہے، جو آقا ﷺ کی حیات مبارکہ میں موجود ہو اگر عبادت سے متعلق کوئی چیز ایسی ہو کہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں وہ خاص وقت آنے کے باوجود، اور ایک بار نہیں بار بار آنے کے باوجود اگر اس پر ویسا عمل نہیں کیا گیا، جیسا کہ آج کل ہورہا ہے تو یہ کام کے صحیح نہ ہونے کی علامت کیلئے کافی ہے اس کیلئے مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اس دین سے محبت کرنے والا کون ہوسکتا ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں وہ کام نہیں کروایا تو اس کے علاوہ کیا کہا جاسکتا ہے کہ اس کا حکم ہی نہ تھا اس کے بعد صحابہ سے زیادہ سچا عاشق کوئی نہیں ہوسکتا اگر کسی کام کو وہ بھی نہیں کررہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کام مشروع نہیں ہے۔ اب ایک نظر ان کاموں کا جائزہ لیتے ہیں جو ہمارے ہاں رائج ہیں

ختم قرآن: بعض فقہاء نے آثار کی وجہ سے اس رات میں ختم قرآن کو مستحب قرار دیا ہے لہذا اس میں کوئی حرج نہیں، چنانچہ علامہ عالم بن علاء انصاری اندلسی اپنے فتاوی "تاتارخانیة" (۶۶۰/۱) میں اس کی صراحت فرماتے ہیں.....

وينبغي للامام اذا اراد الختم ان يختم في الليلة السابعة والعشرين لكثرة ماجاء من الاخبار انها ليلة القدر.

لیکن اس کا اس طور پر اہتمام کرنا کہ گویا اس رات کے علاوہ میں ختم قرآن ہو نہیں سکتا یہ صحیح نہیں ہے۔

شبینہ: اسی طرح اس رات میں شبینہ کا اہتمام کیا جاتا ہے جس میں درج ذیل مفاسد ہیں۔

۱۔ شبینہ کی نماز نوافل میں سے شمار ہوتی ہے، جبکہ احناف کے ہاں راجح مذہب کے اعتبار سے نوافل کی جماعت مکروہ ہے، حالانکہ یہاں جماعت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

۲۔ کلام مقدس کو جلدی جلدی پڑھ کر ختم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جس میں بعض اوقات انتہائی فحش غلطیاں ہو جاتی ہیں۔

۳۔ سننے اور سنانے والے قرآن پاک کو اس کی عظمت کا خیال کر کے نہیں سنتے یا سناتے کیونکہ ہر ایک کے دل میں یہی خیال ہوتا ہے کہ اتنا زیادہ کون سنے گا لہذا جنہوں نے بعد میں سنانا ہے وہ بڑے مزے سے پیچھے بیٹھ کر گپ شپ لگاتے ہیں تا کہ تھوڑا آرام ہو جائے اور سننے والے بھی انتظار کرتے ہیں کہ جب رکوع کے قریب پہنچ جائیں تو نماز میں شامل ہوں گے۔ یہ مالک الملک کی عبادت کی عظمت کے خلاف ہے۔

۴۔ عام طور پر اس موقع پر لاؤڈ اسپیکر کا اہتمام کیا جاتا ہے، اس مسجد کے قریب میں کوئی مریض ہو یا کوئی آرام کرنا چاہتا ہو تو اسے سخت تکلیف ہوتی ہے، حالانکہ اپنی عبادت کیلئے دوسروں کو تکلیف میں مبتلا کرنا کونسی عبادت ہے، خاص طور پر اس وقت جب کہ مسجد میں موجود اشخاص تو رکوع کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہوں اور لوگوں کو پریشان کر کے اسے ثواب سمجھا جا رہا ہو اس سے بڑی حماقت اور کیا ہوگی۔

۵۔ عام طور پر تلاوت کے بعد تلاوت کرنے والوں کو کچھ دینے کا رواج بھی ہے، حالانکہ تلاوت قرآن پر اجرت وغیرہ جائز نہیں، چاہے پہلے طے کر کے ہو یا معروف ہو، اور آپ اسے ہدیہ کا نام دیں یا کچھ اور، کیونکہ اگر یہ ہدیہ ہوتا تو کتنے حفاظ ان کے علاوہ بھی ہیں کیا آپ انہیں بھی ایسے ہی ہدایا دیتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہوتا اور اگر بالفرض مان بھی لیں کہ آپ سب کو دیتے ہیں تو اس خاص موقع پر دینا کیا ضروری ہے، جبکہ اس سے شریعت کے خلاف ہونے کا کم سے کم شبہ ضرور موجود ہے۔

۶۔ لاؤڈ اسپیکر کا استعمال، کھانے پینے کی اشیاء کی فروانی، تلاوت کے بعد قیمتی تحائف یہ سب ریاکاری پر دلالت کرتے ہیں جس کا کوئی فائدہ پہنچنا تو در کنار الٹا اللہ تعالی کی ناراضگی کا سبب ہے۔

۷۔ شبینہ کے بعد حفاظ کے درمیان موازنہ جو بعض اوقات دوسروں کی غیبت تک لے جاتا ہے، ورنہ کم سے کم ہتک عزت تو ہے ہی۔

۸۔ شبینہ میں جاگنے والوں میں سے بعض سے صبح کی نماز کا قضاء ہو جانا حالانکہ رات بھر کی نوافل سے صبح کی با جماعت نماز زیادہ ضروری ہے۔

۹۔ عام طور پر اس میں مسجد کی کمیٹی رقم خرچ کرتی ہے اور ان کے پاس مسجد کے چندے کی رقم ہوتی ہے، اسی میں سے اس موقع پر خرچ کردی جاتی ہے، حالانکہ وہ چندہ شبینے کے لیے جمع نہیں کیا گیا ہوتا اس میں وہ افراد جو مسجد کی کمیٹی میں شامل ہیں اللہ کے ہاں مجرم ہیں جنہوں نے مسجد کی رقم دوسرے کام میں لگادی۔

۱۰۔ اور اگر اس کے لئے علیحدہ سے چندہ کیا بھی جائے تو اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے، تمام افراد کے لئے ایک متعینہ رقم خاص کردی جاتی ہے کہ

ہر شخص اتنی رقم ضرور ادا کرے گا اس سے زیادہ چاہے تو ادا کر سکتا ہے، اب اس میں بعض افراد نہیں دینا چاہتے لیکن اپنی عزت بچانے کیلئے مجبوراً دینا پڑتی ہے اور اگر یہ طریقہ نہ اختیار کیا جائے تو دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ سب کے سامنے اعلان کر دیا جاتا ہے اس میں بعض افراد باتوں کا نشانہ بننے سے بچنے کیلئے دیتے ہیں حالانکہ نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے ''لا یحل مال امرئ الا بطیب نفس'' (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۲۵۵)

یعنی آپ کیلئے کسی دوسرے مسلمان بھائی کا مال اس وقت تک حلال نہیں جب تک وہ اپنی دلی چاہت سے نہ دے۔

الحاصل ان تمام مفاسد کی وجہ سے شبینہ کا اہتمام صحیح نہیں ہے۔

چراغاں کرنا: اس رات کیلئے مساجد میں چراغاں کیا جاتا ہے اور یہ سارا خرچ مسجد کا شمار ہوتا ہے، حالانکہ فقہاء اس سے منع فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ مسجد کا خرچ نہیں لہذا اگر کمیٹی کے صدر نے ایسا کیا تو یہ خرچ اپنی جیب سے بھرے گا۔ چنانچہ علامہ ابن نجیم حنفی (۹۷۰ھ م) اپنی کتاب البحر الرائق میں فرماتے ہیں

''ولا یجوز ان یزاد علی سراج المسجد لان ذلک اسراف سواء کان فی رمضان او غیرہ ولا یزین المسجد بھذہ الوصیة ......ویضمن القیم وکذا یضمن اذا اسرف فی السرج فی رمضان او فی لیلة القدر'' (۲۱۵/۵)

یعنی مسجد کی عام معمول سے زیادہ روشنی کا انتظام کرنا جائز نہیں ہے بلکہ یہ اسراف ہے، اگر مسجد کے متولی (کمیٹی کے صدر) نے ایسا کیا تو یہ خرچ اس کی جیب سے وصول کیا جائے گا۔

قبرستان جانا: جب عرب کے لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے تو آپ ﷺ کو خطرہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ قبرستان جاتے وقت انہیں شیطان دوبارہ پھسلا دے اور یہ دوبارہ جاہلیت والے کاموں میں لگ جائیں لہذا آپ نے انہیں قبرستان جانے سے منع کر دیا جب وہ اس معاملے میں راسخ ہو گئے تو آپ نے انہیں اجازت مرحمت فرما دی اور یوں فرمایا:

'' کنت نھیتکم عن زیارة القبور الافزوروھا فانھا تزھد فی الدنیاوتذکرالآخرة''

(کنز العمال، ۶۴۲/۱۵)

ترجمہ: میں تم کو زیارت قبور اور قبرستان جانے سے منع کرتا رہا ہاں اب تم قبرستان جایا کرو کیونکہ اس سے دنیا کی بے رغبتی اور آخرت کی یاد میں مدد ملتی ہے۔

اب شریعت مطہرہ نے زیارت قبور کیلئے کسی وقت کو خاص نہیں کیا بلکہ جس وقت جانا چاہیں اسی وقت جا سکتے ہیں البتہ شریعت کے غیر متعین امر کی اپنی طرف سے تعیین صحیح نہیں بلکہ شریعت کی رخصت کو تنگی میں تبدیل کرنا ہے اور اگر ایسا نہ بھی ہو تو بھی آج کل جانا صحیح نہیں کیونکہ مرد وزن کا اختلاط، قوالی اور دوسرے مفاسد ثواب سے زیادہ گناہ کا موجب بنتے ہیں اور خاص طور پر عورتوں کو تو عام حالات میں قبرستان جانے کی اجازت نہیں خاص اس موقع پر جب مردوں کا ہجوم ہوتا ہے بے پردگی کا صرف وہم نہیں بلکہ یقین ہوتا ہے ایسی

صورت میں عورتوں کیلئے جانا کیسے جائز ہوگا۔

لما فی تفسير روح المعانی (۱۰/۲۲۴): واخرج احمد والبخاری ومسلم والترمذی عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ تحروا ليلة القدر فی الوتر من العشر الاواخر من شهر رمضان وفی حديث اخرجه احمد وجماعة عن عبادة بن صامت مرفوعا وحديثين اخرجهما ابن جرير وغيره عن جابر بن سمرة وعن عبدالله بن جابر كذلك مايدل علی ماذكر ايضا بل الاخبار الصحيحة الدالة عليه كثيرة وبالجملة الاقوال فيها مختلفة جدا الا ان الاكثرين علی انها فی العشر الاواخر لكثرة الاحاديث الصحيحة فی ذلك واكثرهم علی انها فی اوتارها لذلك ايضا وكثيرمنهم ذهب الی انها الليلة السابعة من تلك الاوتار وصح من رواية الامام احمد ومسلم وابی داؤد والترمذی والنسائی وابن حبان وغيرهم ان ذربن حبيش سأل ابی كعب عنها فخلق لا يستثنی انها ليلة سبع وعشرين فقال له بم تقول ذلك يااباالمنذر فقال بالآية والعلامة التی قال رسول الله ﷺ انها تصبح من ذلك اليوم تطلع الشمس ليس لها شعاع وبعض الاخبار عن ابن عباس ظاهرة فی ذلك......

وفی الصحيح للبخاری (۱/۳۷۱): عن عائشة قالت قال النبی ﷺ من احدث فی امرنا هذا ماليس منه فهو رد .

وفی الصحيح لمسلم (۱/۲۵۹): ان عبدالله بن مسعود يقول من قام السنة اصاب ليلة القدر فقال ابی والله الذی لا اله الا هو انها لفی رمضان يحلف ما يستثنی ووالله انی لاعلم ای ليلة هی هی الليلة التی امرنا بها رسول الله ﷺ بقيامها هی ليلة صبيحة سبع وعشرين وامارتها ان تطلع الشمس فی صبيحة يومها بيضاء لا شعاع لها.

وفی شرح مسلم للنووی تحت هذا :وهذا احد المذاهب فيها واكثر العلماء علی انها ليلة مبهمة من العشر الاواخر من رمضان وارجاها اوتارها وارجاها ليلة سبع وعشرين وثلاث وعشرين واحدی وعشرين......

وفی الهندية (۱/۸۳): التطوع بالجماعة اذاكان علی سبيل التداعی يكره .

وفی الدرالمختار (۲/۴۸): (التطوع بجماعة خارج رمضان) ای يكره ذلك علی سبيل التداعی بان يقتدی اربعة بواحد كما فی الدرر......وفی الاشباه عن البزازية :يكره الاقتداء فی صلاة رغائب وبراءة وقدر......

وفی الشامية (علی سبيل التداعی)هو ان يدعوا بعضهم بعضا كما فی المغرب وفسره الوانی بالكثرة

وھو لازم معناہ ......(وقدر)الظاھر ان المراد بھالیلۃ السابع والعشرین من رمضان.

وفی ردالمحتار (۲/۲۴۲): (بزیارۃ القبور)ای لابأس بھا بل تندب کما فی البحر عن المجتبیٰ فکان ینبغی التصریح بہ للامر بھا فی الحدیث المذکور کما فی الامداد وتزار فی کل أسبوع کما فی مختارات النوازل، قال فی شرح لباب المناسک الا ان الافضل یوم الجمعۃ والسبت والاثنین والخمیس فقد قال محمد بن واسع الموتی یعلمون بزوارھم یوم الجمعۃ ویوما قبلہ ویوما بعدہ، فتحصل ان یوم الجمعۃ افضل.

(۱۹۶) ۲۷رجب میں عبادت کا اہتمام اور مساجد کا چراغاں کرنا

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل ۲۷رجب کو شب معراج بڑے دھوم دھام سے منائی جاتی ہے، کیا ۲۷رجب کو جاگنا، اس رات میں عبادت کرنا، مساجد کا چراغاں کرنا ان تمام چیزوں کا ثبوت قرآن وسنت سے ہے یا نہیں؟ نیز میں نے سنا ہے کہ شب معراج کا ثبوت ۲۷رجب میں نہیں کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ میں قرآن وسنت سے شب معراج ثابت تو ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ معراج کا واقعہ ہجرت سے ایک یا ڈیڑھ سال پہلے ہوا لیکن یہ معراج کون سے مہینے اور تاریخ کو ہوئی اس میں مختلف اقوال ہیں، مثلاً سترہ ربیع الاول، ربیع الثانی ستائیس رجب، رمضان اور شوال وغیرہ۔ بعض حضرات نے سترہ ربیع الاول اور بعض نے ستائیس رجب کو ترجیح دی ہے۔ حاصل یہ کہ ان اختلافات کے ہوتے ہوئے کسی ایک شب کو تعیین کے ساتھ شب معراج کہنا مشکل ہے۔

فضیلت کے اعتبار سے یہ شب قدر سے کم نہیں ہے لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ شب قدر میں عبادت وریاضت کا ثبوت ملتا ہے جبکہ اس رات میں عبادت کا ثبوت نہیں ملتا، ویسے تو ہر رات کو عبادت کرنا اللہ کے ہاں قربت کا ذریعہ ہے لیکن خاص اہتمام سے لوگوں کو جمع کرنا اور مساجد میں جمع ہو کر عبادت کرنا بغیر ثبوت کے مشکل ہے، اسی طرح چراغاں کرنا چند وجوہ سے صحیح نہیں۔

۱۔ضرورت سے زائد روشنی اسراف ہے جو جائز نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''ان اللّٰہ لا یحب المسرفین'' یعنی اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے، اب یہ کام عبادت کے موقع پر ہو رہا ہے اور کام ایسا ہے جو اللہ کے ہاں ناپسند ہے تو بجائے فائدے کے نقصان کا کام ہوا۔

۲۔روشنی کا یہ انتظام یا تو مسجد کے چندے سے ہوگا یا لوگوں سے چندہ کر کے، اگر مسجد کے چندے سے ہو تو جائز نہیں، کیونکہ یہ مسجد کی ضروریات سے زائد ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ فقہ حنفی کے مشہور فقیہ علامہ ابن نجیم اپنی کتاب البحر الرائق میں فرماتے ہیں:

''ولا یجوز ان یزاد علی سراج المسجد لان ذلک اسراف سواء کان فی رمضان او غیرہ ولا یزین المسجد بھذہ الوصیۃ ......ویضمن القیم وکذا یضمن اذا اسرف فی السرج فی رمضان او فی لیلۃ

القدر" (۵/۲۱۵)

یعنی مسجد کی عام معمول سے زیادہ روشنی کا انتظام کرنا جائز نہیں ہے بلکہ یہ اسراف ہے، اگر مسجد کے متولی (کمیٹی کے صدر) نے ایسا کیا تو یہ خرچ اس کی جیب سے وصول کیا جائے گا۔

اور اگر یہ خرچ چندے سے کیا جائے تو سارے خرچ کے اعتبار سے عام افراد سے متعین کر کے وصول کیا جاتا ہے، جس میں بعض افراد مجبوراً دیتے ہیں اور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ "لا یحل مال امرئ الا بطیب نفس" (کسی کا مال اس کی دلی چاہت کے بغیر کھانا، استعمال کرنا جائز اور حلال نہیں ہے) لہٰذا یہ بھی ناجائز ہوا۔

حاصل یہ کہ یہ سارے کام ثابت نہیں پھر ان کا التزام واہتمام بدعت تک پہنچا دیتا ہے۔اسی طرح عدم ثبوت کے علاوہ بھی اس میں دوسرے مفاسد ہیں لہٰذا اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

لمافی القرآن الکریم: سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِهٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ۝ (الاسراء: ۱)

وفی روح المعانی (۵/ص۶): وکذا اختلف فی شهره ولیلته فقال النووی فی الفتاوی: کان فی شهر ربیع الاول وقال فی شرح مسلم تبعا للقاضی عیاض انه فی شهر ربیع الاخر وجزم فی الروضة بانه فی رجب وقیل فی شهر رمضان وقیل فی شوال وکان علی ماقیل اللیلة السابعة والعشرین من الشهر .وهی علی مانقله السفیری افضل اللیالی حتی لیلة القدر مطلقا وقیل هی افضل بالنسبة الی النبی ﷺ ولیلة القدر افضل بالنسبة الی امته ﷺ ورد بان ماکان افضل بالنسبة الیه افضل بالنسبة الی امته ﷺ مطلقا نعم لم یشرع التعبد فیها والتعبد فی لیلة القدر مشروع الی یوم القیمة.

وفی الصحیح للبخاری (۲/۶۸۴): عن جابر بن عبدالله قال سمعت النبی ﷺ یقول لما کذبنی قریش قمت فی الحجر فجلی الله لی بیت المقدس فطفقت أخبرهم عن ایاته وانا انظر الیه.

وفی الصحیح لمسلم (۲/۷۷): عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد.

وفیه ایضاً (۱/ ۷۶): ...... سمعت رسول الله ﷺ یقول ان الله کره لکم ثلاثا قیل وقال واضاعة المال وکثرة السؤال.

وفی طبقات ابن سعد (۱/۱۴۵): اسری برسول الله ﷺ لیلة سبع عشرة من شهر ربیع الاول.

وفی السیرة النبویة لابن کثیر (۲/۹۳): اسری برسول الله ﷺ قبل خروجه الی المدینة بسنة ...... ان الاسراء کان لیلة السابع والعشرین من رجب.

وفی سیر اعلام النبلاء (۱/۱۶۴):اسری برسول اللہ ﷺ الی بیت المقدس قبل الھجرۃ بسنۃ.

وفی مختصر سیرۃ الرسول (صـ۱۹۶):کان الاسراء قبل الھجرۃ بسنۃ......وقال ابن عبدالبر وغیرہ کان بین الاسراء والھجرۃ سنۃ وشھران ......وذکر النووی فی فتاواہ انہ کان فی ثالث عشر ربیع الاخر وقال فی شرح مسلم فی ربیع الاول وقیل کان لیلۃ السابع والعشرین من رجب واختارہ الحافظ عبدالغنی بن سرور المقدسی.

وعلی ھامش اللجنۃ الدائمۃ (۳/۶۵): وھذہ اللیلۃالتی حصل فیھا الاسراء والمعراج لم یأت فی الاحادیث الصحیحۃ تعیینھا وکل ماورد فی تعیینھا فھو غیر ثابت عن النبی ﷺ عند اھل العلم بالحدیث ...... ولو ثبت تعیینھا لم یجز للمسلمین ان یخصوھا بشیٔ من العبادات فلم یجز لھم ان یحتفلوا بھا ولو کان الاحتفال بھا امراً مشروعا لبینہ الرسول ﷺ للامۃ اما بالقول او الفعل...... ولنقلہ الصحابۃ الینا ...... فعلم ان الاحتفال بھاوتعظیمھا لیسا من الاسلام فی شیٔ.

(۱۹۷) ماہِ صفر میں چھولے بانٹنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ صفرالمظفر میں چھولے بانٹتے ہیں آیا اس کی کوئی شرعی حیثیت ہے یا نہیں؟ کیا اس کی کوئی فضیلت وارد ہوئی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... ماہِ صفر میں چھولے بانٹنے کی کوئی فضیلت وارد نہیں ہوئی اور نہ ہی یہ طریقہ صحابہ وتابعین اور سلف صالحین سے ثابت ہے۔ اس لئے اس کا التزام بدعت ہے لہٰذا چھولے بانٹنے اور اس کو لے کر کھانے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

لمافی المشکوٰۃ (صـ۲۷): عن عائشۃ رضی اللہ عنھا قالت قال رسول اللہ ﷺ من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد.

وفی المرقات (۱/۲۱۵): وفی روایۃ لمسلم من عمل عملا ای من اتی بشیٔ من الطاعات او بشیٔ من الاعمال الدنیویۃ والاخرویۃ سواء کان محدثا اوسابقا علی الامر لیس علیہ امرنا ای وکان من صفتہ انہ لیس علیہ اذننا بل اتی بہ علی حسب ھواہ فھو ردای مردود غیر مقبول.

(۱۹۸) قبر پر اذان دینا/نجومی کو ہاتھ دکھانا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علاقوں میں مردے کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دی جاتی ہے اور دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ اس سے شیطان بھاگ جاتا ہے اور فرشتے جب سوال کرنے آتے ہیں تو مردہ صحیح صحیح جواب

دیتا ہے۔کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟

نیز پنجاب بلکہ غالباً پورے ملک ہی میں لوگ نجومی کو ہاتھ دکھاتے ہیں اور وہ ہاتھ دیکھ کر حالات بتاتا ہے۔اور کبھی اس کے بتائے ہوئے حالات بالکل درست ثابت ہوتے ہیں۔اب سوال یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ میں میت کے دفن کے وقت یا دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینا کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں ہے بلکہ یہ بدعت ہے جس سے اجتناب واجب ہے۔

اور نجومی کے پاس جانا اور اسے ہاتھ دکھا کر احوال معلوم کرنا شرعاً ناجائز ہے جو نجومی علم غیب کا دعویٰ کرے اور اس غیب پر جو شخص اس کی تصدیق کرے دونوں دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

لما في المشكوة (ص۲۷): عن عائشة رضي الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ من احدث في امرنا هذا ماليس منه فهو رد.

وفيها ايضا (ص۳۹۳): عن ابي هريرة قال قال رسول الله ﷺ من اتى كاهنا فصدقه بمايقول .... فقد برئ ممانزل على محمد.

وفي ردالمحتار (۲۳۵/۲): لايسن الاذان عند ادخال الميت في قبره كماهو معتاد الآن. وقدصرح ابن حجر في فتاويه بانه بدعة وقال ومن ظن انه سنة قياساعلى ندبها للمولود الحاقا لخاتمة الامر بابتدائه فلم يصب.

وفيها ايضا (۲۴۲/۴): والحاصل ان الكاهن من يدعي معرفة الغيب باسباب وهي مختلفة فلذا انقسم الى انواع متعددة كالعراف والرمال والمنجم ....والكل مذموم شرعا محكوم عليهم وعلى مصدقهم بالكفر.

(۱۹۹) قبر پر پھول چڑھانا

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علاقوں میں لوگ قبروں پر سبز پتے، پھول یا خوشبو وغیرہ ڈالتے ہیں۔آیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ جواب مدلل اور واضح بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً.....قبروں پر پھول یا خوشبو ڈالنا شرعاً بے اصل ہے۔اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور آج کل اس کو کار ثواب سمجھ کر کیا جاتا ہے جو کہ بدعت ہے اور اس کا ترک واجب ہے۔

لمافي الصحيح للبخاري (۱۸۴،۱۸۲/۱): عن ابن عباس قال مر النبي ﷺ بحائط من حيطان المدينة اومكة فسمع صوت انسانين يعذبان في قبورهما فقال النبي ﷺ يعذبان ومايعذبان في كبير

ثم قال بلی کان احدهما لا یستتر من بوله وکان الآخر یمشی بالنمیمة ثم دعا بجریدة فکسرها کسرتین فوضع علی کل قبر منهما کسرة فقیل یارسول اللہ لم فعلت هذا قالا لعله ان یخفف عنهما مالم ییبسا اوالی ان ییبسا.

وفی عمدة القاری (۳/۱۲۱): وکذلک مایفعله اکثر الناس من وضع مافیه رطوبة من الریاحین والبقول ونحوهما علی القبور لیس بشئ.

وفی فیض الباری (۲/۴۸۹): وقال العینی رحمه اللہ ان القاء الریاحین لیس بشئ ولم یمنع عن انبات الشجرة وفی العالمکیریة ان القاء الریاحین ایضا مفید قلت :والاعتماد علی ماذکره العینی.

وفی معارف السنن (۱/۲۶۳) تحت هذه الروایة: وقد استنکر الخطابی ومن تبعه وضع الناس الجرید ونحوه فی القبر عملا بهذا الحدیث.وقال الطرطوشی لان ذلک خاصة ببرکة یده وقال القاضی عیاض لانه علل غرزهما علی القبر بامر مغیب وهو قوله لیعذبان ....قال الراقم :اتفق الخطابی والطرطوشی والقاضی عیاض علی المنع وقولهم اولی بالاتباع حیث اصبح مثل تلک المسامحات والتعللات مثارا للبدع المنکرة والفتن السائرة.

(۲۰۰) نماز جنازہ کے بعد فاتحہ خوانی کی شرعی حیثیت

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جنازہ کے بعد فاتحہ خوانی کا کیا حکم ہے؟اسی طرح اگر اتفاق سے نماز جنازہ کے وقت میت کوالٹا رکھا گیا اور اسی طرح نماز پڑھ لی تو یہ نماز ہو جائے گی یا دوبارہ پڑھنی پڑے گی؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......احادیث مبارکہ میں میت کو جلد از جلد دفن کرنے کی تاکید آئی ہے، چنانچہ انہی روایات کی بناء پر فقہاء کرام نے کفن ودفن کا جو طریقہ بیان کیا ہے اس میں یہ صراحت کی ہے کہ جنازہ سے فراغت کے بعد فوراً میت دفنانے کیلئے لے جانا چاہیے، جنازہ کے بعد دعا یا تلاوت قرآن کے لئے نہ روکنا چاہیے،لہذا نماز جنازہ کے بعد فاتحہ خوانی درست نہیں، خاص طور پر جبکہ نماز جنازہ میت کے حق میں خود دعا ہے اور جنازہ میں اس طرح فاتحہ خوانی ثابت بھی نہیں کیونکہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں کتنے لوگوں کی آپ نے نماز جنازہ پڑھائی اسی طرح صحابہ نے اپنی زندگیوں میں کتنے لوگوں کی نمازیں پڑھائیں لیکن کہیں جنازے کے بعد فاتحہ کا ثبوت نہیں ملتا لہذا جنازہ کے بعد فاتحہ خوانی کرنا بدعت ہے۔

۲۔نماز جنازہ کے وقت اگر میت کو الٹا رکھ دیا گیا تو بھی نماز درست ہوگی اعادے کی ضرورت نہیں چاہے یہ الٹا رکھنا غلطی سے ہو یا جان بوجھ کر البتہ یہ طریقہ خلاف سنت ہے۔اور عمداً کرنے سے گناہ ہوگا۔

لما فی الصحیح للبخاری (۱/۱۷۶): عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ قال اسرعوا بالجنازۃ فان تک صالحۃ فخیر تقدمونہا وان تک سوی ذلک فشر تضعونہ عن رقابکم.

وفی البحرالرائق (۲/۱۸۳): لا یدعو بعد التسلیم کما فی الخلاصۃ.

وفی خلاصۃ الفتاوی (۱/۲۲۵): لا یقوم بالدعاء بعد صلوۃ الجنازۃ ......ولا یقوم بالدعاء فی قراءۃ القرآن لاجل المیت بعد صلوۃ الجنازۃ وقبلہا واللہ اعلم.

وفی التاتارخانیۃ (۲/۱۷۷): واذا اخطئوا بالراس وقت الصلاۃ فجعلوہ فی موضع الرجلین فصلوا علیہا جازت الصلوۃ فان فعلوا ذلک عمدا جازت صلاتہم وقد اساؤا وفی شرح الطحاوی لا تعاد.

وفیہا ایضاً (۲/۱۸۰): ولا یقوم الرجل بالدعاء بعد صلوۃ الجنازۃ.

وفی الشامیۃ (۲/۲۰۹):......ان السنۃ وضع رأسہ مما یلی یمین الامام کما ہو المعروف الان ولہذا علل فی البدائع للاساءۃ بقولہ لتغییرہم السنۃ المتوارثۃ.

(۲۰۱) اہل میت کی طرف سے کھانے کا انتظام کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں جب کسی کا انتقال ہوجاتا ہے تو اس کے ورثاء میت کے کفن دفن کے ساتھ کھانے کا انتظام بھی کرتے ہیں اور جنازے کی ادائیگی کے بعد لوگوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے اس پر بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ ایسا کرنا صحیح نہیں۔ آپ بتائیں کہ کون سی بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں ورثاء میت کی طرف سے کھانے کا انتظام کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ انتہائی قبیح بدعت ہے جس سے اجتناب واجب ہے۔

لمافی الہندیۃ (۱/۱۶۷): ولاباس بأن یتخذ لاہل المیت طعام کذا فی التبیین ولایباح اتخاذ الضیافۃ عندثلاثۃ ایام.

وفی ردالمحتار (۲/۲۴۰): ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اہل المیت لانہ شرع فی السرور لافی الشرور وہی بدعۃ مستقبحۃ وروی الامام احمد وابن ماجۃ باسناد صحیح عن جریر بن عبداللہ قال کنا نعد الاجتماع الی اہل المیت وصنعہم الطعام من النیاحۃ.

(۲۰۲) تعزیت کے ساتھ مالی امداد کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں جب کسی کی تعزیت کے لئے جاتے ہیں تو

وہاں سے واپس آنے سے پہلے وہاں بچھی ہوئی دریوں کے نیچے سو، پانچ سو یا ہزار روپے رکھ کر آتے ہیں۔اس سے مقصود ورثاء میت کی امداد ہوتی ہے۔چاہے ورثاء امیر ہوں یا غریب۔پھر ورثاء اس رقم کو جمع کرکے آنے والے لوگوں کے لئے حقہ، چائے اور کھانے کا انتظام کرتے ہیں۔اگر کوئی شخص پیسے دیئے بغیر چلا جائے تو اسے حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔کیا شرعاً اس طرح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دے کر ہماری اصلاح فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں تعزیت کے لئے جانے والوں کا اس طرح پیسے دینا، اس کو ضروری سمجھنا اور نہ دینے والوں کو حقارت کی نظر سے دیکھنا شرعاً ناجائز اور بدعت کے زمرے میں آتا ہے لہٰذا اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔

لمافي المشكوة (ص۲۷): عن عائشة رضى الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ من احدث في امرنا هذا ماليس منه فهو رد.

وفي ردالمحتار (۲/۲۴۰): وتستحب التعزية للرجال والنساء اللاتي لايفتن ....والتعزية ان يقول: اعظم الله اجرك، واحسن عزاءك وغفر لميتك ......ويكره اتخاذ الطعام من اهل الميت لانه شرع في السرور لافي الشرور وهي بدعة مستقبحة وروى الامام احمد وابن ماجة باسناد صحيح عن جرير بن عبدالله قال كنا نعد الاجتماع الى اهل الميت وصنعهم الطعام من النياحة.

(۲۰۳) حیلہ اسقاط کا شرعی طریقہ

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل بعض علاقوں میں حیلہ اسقاط مروج ہے جس پر بعض علماء یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ جائز نہیں جب کہ حیلہ کرنے والے کتب فقہ کے حوالے سے اس کے جواز کو ثابت کرتے ہیں۔ان میں سے کون سی بات صحیح ہے؟ اور جو حیلہ کتب فقہ میں درج ہے اس کا طریقہ کار اور شرائط بھی بیان فرمائیں تاکہ ہماری اصلاح ہو سکے۔اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں مروجہ حیلہ اسقاط ناجائز ہے۔رہا معاملہ کتب کے حوالہ جات کا تو متاخرین کی کتب میں اس کا ثبوت ملتا ہے لیکن جس حیلے کو متاخرین نے جائز قرار دیا ہے وہ حیلہ مروجہ حیلہ سے قطعاً مختلف ہے۔کیونکہ جو حیلہ کتب میں درج ہے اس کی صورت یہ ہے کہ کسی ایسے شخص کا انتقال ہوا کہ اس کے ذمے کچھ نمازیں یا روزے باقی تھے اور اس کے ترکہ کا ثلث مال اس فدیے کے لئے کافی نہ تھا تو ایسی صورت میں اس بات کی گنجائش ہے کہ ولی میت کسی فقیر کو نقدی یا گندم وغیرہ کا مالک بنائے اور وہ فقیر اپنی مرضی سے مالک کو نقدی یا وہ جنس واپس ہدیہ کردے یا کسی تیسرے شخص کو دے دے۔اور وہ تیسرا شخص ولی میت کو ہدیہ کردے۔اور اگر فقیر یا تیسرا شخص واپس نہ کرنا چاہے تو اسے مجبور نہ کیا جائے یعنی واقعی فقیر کو مالک بنایا جائے صرف ملکیت کا ڈھونگ نہ رچایا جائے۔اس طرح متعدد بار کیا جائے،اس طرح جتنی مقدار بن جائے تو اس قدر تک اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ بطور فدیہ کے قبول فرمالیں۔

یہ ہے کتب میں درج حیلہ۔اور ہمارے یہاں کیا ہوتا ہے وہ ہر کس وناکس پر واضح ہے جسے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

مزید تفصیل سوال: ۱۶۰ کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۰۴) تعزیت کے لئے ورثاء میت کے پاس جانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں یہ رواج ہے کہ میت کے دفن کرنے کے بعد قبر سے واپسی پر میت کے ورثاء کی تسلی وتشفی اور اس کو صبر کی تلقین کرتے ہیں۔بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس طرح تعزیت کے لئے جمع نہیں ہونا چاہئے، یہ بدعت ہے۔کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں جو لوگ نماز جنازہ اور دفن میں شریک ہوئے ان کے ذمے سے میت کا حق ادا ہوگیا۔اب دفن کے بعد ورثاء کے پاس رسماً جانا مکروہ اور بدعت ہے البتہ اگر صبر کی تلقین کے لئے اپنے تعلق کی وجہ سے ورثاء میت کے ہاں جائیں تو اس کی گنجائش ہے۔

لمافی البحر الرائق (۲/۱۹۲): والتعزية للمصاب سنة للحديث من عزى مصابا فله مثل اجره قال البقالي فلابأس بالجلوس للعزاء ثلاثة ايام في بيت اومسجد وقد جلس رسول الله ﷺ لماقتل جعفر وزيد بن حارثة والناس يأتون ويعزونه والتعزية في اليوم الاول افضل والجلوس في المسجد ثلاثة ايام للتعزية مكروه وفي غيره جاءت الرخصة ثلاثة ايام للرجال وتركه احسن ويكره للمعزى ان يعزى ثانيا.

وفي الهندية (۱/۱۶۷): التعزية لصاحب المصيبة حسن وروى الحسن بن زياد اذا عزى اهل الميت مرة فلاينبغي ان يعزيه مرة اخرى ....ووقتها من حين يموت الى ثلاثة ايام.

وفي الدرالمختار مع ردالمحتار (۲/۲۳۹): ولابأس بنقله ....وبتعزية اهله وترغيبهم في الصبر ...... وبالجلوس لها في غير مسجد ثلاثة ايام واولها افضل وتكره بعدها الالغائب وتكره التعزية ثانيا وعندالقبر.

وفي الشامية: وقال كثير من متاخرى ائمتنا يكره الاجتماع عندصاحب البيت ويكره له الجلوس في بيته حتى يأتي اليه من يعزى بل اذا فرغ ورجع الناس من الدفن فليتفرقوا ويشتغل الناس بأمورهم وصاحب البيت بامره اهـ.

(۲۰۵) میت یا کفن میت پر کلمہ لکھنا/قبر پر اذان دینا/میت کو چھتری سے ڈھانک کر لے جانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ غسل کے بعد میت کی پیشانی اور سینے پر کسی خوشبودار چیز

سے کلمہ اور بسم اللہ لکھنا جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ اسی طرح کفن میت پر کلمہ شہادت وغیرہ لکھنا کیسا ہے؟

۳۔ میت کو چھتری سے ڈھانپ کر جنازہ گاہ یا قبر تک لے جانا کیسا ہے؟

۴۔ بعد دفن میت کی قبر سے چالیس قدم ہٹ کر اذان دینا کیسا ہے؟

تمام سوالات کے جوابات عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ...... صورت مسئولہ میں چاروں چیزیں بے اصل ہیں، ان کا شریعت وسنت میں کوئی ثبوت نہیں ہے لہٰذا ان سے اجتناب کرنا چاہئے۔

لمافی المشکوٰۃ (صـ۲۷): عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ ﷺ من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھورد.

وفی ردالمحتار (۲/۲۴۶): وقد افتی ابن الصلاح بانہ لایجوز ان یکتب علی الکفن یٰس والکھف ونحوھما خوفا من صدید المیت ....فالاسماء المعظمة باقیة علی حالھا فلایجوز تعریضھا للنجاسة والقول بانہ یطلب فعلہ مردود لان مثل ذلک لایحتج بہ الااذاصح عن النبی ﷺ طلب ذلک ولیس کذلک اھ.

وفیھا ایضا (۲/۲۳۵): لایسن الاذان عند ادخال المیت فی قبرہ کماھو المعتاد الآن. وقدصرح ابن حجر فی فتاویہ بانہ بدعة وقال ومن ظن انہ سنة قیاساعلی ندبھا للمولود الحاقالخاتمة الامر بابتدائہ فلم یصب.

(۲۰۶) بچوں کے ختم قرآن پر دعوت اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عمل

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بچوں کے ختم قرآن کے موقع پر دعوت کرنا یا مٹھائی تقسیم کرنا شرعا جائز ہے یا نہیں؟ کیا یہ درست ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سورۃ بقرۃ بارہ سال میں ختم کی اور اس کے ختم پر ایک اونٹ ذبح کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... صورت مسئولہ میں بچوں کے ختم قرآن پر دعوت کرنا یا مٹھائی تقسیم کرنا شرعا جائز ہے البتہ اسے ضروری نہ سمجھا جائے۔ نیز یہ بات درست ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سورۃ بقرۃ بارہ سال میں ختم کی اور اس کے ختم پر ایک اونٹ ذبح کیا تھا۔

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال : ۱۷۱

(۲۰۷) مبتدع (بدعتی) کی تعریف

سوال...... بدعتی یا مبتدع کی تعریف کیا ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... بدعتی یا مبتدع ایسے شخص کو کہتے ہیں جو دین میں کوئی نیا طریقہ ایجاد کرے جس کا ثبوت قرآن وحدیث وصحابہ کے آثار سے نہ ملتا ہو اور یہ طریقہ احکام دین کے مشابہ ہو اگرچہ اس سے (اس کا) مقصود اللہ کی بندگی میں کثرت اور مبالغہ ہو، اور اسے دین سمجھ کر کرے۔

لـمـافي الصحيح البخاري(۱/۳۷۱): عن عائشة رضي الله عنها قالت قال النبي ﷺ من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو رَدٌّ. اهـ

وفي مرقاة المفاتيح(۱/۲۱۶): قال النووي البدعة كل شئ عمل علي غير مثال سبق وفي الشرع احداث مالم يكن في عهد رسول الله ﷺ اهـ.........

قال الشافعي رحمه الله أحدث مما يخالف الكتاب أو السنة أو الاثر أو الاجماع فهو ضلالة وما أحدث من الخير مما لا يخالف شيئا من ذلك فليس بمذموم......اهـ

وفي كتاب الاعتصام (۱/۲۱): وأصل مادة بدع للاختراع على غير مثال سابق، ومنه قول الله تعالىٰ (بديع السموات والارض) أي مخترعهما من غير مثال سابق متقدم............. يقال ابتدع فلان بدعة يعني ابتدأ طريقة لم يسبقه إليها سابق.

وفي (صـ۲۲)...... وهذا هو الابتداع والبدعة ويسمى فاعله مبتدعاً، فالبدعة إذن عبارة عن (طريقة في الدين مخترعة تضاهي الشرعية يقصد بالسلوك عليها المبالغة في التعبد لله سبحانه) وهذا على رأي من لايدخل العادات في معنى البدعة وانما يخصها بالعبادات وأما على رأي من أدخل الاعمال العادية في معنى البدعة فيقول.

(البدعة طريقة في الدين مخترعة تضاهي الشرعية يقصد بالسلوك عليها مايقصد بالطريقة الشرعية).

(۲۰۸) غیر اللہ کی نذر کے بغیر مزار پر کھانا لے جانا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کسی بزرگ کے مزار پر کوئی چیز اس لئے رکھ دے کہ یہاں فقراء ومساکین بکثرت آتے ہیں یہ لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں گے تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں ایسا کرنا درست نہیں ہے کیونکہ اولاً بدعقیدگی کا خطرہ ہے کیونکہ شیطان اسی طرح آہستہ آہستہ بہکاتا ہے اور دوسری بات یہ کہ کم سے کم دوسرے لوگوں کی بدعقیدگی کا سبب ضرور ہے کیونکہ دوسرے لوگ یہی سمجھیں گے کہ غیر اللہ کے نام پر یہ اشیاء یہاں رکھی جارہی ہیں خاص طور پر ہمارے زمانے میں جبکہ مزارات شرک وبدعات کے اڈے بنے ہوئے ہیں۔اور اگر مقصود صرف فقراء کو ہی کھلانا ہے تو اس کے لئے کئی دوسرے انتظامات کئے جاسکتے ہیں، مزارات پر لانا کیا ضروری ہے؟

لمافي المشكوة (۱/۲۴۱): وعن النعمان بن بشير قال قال رسول الله ﷺ الحلال بين والحرام بين وبينهما مشتبهات لايعلمهن كثير من الناس فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينه وعرضه ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام كالراعي يرعى حول الحمى يوشك ان يرتع فيه الاوان لكل ملك حمى الاوان حمى الله محارمه الى آخر الحديث.

(۲۰۹) رقم جمع کرکے اہل میت کے ہاں کھانا پکانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں یہ رواج ہے کہ جب میت کو دفن کردیا جاتا ہے تو دفن میں شریک ہونے والے لوگ آپس میں رقم جمع کرکے میت کے گھر کھانا پکاتے ہیں جس میں سے جنازہ میں شامل ہونے والے اور دوسرے لوگوں سب کو کھلایا جاتا ہے۔کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں بہتر طریقہ یہ ہے کہ انفرادی طور پر کھانا تیار کرکے اہل میت کے ہاں بھیج دیا جائے۔دفن میں شریک ہونے والوں سے اس طرح رقم جمع کرکے اہل میت کے ہاں کھانا پکانا جائز نہیں ہے کیونکہ ان میں سے کئی ایسے افراد بھی ہوں گے جو پیسے نہیں دینا چاہتے لیکن دوسروں کے سامنے شرمندگی سے بچنے کے لئے مجبوراً دیتے ہیں۔اسی طرح روایات میں میت کے ورثاء کے ہاں کھانا بھیجنے کا ذکر ہے وہاں جاکر کھانے کا نہیں لہٰذا اس طرح انتظام واجتماع اور کھانا کھلانا جائز نہیں۔

لمافي الجامع للترمذي (۱/۱۹۵): عن عبدالله بن جعفر قال لما نعى جعفر قال النبي ﷺ اصنعوا لاهل جعفر طعاما فانه قدجاء هم مايشغلهم قال ابو عيسى .... وقد كان بعض اهل العلم يستحب ان يوجه الى اهل الميت بشئ لشغلهم بالمصيبة.

وفي سنن ابن ماجة (ص۱۱۶): عن جرير بن عبدالله البجلي قال كنا نرى الاجتماع الى اهل الميت وصنعة الطعام من النياحة.

وفي كنز العمال (۱/۹۲): [۳۹۷] لايحل مال امرئ مسلم الابطيب نفس منه (د عن حذيفة الرقاشي)

وفي ردالمحتار (۲/۲۴۰): قال في الفتح :ويستحب لجيران اهل الميت والاقرباء الاباعد تهيئة

طعام لهم يشبعهم يومهم وليلتهم لقوله عليه السلام اصنعوا لآل جعفر طعاما الى آخر الحديث

.........ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من اهل الميت لانه شرع في السرور لا في الشرور.

(۲۱۰) تیجہ چالیسواں اور برسی منانا کیسا ہے

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب کوئی مرجاتا ہے تو تیجہ، چالیسواں اور برسی منائی جاتی ہے۔ اور پھر وہ لوگ جو اپنے آپ کو دیندار کہتے ہیں اس کھانے کو یہ کہہ کر کھا لیتے ہیں کہ قل ہی تو پڑھی ہے کھا لو۔ کیا تیجہ چالیسواں اور برسی منانا اور ان کا کھانا کھانا جائز ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مطلوب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورِ مسئولہ میں میت کے تیجے، چالیسویں اور برسی کی شرعاً کوئی اصل نہیں ہے، یہ رسوم ورواج شریعت مطہرہ پر اپنی طرف سے اضافہ کرنے کے ساتھ دوسری کئی خرافات کے مجموعے ہیں لہٰذا ناجائز ہیں۔

ان کا کھانا اگرچہ فی نفسہ ناجائز نہ بھی ہو تو ایک ناجائز کام کی حوصلہ افزائی ضرور ہے، جبکہ شریعت نے اس سے بھی منع کیا ہے لہٰذا کھانا کھانے سے احتراز کرنا چاہیے۔

لما في الجامع الترمذي (۱/۱۹۵): عن عبدالله بن جعفر قال لما جاء نعي جعفر قال النبي ﷺ اصنعوا لاهل جعفر طعامافانه قد جاء هم مايشغلهم.

وفي السنن لابن ماجة (صـ۱۱۶): عن جرير بن عبدالله البجلي قال كنا نرى الاجتماع الى اهل الميت وصنعة الطعام من النياحة.

وفي الشامية (۲/۲۴۰): ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من اهل الميت لانه شرع في السرور لا في الشرور وهي بدعة مستقبحة.

(۲۱۱) سوئم کی شرعی حیثیت/ دفن کے بعد دعا کرنا

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کے سوئم میں یعنی تیسرے دن گٹھلیوں پر کلمہ طیبہ پڑھا جاتا ہے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اسی طرح اس دن آنے والوں کے لئے کھانے کا انتظام کرنا کیسا ہے اور اس کام کے لئے تیسرا ہی دن متعین کرنا کیسا ہے؟

نیز دفنانے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا صحیح ہے یا نہیں اور سر اور پاؤں کی طرف شہادت کی انگلی قبر کی مٹی کے اندر کر کے آیات کی تلاوت کرنا کیسا ہے؟ ان سب کے تفصیلی جوابات عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ میں تیسرے دن اہتمام والتزام سے کلمہ طیبہ کا اجتماعی طور پر ورد کرنا اور سوئم کے دوسرے لوازمات

بدعات میں سے ہیں جن سے اجتناب ضروری ہے۔

میت کو دفن کرنے کے بعد اس کے لئے دعا کرنا ثابت ہے چاہے ہاتھ اٹھا کر ہو یا بغیر ہاتھ اٹھائے اسی طرح دفن کے بعد میت کے سر کی طرف سورہ بقرۃ کی ابتدائی آیات اور پاؤں کی طرف آخری آیات پڑھنا مستحب ہے۔ لیکن سوال میں ذکر کردہ مخصوص طریقہ یعنی شہادت کی انگلی کو قبر کی مٹی میں داخل کرنا ثابت نہیں ہے۔

لمافی السنن للنسائی (۲۲۲/۱): اخبرنا یوسف بن سعید ....سمعت عائشة تحدث قالت الااحدثکم عنی وعن النبی ﷺ قلنا بلی قالت ....وذکر الحدیث حتی جاء البقیع فرفع یدیه ثلث مرات فاطال ثم انحرف – الی آخر الحدیث –

وفی المشکوة (صـ۲۶): وعن عثمان قال کان النبی ﷺ اذافرغ من دفن المیت وقف علیه فقال استغفروا لاخیکم ثم سلوا له بالتثبیت فانه الآن یسأل.

وفی ردالمحتار (۲۴۰/۲): وفی البزازیة ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعدالاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم واتخاذ الدعوة لقرأة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم اولقرأة سورة الانعام اوالاخلاص.

وفیه ایضا (۲۳۷/۲): وکان ابن عمر یستحب ان یقرأ علی القبر بعدالدفن اول سورة البقرة وخاتمتها.

وفی مجموعة الفتاوی (۱۹۵/۱): سوال :روز سوم یاپنجم مردم طلب یابلاطلب جمع میشوند وچند ختمے کلام مجید می خوانند بعضے آهسته وبعضے باواز بلند درپیاله خوشبو کل می اندازند ودیگر خصوصیات ورسوم اول می آرند چه حکم دارد ؟ جواب :مقرر کردن روز سوم وغیره بالتخصص .... واین مجموع بدعت است ومکروه نعم تعزیت اهل میت وتسلیه وصبر فرمودن سنت ومستحب است امااین اجتماع مخصوص روز سوم وارتکاب تکلفات دیگر وصرف اموال بی وصیت ازحق یتامی بدعت است وحرام است انتهی.

(۲۱۲) دفن کے بعد تین دفعہ دعا کرنا

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں بعض ائمہ مساجد میت کو دفن کرنے کے بعد تین دفعہ ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا مانگتے ہیں۔ کیا شریعت مطہرہ میں اس کا کوئی ثبوت موجود ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ میں دفن کے بعد ایک دفعہ دعا کرنا تو صحیح ہے البتہ تین دفعہ التزام واہتمام سے دعا کرنا کہیں سے

ثابت نہیں ہے بلکہ بدعت ہے۔کیونکہ دفن کے بعد کا معاملہ بارہا حضور ﷺ کی حیات مبارکہ میں پیش آیا۔اگر کہیں آپ نے تین دفعہ دعا کی ہوتی تو کوئی نہ کوئی صحابی ضرور اس کو نقل کرتا لیکن کسی بھی روایت سے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

لما فی المشکوٰة (صـ۲۶): عن عثمان قال کان النبی ﷺ اذا فرغ من دفن المیت وقف علیه فقال استغفروا لاخیکم ثم سلوا له بالتثبیت فانه الآن یسأل.

(۲۱۳) جنازہ اٹھا کر دس قدم ناپ کر چلنا

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صوبہ پنجاب کے بعض علاقوں میں رائج ہے کہ جب جنازہ کی چارپائی اٹھائی جاتی ہے تو امام صاحب دس قدم آگے، دس پیچھے اسی طرح دائیں اور بائیں ناپ کر چلتے ہیں۔اس وقت تک جن لوگوں نے میت کو اٹھایا ہوتا ہے وہ آہستہ آہستہ چلتے ہیں اس کے بعد جب امام کے چالیس قدم پورے ہوجاتے ہیں تو تیز تیز چلنا شروع کردیتے ہیں۔آیا شرعاً اس کا کوئی ثبوت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً.....صورت مسئولہ میں جو چیز شرعاً ثابت ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ میت کی چارپائی کے چاروں پائے اٹھا کر دس دس قدم چلا جائے جس میں امام اور غیر امام سب برابر ہیں لہٰذا مروجہ طریقہ جس میں امام چارپائی اٹھائے بغیر دس دس قدم چلتا ہے اس کے بعد چارپائی اٹھانے والے تیز چلنا شروع کردیتے ہیں شرعاً ثابت نہیں ہے لہٰذا امام مذکور کا یہ فعل ناجائز ہے۔

لمافی الهندیة (۱/۱۶۲): ثم ان حمل الجنازة شیئین نفس السنة وکمالها امانفس السنة فهی ان تاخذ بقوائمها الاربع علی طریق التعاقب ....واما کمال السنة فلایتحقق الافی واحد وهو ان یبدأ الحامل بحمل یمین مقدم الجنازة ....فیحمله علی عاتقه الایمن ثم المؤخر الایمن علی عاتقه الایمن ثم المقدم الایسر علی عاتقه الایسر ثم المؤخر الایسر علی عاتقه الایسر.

وفی الدرالمختار (۲/۲۳۹): واذاحمل الجنازة وضع مقدمها علی یمینه ثم مؤخرها علی یمینه کذلک ثم مقدمها علی یساره ثم مؤخرها کذلک.

(۲۱۴) تین دن تک تعزیت اور تعزیت کا طریقہ

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب کسی شخص کا انتقال ہوجاتا ہے تو اس کے عزیز واقارب تین دن تک تعزیت کے لئے جمع ہوتے ہیں۔آیا اس طرح تعزیت کے لئے تین دن تک جمع ہونا جائز ہے یا نہیں؟

نیز جب کوئی شخص تعزیت کے لئے آتا ہے تو کہتا ہے کہ ہاتھ اٹھاؤ اور دعا کرو چنانچہ سب لوگ اس کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں۔اسی طرح جاتے وقت بھی کہتا ہے کہ ہاتھ اٹھاؤ اور دعا کرو حتیٰ کہ وہاں موجود لوگوں کو اس دوران بار بار ہاتھ اٹھا کر

دعا کرنی پڑتی ہے۔کیاایسا کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں تین دن تک تعزیت کے لئے بیٹھنے کی گنجائش ہے البتہ اسے لازم سمجھنا صحیح نہیں ہے بار بار ہاتھ اٹھانا کہیں سے ثابت نہیں ہے بلکہ تعزیت کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ میت کے ورثاء کو صبر کی تلقین کی جائے اور میت کے لئے دعاء مغفرت کی جائے۔

لمافی الهندية (١٦٧/١): التعزية لصاحب المصيبة حسن ....ووقتها من حين يموت الى ثلاثة ايام ويكره بعدها ....ويستحب ان يقال لصاحب التعزية غفر الله تعالى لميتك وتجاوز عنه وتغمده برحمته ورزقك الصبر على مصيبته واجرك على موته ....ولابأس لاهل المصيبة ان يجلسوا فى البيت اوفى المسجد ثلا ثة ايام والناس يأتونهم ويعزونهم.

وفى الدرالمختار مع ردالمحتار (٢٣٩/٢): وبتعزية اهله وترغيبهم فى الصبر ....وبالجلوس لها فى غير مسجد ثلا ثة ايام واولها افضل وتكره بعدها ....ويقول اعظم الله اجرك واحسن عزاءك وغفر لميتك.

وفى الشامية : (وبالجلوس لها)اى للتعزية واستعمال لابأس هنا على حقيقته لانه خلاف الاولى ......وفى الاحكام عن خزانة الفتاوى الجلوس فى المصيبة ثلاثة ايام جاء ت الرخصة فيه.

(۲۱۵) میت کی چارپائی کے نیچے گندم وغیرہ رکھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں یہ رائج ہے کہ جب کسی کے گھر میت ہوتی ہے تو ایک یا دو من گندم میت کی چارپائی کے نیچے رکھ دیتے ہیں جب غسل دینے والا میت کو غسل دیتا ہے تو میت کے دفن سے پہلے پہلے وہ غلہ غسل دینے والے کو دے دیا جاتا ہے کیا یہ طرز عمل شرعاً درست ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً ......صورتِ مسئولہ میں آپ کے علاقہ میں یہ جو رسم ہے کہ میت کی چارپائی کے نیچے ایک یا دو من گندم رکھ دیتے ہیں اور پھر یہی گندم میت کو غسل دینے والے کو دیدیتے ہیں۔تو یہ عمل بالکل جاہلانہ رسم ہے۔جس کا ثبوت نہ تو قرآن وسنت سے ہے اور نہ ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وتابعین رحمہم اللہ سے ہے۔لہٰذا مسلمانوں کو اس سے گریز کرنا چاہئے۔اور اسے ترک کرنا واجب ہے۔

لمافى القرآن الكريم(سورة الاحزاب: ٢١): لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنة لمن كان يرجوالله واليوم الاخر وذكر الله كثيراً الآية.

(سورة الحشر:٧) : ومآ اتٰكم الرسول فخذوه وما نهكم عنه فانتهوا واتقوا الله ان الله شديد العقاب. الاية

وفی صحیح البخاری(۱/۳۷۱): عن عائشة قالت قال النبی ﷺ من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد. وفی روایة لمسلم (۲/۷۷): من عمل عملا لیس علیه امرنا فهو رد.

وفی مشکوة المصابیح(۱/۲۷): عن جابر رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ اما بعد فان خیر الحدیث کتاب الله وخیر الهدی هدی محمدٍ وشر الامور محدثاتها وکل بدعة ضلالة.

وفی فتح الملهم(۵/۳۴۷): قال النووی: البدعة کل شیٔ عمل علی غیر مثال سبق وفی الشرع احداث مالم یکن فی عهد رسول الله ﷺ .... وتحصل للعبد الضعیف من کلمات شیوخنا وافاداتهم أن الأصل فی البدعة الشرعیة انما هو قول النبی ﷺ من احدث فی أمرنا هذا ما لیس منه فهو رد والمراد بالأمر الدین کما صرحوا به فلا یطلق الا علی الأمور المحدثة فی الدین لاعلی کل امر محدث وبهذا یخرج امثال التوسع فی المطاعم وغیرها من الأمور المباحة بل بعض الرسم التی یفعل فاعلوها لاعلی وجه التقرب والاحتساب ایضا عن حد البدعة الشرعیة وإن کانت داخلة فی حد البدعة اللغویة فان هذه الافعال لایباشرها من باشرها ظانا وناویا انها من الدین فلیست هی من الاحداث فی الدین فی شیٔ وکذا قوله علیه السلام مالیس منه یدل علی أن الأمور التی لها أصل من الکتاب أو من سنته ﷺ أو من سنة الخلفاء الراشدین المهدین أو تعامل عامة السلف رضی الله عنهم والاجتهاد المعتبر بشروطه المستند إلی النصوص لاتسمی محدثة ولا بدعة شرعیة فان هذه الأصول کلها من الدین تنصیصا أو تعلیلاً کما تقرر فی محله.

(۲۱۶) قضائے عمری کی شرعی حیثیت

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں بعض لوگ ۱۵ شعبان کو ظہر کے بعد اسی طرح جمعۃ الوداع کے دن قضاء عمری کے نام سے نمازیں پڑھتے ہیں کیا اس طرح کرنا جائز ہے یا نہیں اور اس نماز سے پوری عمر کی نمازیں معاف ہوجاتی ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ میں مروجہ قضائے عمری کہیں سے ثابت نہیں ہے بلکہ یہ اسلام دشمنوں کی طرف سے ایجاد کردہ قبیح بدعت ہے تاکہ مسلمان سال بھر نماز پڑھنے کے بجائے سال میں ۲ یا ۴ رکعت پڑھ کر اپنے آپ کو بریٔ الذمہ سمجھنے لگیں۔ چنانچہ ان کی یہ سازش کچھ اپنوں کی وجہ سے کامیاب ہوگئی جنہیں اپنے ہاں کچھ چہل پہل اور رونق چاہیے تھی۔ انہوں نے ان مواقع پر باقاعدہ اہتمام سے اس پر عمل کرنے کی لوگوں کو ترغیب دی جیسے یہ دین کا انتہائی اہم شعبہ ہو۔ حالانکہ یہ عمل کہیں سے بھی ثابت نہیں ہے بلکہ کتب احادیث اور تمام فقہاء کی کتب میں یہ صراحت موجود ہے کہ جب کسی شخص کی نماز قضا ہوجائے تو بعد میں اس کی قضا پڑھنا ضروری ہے اور اگر متعدد

نمازیں فوت ہوجائیں تو سب کی قضا بھی اسی طرح پڑھی جائے گی۔ قضاء عمری کا مذکورہ طریقہ جائز نہیں ہے۔

لـمـافي الجامع الترمذی (۱/۴۳): عن قتادة قال ذکروا للنبی ﷺ نومهم عن الصلوة فقال انه ليس فـي الـنـوم تـفـريـط انـمـاالتفـريـط فی اليقظة فاذا نسی احدکم صلاة اونام عنها فليصلها اذا ذكرها .... عن ابی عبيدة بن عبدالله بن مسعود قال قال عبدالله ان المشركين شغلوا رسول الله ﷺ عـن اربـع صلوات يوم الخندق حتى ذهب من الليل ماشاء الله فامر بلالافاذن ثم اقام فصلى الظهر ثم اقام فصلى العصر ثم اقام فصلى المغرب ثم اقام فصلى العشاء.

وفی الهندية (۱/۱۲۱): كل صلاة فائت عن الوقت بعد وجوبها فيه يلزم قضاء ها سواء ترک عمدا اوسهوا أوبسبب نوم وسواء كانت الفوائت كثيرة اوقليلة.

(۲۱۷) تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھنا

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ ختم قرآن اور دوسرے وظائف کے آخر میں تین بار سورۃ اخلاص پڑھتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا درست ہے یا یہ ہمارے دور کی ایجاد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ میں ختم قرآن یا دوسرے وظائف کے بعد تین بار سورۃ اخلاص پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ اس کو لازم نہ سمجھا جائے البتہ فرض نماز میں ایسا نہیں کرنا چاہئے۔

لـمـافـي الـتـاتـارخـانية (۱/۵۰۳): قرأة قل هو الله احد ثلاث مرات عند ختم القرآن لم يستحسنها بـعض المشائخ. وقال الفقيه ابوالليث: هذا شئ استحسنه اهل القرآن وائمة الامصار فلابأس به وفی الـنـوازل: قال الفقيه :وبه نأخذ لان مارآه المسلمون حسنا فهو عندالله حسن الاان يكون ختم القرآن فی الصلاة. وفی الخانية :فی المكتوبة فلايزيد على مرة واحدة.

وفی الهندية (۵/۳۱۷): قرأة قل هوالله احد ثلاث مرات عقيب الختم لم يستحسنها بعض المشائخ واستحسـنهـا اكثـرالمشائخ لجبر نقصان دخل فی قرأة البعض الاان يكون ختم القرآن فی الصلاة المكتوبة فلايزيد على مرة واحدة.

(۲۱۸) نعمت کے شکرانے کے طور پر عید میلاد النبی منانا

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے دوران بیان یہ کہا کہ حضور ﷺ کائنات کی تمام نعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہیں اور قرآن میں ہے ربـنـاانـزل عـلـينا مائدة من السماء تكون لنا عيدالاولنا وآخرنا الاية.

یہاں مائدۃ کے نعمت کی وجہ سے عید منائی جارہی ہے تو اگر مائدہ کی وجہ سے عید منائی جاسکتی ہے تو حضور ﷺ جو تمام نعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہیں آپ کا اس دنیا میں تشریف لانا بھی نعمت ہے لہٰذا اس دن بطریق اولی عید منانا جائز ہوگا۔

اب سوال یہ ہے کہ اس آیت سے عید میلاد النبی پر استدلال کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح نہیں تو اس کا جواب کیا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... نبی کریم ﷺ کا وجود اطہر ومبارک بلا شک وشبہ کائنات کی تمام نعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہے۔ آپ کی ولادت شریفہ کا ذکر بلکہ آپ کی خاک پا اور آپ کی سواری تک کا ذکر انتہائی مبارک ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس کا آپ ﷺ سے ذرا بھی تعلق ہے اس کا ذکر نہایت پسندیدہ اور اعلیٰ درجے کا مستحب عمل ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ اس کے لئے ۱۲ ربیع الاول کی تاریخ مقرر کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ اسی دن کو مقرر کر کے عید میلاد النبی منانا، محفل میلاد منعقد کرنا، جلوس نکالنا یا اسی دن کو مخصوص کر کے فقراء ومساکین کو کھانا کھلانا اور دلیل میں یہ آیت مبارکہ پیش کرنا کہ مائدہ خداوند کریم کی طرف سے نعمت ہے اور نعمت خداوندی کی وجہ سے بنی اسرائیل نے کہا کہ تکون عیدا لاولنا الآیۃ. اس آیت سے عید میلاد النبی ﷺ ثابت کرنا محض سینہ زوری ہے ورنہ کہاں یہ آیت کریمہ اور کہاں اس سے استدلال......؟؟

اس لئے کہ وہاں پر عید اس لئے کہ نبی کی مبارک ومقدس زبان سے اسے عید کہا جارہا ہے جبکہ یہاں ۱۲ ربیع الاول کو عید منانے کا ثبوت حضور ﷺ کے ۲۳ سالہ دور نبوت میں نہیں ملتا اس کے بعد ۳۰ سالہ خلافت راشدہ کا دور گزرا اس میں بھی کہیں اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ حالانکہ جن حضرات نے بلا واسطہ نبی کریم ﷺ سے قرآن اور دوسری تعلیمات سیکھیں وہ صحابہ ایسے عاشق صادق تھے کہ آپ کے وضوء کا پانی اپنے بدن پر مَلا کرتے تھے، آپ کے لعاب مبارک کو کبھی زمین پر گرنے نہیں دیا اور آپ کے خون کو بھی باعث برکت سمجھ کر پی لیا۔ اگر اس طرح کے افعال میں کوئی بھلائی ہوتی تو کیا وہ لوگ اس کام کو سب سے پہلے نہ کرتے حالانکہ حضور ﷺ کے بعد ایک سو سال تک صحابہ کا وجود پاک اس دنیا پر رہا، کیا کسی صحابی سے ایک دفعہ بھی ایسا کرنا ثابت ہے؟

اس کے بعد تابعین کا دور بھی تقریباً ایک صدی پر محیط ہے جنہیں نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے خیر القرون کا لقب ملا، ان کے اس دور میں بھی کہیں سے عید میلاد النبی کا ثبوت نہیں ملتا۔ پھر تبع تابعین سے بھی اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

ان مبارک ادوار میں اگر کوئی چیز موجود نہیں تھی تو پھر بعد میں آپ اور میں زبردستی اسے دین میں داخل کرنا چاہیں اور یہ چاہیں کہ ہمیں اپنی مرضی سے کام کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب بھی ملے گا اور اسے دین کی خدمت بھی سمجھا جائے تو ہمارے یہ افعال مردودہ ہمارے منہ پر مار دیئے جائیں گے اور بجائے ثواب کے اس پر مواخذہ ہوگا۔ یہی حال عید میلاد النبی اور اس دن مروجہ رسوم کا ہے کہ ان پر ثواب کے بجائے مواخذہ کے امکانات زیادہ ہیں۔

ضد وعناد کی وجہ سے اپنا دینی واخروی نقصان کرنا کونسی عقل مندی ہے لہٰذا جب حق سامنے آجائے تو اسے قبول کر لینا چاہئے اور حق یہی ہے کہ عید میلاد النبی اور اس میں مروجہ افعال کا دین سے کوئی تعلق نہیں لہٰذا ان سے احتراز کرتے ہوئے نبی علیہ السلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔ وما علینا الا البلاغ واللہ اعلم بالصواب

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال : ۱۷۷

(۲۱۹) تبرکات کی زیارت کے لئے تعیین وقت

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بزرگان دین اور سلف صالحین کے کپڑوں یا دوسرے تبرکات کی زیارت کرنا کیسا ہے؟ نیز اس کے لئے وقت اور دن متعین کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... بزرگان دین کے تبرکات اپنے پاس رکھنا، دوسرں کو زیارت کرانا اور ان کی زیارت کرنا سب صورتیں جائز ہیں البتہ دن اور وقت کی تعیین کہیں سے ثابت نہیں لہٰذا اس سے احتراز کرنا چاہئے۔

لمافی الصحیح للبخاری (۱/۳۱): قال ابوموسیٰ دعاالنبی ﷺ بقدح فیه ماء فغسل یدیه ووجهه فیه ومج فیه ثم قال لهما اشربامنه وافرغا علی وجوهکما ونحورکما.

وفیها ایضا (۱/۳۸): قال عروة عن المسور ومروان خرج رسول الله ﷺ زمن الحدیبیة فذکر الحدیث .... وماتنخم النبی ﷺ نخامة الاوقعت فی کف رجل منهم فدلک بها وجهه وجلده.

وفی سنن ابی داؤد (۲/۸۵): عن اسامة بن زید قال خرج رسول الله ﷺ یعود عبدالله ....فلما مات اتاه ابنه فقال یانبی الله ان عبدالله ابی قدمات فاعطنی قمیصک اکفنه فیه فنزع رسول الله ﷺ قمیصه فاعطاه ایاه.

وفی ردالمحتار (۲/۲۳۵): وقد صرح بعض علمائنا وغیرهم بکراهة المصافحة المعتادة عقب الصلوات مع ان المصافحة سنة وماذاک الالکونها لم تؤثر فی خصوص هذا الموضع فالمواظبة علیها فیه توهم العوام بانها سنة فیه.

(۲۲۰) بیت اللہ اور روضہ مبارک کی شبیہ بنانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کعبہ اور روضہ رسول کے مشابہہ کعبہ اور روضہ کا نمونہ (ماڈل) بنانا کیسا ہے؟ اگر کوئی شخص ثواب کی نیت سے ان کی زیارت کرے تو از روئے شرع کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں کعبہ اور روضہ رسول کے مشابہہ کعبہ اور روضہ رسول بنانا جیسا کہ آج کل مبتدعین ربیع الاول میں بناتے ہیں کئی وجوہ سے ناجائز ہے:

اول: اس میں بیت اللہ اور روضہ مبارکہ کی توہین ہے جو کہ ناجائز ہے۔

ثانی: اسراف مال ہے جو عوام سے ہزار دھوکے کر کے لیا جاتا ہے اور انہیں حصول ثواب کی امید دلائی جاتی ہے جو عدم ثبوت کی

وجہ سے جھوٹ ہے۔اور یہ دونوں یعنی اسراف مال اور جھوٹ کبائر میں سے ہیں۔

ثالث: اس کے ذریعے سے عوام میں غلط عقائد پھیلتے ہیں کہ مصنوعی چیز کی بنیت ثواب زیارت کرنے لگتے ہیں جیسا کہ اہل بدعت کے ہاں یہی کچھ ہو رہا ہے اور ہر وہ چیز جو بدعقیدگی کا باعث بنے ناجائز ہے۔

رابع: عورتوں اور مردوں کا اختلاط پایا جاتا ہے۔اس کے علاوہ بھی اس میں کئی قباحتیں پائی جاتی ہیں لہٰذا یہ جائز نہیں۔

ان خرافات اور غیر مشروع اشیاء کی زیارت بنیت ثواب یہ بجائے ثواب کے گناہ ہے لہٰذا اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔اور بلانیت ثواب زیارت سے بھی احتراز کرنا چاہئے کیونکہ اس سے کم از کم بنانے والوں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور غیر مشروع چیز کی حوصلہ افزائی بھی شریعت کی نظر میں صحیح نہیں ہے۔

لقوله تعالى (الانعام : ۱۴۱): ولا تسرفوا ط انه لايحب المسرفين o

(الحج : ۳۰): واجتنبوا قول الزور o

وفي المشكوة (ص۲۷): عن عائشة رضي الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ من احدث في امرنا هذا ماليس منه فهو رد.

(۲۲۱) شادی کے وقت چھوہاروں کی تقسیم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شادی کے وقت چھوہارے تقسیم کرنا کیسا ہے؟ میرے ایک دوست نے اپنی شادی کے موقع پر چھوہارے تقسیم کئے، میں نے وجہ پوچھی تو انہوں نے یہ وجہ بتلائی کہ یہ سنت ہے جبکہ میرے دیگر دوستوں کا کہنا ہے کہ یہ بدعت ہے کہیں سے ان کا ثبوت نہیں ملتا۔ براہ کرم آپ وضاحت فرمائیں کہ یہ سنت ہے یا بدعت؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں چھوہارے تقسیم کرنا مسنون ہے، انہیں بدعت کہنا صحیح نہیں۔البتہ یہ ایسی چیز نہیں کہ جس پر زیادہ اصرار کیا جائے لہٰذا اگر کوئی چیز تقسیم ہی نہ کی جائے یا تقسیم کی جائے لیکن چھوہاروں کے علاوہ کوئی چیز ہو تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

لمافي اعلاء السنن (۱۱/۱۲): قالت ام حبيبة (زوج النبي ﷺ فذكرت قصة هجرتها الى الحبشة وارتداد زوجها الاول الى النصرانية وكتاب النبي ﷺ الى النجاشي يأمره ان يخطبها للنبي ﷺ ويزوجها منه ففعل واصدقها اربعمائة دينار من عنده فقبضها خالد ابن سعيد لام حبيبة ثم ارادوا ان يقوموا :فقال اجلسوا فان سنة الانبياء عليهم الصلاة والسلام اذاتزوجوا ان يؤكل الطعام على التزويج فدعا بطعام فاكلوا ثم تفرقوا.

قلت :وليس ذلک بوليمة بل هو طعام التزويج ويلتحق به ماتعارفه المسلمون من نثر التمر ونحوه في مجلس النكاح.فقد روى البيهقي عن معاذ بن جبل بسند فيه ضعف وانقطاع :ان النبي ﷺ حضر

فی املاک (ای نکاح) فاتی بطباق علیها جوز ولوز وتمر ، فنثرت فقبضنا ایدینا فقال :مابالکم لاتأخذون فقالوا:لانک نهیت عن النهبی فقال :ممانهیتکم عن نهبی العساکر خذوا علی اسم الله فجاذبنا وجاذبناه.

(۲۲۲) یوم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر چھٹی کا مطالبہ

سوال……کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے یوم پیدائش اور یوم وفات وغیرہ منانے کا کیا حکم ہے؟اوراسی طرح یہ مطالبہ کرنا کہ یوم صدیق اکبر سرکاری طور پر مناتے ہوئے عام تعطیل کی جائے۔شریعت مطہرہ میں اس مطالبہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً……صورت مسئولہ میں اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایام کو اس طرح منایا جائے کہ ان کی دینی خدمات اور سیرت کو بیان کیا جائے تا کہ ان کے حالات زندگی اور دوسرے معمولات لوگوں کے سامنے آئیں جس سے لوگوں میں دین کی رغبت اور شوق پیدا ہو تو یہ عمل جائز ومستحسن ہے۔البتہ اس کو دین کا حصہ نہ سمجھا جائے اور اس کا التزام واہتمام بھی نہ کیا جائے۔نیز اس دن چھٹی کرنا اور جلوس نکالنا عدم ثبوت کی بناء پر جائز نہیں،اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

لمافی المشکوة (ص۲۷): عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهورد.

وفی شرعة البهیة (۱/۱۶۵): ان عمل المولد بدعة لم یقل به ولم یفعله رسول الله ﷺ والخلفاء والائمة ……وقد اتفق علماء المذاهب الاربعة بذم هذا العمل.(بحواله راه سنت)

(۲۲۳) اجتماعی طور پر سورہ یٰسین کا اہتمام کرنا

سوال……کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اکثر مدارس میں فجر کے بعد اجتماعی طور پر سورۃ یٰسین تلاوت کی جاتی ہے۔دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسا کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ کیا اس کا شمار بدعت میں تو نہیں ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً……صورت مسئولہ میں سورۃ یٰسین پڑھنا باعث خیر وبرکت ہے جیسا کہ مختلف احادیث میں اس کی فضیلت وارد ہوئی ہے۔اور اجتماعی طور پر پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں ہے البتہ اگر اسے لازم سمجھا جائے اور نہ پڑھنے والوں کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا جائے تو یہ بدعت میں داخل ہو جائے گی۔لیکن اگر طعن وتشنیع ترک یٰسین پر نہ ہو بلکہ مدرسہ کے اصول وضوابط کی خلاف ورزی پر ہو تو اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

لمافی المشکوة (ص۱۸۹): عن عطاء بن ابی رباح قال بلغنی ان رسول الله ﷺ قال من قرأ یٰس فی

صدر النهار قضيت حوائجه. عن انس بن مالک ﷺ قال قال رسول اللهﷺ قال ان لکل شئ قلبا وقلب القرآن یٰس ومن قرأیٰس کتب الله لقرأتها قرأة القرآن عشر مرات.

وفی اعلاء السنن (۱۸۳/۳): عن ابن مسعود ﷺ قال لایجعلن احدکم للشیطان من نفسه جزء لایری الاان حقاعلیه ان لاینصرف الاعن یمینه اکثر مارأیت رسول اللهﷺ ینصرف عن شماله.

قال الامام النووی فی شرح مسلم .... اما الکراهة التی اقتضاها کلام ابن مسعود ص فلیست بسبب اصل الانصراف عن الیمین اوالشمال وانما هی فی حق من یری ان حقاعلیه فانماذم من راٰه حقا علیه.

(۲۲۴) ہر جمعرات یٰسین کا ختم کروانا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے محلے کی مسجد میں ہر جمعرات کو یٰسین شریف کا ختم ہوتا ہے اور ختم کے بعد اجتماعی دعا بھی کی جاتی ہے۔ غیر مقلدین حضرات کا کہنا ہے کہ یہ بدعت ہے، لہذا اس میں شرکت نہ کرو۔ آپ اس سلسلے میں ہماری راہنمائی فرمائیں کہ کیا اس ختم میں شرکت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی رو سے جواب عنایت فرمائیں۔ جزاک اللہ خیر الحسن الجزاء

الجواب حامداً ومصلیاً...... پہلے یہ سمجھئے کہ ایک دوام ہے اور ایک التزام، دونوں میں اصطلاحی اعتبار سے تو کوئی فرق نہیں البتہ شرعی اعتبار سے دونوں میں فرق ہے، اور وہ اس طرح کہ شریعت نے بعض امور کے کرنے اور نہ کرنے کا اختیار دیا ہے اب اگر کوئی ان اختیارات کے باوجود ان امور کو تسلسل اور دوام کے ساتھ کرتا ہے مثلاً اوابین یا تہجد کی نماز کہ سلف صالحین نے اس کو ہمیشہ ادا کیا ہے، تو ان امور کا یہ تسلسل نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے البتہ اگر کوئی اس تسلسل کے ساتھ اسے لازم بھی سمجھتا ہے اور ایسا نہ کرنے والوں کو برا سمجھتا ہے تو یہی التزام ہے جو کہ ناجائز ہے۔ اب آپ کے ہاں یٰسین کے ختم کا صرف دوام ہے تو یہ جائز ہے لیکن اگر دوام کے ساتھ التزام بھی پایا جاتا ہے کہ اس میں شرکت نہ کرنے والوں کو برا سمجھا جاتا ہے تو پھر اس میں شرکت جائز نہیں۔

لما فی الصحیح لمسلم (۳۶۱/۱): عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی ﷺ قال لا تختصوا لیلة الجمعة بقیام من بین اللیالی ولا تخصوا یوم الجمعة بصیام من بین الایام الا ان یکون فی صوم یصوم احدکم.

قال النوویؒ تحت هذه :وفی هذا الحدیث النهی الصریح عن تخصیص لیلة الجمعة بصلوة من بین اللیالی ویومها بصوم کما تقدم وهذا متفق علی کراهته واحتج به العلماء علی کراهة هذه الصلوة المبتدعة التی تسمی الرغائب قاتل الله واضعها ومخترعها فانه بدعة منکرة من البدع التی هی

ضلالة وجهالة وفيها منكرات ظاهرة.

وفي فتح الباري (۲/۲۷۰): قال ابن المنير فيه ان المندوبات قد تنقلب مكروهات اذا رفعت عن رتبتها لان التيامن مستحب في كل شيء اي من امور العبادة لكن لما خشي ابن مسعود ان يعتقدوا وجوبه اشار الى كراهته.

وفي مرقات المفاتيح (۲/۳۵۳): قال الطيبي وفيه ان من اصر على امرمندوب وجعله عزما ولم يعمله بالرخصه فقد اصاب منه الشيطان من الاضلال.

وفي الهداية (۱/۱۲۱): (ويكره ان يوقت بشيء من القرآن لشيء من الصلوات) لما فيه من هجرالباقي وايهام التفضيل.

وفي فتح القدير (۱/۳۳۷): قال الطحاوي والاسبيجابي هذا اذا راه حتما يكره غيره اما لو قرأ للتيسير عليه او تبركا بقراته ﷺ فلا كراهة لكن بشرط ان يقرأ غيرهما احيانا لئلا يظن الجاهل ان غيرهما لا يجوز.

وفي الدرالمختار (۱/۵۶۰): (ومبتدع) اي صاحب بدعة وهي اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول ﷺ.

وفي الشامية ...... ما احدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول ﷺ من عمل او علم او حال بنوع شبهة واستحسان ،وجعل دينا قويما وصراطا مستقيما.

(۲۲۵) نمازِ عید کے بعد مصافحہ کرنا

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کئی علماء کا فتویٰ یہ ہے کہ عیدین کے بعد مصافحہ بدعت ہے۔اس سلسلے میں مندرجہ ذیل باتوں سے متعلق جوابات مطلوب ہیں:

(۱) عام رواج کے مطابق عید کے بعد مصافحہ ومعانقہ پر گرفت کرنے پر لوگ جواب دیتے ہیں کہ یہ عند الملاقات ہے حالانکہ نیت عید کے بعد مصافحے کی ہوتی ہے۔کیا ان کا یہ کہنا صحیح ہے؟

(۲) کس حد تک التزام کے بعد یہ بدعت بن جاتا ہے؟

(۳) مصافحہ ومعانقہ کا بدعت ہونا عیدگاہ کی حد تک ہے یا عیدگاہ کے باہر بھی بدعت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ......صورتِ مسئولہ میں مصافحہ ومعانقہ کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے کیونکہ بوقتِ ملاقات مصافحہ ومعانقہ مسنون ہے اور عیدین اور نمازِ پنجگانہ کے بعد علی الدوام یا سنت سمجھ کر یا رواج دینا مقصود نہ ہو بلکہ بلانیت یا اتفاقاً ہوجائے تو درست ہے اس میں

کوئی حرج نہیں۔لہٰذا اس معاملے میں زیادہ تشدد نہ ہونا چاہئے البتہ اگر کوئی سنت سمجھے یا علی الدوام کرے تو مکروہ و بدعت ہے۔

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال : ۱۷۰

(۲۲۶) دعا بعد الفرائض کا التزام بدعت ہے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرائض کے بعد ہمارے ہاں جو دعا مروج ہے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اگر کہا جائے کہ مستحب ہے اور عام قاعدہ ہے کہ امر مستحب پر ایسا التزام جیسا فرائض وواجبات کا ہوتا ہے بدعت ہے تو کیا اس التزام کو بدعت نہیں کہا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً......فرائض کے بعد دعا خود حضور ﷺ سے ثابت ہے اور اسی طرح صحابہ کرام سے لہٰذا یہ مسنون ہے اور اس پر التزام بدعت نہیں ہے اور کسی مستحب پر دوام اس وقت بدعت ہوتا ہے جب اس پر التزام کا عقیدہ بھی ہو۔اگر صرف عملی اعتبار سے دوام ہے اور عقیدہ التزام کا نہ ہو تو بدعت نہیں کہا جا سکتا ہے خاص طور پر جبکہ وہ حکم خود خیر القرون سے ثابت ہو۔

لمسافی المشکوة (صـ۸۸): عن معاذ بن جبل قال اخذبیدی رسول الله ﷺ فقال انی لاحبک یامعاذ قلت وانا احبک یارسول الله قال فلاتدع ان تقول فی دبر کل صلاة رب اعنی علی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک.

عن ثوبانض قال کان رسول الله ﷺ اذا انصرف من صلوته استغفر ثلثا وقال اللهم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذالجلال والاکرام.

وفیھاایضا (صـ۷۷): عن الفضل بن عباس قال قال رسول الله ﷺ الصلوة مثنی مثنی تشهد فی کل رکعتین وتخشع وتضرع وتمسکن ثم تقنع یدیک یقول ترفعهما الی ربک مستقبلا ببطونهما وجهک وتقول یارب یارب ومن لم یفعل ذلک فهو کذا کذا وفی روایة فهو خداج.

وفی المرقات (۲/۲۶۸) تحت هذه الروایة: (ثم تقنع یدیک) من اقناع الیدین رفعهما فی الدعاء ....ای اذا فرغت منها فسلم ثم ارفع یدیک سائلاحاجتک.

وفی فیض الباری (۲/۳۱۴): باب الذکر بعد الصلوة ....تحت هذا الباب ......واعلم ان الادعیة علی نحوین نحوثبت دبرالصلوة قبیل السنة ونحو آخرثبت فی الاوقات المنتشرة.

(۲۲۷) مبتدعین کی مساجد ومدارس پر قبضہ کرنے کی شرعی حیثیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جن مساجد ومدارس میں بدعات کا پرچار ہوتا ہو ایسی مساجد

کے متولیوں کو ہٹا کران مساجد و مدارس پر قبضہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس نیت سے کہ بدعات کو ختم کیا جاسکے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... اگر کسی مسجد یا مدرسہ کے متولی یا امام یا کوئی ذمہ دار اہل بدعت (یا فاسق، خائن غرض شریعت کے خلاف کام کرنے والا) ہوا گران کو بغیر فساد وانتشار کے معزول کرنا (ہٹانا) ممکن ہو تو ان کو ہٹا کر اہل حق، عالم بالسنۃ متولی اور امام کو مقرر کرنا واجب ہے البتہ اگر بغیر فتنہ وفساد کے امکان نہ ہو تو ان کو ہٹانے کی کوشش کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے نصرت ونجات طلب کرتے رہیں۔

لمافی صحیح البخاری(۱/۱۴): عن ابی ہریرةؓ قال بینما النبی صلی الله علیه وسلم...... فاذا ضیعت الامانة فانتظر الساعة فقال کیف اضاعتها قال اذا وسد الامر الی غیر اهله فانتظر الساعة.

وفی مشکوة المصابیح (۱/۳۱): عن حسان قال ما ابتدع قوم بدعة فی دینهم الانزع الله من سنتهم مثلها ثم لا یعیدها الیهم یوم الی یوم القیٰمة.

وفیه ایضاً: عن ابراهیم بن میسرة قال قال رسول الله ﷺ من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الاسلام

وفی الهامش ای اسلامه او کمال اسلامه او علی هدم اهل اسلام.

وفی الهندیة (۱/۸۴): تجوز الصلاة خلف صاحب هوی وبدعة...... حاصله ان کان هوی لا یکفر به صاحبه تجوز الصلاة خلفه مع الکراهة...... ولو صلی خلف مبتدع او فاسق فهو محرز ثواب الجماعة لکن لاینال مثل ما ینال خلف تقی......الخ.

وفی الدرالمختار(۱/۵۶۰):ویکره امامة...... ومبتدع ای صاحب بدعة وهی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسولؐ الخ.

وفی الشامیة (۴/۳۸۰): "وینزع وجوبا" مقتضاه اثم القاضی بترکه والاثم بتولیة الخائن ولا شک فیه ...... لو کان المتولی هو الواقف...... واستفید منه ان للقاضی عزل المتولی الخائن غیر الواقف بالاولیٰ......

وفی البخاری(۱/۹۶):عن عبید الله ابن عدی بن الخیار انه دخل علی عثمان بن عفان وهو محصور فقال انک امام عامة ونزل بک ماتری ویصلی لنا امام فتنة ونتحرج فقال الصلوة احسن ما یعمل الناس فاذا احسن الناس فاحسن معهم واذا اساؤا فاجتنب اساء تهم.

وفی اعلاء السنن (۴/۲۳۲): کره الناس الصلوة خلف الذین حصروا عثمان" اهـ ولکن عثمانؓ انما حضهم علی الصلاة خلفهم لما علم من عجز القوم عن عزلهم وبذالک تزول الکراهة عمن یقتدی به.

وفی الشامیة (۱/۵٦۰):واما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بانه لا يهتم لامر دينه، وبان فی تقديمه للامامة تعظيمه وقدوجب عليهم اهانته شرعاً ولا يخفی انه اذا كان اعلم من غيره لا تزول العلة فانه لا يؤمن ان يصلی بهم بغير طهارة فهو كالمبتدع تكره امامته بكل حال بل مشی فی شرح المنية علی ان كراهة تقديمه كراهة تحريم لما ذكرنا قال: ولذا لم تجز الصلاة خلفه اصلا عند مالک وروایة عن احمد فلذا حاول الشارح فی عبارة المصنف وحمل الاستثناء علی غير الفاسق.

(۲۲۸) رسول اللہ ﷺ کی تاریخ ولادت کی تعیین اور نعت خوانی کی شرعی حیثیت

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور ﷺ کی تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول کہیں سے ثابت ہے یا نہیں؟ نیز نعت خوانی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... اہل سیر اور مؤرخین کا اس بارے میں اختلاف رہا ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تاریخ پیدائش کیا ہے؟ اس میں آٹھویں، نویں اور بارہویں ربیع الاول کے اقوال ذکر کئے گئے ہیں۔ البتہ راجح قول آٹھ (۸) ربیع الاول کا ہے۔

نعت خوانی جب شریعت کی حدود میں ہو تو جائز ہے بایں طور کہ اس میں حضور ﷺ کی تعریف بیان کی جائے، کفریہ وشرکیہ الفاظ نہ ہوں، کوئی ایسا جملہ نہ ہو جس سے آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کا شائبہ بھی ہو اور مروجہ زائد رسوم خاص طور پر مرد وزن کے اختلاط سے پاک اور دوسروں کی ایذا رسانی کا باعث نہ ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔

لقوله تعالی (الشعراء: ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲٦): والشعراء يتبعهم الغاوٗن ۝ ألم تر انهم فی كل واد يهيمون ۝ وانهم يقولون مالايفعلون ۝ الاالذين آمنوا وعملوا الصالحات وذكروا الله كثيرا الاية

وفی روح المعانی (۱۹/۱۴۷): ان الشعر باب من الكلام حسنه حسن وقبيحه قبيح وفی الحديث ان من الشعر لحكمة وقد سمع رسول الله ﷺ الشعر واجاز عليه وقال عليه الصلوة والسلام لحسان رضی الله عنه اهجهم يعنی المشركين فان روح القدس سيعينک وفی رواية اهجهم وجبرائيل معک.

وفی المشكوة (ص۴۰۹):عن عمرو بن الشريد عن ابيه قال ردفت رسول الله ﷺ يوما فقال هل معک من شعر امية بن الصلت شئ قلت نعم قال هيه فانشدته بيتا فقال هيه ثم انشدته بيتا فقال هيه حتی انشدته مائة بيت حتی انشدته مائة بيت.

وفی السيرة النبوية لابن كثير (۱/۱۹۸): ولد صلوات الله عليهم وسلامه يوم الاثنين ....ثم الجمهور علی ان ذلک كان فی شهر ربيع الاول فقيل لليلتين خلتا منه قاله ابن عبدالبر فی

الاستیعاب ورواه الواقدی عن ابی معشر نجیح بن عبد الرحمن المدنی وقیل لثمان خلون منه حکاه الحمیدی عن ابن حزم ورواه مالک وعقیل ویونس بن یزید وغیرهم عن الزهری عن محمد بن جبیر بن مطعم. ونقل ابن عبد البر عن اصحاب التاریخ انهم صححوه وقطع به الحافظ الکبیر محمد بن موسیٰ الخوارزمی ورجحه ابو الخطاب بن دحیة............وقیل لعشر خلون منه نقله ابن دحیة.........وقیل لثنتی عشر خلت منه نص علیه ابن اسحاق.........وهذا هو المشهور عند الجمهور. وهکذا فی البدایة والنهایة (۲/۲۴۲)

(۲۲۹) قبر پر قرآن مجید کی تلاوت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبر پر قرآن مجید پڑھ کر میت کو ثواب بخشنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......قبر پر جا کر قرآن مجید پڑھنا اور مُردوں کو ثواب پہنچانا جائز ہے البتہ اجرت لیکر پڑھنا جائز نہیں۔

لمافی الطحطاوی علی المراقی (ص۶۱۳): ویستحب للزائر قرأة سورة یٰس..........واخذ من ذلک جواز القرأة علی القبر والمسألة ذات خلاف قال الامام تکره لان اهلها جیفة ولم یصح فیها شئ عنده عنها وقال محمد تستحب لورود الآثار وهو المذهب المختار کما صرحوا فی کتاب الاستحسان.

وفی الهندیة (۵/۳۵۰): ان قرأة القرآن عند القبور ان نوی بذلک ان یونسه صوت القرآن فانه یقرأ وان لم یقصد ذلک فالله تعالیٰ یسمع قرأة القرآن حیث کانت.

(۲۳۰) کلمہ طیبہ یا کوئی آیت کفن پر روشنائی سے لکھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کفن پر کلمہ طیبہ یا قرآن کریم کی کوئی آیت وغیرہ روشنائی سے لکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......کفن میت پر روشنائی سے کلمہ طیبہ یا دوسری آیات وغیرہ لکھنا جائز نہیں کیونکہ یہ بات یقینی ہے کہ کچھ دنوں کے بعد انسانی جسم گلنا سڑنا شروع ہو جاتا ہے لہٰذا کسی کفن پر آیت یا کلمہ لکھنا ایسا ہے جیسا کہ کسی کپڑے پر آیات وغیرہ لکھ کر اسے نجاست میں پھینک دینا۔ لہٰذا ہر حال میں اس سے اجتناب ضروری ہے البتہ اگر بغیر روشنائی استعمال کئے صرف انگلی سے میت کی پیشانی یا سینے پر کچھ لکھ دیا جائے یعنی الفاظ نظر نہ آئیں اور صرف انگلی چلائی جائے تو اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

لمافی ردالمحتار (۲/۲۴۶): وفی فتاوی المحقق ابن حجر المکی الشافعی سئل عن کتابة العهد

على الكفن وهو لااله الاالله والله اكبر ....هل يجوز ولذلک اصل فاجاب بقوله :نقل بعضهم عن نوادر الاصول للترمذى مايقتضى ان هذا الدعاء له اصل ، وان الفقيه ابن عجيل كان يأمر به ثم افتى بجواز كتابته قياسا على كتابة الله فى ابل الزكاة. واقره بعضهم،وفيه نظر. وقد افتى ابن الصلاح بانه لايجوز ان يكتب على الكفن يٰس والكهف ونحوهما خوفامن صديد الميت والقياس المذكور ممنوع لان القصد ثم التمييز وهنا التبرک ، فالاسماء المعظمة باقية على حالها فلايجوز تعريضها للنجاسة. والقول بانه يطلب فعله مردود ، لان مثل ذلک لايحتج به الااذا صح عن النبى ﷺ طلب ذلک وليس كذلک اهـ ....نقل بعض المحشين عن فوائد الشرجى ان مما يكتب على جبهة الميت بغير مداد بالاصبع المسبحة –بسم الله الرحمن الرحيم – وعلى الصدر لااله الا الله محمد رسول الله وذلک بعد الغسل قبل التكفين.

(۲۳۱) قبروں پر چادریں چڑھانا

سوال......کیافرماتے ہیں علماءکرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبروں پرایسی چادریں چڑھانا جن پرسورۃ اخلاص یاکوئی اور سورت لکھی ہوئی ہوجائز ہے یانہیں؟ جبکہ آج کل یہ فعل مزارات پر کثرت سے ہوتا ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً......قبروں پر چادریں چڑھانا جائزنہیں خاص طور پر جبکہ ان پرقرآنی آیات بھی لکھی ہوں کیونکہ آیات وغیرہ کی بے ادبی کا خطرہ ہےلہٰذااس صورت میں اس کی قباحت اورزیادہ بڑھ جائے گی چاہےوہ عام قبریں ہوں یابزرگوں کے مزارات ہوں۔

لمافى ردالمحتار (۲/۲۳۸): فى الاحكام عن الحجة : تكره الستور على القبور.

وفيها ايضا (۶/۳۶۳): كره بعض الفقهاء وضع الستور والعمائم والثياب على قبورالصالحين والاولياء قال فى فتاوى الحجة وتكره الستورعلى القبور.

(۲۳۲) تعزیت کاطریقہ اورمیت کے لئے دعا

سوال......کیافرماتے ہیں علماءکرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ جب باہر کےلوگ کسی کی تعزیت کے لئے جاتے ہیں تو جاتے ہی ایک اجتماعی دعابرائے مغفرت کی جاتی ہےاورآخرمیں رخصت ہونے کے لئے اٹھتے ہیں تو پھر ایک دفعہ اجتماعی دعاکرتے ہیں۔اب پوچھنایہ ہے کہ آیااس طرح کرنے میں کوئی قباحت ہے یانہیں؟ نیزحضور ﷺ سےتعزیت کے لئےکون سےالفاظ منقول ہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً......میت کے ورثاء کے پاس تعزیت کے لئے جانا صحیح ہےاورمیت کے لئے دعائے مغفرت کرنا بھی جائز ہے چاہے

اجتماعی ہو یا انفرادی۔ البتہ اس کا التزام واہتمام درست نہیں کہ ہر شخص آتے وقت ایک دفعہ دعا کرے اور جاتے وقت دوبارہ دعا کرے۔

اور حضور ﷺ سے تعزیت کے جو الفاظ منقول ہیں وہ یہ ہیں: اعظم اللہ اجرک واحسن عزاءک وغفر لمیتک۔ اس کے علاوہ دوسرے مواقع پر دوسرے الفاظ بھی منقول ہیں۔

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال: ۲۰۲

(۲۳۳) سنتوں کے بعد والی دعا کو استسقاء پر قیاس کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں سنتوں کے بعد تین دفعہ ہاتھ اٹھا کر دعا کی جاتی ہے۔ اور دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ حضور ﷺ نے جب بارش کے لئے دعا فرمائی تو تین دفعہ دعا فرمائی تھی۔ کیا یہ دلیل بیان کرنا صحیح ہے؟ نیز کیا سنتوں کے بعد دعا کا ثبوت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... سنتوں کے بعد اجتماعی طور پر تین دفعہ دعا کرنا تو درکنار ایک دفعہ بھی اس طرح کرنا ثابت نہیں ہے اور قائلین دعا کا یہ کہنا کہ بارش کے لئے آپ نے نماز استسقاء کے بعد تین دفعہ دعا فرمائی یہ روایت بھی کتب احادیث میں تتبع کے بعد نہیں ملی۔ لہٰذا اس طرح دعا کا التزام بدعت ہے جس سے اجتناب ضروری ہے۔

اور اگر تسلیم کرلیا جائے کہ کسی موقع پر آپ سے تین دفعہ دعا کرنا ثابت ہے تو اس پر سنتوں کے بعد دعا کو قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ قیاس وہاں کیا جاتا ہے جہاں کسی عمل کی صراحت موجود نہ ہو اور سنتوں کے لئے آپ کا معمول ثابت ہے کہ گھر جا کر ادا فرماتے اور کبھی بھی آپ نے اجتماعی طور پر سنتوں کے بعد دعا نہیں فرمائی۔

لمافی المشکوٰۃ (ص۲۷): عن عائشة رضی اللہ عنها قالت قال رسول اللہ ﷺ من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد متفق علیه.

وفی الترغیب والترهیب (۱/۱۷۱): عن زید بن ثابتص ان النبی ﷺ قال صلوا ایهاالناس فی بیوتکم فان افضل صلاة المرء فی بیته الاالصلوة المکتوبة.

وفی معارف السنن (۳/۱۲۲): ان ماراج فی کثیر من بلاد الهند الجنوبیة الدعاء بکیفیة مخصوصة بعد الرواتب یستقبل الامام المقتدین ویدعون رافعی ایدیهم .... ففی مثل هذا یقال انه بدعة تضمنت بدعات کثیرة لااریٰ لمثل هذا وجهه من السنة.

وفی اعلاء السنن (۳/۲۰۵): ورحم اللہ طائفة من المبتدعة فی بعض اقطار الهند حیث واظبوا علی ان الامام .... ثم اذافرغوا من فعل السنن والنوافل یدعوا الامام عقب الفاتحة جهرا بدعاء مرة ثانیة والمقتدون یؤمنون علی ذلک وقد جری العمل منهم بذلک علی سبیل الالتزام والدوام

..........وایم اللہ ان ھذا امر محدث فی الدین.

(۲۳۴) کیا محفل قرأت ونعت کا اہتمام بدعت ہے؟

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ محافل قرأت اور نعت کا انعقاد کرنا کیسا ہے؟ کیا خیر القرون سے اس طرح انعقاد کا ثبوت ملتا ہے؟ اگر ثبوت نہ ملے تو یہ بھی بدعت کے زمرے میں داخل ہوئیں۔ تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً.....اگر محفل قرأت منعقد کرانے سے نیت یہ ہو کہ لوگوں میں قرأت کا شوق پیدا ہو اور نبی کریم ﷺ کی محبت میں نعت پڑھی جارہی ہو تو ایسی محافل کا انعقاد نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے۔

نیز ہمارے لیے شریعت کا حکم یہ ہے کہ مسلمان سے حسن ظن رکھیں خواہ مخواہ بدگمانی جائز نہیں لہٰذا جو لوگ ان مجالس کا اہتمام کرواتے ہیں ان کا مقصود یہی ہوگا۔

دلائل المسئلة مرت سابقافی رقم السؤال: ۲۲۸

(۲۳۵) تین دن تک امام ومقتدیوں کا قبرستان جانا

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں یہ رواج ہے کہ جب کسی شخص کا انتقال ہوجاتا ہے تو امام صاحب اور مقتدی حضرات تین دن تک صبح نماز کے بعد قبرستان جاتے ہیں وہاں قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں یہ جانا امام ومقتدیوں کے لئے ضروری سمجھا جاتا ہے اگر کوئی نہ جائے تو اسے برا سمجھا جاتا ہے۔ کیا شریعت کی رو سے ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ میں آپ کے ہاں مروجہ طریقہ شریعت کی تعلیمات کے منافی اور ناجائز ہے کیونکہ قبرستان جانا اور میت کے لئے ایصال ثواب کرنا مستحب ہے اور مستحب میں اپنی طرف سے اوقات کی تعیین یا التزام اس کو بدعت میں داخل کردیتا ہے لہٰذا آپ کے علاقے کا مروجہ عمل قابل ترک واجتناب ہے۔

وفی المشکوۃ (ص۲۷): عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ ﷺ من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد.

(۲۳۶) گیارہویں اور شب برأت کا کھانا

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علاقوں میں گیارہویں کے موقع پر کھانا پکایا جاتا ہے اسی طرح شب برأت میں کھانا پکایا جاتا ہے اور پڑوس میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ کیا اس کھانے کو خود کھا سکتے ہیں یا کسی غریب یا فقیر کو دے دیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں یہ کھانا اگر غیر اللہ کے نام پر نہ ہو اور حلال مال سے پکایا گیا ہو تو فی نفسہ اس میں کوئی کراہت نہیں ہے البتہ دن کی تعیین کی وجہ سے اس میں کراہت آگئی ہے لہٰذا ایسے کھانے سے احتراز بہتر ہے۔

لقوله تعالى (المائدة :۳): حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما اهل لغير الله به الآية.

وفي الجامع للترمذي (۲۲۹/۱): عن النعمان بن بشير قال سمعت رسول الله ﷺ يقول الحلال بين والحرام بين وبين ذلک امور مشتبهات لايدری کثير من الناس أمن الحلال هی أم من الحرام فمن ترکها استبرأ لدينه وعرضه فقد سلم ومن واقع شيئا منها يوشک ان يواقع الحرام کما انه من يرعىٰ حول الحمىٰ يوشک ان يواقعه الاوان لکل ملک حمى الاوان حمى الله محارمه.

(۲۳۷) مصیبت کے وقت کالا بکرا ذبح کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص یہ اعتقاد رکھے کہ جب بھی کوئی بیماری آجائے یا اس کے علاوہ کوئی مصیبت آجائے تو کالا بکرا ذبح کرنے سے یہ مصیبت یا بیماری ٹل جاتی ہے۔ کیا ایسا عقیدہ رکھنا درست ہے؟ کیا بیماری کے وقت بکرا ہی ذبح کرنا چاہئے اور بکرے کے رنگ کی بھی کوئی خصوصیت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......اگر کوئی بیماری یا مصیبت آجائے تو اسے اللہ تعالیٰ ہی دور کرنے والے ہیں اور صدقہ کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس صدقے کی برکت سے اس مصیبت یا بیماری کو دور کردیں لیکن اس میں بکرے کی تخصیص کرنا یا کالے بکرے کی تخصیص کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ جس قدر ہوسکے اور جیسے ہوسکے اپنی استطاعت کے مطابق صدقہ کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ روایات سے صرف یہی بات ثابت ہے کہ ''صدقات مصیبتوں اور بلاؤں کو دفع کرتے ہیں''۔ اب اس میں اپنی طرف سے اس قسم کی تخصیص کرنا جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے خود اپنے آپ کو تنگی میں مبتلا کرنے کے سوا کچھ نہیں ہے۔

لما في المشكوة (ص۱۶۴): عن اسماء رضی الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ انفقي ولا تحصي فيحصي الله عليک ولا توعي فيوعي الله عليک ارضخي ما استطعت.

وفيها ايضا (ص۱۶۸): عن انس قال قال رسول الله ﷺ ان الصدقة لتطفئ غضب الرب وتدفع ميتة السوء.

(۲۳۸) اجتماعی قرآن خوانی کی شرعی حیثیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اجتماعی قرآن خوانی ثابت ہے یا نہیں؟ اگر ثابت اور جائز ہو تو اس پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر قرآن خوانی گھر میں برکت کے لئے کی جائے تو اس وقت اجرت لینے کا کیا حکم ہے؟ تفصیل

سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......اہل ایمان کے حق میں قرآن کریم سراپا رحمت وبرکت ہے۔ اسلاف امت کی سوانح دیکھنے سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ حضرات تلاوت قرآن کریم کو اپنے لئے حرز جان بنا کر دنیا سے رخصت ہوئے مگر یہ بھی مسلم ہے کہ شریعت کے ہر عمل کا ایک دائرہ کار ہوتا ہے۔ اس دائرے اور حد شرعی سے تجاوز اس عمل مشروع میں بگاڑ پیدا کر دیتا ہے بلکہ بسا اوقات افراط کا یہ عمل اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ وہ کام بجائے عمل مشروع رہنے کے شریعت کے بالکل متصادم ایک بدعت کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

اس اعتبار سے صورت مسئولہ میں حق بات یہ ہے کہ تداعی، التزام، پرتکلف دعوت، اختلاط مردوزن اور مروجہ دوسرے مفاسد سے بچتے ہوئے صرف اپنے اہل واحباب تک محدود رکھتے ہوئے اجتماعی صورت میں بھی قرآن خوانی کی گنجائش ہے البتہ مروجہ رسمی قرآن خوانی کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں بلکہ یہ بہت سارے مفاسد سے مرکب بدعت ہے جس سے احتراز ضروری ہے۔ نیز قرأۃ قرآن پر کسی بھی صورت میں اجرت لینا ناجائز ہے۔

لمافي مسند احمد بن حنبل (۴/۴۴۶): عن عبدالرحمن بن شبل قال قال رسول الله ﷺ اقرؤا القرآن ولاتأكلوا به الى آخر الحديث.

وفي البزازية على هامش الهندية (۴/۸۱): واتخاذ الدعوة بقرأة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم اولقرأة سورة الانعام اوالاخلاص فالحاصل ان اتخاذ الطعام عند قرأة القرآن لاجل الاكل يكره.

وفي ردالمحتار (۶/۵۶): فالحاصل ان ماشاع في زماننا قرأة الاجزاء بالاجرة لايجوز لان فيه الامر بالقرأةواعطاء الثواب للآمر والقرأة لأجل المال فاذا لم يكن للقارئ ثواب لعدم النية الصحيحة فاين يصل الثواب الى المستاجر.

(۲۳۹) چالیس روز تک قبرستان جانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں جب کوئی مرجاتا ہے تو اس کے قریبی عزیزوں میں سے کوئی نہ کوئی چالیس روز تک قبر پر جا کر تلاوت کرتا ہے۔ کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......میت کے ایصال ثواب کے لئے گھر میں یا قبر پر تلاوت کرنے سے میت کو ثواب پہنچتا ہے اور قبر کی تنگی وغیرہ سے راحت ملتی ہے لیکن اس جائز کام یعنی تلاوت کے لئے اپنی طرف سے تعیین یا تخصیص جائز نہیں ہے کہ چالیس روز تک ہی جانے کو لازم سمجھے یا ہر جمعرات کو جانا لازم سمجھے۔ اگر اس طرح کا التزام پایا گیا تو یہ بدعت کے زمرے میں آئے گا البتہ بلا تعیین وتخصیص تلاوت جائز اور موجب ثواب ہے۔

لمافی المشکوۃ (ص۲۷): عن عائشة قالت قال رسول اللہ ﷺ من احدث فی امرنا ھذا مالیس منه فھو رد.

وفی الھندیة (۱/۱۶۶): قرأة القرآن عند القبور عند محمد رحمه اللہ تعالی لاتکرہ ومشایخنا اخذوا بقوله وھل ینتفع المختار انه ینتفع.

وفی ردالمحتار (۲/۵۷): ولوزارقبرصدیق اوقریب له وقرأ عنده شیئا من القرآن فھو حسن.

﴿کتاب الانبیاء﴾

(انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے متعلق سوالات)

(۲۴۰) کیا حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے قبول ہوئی؟

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر خطباء وغیرہ یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے قبول ہوئی۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ روایت صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً..... کتب تفسیر میں اصحاب تفسیر نے اس روایت کو بیان کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی دعا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے قبول ہوئی۔

لمافی روح المعانی (۲۳۷/۱): فتلقی آدم من ربه کلمات ....وعن ابن مسعود انها: سبحانک اللهم وبحمدک وتبارک اسمک ....وقیل: رأیٰ مکتوبا علی ساق العرش محمد رسول الله فتشفع به.

وفی روح البیان (۱۱۳/۱): وعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان آدم قال بحق محمد ان تغفرلی قال وکیف عرفت محمدا قال لماخلقتنی ونفخت فی الروح فتحت عینی فرأیت علی ساق العرش لااله الاالله محمد رسول الله فعلمت انه اکرم الخلق علیک حتی قرنت اسمه باسمک فقال نعم وغفرله بشفاعته.

(۲۴۱) حضرت آدمؑ کا دنیا میں بھیجنا خلافت کے طور پر تھا؟

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں سزا کے طور پر بھیجا گیا تھا یا خلافت کے طور پر؟ آپ کی توبہ زمین پر نازل ہونے سے پہلے تام ہو چکی تھی یا اترنے کے بعد تام ہوئی؟ قرآن واحادیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً..... حضرت آدم علیہ السلام کا دنیا میں تشریف لانا خلافت کے طور پر تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی پیدائش سے پہلے فرمایا کہ "واذقال ربک للملئکة انی جاعل فی الارض خلیفة" الایة (البقرة:۳۰)

اور حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ زمین پر اترنے سے پہلے تام ہو چکی تھی زمین پر اترنا رب تعالیٰ کی مشیت کے طور پر تھا جو پہلے سے طے تھا۔

لما فی احکام القران للقرطبی (۱/۳۲۱): لم یکن اخراج الله تعالی ادم من الجنة واهباطه منها عقوبة له لانه اهبطه بعد ان تاب علیه وقبل توبته ،وانما اهبطه اما تادیباً واما تغلیظاً للمحنة والصحیح فی اهباطه وسکناه فی الارض ماقد ظهر من الحکمة الازلیة فی ذلک……

وفی البحر المحیط (۱/۲۶۴): وامره بالهبوط الی الارض بعد ان تاب علیه……

وفی التفسیر المنیر (۱/۱۴۶): ……فعاتب الله ادم علی مخالفة امره والاکل من الشجرة فندم واستغفر الله وتاب فقبل توبته ولکنه امره وحواء بالخروج من الجنة والاستقرار فی الارض……

(۲۴۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں من گھڑت قصہ

سوال……کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر ہمارے ہاں مشہور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دو بیویاں تھیں ایک بیوی نے ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کوقسم دی کہ اگرآپ اپنے بیٹے کومحبت سے دیکھیں تو دوسری بیوی اوراس کے بیٹے کا گوشت کہیں سے کاٹیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس قسم کو پورا کرنے کے لئے حضرت ہاجرہ کے ناک اور کان چھیدے اورحضرت اسماعیل علیہ السلام کا ختنہ کرایا۔کیایہ قصہ صحیح ہے؟اگر صحیح ہےتو کس حدتک صحیح ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً……صورت مسئولہ میں مذکورہ واقعہ کا کہیں سے ثبوت نہیں ملا!البتہ یہ ملتاہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپناختنہ خود کیا تھا جس کے بعد سے ختنہ مسنون ومشروع ہوگیا۔اور ناک وکان چھدوانا عورتوں میں بطور زینت کے رائج ہے،قسم پوری کرنے کااس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

لمافی احکام القرآن للقرطبی (۲/۹۸): اجمع العلماء علی ان ابراهیم علیه السلام اول من اختتن.واختلف فی السن التی اختتن فیها ففی الموطا عن ابی هریرة موقوفا وهو ابن مائة وعشرین سنة وعاش بعد ذلک ثمانین سنة ومثل هذا لایکون رأیا.

وفی روح البیان (۱/۲۲۲): واماالختان ……… جمهور العلماء علی ان ذلک من مؤکدات السنن ومن فطرة الاسلام التی لایسع ترکها فی الرجال الاان یولد الصبی مختونا وقد ولد الانبیاء کلهم مختونین مسرورین ……… کرامة لهم الاابراهیم خلیل الله فانه ختن نفسه.

(۲۴۳) حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ کون تھیں؟

سوال……کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ہاجرہ کے بیٹے تھے ؟اورحضرت ہاجرہ شہزادی تھیں یاباندی؟عام طور پر کہا جاتا ہے کہ حضرت ہاجرہ باندی تھیں اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ

السلام ایک باندی کے بطن سے پیدا ہوئے کیا یوں کہنا انبیاء کے حق میں ان کی تعظیم کے منافی نہیں ہے؟ جیسا کہ باندی کا بچہ کہنا خلاف مروت بلکہ انتہائی معیوب سمجھا جاتا ہے، امید ہے کہ اس سلسلے میں آپ تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً..... صورت مسئولہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ ہی تھیں جو ایک ظالم بادشاہ کی باندی تھیں، اس نے حضرت سارہ کو ہدیہ کے طور پر دیا اور حضرت سارہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہدیہ کردیا، انہی کے بطن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ البتہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا حضرت ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عظمت وعزت کا معیار تقویٰ اور اخلاص کو بنایا ہے، جس بندے کے دل میں جس قدر اللہ تعالیٰ کا خوف ہوگا وہ اسی قدر زیادہ عظمت وعزت والا ہوگا اور یہ بات طے شدہ ہے کہ اپنے زمانے کے اعتبار سے انبیاء سے بڑھ کر کوئی متقی نہیں ہوسکتا لہٰذا انبیاء ہی سب سے عظیم اور شرافت والے ہونگے، حاصل یہ کہ یہ کوئی منافی عظمت بات نہیں ہے۔

لما في القرآن الكريم: يَآيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللهِ أَتْقٰكُمْ الاية (الحجرات:۱۳)

وفي البداية والنهاية (۱/۱۴۴): قالت سارة لابراهيم عليه السلام ان الرب قد احرمني الولد فادخل على امتي هذه لعل الله يرزقني منها ولدا فلما وهبتها له دخل بها ابراهيم عليه السلام فحين دخل بها حملت منه......

وفي المنتظم (۱/۱۵۴): قال ابن اسحاق وكانت هاجر جارية ذات هيئة فوهبتها سارة لابراهيم وقالت اني اراها وضيئة فخذها لعل الله ان يرزقك منها ولدا وكانت سارة قد منعت الولد فوقع عليها فولدت له اسماعيل۔

(۲۴۴) حضرت ایوب علیہ السلام کی آزمائش کی ایک صورت

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب حضرت ایوب علیہ السلام بیمار ہوئے تھے تو بعض لوگوں سے سنا ہے کہ ان کو اس حد تک خارش ہوگئی تھی کہ جسم مبارک میں کیڑے پیدا ہوگئے اور جسم کا گوشت گلنا شروع ہوگیا تھا۔ کیا یہ بات صحیح ہے اور کتب معتبرہ سے ثابت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً..... صورت مسئولہ میں انبیاء پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش کے طور پر مختلف حالات آتے رہتے ہیں البتہ کوئی حالت ایسی نہیں ہوتی کہ جس کی وجہ سے لوگ انبیاء سے متنفر ہوجائیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی آزمائش بھی مال اور اولاد کے ختم کرنے اور کسی درجے میں بیماری کے ساتھ ہوئی۔ اس کے علاوہ طرح طرح کی بیماریاں آپ کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ انبیاء کی شان میں گستاخی ہے جس سے اجتناب واجب ہے۔

لمافی روح المعانی (۲۳/۲۰۶): قال العلامة الآلوسی بعد ذکر اقوال عدیدة .... وکل هذه الاقوال عندی متضمنة مالایلیق بمنصب الانبیاء علیهم السلام. وذهب جمع الی ان النصب والعذاب لیسا ماکان له من المرض والالم اوالمرض وذهاب الاهل والمال بل امران عرضاله وهو مریض فاقد الاهل والمال.

وفی احکام القرآن للقرطبی (۲۱۰/۱۵): قال القرطبی بعد ذکر اقوال کثیرة متعلقة بمرض ایوب .... قال ابن العربی القاضی ابوبکر رضی اللّٰه عنه. ولم یصح عن ایوب فی امره الاما اخبرنا اللّٰه عنه فی کتابه آیتین :الاولی قوله تعالی وایوب اذنادی ربه انی مسنی الضر والثانیة فی صٓ انی مسنی الشیطٰن بنصب وعذاب. واماالنبی ﷺ فلم یصح عنه انه ذکره بحرف واحد الاقوله :بینا ایوب یغتسل اذخرّعلیه رجل من جراد ذهب الحدیث. واذلم یصح عنه فیه قرآن ولاسنة الاماذکرنا فمن الذی یوصل النامع الی ایوب خبره ، ام علی ای لسان سمعه ؟والاسرائیلیات مرفوضة عندالعلماء علی البتات. فاعرض عن سطورها بصرک، واصمم عن سماعها اذنیک ، فانها لاتعطی فکرک الاخیالا، ولاتزید فؤادک الاخبالا.

(۲۴۵) حضرت خضر، الیاس اور یونس علیہم السلام

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے یا ولی؟ انہیں انسانوں سے پیدا کیا گیا یا فرشتوں سے؟ اگر زندہ ہیں تو ان کے ٹھہرنے کی جگہ کہاں ہے؟ اسی طرح حضرت یونس علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام کے بارے میں بھی کچھ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً.....حضرت خضر علیہ السلام راجح قول کے مطابق نبی تھے اور انہیں انسانوں میں سے ہی پیدا کیا گیا۔ محققین محدثین اور اکثر مفسرین کے نزدیک ان کا انتقال ہوگیا ہے جبکہ صوفیاء کے نزدیک وہ زندہ ہیں۔

حضرت الیاس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے جنہیں بعلبک نامی بستی کی طرف مبعوث کیا گیا۔ اہل شہر بعل نامی بت کی پوجا کرتے تھے۔ آپ نے انہیں ایک اللہ کی طرف بلایا تو قوم ان کی مخالفت پر اتر آئی اور بادشاہ وقت نے آپ کے قتل کا حکم دے دیا۔ آپ آبادی سے نکل کر ایک غار میں چلے گئے ،بعد میں اس بادشاہ کا انتقال ہوگیا۔ آپ دس سال کے بعد تشریف لائے ، دوسرے بادشاہ کو دعوت دی تو وہ اور قوم مسلمان ہوگئی۔

اور حضرت یونس علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے نبی تھے جنہیں موصل کی بستی نینویٰ کی طرف بھیجا گیا آپ نے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی لیکن یہ لوگ اپنے کفر پر ڈٹے رہے۔ آپ ان سے عذاب الٰہی کا وعدہ کر کے تشریف لے گئے ، بعد میں جب قوم پر

عذاب کی علامات ظاہر ہونے لگیں تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سچی توبہ کی، اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کو قبول کر لیا۔

لما في احكام القرآن للقرطبي (۱۱/۱٦): تحت آية فوجدا عبدا من عبادنا الاية ....والخضر نبي عند الجمهور وقيل هو عبد صالح غير نبي والآية تشهد بنبوته لان بواطن افعاله لاتكون الابوحي وايضا فان الانسان لايتعلم ولايتبع الامن فوقه وليس يجوز ان يكون فوق النبي ليس بنبي. وقيل كان ملكا امر الله............والاول صحيح.

وفي تفسير ابن كثير (۳/۹۴): وذكر ابن قتيبة في المعارف ان اسم الخضر بليا بن ملكان .... قالوا :وكان يكنى اباالعباس ويلقب بالخضر وكان من ابناء الملوك ذكره النووي في تهذيب الاسماء وحكى هو وغيره في كونه باقيا الى الآن ثم الى يوم القيمة قولين ومال هو وابن الصلاح الى بقائه وذكروا في ذلك حكايات وآثارا عن السلف وغيرهم وجاء ذكره في بعض الروايات ولايصح شئ من ذلك واشهرها حديث التعزية واسناده ضعيف ورجح آخرون من المحدثين وغيرهم خلاف ذلك واحتجوا بقوله تعالى وماجعلنا بشر من قبلك الخلد وبقول النبي ﷺ يوم بدر اللهم ان تهلك هذه العصابة لاتعبد في الارض وبانه لم ينقل انه جاء رسول الله ﷺ ولاحضر عنده ولاقاتل معه ولوكان حيا لكان من اتباع النبي ﷺ واصحابه لانه عليه السلام كان مبعوثا الى جميع الثقلين.

وفي البداية والنهاية (۱/۲۱۷): قال اهل التفسير بعث الله يونس عليه السلام الى اهل نينوىٰ من ارض الموصل فدعاهم الى الله عزوجل فكذبوه وتمردوا على كفرهم وعنادهم فلماطال ذلك عليه من امرهم خرج من بين اظهرهم ووعدهم حلول العذاب بهم بعد ثلاث ....قال ابن مسعود ومجاهد وسعيد بن جبير و قتادة وغير واحد من السلف والخلف فلماخرج من بين ظهرانيهم وتحققوا نزول العذاب بهم قذف الله في قلوبهم التوبة والانابة وندموا على ماكان منهم الى نبيهم.

وفيها ايضا (۱/۳۱۴):الياس بن العاذر بن العيزار بن هارون بن عمران قالوا وكان ارساله الى اهل بعلبك غربي دمشق فدعاهم الى الله عزوجل ان يتركوا عبادة صنم لهم كانوا يسمونه بعلا وقيل كانت امرأة اسمها بعل والاول اصح ....فكذبوه وخالفوه وارادوا قتله فيقال انه هرب منهم واختفى عنهم ....عن كعب الاحبار انه قال ان الياس اختفى من ملك قومه في الغار الذى تحت الدم عشر سنين حتي اهلك الله الملك وولى غيره فاتاه الياس فعرض عليه الاسلام فاسلم واسلم من قومه خلق عظيم غير عشرة آلاف منهم فامر بهم فقتلوا عن آخرهم.

(۲۴۶) کیا حضرت یوسف علیہ السلام کا خوبصورت ہونا ثابت ہے؟

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مولوی صاحب درس دے رہے تھے۔ دوران درس انہوں نے کہا کہ کہیں قرآن وحدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت یوسف علیہ السلام خوبصورت تھے۔ کیا یہ بات درست ہے؟ اگر یہ بات درست ہے تو آج تک ہم نے جو حسن کے چرچے سنے تھے ان کی کیا حیثیت ہے اور وہ کہاں سے ثابت ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... حضرت یوسف علیہ السلام کا خوبصورت ہونا نصوص صریحہ سے ثابت ہے اور جو شخص یوں کہے کہ آپ کا خوبصورت ہونا ثابت نہیں یہ جملہ اس کی لاعلمی پر دلالت کرتا ہے۔

لقوله تعالى (يوسف : ۳۱): فلما رأينه اكبرنه وقطعن ايديهن وقلن حاش لله ماهذابشرا ط ان هذا الاملك كريمO

وفي تفسير ابن عباس (صـ۲۵۰): وقطعن ايديهن بالسكين من الدهشة والتحيرممارأين من حسن يوسف.

وفي روح المعاني (۲۲۹/۱۲): فلمارأينه اكبرنه اي اعظمنه ودهشن برؤية جماله الفائق الرائع الرائق فان فضل جماله على جمال كل جميل كان كفضل القمر ليلة البدر على سائر الكواكب .... واخرج ابن جرير وغيره عن ابى سعيد الخدرى عن النبى ﷺ انه قال رأيت يوسف ليلة المعراج كالقمر ليلة البدر.

وفي المشكوة (صـ۵۲۸): عن انس ﷺ ان رسول الله ﷺ قال اتيت البراق وذكر قصة المعراج وفيه فاذا انا بيوسف اذا هو قد اعطى شطر الحسن.

(۲۴۷) حضرت یوسف علیہ السلام کا زلیخا سے نکاح اور آپ کی اولاد

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان وعظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا زلیخا سے نکاح ہوا تھا اور آپ کی زلیخا سے اولاد بھی پیدا ہوئی تھی یا نہیں؟ تفصیل سے بیان کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ...... کتب تفسیر وتاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ زلیخا کے شوہر کے انتقال کے بعد زلیخا کا نکاح حضرت یوسف علیہ السلام سے ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو زلیخا سے دو بیٹے بھی عنایت فرمائے۔

لمافي البحر المحيط (۲۹۱/۶): وفوض الملك اليه امره وعزل قطفير ثم مات بعد فزوجه الملك امرأته فلما دخل عليها قال اليس هذا خيرا مماطلبت ؟ فوجد ها عذراء لان العزيز كان

لایطأ فولدت له ولدین :افراثیم ومنشا.

وفی احکام القرآن للقرطبی (۹/۲۱۳): قال ابن زید کان لفرعون ملک مصر خزائن کثیرة غیر الطعام ،فسلم سلطانه کله الیه وهلک قطفیر تلک اللیالی فزوج الملک یوسف راعیل امرأة العزیز فلما دخل علیها قال الیس هذا خیر مما کنت تریدین ؟

وفی البدایة والنهایة (۱/۱۹۶): وحکی الثعلبی انه عزل قطفیر عن وظیفته وولاها یوسف.وقیل انه لمامات زوجه امرأته زلیخا فوجدها عذراء ....فولدت لیوسف علیه السلام رجلین وهما افراثیم ومنشا.

(۲۴۸) کیا حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں؟ کیا حضرت خضر اور الیاس علیہما السلام حیات ہیں؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں یا نہیں؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ وہ زندہ ہیں یا نہیں؟ اسی طرح حضرت الیاس علیہ السلام زندہ ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......معتمد قول کے مطابق حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں اور صوفیہ کے نزدیک زندہ ہیں اسی طرح حضرت الیاس علیہ السلام بھی زندہ ہیں۔

لمافی تفسیر القرطبی (۱۱/۱۶): والخضر نبی عند الجمهور وقیل هو عبد صالح غیر نبی والایة تشهد بنبوته ،لان بواطن افعاله لا تکون الابوحی وایضا فان الانسان لایتعلم ولایتبع الا من فوقه ولیس یجوز ان یکون فوق النبی من لیس بنبی وقیل کان ملکا امرالله موسی ان یاخذعنه مما حمله من علم الباطن والاول الصحیح والله اعلم.

وفی تفسیر روح المعانی (۱۵/۳۲۸): ابقی الله تعالی بعد وفاته علیه السلام من الرسل الاحیاء باجساد هم فی هذه الدار اربعة ادریس والیاس وعیسی والخضر علیهم السلام والثلاثة الاول متفق علیهم والاخیر مختلف فیه عند غیرنا لاعندنا.

وفی مرقات المفاتیح (۱۱/۱۸): قال النوویؒ جمهور العلماء علی انه حی موجود بین اظهرنا سیما عند الصوفیة .....قال الحمیری المفسر وابو عمرو هو نبی.....اذلا یصح لاحد من الاولیاء ان یقتل نفسا زاکیة بغیر نفس اعتمادا علی الوحی الالهامی بانه طبع کافرا ...... وفی الجامع الصغیر روی الحارث عن انس الخضر فی البحر والیاس فی البر یجتمعان کل لیلة عند الروم الذی بناه ذوالقرنین .....وفی الفتاوی الحدیثیة رواه ابن عدی فی الکامل ان الیاس والخضر علیهما الصلوة

والسلام یلتقیان فی کل عام بالموسم.

(۲۴۹) قبض روح کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تھپڑ مارنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب حضرت عزرائیل علیہ السلام روح قبض کرنے کے لئے تشریف لائے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو پتھر مارا جس سے ان کی آنکھ ضائع ہوگئی۔ کیا یہ واقعہ درست ہے؟ بعض لوگ اس پر اعتراضات کرتے ہیں، کیا یہ واقعہ کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں قبض روح کے لئے آنے والے فرشتے کو حضرت موسی علیہ السلام کا تھپڑ مارنا احادیث سے ثابت ہے جو بالکل صحیح ہیں لہٰذا اس پر عقلی اعتبار سے اعتراضات کرنا صحیح نہیں ہے البتہ پتھر مارنا ثابت نہیں ہے جیسا کہ سوال میں ذکر کیا گیا ہے۔

لما فی الصحیح للبخاری (۱/۴۸۴): عن ابی ھریرۃ قال ارسل ملک الموت الی موسیٰ فلما جاءہ صکہ فرجع الی ربہ فقال ارسلتنی الی عبد لا یرید الموت قال ارجع الیہ فقل لہ یضع یدہ علی متن ثور فلہ بما غطت یدہ بکل شعرۃ سنۃ قال ای رب ثم ماذا قال ثم الموت قال فالأن قال فسال اللہ عزوجل ان یدنیہ من الارض المقدسۃ رمیۃ بحجر......الی آخر الحدیث.

(۲۵۰) حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کے درمیان پیغمبروں کی تعداد

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے درمیان کتنے پیغمبر گزرے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... حضرت موسی علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان چار ہزار (۴۰۰۰) پیغمبر گزرے ہیں جبکہ بعض حضرات کے نزدیک ستر ہزار گزرے ہیں۔

لمافی تفسیر روح المعانی (۱/۳۱۶):-'ولقد آتینا موسی الکتاب 'شروع فی بیان بعض اخر...... "ثم ارسلنا رسلنا تتری" وکانوا الی زمن عیسی علیہ السلام اربعۃ آلاف وقیل سبعین الفا وکلھم علی شریعتہ علیہ السلام.

وفی روح البیان (۱/۱۷۷): وما بین موسی وعیسی اربعۃ آلاف نبی وقیل سبعون الف نبی.

وفی حاشیۃ الصاوی علی الجلالین (۱/۴۳): وعدۃ الانبیاء والرسل الذی بین موسی وعیسی سبعون الفا وقیل اربعۃ آلاف.

(۲۵۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے پیروکار نے شہید کر دیا تھا یا زندہ آسمان پر اٹھائے گئے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ انہیں ان کے متبعین نے شہید کر دیا تھا کیسا ہے؟ اور وہ شہید ہونے کی بناء پر زندہ ہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں یہ عقیدہ رکھنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے متبعین نے شہید کیا ہے اور وہ شہید ہونے کی بناء پر زندہ ہیں، سراسر غلط اور قرآن وسنت کی صراحت کے خلاف ہے، بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح مع الجسد آسمانوں پر زندہ اٹھایا گیا ان کا دوبارہ نزول قرب قیامت کے وقت ہوگا اس کے بعد ان کو موت آئے گی۔

لما فی القرآن الکریم: وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَاصَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ الایة (النساء:۱۵۷)

وفیها ایضاً: إِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰىٓ إِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الایة (ال عمران:۵۵)

وفی التفسیر المنیر (۳/۲۴۰): وللمفسرین رأیان فی تأویل هذه الأیة، ان فی الایة تقدیما وتاخیرا والتقدیر انی رافعک الی ومطهرک من الذین کفروا ومتوفیک بعد ان تنزل من السماء ای انه رفعه الی السماء حیا بجسمه وروحه وسینزل فی آخر الزمان فیحکم بشریعة الاسلام ثم یمیته الله وهذاما دلت علیه الاحادیث النبویةالصحیحة......

وفی الجامع لاحکام القرآن للقرطبی (۲/۱۰۰): والصحیح ان الله تعالی رفعه الی السماء من غیر وفاة ولانوم کماقال الحسن وابن زید وهو اختیار الطبری وهوالصحیح عن ابن عباس وقاله الضحاک......

وفی الصحیح لمسلم (۱/۸۷): عن ابی هریرة رضی الله عنه انه قال قال رسول الله ﷺ والله لینزلن ابن مریم حکما عادلاً فلیکسرن الصلیب ولیقتلن الخنزیر ولیضعن الجزیة ولیترکن القلاص ...... الحدیث

وفی فتح الملهم (۲/۲۸۵): وقال الحافظ ابن حجر فی الفتح قال العلماء الحکمة فی نزول عیسیٰ علیه السلام دون غیره من الانبیاء الرد علی الیهود فی زعمهم انهم قتلوه ،فبین الله تعالی کذبهم وانه الذی یقتلهم او نزوله لدنو اجله لیدفن فی الارض......

(۲۵۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانے کی وجہ

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مرزائی الزاماً یہ سوال کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو

آسمان پر کیوں اٹھایا گیا؟ وہ وہاں کیا کر رہے ہیں، کیا کھاتے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔ آپ ان سوالات کے تسلی بخش جوابات عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانے کی حکمت کو اللہ تعالیٰ نے بیان کرتے ہوئے فرمایا ﴿بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزا حكيما ۝﴾ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمان پر اٹھالیا اور اس کی حکمتیں وہ خود بہتر طور پر جانتے ہیں۔ اس لئے ہمیں اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کیوں اٹھایا۔ وہ قادر مطلق ہیں اور اپنے کاموں کو بہتر طریقے سے جانتے ہیں۔ نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام انسانوں کی طرح کھاتے پیتے نہیں ہیں۔

لمافی روح المعانی (۱۲/۶): قال قتادة: رفع الله تعالى عيسى عليه السلام اليه فكساه الريش والبسه النور وقطع عنه لذة المطعم والمشرب فطار مع الملائكة فهو معهم حول العرش فصار انسيا ملكيا سماويا ارضيا.

وفی روح البيان (۴۲/۳): (انی متوفيك) عن الصفات النفسانية والاوصاف الحيوانية (ورافعك الى) بجذبات العناية فمن لم يصر فانيا عما سوى الله تعالى لايكون له وصول الى مقام معرفة الله فعيسى لمارفع الى السماء صارت له حالة كحالة الملائكة فى زوال الشهوات والغضب والاخلاق الذميمة.

(۲۵۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ایک سوال کا جواب

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن میں مذکور ہے ﴿واوصانی بالصلاة والزكاة الاية﴾ اور یہ بات نص قطعی سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ حالت میں موجود ہیں۔ اب وہ زکاۃ کس طرح ادا کرتے ہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے متعلق سوال کرنے سے پہلے اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ سوال میں کسی بھی طرح سے کوئی ایسی بات نہ ہو جو انبیاء کی شان کے خلاف ہو۔

سوال کا جواب یہ ہے کہ صرف زندہ رہنا وجوب زکوۃ کی شرط نہیں ہے بلکہ اس کے لئے دوسری شرائط بھی ہیں جن کا پایا جانا ضروری ہے مثلاً نصاب کا مالک ہونا، حولان حول (سال کا گزرنا) پایا جانا اور سب سے بڑھ کر مکلّف ہونا۔ اب نصوص قطعیہ سے آپ کا آسمان پر اٹھایا جانا ثابت ہے اور کہیں آپ کے مال ومتاع کو ساتھ اٹھانے کا ذکر نہیں ملتا اور جس عالم میں آپ زندہ ہیں وہ دار العمل یا دار التکلیف نہیں ہے۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق یہ سوال بالکل لغو اور بے محل ہے۔

لمافی قوله تعالى (النساء: ۱۵۷): وقولهم انا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول الله ۚ وماقتلوه

وماصلبوه ولكن شبه لهم ط وان الذين اختلفوا فيه لفى شك منه ط مالهم به من علم الااتباع الظن ج وماقتلوه يقيناo لا بل رفعه الله اليه ط وكان الله عزيزاً حكيماً o

وفى قوله تعالى (مريم: ٣١): واوصانى بالصلاة والزكوة مادمت حيا o لا

وفى روح المعانى (١٦/٨٠): وانت تعلم ان الظاهر المتبادر من المدة المذكورة مدة كونه عليه السلام حيا فى الدنيا على ماهو المتعارف وذلك لايشمل مدة كونه عليه السلام فى السماء.

وفى احكام القرآن للقرطبى (١١/١٠٣): قال العلامة القرطبى تحت آية " واوصانى بالصلوة والزكوة مادمت حيا"..........اى لاؤديهما اذا ادرك التكليف وامكننى اداء هما على القول الاخير الصحيح.

(۲۵۴) کتنے انبیاء زندہ ہیں؟

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کون کون سے انبیاء کرام زندہ ہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً ......حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات تو نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اس کے علاوہ حضرت الیاس، ادریس علیہما السلام زندہ ہیں۔ جبکہ حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے کہ وہ زندہ ہیں یا نہیں؟ اس موضوع پر کافی کلام کیا گیا ہے لہٰذا بہتر معلوم ہوتا ہے کہ حیات اور ممات کے بارے میں سکوت اختیار کیا جائے اور اپنی طرف سے کسی نبی کی طرف حیات وممات کو منسوب نہ کیا جائے۔

لمافى قوله تعالى (النساء :١٥٧) : وقولهم انا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول الله ج وماقتلوه وماصلبوه ولكن شبه لهم ط وان الذين اختلفوا فيه لفى شك منه ط مالهم به من علم الااتباع الظن ج وماقتلوه يقيناo لا بل رفعه الله اليه ط وكان الله عزيزا حكيما o

وفى احكام القرآن للقرطبى (١٥/١١٥): قال بعضهم :كان قدمرض واجس الموت فبكى ....ياالياس وعزتى لاؤخرنك الى وقت لايذكرنى فيه ذاكر يعنى يوم القيامة وقال عبدالعزيز بن ابى رواد ان الياس والخضر عليهما السلام يصومان شهر رمضان فى كل عام ببيت المقدس يلاقيان الموسم فى كل عام.

وفى تفسير روح المعانى (١٥/٣٢٨): أبقى الله تعالى بعد وفاته عليه السلام من الرسل الاحياء باجساد هم فى هذه الدار اربعة ادريس والياس وعيسى والخضر عليهم السلام والثلاثة الاول متفق

علیهم والأخیر مختلف فیه عند غیرنا لاعندنا.

(۲۵۵) تحقیق عصمت انبیاء

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ انبیاء گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں اس سے کیا مراد ہے؟ کیا صغیرہ اور کبیرہ دونوں قسم کے گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں؟ اور یہ عصمت نبوت ملنے سے پہلے بھی ہوتی ہے یا نبوت کے بعد؟ نیز حضرت آدم علیہ السلام کے جسم میں روح ڈالتے ہی نبوت مل گئی تھی یا پھر زمین پر آنے کے بعد ملی تھی اگر جسم میں روح ڈالتے ہی مل گئی تھی تو جنت میں جس درخت سے منع کیا گیا اس کا کھانا گناہ کبیرہ تھا یا صغیرہ؟ نیز بعض لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ نبی نہیں تھے کیا یہ بات صحیح ہے؟ اگر صحیح نہیں تو پھر اس بات کے کہنے والوں کا کیا حکم ہے؟ براہ کرم مفصل انداز میں جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... انبیاء کرام راجح قول کے مطابق نبوت ملنے سے پہلے اور نبوت ملنے کے بعد صغائر اور کبائر دونوں سے معصوم ہوتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو نبوت زمین پر آنے کے بعد ملی ہے آپ کی نبوت کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ رہی یہ بات کہ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام نے اس درخت سے تناول فرمایا جس سے منع کیا گیا تھا۔ تو درحقیقت یہ نہ ہی صغیرہ گناہ ہے اور نہ کبیرہ بلکہ یہ محض لغزش تھی، جو نسیان یا غلط فہمی کی بنیاد پر صادر ہوئی تھی اور ''حسنات الابرار سیأت المقربین'' (نیکوکار کی نیکیاں مقربین کے گناہوں کے برابر ہیں) کے قاعدے پر سرزنش کی گئی۔

لمافی فیض الباری(۲/۱۱): وقد علمت سابقا ان الاشاعرة جوزوالصغائر قبل البعثة ونفاها الماتریدیة وقالوا بالعصمة قبلها وبعدها.

وفی النبراس(ص۴۵۴): المذکور فی کلام الشارح هو مذهب عامة المتکلمین وخالفهم جمهور جمع من العلماء فذهبوا الی العصمة عن الصغائر والکبائر قبل الوحی وبعده وهو مختار ابی المنتهی شارح الفقه الاکبر والشیخ عبدالحق المحدث الدهلوی ...... وقال الإمام الشیخ ابو منصور الماتریدی الانبیاء احق بالعصمة من الملائکة لان الامم مامورون بالاتباع للانبیاء لا الملائکة واختار القاضی عیاض عصمتهم بعد الوحی عن کل صغیرة وکبیرة ونسبه الی طائفة من المحققین وقال وقد اختلف فی عصمتهم قبل النبوة والصحیح انشاء الله تعالیٰ تنزیههم من کل عیب ...... (ص۴۵۷) وما کان بطریق التواتر فمصروف عن الظاهر کقول ابراهیم علیه السلام مشیرا الی الکواکب هذا ربی وتاویله ان همزة الاستفهام محذوفة والمعنی اهذا ربی بزعمکم......''ان امکن'' الصرف عن الظاهر ''والا'' ای وان لم یکن ''فمحمول علی ترک الاولی'' نحو عصی ادم

ربه فغوی ...... وقال غیر واحد من الائمه سمی الله ترک الاولی منهم عصیانا لعظم منزلتهم کماقیل حسنات الابرار سیأت المقربین واستغفار الانبیآء من ترک الاولی هضما لنفوسهم والافلیس من الذنب ولاعقاب علیه اوکونه قبل البعثة کما قیل فی اکل آدم علیه السلام الشجرة وکما قیل فی اخوة یوسف علیه السلام علی تقدیر انهم انبیآء لکن بعض العلماء صحح انهم لیسوا بانبیآء.

وفی شرح الفقه الاکبر(صـ ۵٦): والانبیاء علیهم الصلاة والسلام کلهم ای جمیعهم الشامل لرسلهم ومشاهیرهم وغیرهم اولهم آدم علیه الصلاة والسلام علی ما ثبت بالکتاب والسنة واجماع الامة فما نقل عن بعض من انکار نبوته یکون کفرا...... منزهون ان معصومون عن الصغائر والکبائر ای من جمیع المعاصی والکفر خص لانه اکبر الکبائر......(صـ۵۷) ثم هذه العصمة ثابتة للانبیآء قبل النبوة وبعدها علی الاصح .... وقد کانت منهم ای من بعض الانبیآء قبل ظهور مراتب النبوة او بعد ثبوت مناقب الرسالة زلات ای تقصیرات وخطیئات ای عثرات بالنسبة الی مالهم من علی المقامات وسنی الحالات کما وقع لآدم علیه الصلوة والسلام فی اکله من الشجرة علی وجه النسیان اوترک العزیمة واختیار الرخصة ظناً منه ان المراد بالشجرة المنهیة المشار الیه بقوله تعالیٰ ولا تقربا هذه الشجرة هی الشخصیة لا الجنسیة فاکل من الجنس لامن الشخص بناء علی الحکمة الالهیة لیظهر ضعف قدرة البشریة وقوة اقتضاء مغفرة الربوبیة.

(۲۵٦) مہاتما بدھ اور گرونانک انبیاء میں سے تھے

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض حضرات ''لکل قوم هاد ''الآیۃ سے استدلال کرتے ہوئے مہاتما بدھ اور گرونانک کو نبی سمجھتے ہیں، کیا یہ بات صحیح ہے؟ قرآن وحدیث میں اس کا کوئی ثبوت موجود ہے کہ یا نہیں اگر ہو تفصیلاً ذکر کردیں اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کرام کی دو رائیں ہیں ایک یہ ''ہاد'' سے مراد خود باری تعالیٰ کی ذات گرامی ہے اگر یہ تفسیر مراد ہوتو پھر یہ سوال سرے سے ختم ہو جاتا ہے اور اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ'' آپ ڈرانے والے ہیں کہ قوم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں ہدایت سے سرفراز فرماتے ہیں'' اور دوسری رائے یہ ہے کہ یہاں ''ہاد'' سے مراد صرف انبیاء کرام کی ذات گرامی ہی نہیں بلکہ انبیاء کے ساتھ ساتھ ان کے قاصدین بھی شامل ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کوئی خطہ اللہ کی دعوت دینے والوں سے خالی نہیں رہا اس سے مراد صرف انبیاء نہیں بلکہ انبیاء کی طرف سے ان کے متبعین بھی ہو سکتے ہیں جو انبیاء کی دعوت کو لے کر دور دراز علاقوں تک پھیل گئے، لہٰذا اس آیت سے یہ استدلال کرنا کہ ہندوستان میں کوئی نہ کوئی نبی

ضرور پیدا ہوا ہوگا اور جب کسی اور کے آثار نہیں ملتے تو مہاتما بدھ اور گرونانک ہی کے بارے میں کہہ دیا جاتا ہے کہ یہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی تھے البتہ ان کے متبعین بعد میں گمراہی میں مبتلا ہوگئے اس وجہ سے ان کی اتباع کرنے والے بت پرست یا دوسرے شرکیہ کاموں مبتلا ہوگئے، بلا دلیل ہے، خاص طور پر مذہب کی کتابوں میں ان کے نام انبیاء کی فہرست میں موجود نہیں ہیں للہذا ہم ان کے بارے میں یقینی طور کچھ نہیں کہہ سکتے کہ یہ انبیاء میں سے تھے یا نہیں، اور مزید یہ کہ ہمیں اس فیصلے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جن انبیاء کا اللہ تعالیٰ نے خود ذکر کیا ان پر ایمان لانا ضروری ہے اور جن کا نام نہیں لیا اس میں ہم صرف اس کے مکلف ہیں کہ اجمالی ایمان لائیں کہ اس کے علاوہ جتنے بھی انبیاء تھے ہم ان سب پر ایمان لاتے ہیں اس میں مہاتما بدھ یا گرونانک کی صراحت کی ضرورت ہی نہیں۔

لما فی قوله تعالیٰ: ويقول الذين كفروا لولا انزل عليه آية من ربه انما انت منذر ولكل قوم هاد ○ (الرعد)

وفي التفسير الوسيط (٦/٣): ولكل قوم هاد اى نبى وداع الى الله يدعوهم بما يعطى من الايات لا بما يريدون ويتحكمون وهذا قول ابن عباس ومجاهد وقتادة وقال سعيد بن جبير وعطية والضحاک الهادى هو الله عزوجل والمعنى انت منذر تنذر والله هادى كل قوم يهدى من يشاء.

وفي التفسير القرطبي (٢٨٥/٥): (انما انت منذر) اى معلم (ولكل قوم هاد) اى نبى يدعوهم الى الله وقيل الهادى الله اى عليک الانذار والله هادى كل قوم ان اراد هدايتهم.

وفي التفسير المنير (١١٥/١٣): لكل قوم هاد اى نبى يدعوهم الى الله وقيل الهادى الله اى عليک الانذار والله هادى كل قوم ان اراد هدايتهم.

(۲۵۷) امتیوں کا نبی کریم ﷺ کیلئے دعا مانگنا عصمت رسول ﷺ کے منافی نہیں

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے ساتھ ایک عیسائی لڑکا پڑھتا ہے گزشتہ دنوں اس نے مجھ سے سوال کیا کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ ہمارے پیغمبر ﷺ تمام گناہوں سے معصوم اور تمام مخلوقات سے افضل و برتر ہیں اگر یہی بات ہے تو آپ سارے مسلمان ہر نماز میں اور ہر دعا میں ان کے لئے دعا کیوں مانگتے ہو؟ میرے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہ تھا، براہ کرم آپ اس سوال کا ایسا جواب لکھ دیں کہ میں خود بھی مطمئن ہو جاؤں اور اسے بھی مطمئن کر سکوں؟ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمام گناہوں سے پاک اور تمام مخلوقات سے افضل ہیں باقی رہا یہ معاملہ کہ پھر آپ کیلئے اتنا زیادہ دعا کا اہتمام کیوں کیا جاتا ہے، تو یہ دعا کا اہتمام آپ کی عظمت کے منافی نہیں کیونکہ

اول: یہ دعا آپ کے درجات کی بلندی کے لئے کی جاتی ہے گناہوں سے معافی کے لئے نہیں کی جاتی۔

دوم: امت کو تعلیم دینا مقصود ہے کہ بندہ کتنا ہی زیادہ اللہ تعالیٰ کا مقرب کیوں نہ ہو پھر بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں تضرع اور اپنی عاجزی وانکساری کا اظہار ضروری ہے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ "تعرف الاشیاء باضدادھا" یعنی اشیاء اپنی اضداد سے پہچانی جاتی ہیں تو رب کے انتہائی مقربین کا بھی اس کے سامنے عاجزی وانکساری کا اظہار یہ رب کی قدرت کاملہ اور اس کی عظمت کی غمازی کرتا ہے، اور مقربین کو عموماً اور مذنبین کو خصوصاً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع پر آمادہ کرتا ہے۔

سوم: رسول اللہ ﷺ کے حق میں دعا درحقیقت اپنے حق میں دعا ہے کہ جب دعا میں آپ ﷺ کو شامل کرلیا جائے تو اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرماتے ہیں اس کے ساتھ بندے کی اپنی دعا بھی قبول ہوجائے گی۔

لما فی قوله تعالی : لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ. الاية (الفتح : ۱)

وفی روح البیان (۹/صـ۸): قوله تعالی "ماتقدم من ذنبک وما تأخر"......قال اهل الکلام ان الانبیاء معصومون من الکفر قبل الوحی وبعده باجماع العلماء ومن سائر الکبائر عمداً بعد الوحی واما سهوا فجوزه الاکثرون واما الصغائر فتجوز عمدا عندالجمهور وسهوا بالاتفاق.

وفی الفتوحات الربانیة للنووی (۶/۲۱۸): روینا فی کتابی ابن ماجة وابن سنی عن حذیفة رضی الله عنه قال شکوت الی رسول الله ﷺ ......انی لأستغفر الله عزوجل کل یوم مائة مرة.

قوله "انی لأستغفر الله عزوجل فی الیوم مائة مرة" ای لامتی او لتقصیری فی عبادتی اولغفلتی عن حقیقتی او لقناعتی بمرتبتی فی الحال وعدم الاستزاده فی العلم وقرب المتعال.

...... وفی الفتح للحافظ أجوبة ......ومحصل جوابه ان الاستغفار من التقصیر من اداء الحق الذی یجب لله تعالی......ومنها ان استغفاره تشریع لامته وقال الغزالیؒ کان ﷺ دائم الترقی فاذا ارتقی الی حال رأی ما قبلها ذنباً فاستغفر من الحال السابقة ...... الحث والحض لانه اذا کان المصطفی ﷺ مع تنزهه عن کل وصف دنی وتحلیه بکل نعت سنی یکثر من الاستغفار لعظم ثمرته وشرف نتیجته فمن ابتلی بالنقص اولی بملازمته کالصابون لدرنه.

وفی روح البیان (۷/۲۲۴): وأیضاً فیها مزید القربات وذلک لان بالصلوات تزید مرتبة النبی ﷺ فتزید مرتبة الامة لان مرتبة التابع تابعة بمرتبة المتبوع ......وأیضاً فیها اثبات المحبة ومن احب شیئاً اکثر ذکره.

(۲۵۸) انبیاء علیہم السلام کے خون اور فضلات کی طہارت

سوال......انبیاء علیہم السلام کا خون اور فضلات وغیرہ بھی پاک ہوتے ہیں؟ میں نے سنا ہے ایک صاحب سے کیا یہ بات صحیح ہے؟ براہ کرم

قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی تمام انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا خون اور فضلات وغیرہ پاک ہیں آپ نے جوسنا وہ صحیح ہے۔

لما فی المستدرک للحاکم(۶۳۸/۳):عامر بن عبدالله بن الزبير يحدث ان اباه حدثه انه اتى النبى صلى الله عليه وسلم وهو يحتجم فلما فرغ قال: "يا عبدالله اذهب بهذا الدم فاهرقه حيث لا يراک احد" فلما برزت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم عمدت الى الدم فحسوت، فلما رجعت الى النبى صلى الله عليه وسلم قال: "ما صنعت يا عبدالله" قال جعلته فى مكان ظننت انه خاف على الناس، قال: "لعلک شربته"؟ قلت:نعم، قال: ومن امرک ان تشرب الدم ويل لک من الناس ويل للناس منک.

وفى عمدة القارى (۳۵/۳): وقال بعض شراح البخارى فى بزله ودمه وجهان الاليق الطهارة...... وقد وردت احاديث كثيرة ان جماعة شربوا دم النبى عليه الصلاة والسلام رواه البزاز والطبرانى والحاكم والبيهقى وابو نعيم فى الحلية ويروى عن على، رضى الله تعالىٰ عنه انه شرب دم النبى عليه الصلاة والسلام وروى ايضا ان ام ايمن شربت بول النبى صلى الله عليه وسلم رواه الحاكم والدار قطنى والطبرانى...... قال بعضهم الحق ان حكم النبى عليه الصلاة والسلام كحكم جميع المكلفين فى الاحكام التكليفية الافيما يخص بدليل قلت يلزم من هذا ان يكون الناس مساويين للنبى عليه الصلاة والسلام لايقول بذالک الا جاهل غنى واين مرتبته من مراتب الناس ......وانا اعتقد انه لا يقاس عليه غيره وان قالو غير ذالک فاذنى عنه صماء.

وفى مرقاة المفاتيح(۱۰/۲): ثم اختار كثيرون من اصحابنا طهارة فضلاته عليه الصلاة والسلام.

وفى الشامية (۳۱۸/۱): صحح بعض ائمة الشافعية طهارة بوله صلى الله عليه وسلم وسائر فضلاته وبه قال ابو حنيفة كما نقله فى المواهب اللدنية عن شرح البخارى للعينى وصرح به البيرى فى شرح الاشباه وقال الحافظ ابن حجر: تظافرت الادلة على ذالک، وعد الائمة ذالک من خصائصه صلى الله عليه وسلم ونقل بعضهم عن شرح المشكوة لملا على القارى انه اختاره كثير من اصحابنا واطال فى تحقيقه فى شرحه على الشمايل فى باب ماجاء فى تعطره عليه الصلاة والسلام اھ.

(۲۵۹) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات (بول وبراز) بطور دوا استعمال کرنے کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات یعنی بول وبراز کے

بارے میں کیا اس کا استعمال کرنا قصداً شفاء کیلئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس سوال کی کوئی ضرورت نہیں باوجود اس بات کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات اکثر کے نزدیک پاک ہیں اور جو شخص ان کو شفاء، دواء اور تبرک کیلئے استعمال کرے تو وہ ایک اچھا کام کرے گا کیونکہ ناپاک چیز کا استعمال ضرورت کی وجہ سے جائز ہے تو پاک چیز کا استعمال دواء وغیرہ کیلئے بطریق اولیٰ جائز ہوگا ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

دلائل المسئلة مرت سابقا تحت السؤال السابق.

(۲۶۰) انبیاء اور دیگر مؤمنین کی حیات میں فرق

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں یا نہیں؟ آپ کے علاوہ دیگر مومنین اپنی قبروں میں زندہ ہیں یا نہیں؟ اگر زندہ نہیں ہیں تو یقیناً وہ سنتے بھی نہیں ہوں گے۔ اور اگر زندہ ہیں تو آپ ﷺ کی حیات اور دیگر مردوں کی حیات میں کیا فرق ہے؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً..... حضور ﷺ اپنی قبر اطہر میں زندہ ہیں۔ اسی طرح شہداء بھی زندہ ہوتے ہیں جیسا کہ خود نصوص قرآنیہ سے ثابت ہے۔ اور عام مومنین کو بھی ایک نوع کی حیات حاصل ہوتی ہے۔ اب رہا یہ معاملہ کہ انبیاء اور عام مومنین کی زندگی میں کیا فرق ہے؟..... تو اس کا جواب یہ ہے کہ سب سے کم درجہ کی حیات عام مومنین کو حاصل ہوتی ہے کہ وہ محض اللہ تعالیٰ کے انعامات کی لذت یا تعذیب کی سختی کو محسوس کر سکتے ہیں اور شہداء کی حیات ان سے کچھ زائد ہے اور انبیاء کی حیات سب سے بڑھ کر ہے۔ اس قدر فرق انبیاء اور عام مومنین کی حیات میں نصوص سے ثابت ہے البتہ ہر ایک کی تعیین کہ ہر ایک کو کس قدر حیات حاصل ہے اس کی تعیین مشکل بلکہ ناممکن ہے۔

باقی رہا مردوں کے سننے کا مسئلہ تو اس کے دو حصے ہیں اول: حضور ﷺ سے متعلق، دوم: عام لوگوں سے متعلق۔ اول الذکر متفق علیہا مسئلہ ہے کہ آپ ﷺ سنتے ہیں اور دوسرے مسئلہ میں یعنی عام لوگوں کے بارے میں صحابہ کرام کے دور سے اختلاف چلا آرہا ہے۔ بعض حضرات سننے کے قائل ہیں اور بعض نہ سننے کے قائل ہیں۔ ہمارے اکثر علماء دیوبند سماع کے قائل ہیں کیونکہ نصوص اس بارے میں زیادہ واضح ہیں۔

لمافي الصحيح لمسلم (۲۶۸/۲): عن انس بن مالك ان رسول الله ﷺ قال اتيت وفي رواية هداب مررت على موسى ليلة اسرى بى عندا لكثيب الاحمر وهو قائم يصلي في قبره.

وفي سنن ابي داؤد (۱۵۰/۱): عن اوس بن اوس قال قال رسول الله ﷺ ان افضل ايامكم يوم الجمعة .....فاكثروا علي من الصلوة فيه فان صلوتكم معروضة علي قال قالوا يارسول الله كيف تعرض صلاتنا عليك وقد ارمت قال يقولون بليت فقال ان الله عزوجل حرم على الارض اجساد

الانبیاء.

وفی المشکوۃ (ص۸۷): عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیاابلغتہ.

وفی فیض الباری (۲/۶۴): ونقل عن مالک رحمہ اللہ ان احترام النبی بعد وفاتھا ایضا کما کان فی حیاتہ. وفی البیھقی عن انس وصححہ ووافقہ الحافظ فی المجلد السادس ان الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون ....ثم الحیاۃ فیھا مراتب لایعدھا عاد ولایحصیھا محصی، فحیاۃ الانبیاء اعلی واتم وحیاۃ الصحابۃ دونھا ثم وثم.

وفی الصحیح للبخاری (۱/۱۷۸): عن انس عن النبی ﷺ قال العبد اذا وضع فی قبرہ وتولی وذھب اصحابہ حتی انہ یسمع قرع نعالھم اتاہ ملکان.

(۲۶۱) جنات کی طرف مبعوث انبیاء

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح انسانوں میں یکے بعد دیگرے انبیاء کو مبعوث فرمایا کیا اسی طرح جنات میں یہی معاملہ رہا یا ان کے ہاں انبیاء مبعوث نہیں ہوتے تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً..... نبی اکرم ﷺ سے قبل جنات کی طرف ان میں سے کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔ ہاں انبیاء کے رسول وقاصد جنات میں جا کر جنات کو دعوت دیتے رہے ہیں اور نبی کریم ﷺ انسانوں اور جنات دونوں کی طرف مبعوث ہوئے۔

لمافی الفتاوی الحدیثیۃ (ص۶۶): ولم یبعث الیھم نبی قبل نبینا قطعا علی ماقالہ ابن حزم: ای انماکانوا متطوعین بالایمان لموسی مثلا والدخول فی شریعتہ.وقال السبکی: لاشک انھم مکلفون فی الامم الماضیۃ کھذہ الملۃ اما بسماعھم من الرسول او من صادق عنہ.

وفیھا ایضاً (ص۶۹): وجمھور الخلف والسلف انہ لم یکن منھم رسول ولانبی خلافا للضحاک ومعنی رسل منکم ای من مجموعکم وھم الانس اوالمراد بھم رسل الرسل.

وفی لقط المرجان فی احکام الجان (ص۴۷): جمھورا لعلماء سلفا وخلفا علی انہ لم یکن من الجن قط رسول ولانبی کذا روی عن ابن عباس ومجاھد وکلبی وابی عبید.

(۲۶۲) انبیاء علیہم السلام کے ختنے کی صورت

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر مشہور ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ

السلام نے ختنہ کیا۔ سوال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے انبیاء ختنہ کراتے تھے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے انبیاء علیہم السلام پیدائشی طور پر مختون پیدا ہوئے۔

لمافی روح البیان (۱/۲۲۳): وقد ولد الانبیاء کلھم مختونین مسرورین ای مقطوعی السرۃ کرامۃ لھم الاابراھیم خلیل اللہ فانہ ختن نفسہ ببلدۃ قدوم بالتخفیف والتشدید وھو ابن مائۃ وعشرین اوثمانین لیستن بسنۃ بعدہ.

وفی المرقات (۲/۷): الختان بخاء معجمۃ وتاء فوقھا نقطتان وھی من سنۃ الانبیاء کماسبق من لدن ابراھیم علیہ الصلوۃ والسلام الی زمن نبینا محمد ﷺ وروی ان آدم وشیثا ونوحا وھودا وصالحا ولوطا وشعیبا ویوسف وموسی .... ولدوا مختونین.

(۲۶۳) کیا مرتبہ نبوت ولایت سے افضل ہے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مرتبہ ولایت کبھی مرتبہ نبوت سے افضل ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......مرتبہ ولایت کبھی مرتبہ نبوت سے افضل نہیں ہوسکتا بلکہ ہمیشہ مرتبہ نبوت ہی افضل ہوتا ہے۔

لمافی شرح العقائد (صـ۱۴۲): ولایبلغ ولی درجۃ الانبیاء لان الانبیاء معصومون مامونون عن خوف الخاتمۃ مکرمون بالوحی ومشاھدۃ الملک مامورون بتبلیغ الاحکام وارشاد الانام بعد الاتصاف بکمالات الاولیاء.

وفی شرح الفقہ الاکبر (صـ۱۱۸): ونبی واحد افضل من جمیع الاولیاء.

(۲۶۴) رسول اللہ ﷺ کی تاریخ ولادت ووفات اور آپ کے غسل وجنازہ کی کیفیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد آپ کو غسل کس نے دیا تھا؟ آپ کا جنازہ کس نے پڑھایا؟ نیز تاریخ پیدائش مع تاریخ وفات تینوں اجزاء میں راجح اقوال تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......حضرت علی ﷛ نے حضور ﷺ کو غسل دیا تھا۔ حضرت عباس، فضل اور قثم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ کے پہلوئے مبارک بدلتے رہے اور حضرت اسامہ اور صالح رضی اللہ عنہما پانی ڈال رہے تھے۔

آپ کی نماز جنازہ کسی نے نہیں پڑھائی بلکہ آپ کے جسد اطہر کو حجرہ مبارکہ میں رکھ دیا گیا۔ صحابہ جماعت در جماعت اندر جاتے، انفرادی طور پر نماز پڑھتے اور واپس آجاتے۔ بس یہی آپ کی نماز جنازہ تھی۔

نیز راجح قول کے مطابق آپ کی تاریخ ولادت آٹھ [۸] ربیع الاول ہے اور تاریخ وفات بارہ [۱۲] ربیع الاول ہے۔

لمافی البداية والنهاية (۲۲۸/۵): فاسنده علی الی صدره وعليه قميصه وكان العباس وفضل وقثم يقلبونه مع علی وكان اسامة بن زيد وصالح مولاه هما يصبان الماء وجعل علی يغسله.

وهكذا فی السيرة النبوية لابن كثير (۵۱۸/۴)

وفی السيرة النبوية لابن هشام (۳۲۱/۴): .... ثم دخل الناس علی رسول الله ﷺ يصلون عليه ارسالا دخل الرجال حتی اذافرغوا ادخل النساء حتی اذا فرغ النساء ادخل الصبيان ولم يؤم الناس علی رسول الله احد.

(وهكذا فی البداية والنهاية (۵/ ۲۳۲) ....وقال فی آخر البحث .....وهذ الصنيع وهو صلاتهم عليه فرادی لم يؤمهم احدعليه امر مجمع عليه لاخلاف فيه).

وفی البداية والنهاية (۲۴۲/۲): وهذا مالاخلاف فيه انه ولد يوم الاثنين ....ثم الجمهور علی ان ذلک كان فی شهر ربيع الاول فقيل لليلتين خلتامنه ....وقيل لثمان خلون منه حكاه الحميدی عن ابن حزم ورواه مالک وعقيل ويونس بن يزيد وغيرهم عن الزهری عن محمد بن جبير بن مطعم ونقل ابن عبدالبر عن اصحاب التاريخ انهم صححوه وقطع به الحافظ الكبير محمد بن موسی الخوارزمی ورجحه الحافظ ابوالخطاب بن دحية فی كتابه التنوير فی مولد البشير والنذير ....والصحيح عن ابن حزم الاول انه لثمان مضين كمانقله عنه الحميدی وهو اثبت.

وهكذا فی السيرة النبوية لابن كثير (۱۹۹/۱)

وفی البداية والنهاية (۲۴۴/۵): قال محمد بن اسحاق توفی رسول الله ﷺ لاثنی عشرة ليلة خلت من شهر ربيع الاول فی اليوم الذی قدم فيه المدينة مهاجرا ....قال الواقدی وهو المثبت عندنا وجزم به محمد بن سعد كاتبه ....والمشهور قول ابن اسحاق والواقدی.

وفی المنتظم (۴۷۷/۲): توفی رسول الله ﷺ يوم الاثنين نصف النهار ....خلت مع ربيع الاول سنة احدی عشرة.

وفی تاريخ الطبری (۴۵۵/۲): عن عبدالله بن ابی بكر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ابيه قال توفی رسول الله ﷺ فی شهر ربيع الاول فی ثنتی عشرة ليلة مضت من شهر ربيع الاول.

(۲۶۵) حضور علیہ ﷺ کی ولادت کس طرح ہوئی؟

سوال.....کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا نبی کریم ﷺ کی پیدائش اسی طریقہ پر ہوئی جیسا کہ

عام انسانوں کی ہوتی ہے یا کسی خاص طریقے پر ہوئی؟ خاص طریقے میں کتنے قول ہیں؟ نیز یہ طریقہ تمام انبیاء میں مشترک ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... حضور ﷺ کی ولادت بھی عام انسانوں کی طرح ہوئی اور تمام انبیاء کا طریقہ ولادت یہی رہا۔ چنانچہ اسی طرح کے سوال کے جواب میں فتاویٰ محمودیہ ج ۵/ص ۴۲۰ میں ابن سعد ج ۱/ص ۲۰۳ کے حوالے سے حضرت مفتی محمود حسنؒ نے ایک روایت ذکر کی ہے جس سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

روایت یہ ہے: عن همام بن يحيى عن اسحاق بن عبدالله ان ام رسول الله ﷺ قالت لما ولدته خرج من فرجي نور اضاء له قصور الشام .... اور اس کے ساتھ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی کتاب مدارج النبوۃ ج ۲/ص ۱۹ کے حوالے سے درج ذیل عبارت نقل کی ہے:

''ایں صریح است درآنکہ ولادت از طریق معتاد بود کہ سائر زنان را باشد وحدیث دیگر نیز کہ درروے آمدہ فاخذنی المخاض کہ بمعنے دردزہ است نیز ظاہر درآنست'' .... البتہ آگے جا کر نہایۃ الامل کے حوالے سے دو قول مزید نقل کئے:

اول: ناف کے نیچے ایک سوراخ پیدا ہوا جس سے ولادت ہوئی اور وہ سوراخ فوراً بند ہو گیا۔ دوم: یہ کہ بائیں پسلی کے نیچے سے ولادت ہوئی۔ قول اول تمام انبیاء کے ساتھ خاص ہے اور قول ثانی آنحضرت ﷺ کے ساتھ خاص ہے لیکن دونوں قولوں کی کوئی دلیل بیان نہیں کی۔

یہاں تک نفس مسئلہ کا جواب ہوا لیکن واضح رہے کہ اس طرح کے مباحث نبی ﷺ کی عظمت کے منافی اور سوء ادب ہے لہٰذا اس طرح کے مباحث میں نہیں پڑنا چاہئے بلکہ سکوت اختیار کرنا چاہیے۔

(۲۶۶) کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بچپن میں کلام کیا تھا؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض خطباء سے میں نے سنا ہے کہ حضور ﷺ نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح بالکل ابتدائی عمر میں کلام کیا تھا۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... بعض مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ حضور ﷺ کا ابتدائی عمر میں کلام کرنا ثابت ہے۔

لمافي روح المعاني (۲۲۰/۱۲): وقد جمعت من تكلم في المهد وبلغوا احد عشر ونظمتها فقلت:

تكلم في المهد النبي محمد ويحيى وعيسى والخليل ومريم

وفي تفسير المظهري (۱۵۶/۵): وقد جمعت من تكلم في المهد فبلغوا احد عشر تضمينا فقلت

قطعة تكلم في المهد النبي محمد ﷺ.

(۲۶۷) آپ ﷺ نور تھے یا بشر؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم ﷺ نور تھے یا بشر؟ اگر کسی شخص کا عقیدہ ہو کہ آپ نور تھے تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... نبی کریم ﷺ اپنی ذات کے اعتبار سے بشر تھے جس کا ذکر بار ہا دفعہ کتاب مقدس میں موجود ہے۔لہٰذا اگر کوئی شخص آپ کی بشریت کا کلی طور پر انکار کرے اور آپ کے نور ہونے کا قائل ہو تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اگر کسی تاویل کے ساتھ آپ کے نور ہونے کا قائل ہو تو صریح نصوص کی خلاف ورزی کی وجہ سے فاسق وفاجر ہے۔

لقوله تعالى (المائدة:۱۵): يٰاهل الكتاب قدجاء كم رسولنايبين لكم كثيرا مما كنتم تخفون من الكتاب ويعفوا عن كثيره ط قدجاء كم من الله نور وكتاب مبين o لا

وفي تفسير ابن كثير (۳۲/۲): قد جاء كم من الله نور وكتاب مبين اى طرق النجاة والسلامة ومناهج الاستقامة.

وفيها ايضاً (۱۰۲/۳): قل انما انا بشر مثلكم يوحى الى الآية ....قل لهولاء المشركين المكذبين برسالتك اليهم انما انا بشر مثلكم فمن زعم انى كاذب فليأت بمثل ماجئت به فانى لا اعلم الغيب فيما اخبرتكم به من الماضى عماسألتم من قصة اصحاب الكهف ....لولا ما اطلعنى الله عليه.

وفيها ايضا (۱۹۱/۳): وقالوا ما لهذا الرسول يأكل الطعام ويمشى فى الاسواق لولا انزل عليه ملك فيكون معه نذيرا .... يخبر تعالى عن تعنت الكفاروعنادهم وتكذيبهم للحق بلاحجةولادليل منهم وانماتعللزابقولهم (مالهذا الرسول يأكل الطعام) يعنون كمانأكله ويحتاج اليه كمانحتاج اليه (ويمشى فى الاسواق) اى يترددفيها واليها طلبا للتكسب والتجارة (لولا انزل عليه ملك فيكون معه نذيرا) يقولون هلاانزل اليه ملك من عندالله فيكون له شاهدا على صدق مايدعيه.

(۲۶۸) رسول اللہ ﷺ کا شق صدر

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے امام صاحب نے یہ بات بیان فرمائی کہ رسول اللہ ﷺ کے شق صدر کا تذکرہ قرآن میں موجود ہے۔حالانکہ یہ بات میں نے پہلی دفعہ سنی ہے۔آپ وضاحت فرمائیں تاکہ میرا یہ خلجان دور ہو جائے۔

الجواب حامداًومصلیاً......رسول اللہ ﷺ کے شق صدر کا ذکر قرآن مجید میں صراحۃً موجود نہیں ہے البتہ بعض حضرات کی رائے کے مطابق الم نشرح لک صدرک کا مدلول یہی ہے۔

قال الله تعالى (الانشراح: ١): ألم نشرح لك صدرك ٥

لمافي تفسير روح المعاني (٢١٢/٣٠): وعن ابن عباس وجماعة انه اشارة الى شق صدر الشريف في صباه عليه الصلاة والسلام.

وفي احكام القرآن للقرطبي (١٠٤/٢٠): وفي الصحيح عن انس بن مالك عن مالك بن صعصعة رجل من قومه ان النبي ﷺ قال فينا انا عندالبيت بين النائم واليقظان اذ سمعت قائلا فاتيت بطست من ذهب فيها ماء زمزم فشرح صدري الى كذا وكذا.

وفي التفسير المنير (٢٩٤/٣٠): وقيل المراد بذلك شرح صدره ليلة الاسراء كمارواه الترمذي عن مالك بن صعصعة قال ابن كثير ولكن لامنافاة فان من جملة شرح صدره الذي فعل بصدره ليلة الاسراء.

(۲۶۹) نبوت سے قبل طریقہ عبادت

سوال......کیارائے ہے علماء شرع متین کی اس بارے میں کہ حضور ﷺ نبوت سے پہلے کس شریعت کے مطابق عبادت کرتے تھے؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں اختلاف ہے بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ آپ نبوت سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کے مطابق عبادت کرتے تھے جبکہ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ آپ اپنی فکر اور رائے سے عبادت کرتے تھے۔

لمافي قوله تعالى (سورة النحل: ١٢٣): ثم اوحينآ اليك ان اتبع ملة ابراهيم حنيفاط وما كان من المشركين ٥

وفي التفسير المنير (٢٦٣/١٤): امر النبيا باتباع ملة ابراهيم عليه السلام في عقائد الشرع واصوله من الدعوة الى التوحيد لله والتحلي بفضائل الاخلاق لااتباع في الفروع.

وفي عمدة القاري (٦٢/١): اختلف فيه على ثمانية اقوال احدها انه كان يتعبد بشريعة ابراهيم عليه السلام .... الخامس قيل ماكان صفة تعبده اجيب بان ذلك كان بالتفكر والاعتبار كاعتبار ابيه ابراهيم عليه الصلوة والسلام.

وفي سيرة النبي لابي الفداء (٣٩١/١): قيل شرع ابراهيم عليه السلام وهوالاشبه الاقوى.

(۲۷۰) آپ ﷺ کی بعثت جنات کیلئے بھی تھی

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم ﷺ صرف انسانوں کیلئے مبعوث ہوئے تھے یا انسان وجن دونوں کیلئے؟ نیز مؤمنین جنات کا کیا حکم ہے کیا وہ مسلمان انسانوں کی طرح جنت میں جائیں گے یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین ﷺ کو تمام مخلوقات (بشمول جن وانس) کیلئے رسول بنا کر بھیجا، اس پر تمام امت کا اجماع ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی دوسرے انبیاء پر فضیلت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بعثت جن وانس دونوں کی طرف فرمائی۔

نیز مؤمنین جنات کے جنت میں داخل ہونے کے بارے میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ سے توقف کا قول نقل کیا گیا ہے لیکن صاحبینؒ اور دیگر مجتہدین واکابرین احناف نے مؤمنین جنات کے جنت میں داخل ہونے کی صراحت کی ہے، اور یہی قول صحیح ہے۔

لما فی قوله تعالی (سورة السباء:۲۸): وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْراً وَّنَذِيْراً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَايَعْلَمُوْنَ○

وفيه ايضاً (سورة الانبياء:۱۰۷): وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ ○

وايضاً (سورة الاحقاف:۱۸): اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنَّهُمْ كَانُوْا خَاسِرِيْنَ○ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○

وفی التفسير المظهری (۸۲/۱۰): قال البغوی فی تفسير سورة الأحقاف انه قال ابن عباس فاستجاب لهم ای نفر من الجن بعد مااستمعوا القرآن من النبی ﷺ بنخلة ورجعوا الی قومهم منذرين من قومهم سبعين رجلا من الجن فرجعوا الی رسول الله ﷺ فوافقوه فی البطحاء فقرأ عليهم القرآن وامرهم ونهاهم و ذكر الخفاجی انه قد دلت الاحاديث علی ان وفادة الجن كانت ستة مرات وهذا يدل علی انه ﷺ كان مبعوثا الی الجن والانس جميعاً وقال مقاتل لم يبعث قبله نبی الی الانس والجن.

وفيه ايضاً (۹۰/۱۰): والصحيح عندی ما قاله الجمهور وبه قال ابو يوسف ومحمدؒ قال من اثبت الثواب فقوله مبنی علی دليل وشهادة علی الاثبات فيقبل بخلاف قول ابی حنيفة رحمه الله فانه متوقف بناء علی عدم بدليل ولا شک ان قول ابن عباس واقوال عمرو بن عبد العزيز ونحوه من ثقات الصحابة والتابعين لها حكم الرفع وقد اخرج البيهقی عن انس عن النبی ﷺ مرفوعا ان

مؤمنی الجن لهم ثواب وعليهم عقاب فسألنا عن ثوابهم وعن مؤمنهم فقال على الاعراف وليسوا فی الجنة فسألنا وما الاعراف قال خارج الجنة تجری فيه الانهار وتنبت فيه الاشجار والاثمار. والله سبحانه اعلم بالصواب.

وفی كنز العمال (۱۱/۴۴۵): بعثت الى الاحمر و الاسود.

وفی فتاوی الحديثية (۱/۲۶): ورسالة نبينا ﷺ اليهم قطعية فقد اجمع عليها المسلمون وقد استمعوا قراءة النبی ﷺ ببطن نخلة وكانوا تسعة كما صح عن ابن مسعود رضی الله عنه آذنته بهم شجرة وكانوا يهوداً وجاء عن عكرمة انهم كانوا اثنی عشر الفاً ای فی واقعة اخری ......

وفيه ايضاً (۱/۷۰): واعلم ان العلماء اتفقوا على ان كافرهم يعذب فی الاخرة وعن ابی حنيفة وابی الزناد وليث بن ابی سليم ان مؤمنهم لا ثواب لهم الا النجاة من النار ثم يقال لهم كونوا تراباً مثل البهائم والصحيح الذی قاله ابن ابی ليلی والاوزاعی والشافعی واحمد واصحابهم رضی الله عنهم انهم يثابون على طاعاتهم ونقل عن ابی حنيفة واصحابه رضی الله عنه انهم يدخلون الجنة ونقله ابن الحزم عن الجمهور واستدلوا بقوله تعالى ولكل درجات مما عملوا فانه ذكر فی الجن والانس فقط.

(۲۷۱) دیگر انبیاء علیہم السلام پر حضور ﷺ کی فضیلت کی وجہ

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کبھی کبھی میرے ذہن میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اس کا جواب عنایت فرمائیں اور وہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کو جو دوسرے انبیاء پر فضیلت حاصل ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ واضح جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں حضور ﷺ کی فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام انبیاء پر فضیلت دی ہے لہٰذا ہم اسی کو ماننے کے پابند ہیں۔ رہی یہ بات کہ ایسا کیوں ہوا تو یہ ان امور میں سے ہے جن میں اللہ تعالیٰ جیسے چاہتے ہیں کرتے ہیں، اس میں مخلوق کو ''کیوں'' کے سوال کا حق نہیں ہے۔

لقوله تعالى (البقرة: ۲۵۳): تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعضٍ م منهم من كلم الله ورفع بعضهم درجات ط الاية

(الاسراء: ۱): سبحن الذی اسری بعبده ليلا من المسجد الحرام الى المسجد الاقصى الذی باركنا حوله لنريه من آياتنا ط انه هو السميع البصير O

وفی المشکوۃ (ص۵۱۱): عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ اناسید ولد آدم یوم القیمۃ واول من ینشق عنہ القبر واول شافع مشفع۔

وعن انس قال قال رسول اللہ ﷺ انااکثرالانبیاء تبعا یوم القیمۃ وانا اول من یقرع باب الجنۃ۔

(۲۷۲) کیا نبی ﷺ مختون پیدا ہوئے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا حضور ﷺ مختون پیدا ہوئے تھے؟ ہمارے ہاں ۱۲ ربیع الاول کو جلسہ ہوا جس میں ایک صاحب نے تقریر کے دوران کہا کہ آپ ﷺ مختون پیدا ہوئے۔کیا یہ بات صحیح ہے؟ آپ ﷺ کے علاوہ دوسرے انبیاء میں سے بھی کوئی مختون پیدا ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... نبی کریم ﷺ کا مختون پیدا ہونا مختلف فیہ ہے۔بعض حضرات نے مختون پیدا ہونے جبکہ دوسرے بعض حضرات نے غیر مختون پیدا ہونے کو ترجیح دی ہے اور آپ ﷺ کے علاوہ سترہ انبیاء کے مختون پیدا ہونے کا ذکر ملتا ہے۔اور اگر نبی علیہ السلام کا غیر مختون پیدا ہونا بھی مان لیں تو اس کی وجہ سے آپ کی ذات گرامی میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا کیونکہ مختون پیدا ہونا انبیاء کی خصوصیت نہیں بلکہ باقی افراد امت میں سے بھی بہت سے افراد مختون پیدا ہوئے۔

لمافی فتح الملھم (۲۱۸/۱): وقد اختلف فی ختانہ ﷺ علی ثلاثۃ اقوال احدھا ولد مختونا مسرورا ......ولیس ھذا من خواصہ فان کثیرا من الناس یولد مختونا ....القول الثانی انہ ختنا یوم شق قلبہ الملائکۃ عند ظئرہ حلیمۃ ....والقول الثالث ان جدہ عبدالمطلب ختنہ یوم سابعہ ووضع لہ مأدبۃ۔

وفی المرقات (۷/۲): الختان ......وھی من سنۃ الانبیاء کماسبق من لدن ابراھیم علیہ الصلوۃ والسلام الی زمن نبینا محمد ﷺ وروی ان آدم وشیثا ونوحا ....ومحمد صلوات اللہ وسلامہ علیھم ولدوامختونین۔

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۷۵۱/۶): وقد جمع السیوطی من ولد مختونا من الانبیاء علیھم الصلوۃ والسلام فقال :

وفی الرسل مختون لعمرک خلقۃ ثمان وتسع طیبون اکارم
وھم زکریا شیث ادریس یوسف وحنظلۃ عیسی وموسی وآدم
ونوح شعیب سام لوط وصالح سلیمان یحیی ھود لبس خاتم

وفی الشامیۃ: وقد اختلف الرواۃ والحفاظ فی ولادۃ نبینا ﷺ ....قال بعض المحققین من الحفاظ الاشبہ بالصواب انہ لم یولد مختونا۔

(۲۷۳) آپ علیہ وسلم کی اولاد کی تعداد

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آنحضرت ﷺ کی کل کتنی اولاد تھی؟ ان کی تعداد مع اسماء تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً..... آپ ﷺ کی کل اولاد کی تعداد آٹھ ہے جن میں چار بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔ بیٹوں کے نام ابراہیم، قاسم، طیب اور طاہر ﷺ جبکہ بیٹیوں کے نام زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن ہیں۔ اور بعض حضرات کے نزدیک طیب اور طاہر ایک ہی بیٹے کے دو نام ہیں تو اس اعتبار سے بیٹوں کی تعداد تین اور کل اولاد کی تعداد سات ہو جائے گی۔

لمافي البداية والنهاية (۵/۲۵۵): وقال ابن جريج كان عليه السلام ابن سبع وثلاثين سنة فولدت له القاسم وبه كان يكنى والطيب والطاهر وزينب ورقية وام كلثوم وفاطمة قلت وهي ام اولاده كلهم سوى ابراهيم فمن مارية.

وفي المنتظم (۲/۸٦): قال ابن اسحاق فولدت (اى خديجة) له ولده كلهم الاابراهيم زينب ورقية وام كلثوم وفاطمة والقاسم وبه كان يكنى والطاهر والطيب وهلك هؤلاء الذكور في الجاهلية ....وقال غيره الطيب والطاهر لقبان لعبدالله.

وفي السيرة النبوية لابى الفداء (۱/۲٦۴): عن ابن عباس قال ولدت خديجة لرسول الله ﷺ غلامين واربع نسوة القاسم وعبدالله وفاطمة وام كلثوم وزينب ورقية وقال الزبير بن بكار عبدالله هو الطيب وهو الطاهر.

(۲۷۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی اولاد تھی؟

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آنحضرت ﷺ کی اولاد کی تعداد کتنی تھی نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی اولاد ہوئی تھی یا نہیں؟ اگر تھی تو ان کے اسماء گرامی بھی تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً..... حضور ﷺ کی اولاد کی تعداد سات تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔

دلائل المسئلة مرت في السؤال السابق.

(۲۷۵) کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام عالم الغیب یا مختار کل تھے؟

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آنحضرت ﷺ غیب جانتے تھے یا نہیں؟ بعض حضرات

کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کو علم غیب عطائی حاصل تھا اور آپ مختار کل بھی ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ حضور ﷺ علم غیب جانتے تھے یا نہیں اور مختار کل تھے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... حضور اکرم ﷺ نہ تو عالم الغیب تھے اور نہ ہی مختار کل تھے بلکہ یہ دونوں صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں۔ نیز اگر یہ کہا جائے کہ آپ کو علم غیب عطائی حاصل تھا تو اول اس کیلئے کسی دلیل کی ضرورت ہے جس سے یہ معلوم ہو اور ایسی کوئی دلیل نہیں ہے۔ دوم جب خود عطائی کہہ دیا تو علم غیب نہ رہا کیونکہ علم غیب اس کو کہا جاتا ہے جو بغیر سبب اور واسطے کے حاصل ہو۔ جب عطاء واسطہ بن گیا تو وہ غیب نہ رہا لہٰذا علم غیب کو علم غیب عطائی کہنا کہنے والے کی علمیت کا پردہ چاک کر کے اس کی جہالت پر دلالت کرتا ہے۔

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال: ۵۳،۵۷

(۲۷۶) حضور اکرم ﷺ کا اپنے اوپر درود پڑھنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کہتا ہے کہ درود پڑھنا صرف مسلمانوں پر لازم ہے، خود نبی کریم ﷺ پر لازم نہ تھا۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں خود آپ ﷺ پر واجب نہیں تھا کہ اپنے اوپر درود وسلام بھیجیں اور یـآ ایھـا الـذیـن آمنوا صلوا علیه الایة میں خطاب عام مؤمنین کو ہے۔

لـمـافی البحر الرائق (۱/۳۲۷): وفی المجتبی معزیا الی خزانة الاکمل انه لایجب علی النبی ﷺ ان یصلی علی نفسه.

وفی الدر المختار مع ردالمحتار (۱/۵۱۵): لایجب علی النبی ﷺ ان یصلی علی نفسه.

وفی الشـامیة: (لایجب علی النبی الخ) لانه غیر مراد بخطاب صلوا ولاداخل تحت ضمیره کماهو المتبادر من تـر کیب –صلوا علیه– وقال فی النهر لایجب علیه بناء علی ان – یاایھاالذین آمنوا – لایتناول الرسولا بخلاف– یآایھا الناس – یاعبادی کماعرف فی الاصول.

(۲۷۷) حضور ﷺ کا گریبان مبارک کس جانب تھا؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور ﷺ کا گریبان مبارک کس جانب تھا؟ اور آپ کے گریبان پر بٹن تھے یا نہیں؟ وضاحت مطلوب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... حضور ﷺ کا گریبان مبارک سینے پر تھا جیسا کہ آج کل رائج ہے اور اس پر بٹن بھی تھے۔

لمافی المرقات (۸/۲۴۷): عن معاویة بن قرة عن ابیه قال اتیت النبی ﷺ فی رهط من مزینة فبایعوه

وانه لمطلق الازار فادخلت یدی فی جیب قمیصه فمسست الخاتم. (فی جیب قمیصه) قال السیوطی فیه ان جیب قمیصه کان علی الصدر کما هو المعتاد الآن فظن من لاعلم عنده انه بدعة ولیس کماظن.

وفی عمدة القاری (۳۰۲/۲۱): باب جیب القمیص ای هذا باب فی ذکر جیب القمیص الکائن عندالصدر وکأنه اشار بهذا الی ماوقع فی حدیث الباب من قوله ویقول باصبعه هکذا فی جیبه فان الظاهر انه کان لابس قمیص وکان فی طوقه فتحة الی صدره وعن هذا قال ابن بطال کان الجیب فی ثیاب السلف عندالصدر.

(۲۷۸) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین کا رنگ

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ پیلے رنگ کے چپل پہنتے ہیں اوران کوآپ علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں آیا یہ بات صحیح ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب حامداًومصلیاً..... احادیث مبارکہ میں حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک کا ذکر ملتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک (چپلوں) کے دوتسمے تھے اور نعلین مبارک ایسے چمڑے کے بنے ہوئے تھے جو بالوں سے صاف تھے۔ البتہ کتب احادیث اور سیروتاریخ کی کتابوں میں یہ بات تلاش کے باوجود نہیں مل سکی کہ نعلین مبارک کا رنگ کیا تھا؟ لہٰذا جب تک تحقیق سے یہ بات معلوم نہ ہوجائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک کا رنگ پیلا تھا اس وقت تک پیلے رنگ کے جوتے کوآپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرکے پہننا صحیح نہیں۔

لمافی الصحیح للبخاری (۸۷۱/۲): عن قتادة قال حدثنا انس ان نعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لها قبالان.

وفی الشمائل للترمذی (ص۶): عن ابن عباس قال کان لنعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبالان مثنی شراکهما.

وفی مصنف ابن ابی شیبة (۵۳۴/۱۲): عن یزید بن ابی زیاد قال رأیت نعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المدینة مخصرّة ملسنة لها عقب خارجٌ.

وفی حاشیته للشیخ محمد عوامه: المخصرتان: الضیقتان من وسطهما ملسنة: کانت دقیقة علی شکل اللسان.

وفی الصحیح للبخاری (۲۱/۱): ربعی بن حراش یقول سمعت علیًا یقول قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاتکذبوا علی فانه من کذب علی فلیلج النار.

حدثنا المکی بن ابراهیم قال حدثنا یزید بن ابی عبید عن سلمة هو ابن الاکوع قال سمعت النبی

ﷺ یقول من یقل علی مالم اقل فلیتبوا مقعده من النار.

(۲۷۹) آپ ﷺ کے مرض الموت کا ایک واقعہ

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آنحضرت ﷺ نے مرض الموت میں قلم اور کاغذ منگوایا لیکن حضرت عمرؓ نے تلوار اٹھا کر کہا کہ (العیاذ باللہ) آنحضرت ﷺ بکواس کر رہے ہیں۔ کیا واقعی مرض الموت میں یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......اصل جواب سے پہلے ضروری ہے کہ اس واقعہ کے پس منظر کو سمجھ لیا جائے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو نبی کریم ﷺ سے حد درجہ محبت تھی جس کا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہے کہ جب تک آپ کو دیکھ نہ لیتے اس وقت تک ان کو سکون وچین نہیں آتا تھا۔ اب کافی عرصہ اسی طرح گزر گیا یہاں تک کہ یہ محبت ان کو مکہ سے مدینہ لے گئی اور صحابہ نے آپ کے لئے اپنا گھر بار اور آل واولاد تک کو چھوڑ دیا، نہ صرف چھوڑ دیا بلکہ اگر وہ مسلمان نہ ہوئے اور بعض غزوات میں مقابلے پر اتر آئے تو انہوں نے اپنی اولاد یا قرابت کسی چیز کی پرواہ نہ کی۔ اتنی شدید محبت میں کافی عرصہ گزرنے کے بعد جب آپ ﷺ کا آخری وقت قریب آگیا اور مرض کی شدت میں اضافہ ہوگیا تو ایک طرف آپ کی تکلیف صحابہ سے دیکھی نہ جاتی تھی اور دوسری طرف آپ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کا غم انہیں کھائے جا رہا تھا۔

اسی دوران جبکہ آپ کے مرض نے شدت اختیار کرلی تو آپ نے فرمایا کہ "قلم اور دوات لاؤ تاکہ میں تمہارے لئے لکھوا دوں"۔ اب اس موقع پر اختلاف ہوگیا بعض صحابہ قلم دوات لانا چاہتے تھے اور بعض نہیں لانا چاہتے تھے۔ جو لانا چاہتے تھے اسکی وجہ آپ کے ارشاد کی تعمیل تھی اور جو نہیں لانا چاہتے تھے اسکی وجہ یہ تھی کہ آپ کو شدید تکلیف میں آرام کی ضرورت ہے ایسے موقع پر آپ کو لکھواتے ہوئے زیادہ تکلیف ہوگی اس لئے انہوں نے قلم دوات نہ لانے میں بھلائی سمجھی۔

ایسے موقع پر یہ جملہ بولا گیا "اھجر استفھموہ" جس کے مطلب میں علماء نے فرمایا:

۱......یہ جملہ ان صحابہ نے بولا جو قلم دوات لانا چاہتے تھے۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ قلم دوات لے آؤ اگرچہ شدت بیماری کی وجہ سے بتقاضائے بشریت آپ شدید تکلیف میں ہیں لیکن ایسی حالت نہیں ہے کہ آپ کی بات نہ سمجھی جاسکے۔

۲......جب صحابہ نے آپ کو شدت تکلیف میں دیکھا اور آپ نے قلم دوات بھی منگوانا چاہی گویا آخری وصیت لکھی جارہی ہے تو شدت غم میں صحابہ نے کہا کہ آپ سے پوچھ لو کیا آپ ہمیں چھوڑ کر جارہے ہیں۔ اور اگر حضرت عمرؓ کی طرف اس جملہ کی نسبت کی جائے تو آپ نے اس وجہ سے فرمایا تاکہ آپ ﷺ کو تکلیف نہ ہو چنانچہ حضرت ابن عباسؓ کی دوسری روایت اس کی مؤید ہے جس میں فرمایا کہ ہمارے پاس کتاب اللہ موجود ہے جو ہمارے لئے کافی ہے لہٰذا آپ کو تکلیف نہ دی جائے۔

یہ تھا اصل معاملہ، لیکن شریعت مطہرہ کو جس طرح دنیا سے مٹانے کی کوششیں کی گئیں اسی طرح ان کوششوں اور طریقوں میں

سے ایک طریقہ یہ اختیار کیا گیا کہ نبی کریم ﷺ کے براہ راست شاگرد اور دنیائے اسلام کو اسلام کی اصل روح پہنچانے والی جماعت پر اعتراضات کر کے ان کی عدالت کو مجروح کر دیا گیا تا کہ لوگوں کا ان پر اعتماد ختم ہو جائے اور جب ان پر اعتماد ختم ہو جائے گا تو اسلام بھی مٹ جائے گا کیونکہ اگر انہیں ہٹا دیا جائے تو قرآن کی تشریح جو سنت نبوی سے کی گئی اور آپ کے عملی نمونوں کی شکل میں موجود ہے ختم ہو جائے گی اس طرح آہستہ آہستہ قرآن کی من مانی تشریحات شروع ہو جائیں گی۔ پھر امت کا وہی حال ہوگا جو پہلی امتوں کا ہو چکا چنانچہ یہ اعتراض بھی ان ہی کوششوں اور طریقوں کا ایک حصہ ہے جس کی اصل حقیقت واضح ہو چکی لیکن ان کی کوششوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے اس شریعت مطہرہ کے بارے میں اعلان فرمایا ﴿ویأبی الله الا ان یتم نوره ولو کره الکفرون﴾. اللہ تعالیٰ اس روشنی کو ان ملحدین کے دلوں تک پہنچا دیں۔ آمین

لـمـا فی الصحیح للبخاری (۲/ ۶۳۹): حدثنا عبدالله بن یوسف .... عن عائشة قالت مات النبی ﷺ وانه لبین حاقنتی وذاقنتی فلا اکره شدة الموت لاحد بعدالنبی ﷺ.

وفیهـا ایضا (۲/ ۶۳۸): حدثنا قتیبة قال ....قال ابن عباس یوم الخمیس ومایوم الخمیس اشتد برسول الله ﷺ وجعه فقال ائتونی اکتب لکم کتابالن تضلوا بعده ابدافتنازعوا ولاینبغی عند نبی تنازع فقـالـوا ماشانه أهجر استفهموه فذهبوا یردونه عنه فقال دعونی ....وفی روایة عن ابن عباس قال :لماحضر رسول الله ﷺ وفی البیت رجال فقال النبی ﷺ هلموا اکتب لکم کتابا لاتضلوا بعده قال بـعـضهم ان رسول الله ﷺ قـدغـلبـه الـوجـع وعـنـدکـم القرآن حسبنا کتاب الله فاختلف اهل البیت فـاخـتـصـموا فمنهم من یقول قربوا یکتب کتابالا تضلوا بعده ومنهم من یقول غیر ذلک فلمااکثروا الـلـغو والاختلاف قال رسول الله ﷺ قـومـوا..... (وهـکـذانقل فی الصحیح (۱/ ۴۲۹) فی باب جوائز الوفد والفاظها فقالوا أهجر رسول الله ا قال دعونی .....)

وفـی عمدة القاری (۱۴/ ۲۹۸): أهجر بهمزة الاستفهام الانکاری ای انکرواعلی من قال لاتکتبوا ای لاتجعلوه کامر من هذی فی کلامه.

وفیهـا ایضا (۲/ ۱۷۱): قال البیهقی قصد عمر ﷺ تخفیف علی النبی ﷺ حیـن غلبه الوجع ولوکان مراده علیه الصلوة والسلام ان یکتب مالایستغنون عنه لم یترکهم لاختلافهم.

وعـلـی هـامش البخاری (۲/ ۶۳۸): وان صح بدون الهمزة فهوانه لمااصابه الحیرة والدهشة یعظم مـاشـاهـده مـن هـذه الحالة الدالة علی وفاته وعظم المصیبة ....اوهومن الهجر ضد الوصل ای یهجر من الدنیا.

(۲۸۰) حضور علیہ السلام کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم میں سے جب کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو باقی مسلمان اس کی جنازہ پڑھتے ہیں، اس کے لئے دعاء مغفرت کرتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا حضور ﷺ کی بھی نماز جنازہ پڑھی گئی؟ اگر آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی تو آپ کی نماز کس نے پڑھائی؟

الجواب حامداً ومصلیاً......حضور ﷺ کی نماز جنازہ ہوئی تھی لیکن مستقل امامت کسی نے نہیں کی بلکہ جنازہ حجرہ شریفہ میں رکھ دیا گیا تھا اور لوگ باری باری حجرہ شریفہ میں آتے اور انفرادی طور پر نماز جنازہ پڑھ کر چلے جاتے۔

لمافی شمائل الترمذی (ص۲۷): عن سالم بن عبید و كانت له صحبة رواية ....قالوا یاصاحب رسول الله ﷺ أتصلی علی رسول الله ﷺ قال نعم قالوا وكيف قال يدخل قوم فیکبرون ویدعون ویصلون ثم یخرجون ثم یدخل قوم فیکبرون ویصلون ویدعون ثم یخرجون حتی یدخل الناس ....

وفی سنن ابن ماجة (ص۱۱۷): عن ابن عباس رواية ....ثم دخل الناس علی رسول الله ﷺ ارسالا یصلون علیه حتی اذا فرغوا ادخلوا النساء حتی اذا فرغوا ادخلوا الصبیان ولم یؤم الناس علی رسول الله ﷺ احد.

وفی حاشية النووی علی الصحیح لمسلم (۳۱۲/۱): والصحیح الذی علیه الجمهور انهم صلوا علیه فرادی فکان یدخل فوج یصلون فرادی ثم یخرجون ثم یدخل فوج اخر فیصلون کذلک ثم دخلت النساء بعد الرجال ثم الصبیان.

(۲۸۱) حیات النبی علیہ السلام کا ثبوت کتاب وسنت سے

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حیات النبی ﷺ کا مسئلہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... حیات النبی کا ثبوت قرآن وحدیث سے ملتا ہے۔ قرآن کریم میں حیات النبی کا ثبوت اشارۃً ملتا ہے جبکہ احادیث میں حیات النبی کا ثبوت صراحۃً ملتا ہے اور اہل سنت والجماعت کا حیات النبی پر اتفاق بلکہ اجماع ہے۔

لمافی قوله تعالی (البقرة:۱۵۴): ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل الله اموات ط بل احیاء ولکن لاتشعرون ہ

وایضاً (آل عمران : ۱۶۹): بل احیاء عند ربهم یرزقون O

وفی سنن ابی داؤد (۱/۱۵۰): ان اللہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء۔

وفی ابن ماجۃ (صـ۱۱۸): ان اللہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق۔

وفی الصحیح لمسلم (۲/۲۶۸): قال رسول اللہ ﷺ مررت علی موسی وهو یصلی فی قبرہ۔

وفی عمدۃ القاری (۱۶/۳۵): رؤیتہ ﷺ لیلۃ المعراج وهو یصلی فی قبرہ۔قلت: لااشکال فیها اصلا وذالک ان الانبیاء افضل من الشهداء والشهداء احیاء عند ربهم فالانبیاء بالطریق الاولی۔

وفی انوار المحمود (۱/۶۱۰): انهم اتفقوا علی حیاتہ ﷺ بل حیاۃ الانبیاء متفق علیہ لاخلاف لاحد فیہ۔

(۲۸۲) آپ علیہ السلام کی قبر اطہر میں حیات مبارکہ

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ قبر اطہر میں دنیوی ہے یا برزخی؟ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ آپ کو قبر مبارک میں دنیوی حیات حاصل ہے کھاتے پیتے، نماز پڑھتے اور ازواج مطہرات سے ملتے ہیں۔ یہ عقیدہ کہاں تک درست ہے؟ مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... رسول اللہ ﷺ کو دنیوی اعتبار سے موت طاری ہو چکی ہے جس کی واضح دلیل آیت انک میت وانهم میتون ہے۔اس میں کسی کو کوئی تردد نہیں ہے اور قبر اطہر میں آپ کو حیات، دنیوی حیات کی طرح حاصل ہے۔اور باقاعدہ روح کا جسد مبارک سے تعلق ہے حتی کہ روضہ اقدس کے پاس درود شریف پڑھا جائے تو آپ علیہ الصلوٰۃ السلام خود سنتے ہیں۔غیر مکلف طور پر نماز کی ادائیگی بھی فرماتے ہیں اور رزق بھی دیا جاتا ہے البتہ ازواج مطہرات سے ملنا کسی معتبر کتاب سے ثابت نہیں ہے۔اور بعض حضرات نے اسی حیات برزخیہ کا اطلاق کیا ہے کیونکہ یہ حیات آپ کو عالم برزخ میں حاصل ہوئی۔

لمافی سنن ابی داؤد (۱/۱۵۰): حدثنا هارون بن عبداللہ ...... عن اوس بن اوس قال قال رسول اللہ ﷺ ان من افضل ایامکم یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم وفیہ قبض وفیہ النفخۃ وفیہ الصعقۃ فاکثروا علی من الصلوۃ فیہ فان صلاتکم معروضۃ علی قال قالوا یارسول اللہ وکیف تعرض صلاتنا علیک وقد ارمت قال یقولون بلیت فقال ان اللہ عزوجل حرم علی الارض اجساد الانبیاء۔

وفی المشکوۃ (۱/۱۲۱): عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ ﷺ اکثروا الصلاۃ علی یوم الجمعۃ فانہ مشهود یشهدہ الملائکۃ وان احدا لم یصل علی الا عرضت علی صلاتہ حتی یفرغ منها قال قلت وبعد الموت قال ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق۔

وفی مسند ابی یعلی (۳/۳۷۹): حدثنا ابو الجهم ... عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی

الله عليه وسلم الانبياء احياء في قبورهم يصلون.

وفي الصحيح للمسلم (۲۶۸/۲): حدثنا هداب...... ....عن انس بن مالك ان رسول الله ﷺ قال اتيت وفي رواية هداب مررت على موسى ليلة اسرى بى عند الكثيب الاحمر وهو قائم يصلي في قبره.

وفي مرقاة المفاتيح (۲۴۱/۳): قال ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء اى جميع اجزائهم فلا فرق لهم في الحالين ولذا قيل اولياء الله لا يموتون ولكن ينقلون من دار الى دار .... فنبى الله حى اى دائما يرزق رزقا معنويا فان الله تعالى قال فى حق الشهداء من امته بل احياء عند ربهم يرزقون فكيف سيدهم بل رئيسهم لانه حصل له ايضا مرتبة الشهادة مع مزيد السعادة باكل الشاة المسمومة وعود سمها المغمومة .... ولا ينافيه ان يكون هناك رزق حسى ايضا وهو الظاهر المتبادر.

(۲۸۳) قبر اطہر میں امتیوں کے سوال کا جواب اور شفاعت

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور ﷺ اپنی قبر اطہر میں امتیوں کے صلوٰۃ وسلام کا جواب سن کر جواب دیتے ہیں؟ یا صرف صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں؟ یا کچھ اور بھی سنتے ہیں اور سفارش بھی فرماتے ہیں؟ کیا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک سننا اور جواب دینا ثابت ہے؟ قبر اطہر میں جسم مبارک سے روح مبارک کا تعلق مستقلا ہے یا روح مبارک آتی جاتی رہتی ہے؟

مذکورہ مسائل میں ہمارے اکابرین علمائے دیوبند کا مذہب کیا ہے؟ نیز آپ ﷺ اور دوسرے مردوں کی برزخی زندگی میں اگر کچھ فرق ہو تو وہ بھی بیان کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً..... شریعت مطہرہ کامل وجامع دین ہے جس نے زندگی کے ہر شعبے میں مکمل ہدایات عنایت فرمائیں۔ اس کمال کے ساتھ ساتھ کمال کے خاصہ لازمہ کا بھی خیال رکھا کہ وہ باتیں جن کی عقائد یا اعمال کے اعتبار سے زیادہ ضرورت نہ تھی ان کو کہیں تو بیان ہی نہیں فرمایا اور کہیں اجمالا بیان کر دیا۔ اس طرز بیان سے مقصود یہی تنبیہ تھی جو کچھ بیان کر دیا اسی پر اکتفا کیا جائے اور بغیر ضرورت بحث ومباحثہ سے کسی اجمالی مسئلہ کی دقیق جزئیات کی چھان بین نہ کی جائے چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ غیر ضروری سوالات پر ناراضگی کا اظہار فرمایا کرتے تھے اور بعض مواقع پر جب آپ سے ایسے سوالات کثرت سے پوچھے گئے تو آپ علیہ السلام شدید غصہ کی حالت میں منبر پر تشریف فرما ہوئے اور غصے کی حالت میں فرمایا کہ ”اب جو پوچھنا ہے پوچھ لو“ اس سے بھی مقصود تنبیہ تھی۔

اب ہمارے لئے عافیت وسلامتی کا راستہ یہی ہے کہ جن چیزوں کو کلام مقدس میں یا احادیث مبارکہ میں جس قدر بیان فرما دیا

اوراس میں مزید بحث پر کوئی عقیدہ تفصیلی یا اجمالی موقوف نہیں ہے تو اس کے بارے میں بحث ومباحثہ سے اجتناب کیا جائے۔

اس ضروری تمہید کے بعد عرض ہے کہ حضور ﷺ کا اپنے روضہ اطہر میں امتیوں کا صلوٰۃ وسلام جو قریب ہیں خود اور جو دور ہیں ان کا فرشتوں کے ذریعے سننا اور جواب دینا روایات صحیحہ سے ثابت ہے۔ نبی کریم ﷺ کی شان تو بہت بلند ہے بلکہ عام مومنین کے بارے میں روایات میں تصریح موجود ہے کہ وہ قبر پر آنے والوں کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

اور جس روایت میں "مامن احد یسلم علیّ الارد اللہ علیّ روحی حتی أرد علیه السلام" (تم میں سے جو شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو واپس لوٹا دیتے ہیں تا کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں) کے الفاظ آتے ہیں اس کے معنی محدثین نے یہ بیان فرمائے ہیں کہ روح مبارک رب تعالیٰ کی تجلیات عالیہ میں مستغرق ہوتی ہے اور اس حالت میں جب کسی امتی کا سلام پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کی روح مبارک کو دوسری حالت میں واپس لوٹاتے ہیں تا کہ آپ علیہ السلام امتیوں کے سلام کا جواب دے سکیں۔ محدثین کا اس معنی کو بیان کرنا اس پر صراحۃً دلالت کرتا ہے کہ جمہور علماء کا مذہب یہی ہے کہ آپ کو قبر اطہر میں حیات دائمی حاصل ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو حیات دائمی عطا فرمائی ہے تو آپ علیہ السلام اس کے علاوہ دوسرا کلام بھی سنتے ہیں۔

اور روضہ مطہرہ پر اگر کوئی حاضر ہو کر سفارش کی درخواست کرے تو سفارش بھی فرماتے ہیں اور بعض خوش نصیبوں اور سعادت مندوں کی سفارش کو درخواست کے بعد مغفرت کی خوش خبری بھی مل جاتی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے سننے اور جواب دینے سے متعلق کوئی صریح روایت موجود نہیں ہے اور قبر اطہر میں آپ علیہ السلام کی حیات مبارکہ مستقل ہے۔ یہی مسلک ہمارے اکابر دیوبند کا تھا (تفصیل کے لئے دیکھئے رسالہ المہند علی المفند)

آپ ﷺ کی زندگی اور دوسرے امتیوں کی زندگی میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟ تو اس سلسلے میں اتنی بات تو طے ہے کہ تمام امتیوں میں شہداء کی زندگی قوی ہوتی ہے، پھر انبیاء کی زندگی شہداء سے بھی قوی تر ہوتی ہے، پھر تمام انبیاء میں آپ علیہ السلام کو خصوصی امتیاز حاصل ہے اور آپ کی حیثیت سب سے اعلیٰ ہے۔ البتہ اس میں یہ تعیین کہ نبی اور امتی کی زندگی میں کس قدر فرق ہے صراحۃً منقول نہیں ہے۔

لمافی البحر المحیط (۳/۲۹۴): تحت آیة ولوانهم اذظلموا انفسهم الایة ......روی عن علی کرم اللہ وجهه انه قال قدم علینا اعرابی بعد مادفنا رسول اللہ ﷺ بثلاثة ایام فرمی بنفسه علی قبره وحثا من ترابه علی رأسه ثم قال

یاخیر من دفنت فی التراب اعظمه ... فطاب من طیبهن القاع والأکم

نفسی الفداء لقبر انت ساکنه ... فیه العفاف وفیه الجود والکرم

ثم قال قد قلت یارسول اللہ فسمعنا قولک، ووعیت عن اللہ فوعینا عنک وکان فیماانزل اللہ علیک ولوانهم اذظلموا انفسهم جاؤک الایة وقد ظلمت نفسی وجئت استغفراللہ فاستغفرلی

من ربک فنودی فی القبر انه قدغفرلک.

(وهکذا ذکر هذه القصة بتغییر یسیر فی احکام القرآن للقرطبی (۲۶۵/۵) .... وفی تفسیر ابن کثیر (۳۶۱/۱)

وقال العلامة الآلوسی فی روح المعانی (۳۸/۲۲): تحت آیة ماکان محمدابآاحد الایة ....
والاخبار المذکورة بعدفیما سبق المراد منها اثبات الحیاة فی القبر بضرب من التاویل والمراد بتلک الحیاة نوع من الحیاة غیر معقول لنا وهو فوق حیاة الشهداء بکثیر وحیاة نبینا اکمل واتم من حیاة سائر هم علیهم السلام وخبره مامن مسلم یسلم علی الارد اللّٰه تعالی علی روحی حتی ارد علیه السلام محمول علی اثبات اقبال خاص والتفات روحانی یحصل من الحضرة الشریفة النبویة الی عالم الدنیا وتنزل الی عالم البشریة حتی یحصل عنه ذلک رد السلام وفیه توجیهات اخر مذکورة فی محلها ثم ان تلک الحیاة فی القبر وان کانت یترتب علیها بعض مایترتب علی الحیاة الدنیا المعروفة لنا من الصلاة والاذان والاقامة ورد السلام المسموع ونحو ذلک الاانها لایترتب علیها کل مایمکن ان یترتب علی تلک الحیاة المعروفة ولایحس بهاولایدرکها کل احد فلوفرض انکشاف قبرالنبی من الانبیاء علیهم السلام لایری الناس النبی فیه الاکما یرون سائر الاموات الذی لم تأکل الارض اجسادهم.

وفی الصحیح للبخاری (۱۹/۱): عن ابی موسی قال سئل النبی ﷺ عن اشیاء کرهها فلما اکثر علیه غضب ثم قال سلونی عماشئتم وذکر الحدیث ....

وفی احکام القرآن للتهانوی (۱۷۰/۳): وقد ذکره جماعة من العلماء ویشهد له صلوة موسی علیه السلام فی قبره فان الصلوة تستدعی جسدا حیا وکذلک الصفاة المذکورة فی الانبیاء لیلة الاسراء کلها صفات الاجسام ولایلزم من کونها حیاة حقیقة ان تکون الابدان معها کماکانت فی الدنیا مع الاحتیاج الی الطعام والشراب وغیر ذلک من صفات الاجسام التی تشاهدها بل یکون لها حکم آخر واما الادراکات کالعلم والسمع فلاشک ان ذلک ثابت لهم یعنی الشهداء وسائر الموتی (شرح الصدور).

وفی الصحیح لمسلم (۲۶۸/۲): عن انس بن مالک ان رسول اللّٰه ﷺ قال اتیت وفی روایة هداب مررت علی موسی لیلة اسری بی عند الکثیب الاحمر وهو قائم یصلی.

وفی سنن الدارمی (۵۷/۱): عن سعید بن عبدالعزیز قال لماکان ایام الحرة لم یؤذن فی مسجد

النبی ﷺ ثلاثا ولم یقم ولم یبرح سعید بن المسیب من المسجد وکان لایعرف وقت الصلاۃ الابہمہمۃ یسمعہا من قبرا لنبی ﷺ

وفی مشکوۃ المصابیح (ص۸۶و۸۷): عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ ﷺ ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام ......عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ مامن احد یسلم علی الارد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام............... وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی علی عندقبری سمعتہ ومن صلی علی نائیا ابلغتہ۔

وفی مرقات المفاتیح تحت ہذہ الروایات (۳۴۱/۲): (یبلغونی من امتی السلام) اذا سلموا علی قلیلا اوکثیرا وہذا مخصوص بمن بعد عن حفرۃ مرقدہ المنور ومضجعہ المطہر واشارۃ الی حیاتہ الدائمۃ وفرحہ ببلوغہ سلام امتہ الکاملۃ وایماء الی قبول السلام حیث قبلتہ وحملتہ الیہ علیہ السلام وسیاتی انہ یرد السلام علی من سلم علیہ۔

(ومامن احد یسلم علی الارداللہ علی روحی) قال ابن حجر ای نطقی (حتی ارد علیہ السلام)ای اقول وعلیک السلام قال القاضی لعل معناہ ان روحہ المقدسۃ فی شأن مافی الحضرۃ الالہیۃ فاذابلغہ سلام احد من الامۃ رد اللہ تعالی روحہ المطہر من تلک الحالۃ الی رد من سلم علیہ ..... وقال ابن ملک رد الروح کنایۃ عن اعلام اللہ ایاہ بان فلانا صلی علیہ۔

وفی مشکوۃ المصابیح (ص۱۲۱): عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ ﷺ اکثروا الصلوۃ علی یوم الجمعۃ فانہ مشہود یشہدہ الملائکۃ وان احد لم یصل علی الاعرضت علی حتی یفرغ منہا قال قلت وبعد الموت قال ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجسادالانبیاء فنبی اللہ حی یرزق۔

وفی مرقاۃ المفاتیح تحتہا (۲۴۱/۳): (ان تاکل اجساد الانبیاء) ای جمیع اجزاءہم فلافرق لہم فی الحالین ....وفیہ اشارۃ الی ان العرض علی مجموع الروح والجسد منہم بخلاف غیرہم ومن فی معناہم من الشہداء والاولیاء فان عرض الامور ومعرفۃ الاشیاء انماھو بارواحہم مع اجسادہم. (فنبی اللہ)یحتمل الجنس والاختصاص بالفر دالاکمل والظاہر ہذ الاول لانہ رأی موسی قائما یصلی فی قبرہ وکذلک ابراہیم کمافی حدیث مسلم وصح خبرالانبیاء احیاء فی قبورہم یصلون.(حی)ای دائما (یرزق) رزقا معنویا فان اللہ تعالی قال فی حق الشہداء من امتہ بل احیاء عند ربہم یرزقون فکیف سیدہم بل رئیسہم لانہ حصلہ لہ ایضا مرتبۃ الشہادۃ مع مزید السعادۃ باکل الشاۃ المسمومۃ وعود سمہا المغمومۃ وانما عصمہ اللہ تعالی من بین اعدائہ من

شر البرية ولدينا فيه ان يكون هنا ک رزق حسي.

وفي عمدة القاری (١٦/١٨٥): (ولايذيقک الله الموتتين) اراد بالموتتين الموت في الدنيا والموت في القبر وهما الموتتان المعروفتان المشهورتان فلذلک ذكرهمابالتعريف وهما الموتتان الواقعتان لكل احد غير الانبياء عليهم الصلوة والسلام فانهم لايموتون في قبورهم بل هم احياء واماسائر الخلق فانهم يموتون في قبورهم ثم يحيون يوم القيامة ومذهب اهل السنة والجماعة ان في القبر حياة وموتا فلابد من ذوق الموتتين لكل احد غير الانبياء.

وقال العلامة انورشاه الكاشميری في فيض البارى (٢/٦٤): نقل عن مالک رحمه الله احترام النبى بعد وفاته ايضا كما كان في حياته وفي البيهقي عن انس وصححه ووافقه الحافظ في المجلد السادس ان الانبياء احياء في قبورهم يصلون ....ثم الحياة فيها مراتب لايعدها عاد ولايحصيها محصى فحياة الانبياء اعلى واتم وحياة الصحابة دونها ثم وثم.

ويقول فيهاايضا (٢/٢٦٧): والاحاديث في سمع الاموات قد بلغت مبلغ التواتر وفي حديث صححه ابوعمرو ان احدا اذاسلم على الميت فانه يرد عليه ويعرفه ان كان يعرفه في الدنيا (بالمعنى) واخرجه ابن كثير ايضا وتردد فيه فالانكار في غير محله سيما اذا لم ينقل عن احد من ائمتنا رحمهم الله تعالى فلابد بالتزام السماع في الجملة.

وفي اعلاء السنن (١٠/٥٠٥): ولاشک في حياته ﷺ بعد وفاته وكذا سائر الانبياء عليهم الصلوة والسلام احياء في قبورهم حياة اكمل من حياة الشهداء التى اخبرالله تعالى بهافي كتابه العزيز ونبينا ﷺ سيدالانبياء وسيدالشهداء.

ويقول فيها ايضا (١٠/٥١٢): عن داؤد بن ابى صالح قال :اقبل مروان يوما فوجد رجلا واضعا وجهه على القبر فاخذ برقبته وقال اتدرى ماتصنع قال نعم فاقبل عليه فاذاهوابوايوب الانصارى رضى الله عنه فقال جئت رسول الله ﷺ لم آت الحجر سمعت رسول الله ﷺ يقول لاتبكوا على الدين اذاوليه اهله ولكن ابكوا عليه اذا وليه غير اهله اخرجه الحاكم وقال صحيح الاسناد واقره الذهبى في تلخيص المستدرک ٤/٥١٥ فقال صحيح.

(قوله عن داؤد بن ابى صالح الخ)قلت موضع الاستدلال منه قول ابى ايوب جئت رسول الله ﷺ ولم آت الحجر فتأيد به حديث من زارنى بعد وفاتى فكانما زارنى في حياتى وثبت به ان حكم قوله تعالى ولوانهم اذظلموا انفسهم جاؤوک فاستغفروالله واستغفرلهم الرسول لوجدوالله توابارحيما

باق بعد وفاته ﷺ لم ينقطع بها.

وذكر رواية ابى ايوب الانصارى فى مسند احمد بن حنبل (٥٨٧/٦)

ويقول العلامة العثمانى فى اعلاء السنن ايضا (٥١٢/١٠): اذا اختار الرجوع يستحب له ان يأتى القبر الشريف ويقول بعد السلام والدعاء ودعناك يارسول الله غير مودع ولاسامعين بفرقتك. نسألك ان تسأل الله تعالى ان لايقطع آثارنا من زيادة حرمك.

وقال الملاعلى القارى فى مناسك ملاعلى (٥١٠): ثم فى تلك الساعة يطلب الشفاعة اى فى الدنيا بتوفيق الطاعة وفى الاخرة بغفران المعصية فيقول يارسول الله اسألك الشفاعة ثلا ثا.

وقال ايضا فى آخر بحث الزيارة (صـ٥١٢): من ارادالكمال اى ممن يسعه القال والحال فليقل ...... اللهم آته نهاية ماينبغى ان يسأله السائلون وغاية ماينبغى اى يومله الاملون وحسن اى بصيغة الوصف اى يستحسن ان يقول كماقال اعرابى مقبول :اللهم انك قلت وانت اصدق القائلين ولوانهم اذظلموا انفسهم جاؤوك (اى تائبين) فاستغفروالله واستغفرلهم الرسول (اى بالشفاعة لردهم الى الطاعة) لوجدوا الله توابارحيما جئناك اى فقد آتيناك ظالمين لانفسنا مستغفرين من ذنوبنا اى مستشفعين بك الى ربنا (فاشفع لنا) الى ربك واسأله ان يمن علينا بسائر طلباتنا اى مطلوباتنا ومسئو لا تنا.

قال العلامة حسن شاه فى غنية الناسك (صـ٣٨٠): وحسن ان يقول: يارسول الله قد قال سبحانه وتعالى وقوله الحق ولوانهم اذظلموا انفسهم جاؤوك فاستغفروالله واستغفرلهم الرسول لوجدوا الله توابارحيما. فجئناك ظالمين لانفسنا مستغفين (مستغفرين) من ذنوبنا فاشفع لنا الى ربنا واسأله ان يميتنا على سنتك وان يحشرنا فى زمرتك.

وفى الهندية فى آخر بحث الزيارة (٢٦٦/١): ثم يقف عند رأسه كالاول ويقول اللهم انك قلت وقولك الحق ولوانهم اذظلموا انفسهم جاؤوك الاية وقد جئناك سامعين قولك طائعين امرك مستشفعين بنبيك اليك.

وفى ردالمحتار (١٥١/٣): وامامانسب الى الامام الاشعرى امام اهل السنة والجماعة من انكار ثبوتها بعد الموت فهوافتراء وبهتان والمصرح به فى كتبه وكتب اصحابه خلاف مانسب اليه بعض اعدائه لان الانبيا ء عليهم الصلوة والسلام احياء فى قبورهم.

قال السيوطى فى الحاوى للفتاوى (١٤٧/٢): من الادلة فى ذلك وتواترت به الاخبار ....

وبعد صفحة يقول : قال البيهقي في كتاب الاعتقاد :الانبياء بعد ماقبضوا ردت اليهم ارواحهم فهم احياء عند ربهم كالشهداء وقال القرطبي في التذكرة في حديث الصعقة نقلا عن شيخه :الموت ليس بعدم محض انماهو انتقال من حال الى حال ويدل على ذلک ان الشهداء بعد قتلهم وموتهم احياء يرزقون فرحين مستبشرين وهذه صفة الاحياء في الدنيا.واذا كان هذا في الشهداء فالانبياء احق بذلک واولى ....وبعد اسطر يقول ....قال الاستاذ ابومنصور عبدالقاهر بن طاهر البغدادى الفقيه الاصولى شيخ الشافعية في اجوبة مسائل الجاجرمين قال: المتكلمون المحققون من اصحابنا ان نبيناﷺ حى بعد وفاته وانه يسر بطاعات امته ويحزن بمعاصى العصاة منهم وانه تبلغه صلاة من يصلى عليه من امته.

(۲۸۴) کیا انبیاء علیہم السلام کو حوریں ملیں گی/کیا آپ ﷺ ہمارے والد کی طرح ہیں؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کہا جاتا ہے کہ جنت میں جانے کے بعد مومنوں کی خدمت کے لئے حوریں موجود ہوں گی،تو کیا نبی اکرم ﷺ اور دوسرے انبیاء کے لئے بھی حوریں ہوں گی یا نہیں؟

۲۔ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کو مومنوں کی ماں کہا جاتا ہے تو کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے باپ ہوئے یا نہیں؟

۳۔ میں نے سنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کی وصیت کے مطابق ان کی نماز جنازہ پڑھا کر ان کے تابوت کو اونٹنی پر سوار کر کے صحرا میں چھوڑ دیا گیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تابوت تو نہیں ملا لیکن ان کی اونٹنی مری ہوئی ملی، جہاں اونٹنی ملی وہاں ان کے عقیدت مندوں نے مزار بنا دیا تھا۔کیا یہ بات درست ہے یا نہیں؟ اور اگر عراق میں بنایا گیا مزار فرضی ہے تو اہلسنّت کے علماء اسے بچانے کے لئے کیوں سرگرم ہیں؟

۴۔ عراق میں بنائے گئے مزار میں واقعی حضرت علی رضی اللہ عنہ دفن ہیں یا نہیں؟

ان سوالات کے تسلی بخش جوابات عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں:

۱۔ جس طرح عام مومنین کے لئے حوریں ہوں گی اسی طرح انبیاء کے لئے بھی حوریں ہوں گی۔

۲۔ جس طرح تمام ازواج مطہرات مومنین کی مائیں ہیں۔اسی طرح حضور ﷺ بلکہ تمام انبیاء امت کے باپ ہوتے ہیں اور آیت کریمہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ الاية میں نفی صلب (حقیقی باپ) کے اعتبار سے ہے۔

۳،۴۔ یہ واقعہ جو آپ نے سنا ہے اسکی کوئی اصل نہیں ہے بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد انہیں کوفہ میں اس وقت کے دارالامارۃ میں دفن کیا گیا تھا البتہ تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نجف میں جسے آج کل حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مزار سمجھا جاتا ہے یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نہیں

بلکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا مزار ہے۔

لمافی روح المعانی (۳۱/۲۲): تحت آیة ماکان محمد اباآحد من رجالکم ولکن رسول اللہ الایة.....قال الراغب بعد ان قال الاب الوالد مانصه :ویسمی کل من کان سببا فی ایجاد شئ او اصلاحه اوظهوره اباولذلک سمی النبی ﷺ ابالمومنین قال اللہ تعالی النبی اولی بالمومنین من انفسهم وازواجه امهاتهم وفی بعض القرآت وهو اب لهم وروی انه علیه السلام قال لعلی کرم اللہ تعالی وجهه اناوانت ابوهذه الامة ....وحاصله انه استدراک من نفی الابوة الحقیقیة الشرعیة التی یترتب علیها حرمة المصاهرة ونحوها الی اثبات الابوة المجازیة اللغویة التی هی من شان الرسول علیه الصلوة والسلام.

وفی المشکوة المصابیح (ص۴۹۶): عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ وذکر الحدیث بطوله ثم قال لکل امرئ منهم زوجتان من الحور العین.

وفیها ایضا (ص۴۹۹): عن ابی سعید قال قال رسول اللہ ﷺ ....ادنی اهل الجنة الذی له ثمانون الف خادم واثنتان وسبعون زوجة.

وفی المرقات (۳۲۳/۱۰): قدجاء ان للواحد من اهل الجنة العدد الکثیر من الحور العین.

وفی البدایة والنهایة (۳۴۲/۷): ان علیا رضی اللہ عنہ لمامات صلی علیه ابنه الحسن فکبر علیه تسع تکبیرات ودفن بدارالامارة بالکوفة خوفا علیه من الخوارج ان ینبشوا عن جثته هذا هو المشهور ومن قال انه حمل علی راحلته فذهبت به فلایدری این ذهب فقد اخطأ وتکلف مالاعلم له به ولایسیغه عقل ولاشرع ومایعتقده کثیر من جهلة الروافض من ان قبره بمشهد النجف فلادلیل علی ذلک ولااصل له ویقال انماذلک قبرالمغیرة بن شعبة.

(۲۸۵) نبی علیہ السلام کی بعثت اور مؤمنین جنات کا حکم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم ﷺ صرف انسانوں کی طرف مبعوث ہوئے تھے یا انسانوں اور جنات دونوں کی طرف؟ نیز جنات میں جو مؤمنین ہیں کیا وہ بھی جنت میں داخل ہوں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... نبی کریم ﷺ کی بعثت تمام انسانوں اور جنات کی طرف ہے اور جنات میں سے جو مؤمنین ہیں وہ بھی انسانوں کی طرح جنت میں داخل ہوں گے۔

لمافی قوله تعالی (الجن : ۱، ۲......۱۱): قل اوحی الی انه استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قرآنا

عجباo یهدی الی الرشد فاٰمنابه ولن نشرک بربنا احداo .... وانامنا الصلحون ومنادون ذلک کناطرائق قدداo

وفی احکام القرآن للقرطبی (۲۱۷/۱۶): تحت آیة "یقومنا اجیبواداعی الله وآمنوا به یغفر لکم من ذنوبکم ویجرکم من عذاب الیم" هذه الایة تدل علی ان الجن کالانس فی الامر والنهی والثواب والعقاب قال الحسن لیس لمومنی الجن ثواب غیر نجاتهم من النار ....وبه قال ابوحنیفة قال لیس ثواب الجن الاان یجاوروا من النار ثم یقال لهم کونواترابا مثل البهائم وقال آخرون انهم کمایعاقبون فی الاساءة یجازون فی الاحسان مثل الانس والیه ذهب مالک والشافعی وابن ابی لیلی وقد قال الضحاک الجن یدخلون الجنة ویأکلون ویشربون قال القشیری والصحیح ان هذا مما لم یقطع فیه بشئ والعلم عندالله.

وفی فتاوی الحدیثیة (صـ ۷۱): واعلم ان العلماء اتفقوا علی ان کافرهم یعذب فی الآخرة وعن ابی حنیفة وابی الزناد ولیث بن ابی سلیم ان مؤمنهم لاثواب له الاالنجاة من النار ....والصحیح الذی قال ابن ابی لیلی والاوزاعی ومالک والشافعی واحمد واصحابهم رضی الله عنهم انهم یثابون علی طاعاتهم ونقل عن ابی حنیفة واصحابه رضی الله عنهم انهم یدخلون الجنة ونقله ابن حزم عن الجمهور واستدلوابقوله ولکل درجات مماعملوافانه ذکر بعد الجن والانس.

وفی روح المعانی (۳۲/۲۶): تحت آیة "یاقومناأجیبوا داعی الله الایة "وهذا ونحوه یدل علی ان الجن مکلفون ....وعن ابن عباس لهم ثواب وعلیهم عقاب یلتقون فی الجنة ویزدحمون علی ابوابها ....وقیل لاثواب لمطیعهم الاالنجاة من النار، فیقال لهم کونوا ترابا فیکونون ترابا. وهذا مذهب لیث بن ابی سلیم وجماعة ونسب الی الامام ابی حنیفة رضی الله تعالی عنه ،وقال النسفی فی التیسیر : توقف ابوحنیفة فی ثواب الجن فی الجنة ونعیمهم لانه لااستحقاق للعبد علی الله تعالی ولم یقل بطریق الوعد فی حقهم الاالمغفرة والاجازة من العذاب وامانعیم الجنة فموقوف علی الدلیل .... قال النووی فی شرح صحیح مسلم :والصحیح انهم یدخلونها وینعمون فیها بالاکل والشرب وغیرهما وهذا مذهب الحسن البصری ومالک بن انس والضحاک وابن ابی لیلی وغیرهم.

(۲۸۶) کیا معجزات کے لئے تاریخی گواہی ضروری ہے؟

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ معجزہ شق قمر کس سن میں واقع ہوا؟ منکرین حدیث اس

کا انکار کرتے ہیں اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ اگر واقعی معجزہ شق قمر واقع ہوا ہوتا تو مشہور تاریخ نویس اور مصنفین اس کو اپنی تاریخ میں ذکر کرتے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔اس سوال کا تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... معجزہ شق قمر کا ظہور ہجرت نبوی سے پانچ سال قبل ہوا تھا۔اور اگر منکرین حدیث اس کا انکار کرتے ہیں تو یہ ان کی حماقت ہے کیونکہ تاریخ کی کتب کا درجہ سب سے آخر میں ہے سب سے پہلے سب سے سچی اور معتبر کتاب کلام مقدس ہے پھر احادیث مبارکہ ہیں۔اگر کوئی چیز ان میں نہ ملے تو تاریخ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے جبکہ شق قمر کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔اس کے بعد احادیث کی کتابوں میں بکثرت روایات موجود ہیں،سب سے بڑھ کر بخاری ومسلم جن پر پوری امت کا اتفاق ہے ان میں اس معجزے کا ذکر موجود ہے پھر مزید کسی تاریخی روایت کی کیا ضرورت ہے؟ نیز یہ کہنا کہ کسی تاریخ کی مشہور کتاب میں اس کا ذکر موجود نہیں یہ بھی بالکل لغو اور فضول بات ہے کیونکہ تاریخ کی معتبر کتب میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے۔

لمافي روح المعاني (۲۷/۷۴): اقتربت الساعة وانشق القمر انفصل بعضه عن بعض وصار فرقتين وذلک علی عهد رسول اللهﷺ قبل الهجرة بنحو خمس سنين فقد صح من رواية الشيخين .... والاحاديث الصحيحة في الانشقاق كثيرة،واختلف في تواتره فقيل :هوغيرمتواتر وفي شرح المواقف الشريفي انه متواتروهو الذى اختاره العلامة ابن السبكي قال في شرحه لمختصر ابن حاجب: الصحيح عندى ان انشقاق القمر متواتر منصوص عليه في القرآن مروى في الصحيحين وغيرهما من طرق شتى بحيث لايمترى في تواتره.

وفي احكام القرآن للقرطبي (۱۷/۱۲۵): اقتربت الساعة وانشق القمر اى وقد انشق القمر ...... وعلی هذا الجمهور من العلماء.

وفي الصحيح للبخاري (۱/۵۱۳): حدثنا عبدالله بن محمد ....عن انس انه حدثهم ان اهل مكة سألوا رسول اللهﷺ ان يريهم آية فأراهم انشقاق القمر ......عن ابن عباس ان القمر انشق في زمان النبيﷺ.

(۲۸۷) شب معراج میں انبیاء علیہم السلام کو آپ ﷺ نے نفل نماز پڑھائی تھی یا فرض؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ معراج کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی امامت کرائی تھی اس نماز میں انبیاء علیہم السلام اپنے جسموں کے ساتھ حاضر تھے یا صرف روحیں موجود تھیں نیز وہ نفل نماز تھی یا فرض نماز؟

الجواب حامداً ومصلیاً......آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات جو انبیاء کی امامت کرائی تھی وہ نفل نماز تھی اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی روحیں وہاں موجود تھیں۔

وفی مرقات المفاتیح (۱۱/۱۴۳): قال ابن الملک فی شرح المشارق المرئی کان ارواح الانبیاء متشکلة بصورهم التی کانوا علیها الاعیسی فانه مرئی بشخصه وسبقه التوربشتی حیث قال وروٴیة الانبیاء فی السمٰوات وفی بیت المقدس یحمل علی رؤیةروحانیتهم الممثلة بصورهم التی کانوا علیها غیر عیسی فان رویته محتملة للامرین او احدهما.

لمافی السراجیة (صـ۲۲): امامة النبی ﷺ لیلة المعراج لارواح الانبیاء علیهم السلام کانت فی النافلة.

(۲۸۸) معراج جسمانی یاروحانی؟

سوال......کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آپ ﷺ کومعراج جسمانی ہوئی تھی یاروحانی؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......جمہور کے نزدیک آپ ﷺ کومعراج جسمانی ہوئی۔البتہ بعض حضرات نے بعض آثار کی وجہ سے تطبیق یہ بیان کی ہے کہ آپ کودودفعہ معراج ہوئی،اول روحانی اوردوم جسمانی۔

لقوله تعالی (الاسراء:۱):سبحٰن الذی اسریٰ بعبده لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الایة

وفی روح المعانی (۱۵/ص۷): واختلف ایضا انه فی الیقظة اوفی المنام ......وذهب الجمهور الی انه فی الیقظة ببدنه وروحه ﷺ والرویا تکون بمعنی الرؤیة فی الیقظة کمافی قول الراعی یصف صائدا ۔

وکبـر لـلـرؤیـا وهـش فؤاده   وبشـر قلبـا کـان جـمـاً بلالـه

..........وذهبت طائفة ......بان الاسراء کان مرتین احداهما فی نومه ﷺ قبل النبوة ......ثم اسری بروحه وبدنه بعد النبوة قال فی الکشف وهذا هو الحق به یحصل الجمع بین الاخبار.

وفی احکام القرآن للقرطبی (۱۰/۲۰۸): هل کان اسراء بروحه اوجسده اختلف فی ذلک السلف والخلف فذهبت طائفة الی انه اسراء بالروح ....وذهب معظم السلف والمسلمین الی انه کان اسراء بالجسد وفی الیقظة وانه رکب البراق بمکة ووصل الی بیت المقدس وصلی فیه ثم اسری بجسده.

وفی تفسیر کبیر (۲۰/۱۴۸): اختلف فی کیفیة ذلک الاسراء فالاکثرون من طوائف المسلمین اتفقوا علی انه اسری بجسد رسول الله ﷺ والاقلون قالوا انه ماسری الابروحه .

وفی المرقات (۱۱/۱۳۸): فی شرح السنة قال القاضی عیاض اختلف الناس فی الاسراء برسول اللہ ﷺ فقیل انما کان جمیع ذلک فی المنام والحق الذی علیہ اکثر الناس ومعظم السلف وعامة المتاخرین من الفقہاء والمحدثین والمتکلمین انه اسری بجسدہ.

(۲۸۹) آنحضرت ﷺ کے والدین کا ایمان

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا آنحضرت ﷺ کے والدین کو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ زندہ کیا تھا کہ آپ پر ایمان لائیں؟ اگر یہ بات صحیح ہے تو معتبر کتابوں سے حوالہ نقل فرمائیں۔

الجواب حامداومصلیاً...... حضور ﷺ کے والدین کے ایمان کے بارے میں دونوں طرح کے اقوال موجود ہیں البتہ زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ بجائے اس معاملے میں بحث ومباحثہ کے سکوت اختیار کیا جائے کیونکہ اس معاملے کا تعلق نہ تو عمل سے ہے اور نہ ہی آخرت میں ہم سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ لہٰذا خواہ مخواہ ایسی بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں جس میں ہمارا فائدہ تو کوئی نہیں البتہ اگر کوئی کمی زیادتی کردی تو نقصان ہوسکتا ہے۔

لمافی احکام القرآن للقرطبی (۲/۹۲): انا ارسلناک بالحق بشیرا ونذیرا ولاتسئل عن اصحاب الجحیم .... قال ابن عباس ومحمد بن کعب ان رسول اللہ ﷺ قال ذات یوم لیت شعری مافعل ابوای فنزلت هذه الاية وهذا علی قرأة من قرأ ولاتسال جزما علی النهی.

وفی ردالمحتار (۳/۱۸۵): قال ابن عابدین بعد بحث طویل .... قال بعض المحققین :انه لاینبغی ذکر احد هذه المسئلة الامع مزید الادب. ولیست من المسائل التی یضر جهلها اویسأل عنها فی القبر اوفی الموقف. وحفظ اللسان عن التکلم فیها الابخیر اولی واسلم.

﴿کتاب التفسیر و مایتعلق بالقرآن﴾

(تفسیر اور دیگر علوم قرآنی کے بیان میں)

(۲۹۰) ''مافی الارحام'' سے کیا مراد ہے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن پاک میں پانچ چیزوں کا ذکر کیا گیا کہ ان پانچ کا علم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو نہیں دیا گیا جبکہ سائنسی تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ مافی الارحام (جو کچھ رحم کے اندر ہے) کے بارے میں معلوم ہوسکتا ہے۔ تو آیت سے کیا مراد ہے؟ تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں مافی الارحام کی تفسیر پر اس اعتراض کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں:

۱...... سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غیب کے علم کی نفی کی ہے اور غیب کہا جاتا ہے ایسے علم کو جو بغیر اسباب کے حاصل ہو جبکہ آج کل کی تحقیق نہ صرف اسباب کی محتاج ہے بلکہ اسباب کے بغیر ممکن ہی نہیں لہٰذا اسے غیب نہیں کہا جاسکتا۔

۲...... ''ما'' عموم کے لئے استعمال ہوتا ہے جس میں صرف ذکورۃ وانوثۃ (لڑکا یا لڑکی ہونا) شامل نہیں بلکہ بچے کی عمر، رزق، شقی یا سعید ہونا تمام باتیں شامل ہیں اور ان کا علم کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔

۳...... انسانی مادہ منویہ میں ہزاروں چھوٹے چھوٹے جرثومے ہوتے ہیں۔ جب مرد وعورت کے مادہ کا باہم ملاپ ہوتا ہے تو دونوں کے مادہ منویہ سے ہزاروں جرثومے وجود میں آتے ہیں۔ بعدازاں استقرار حمل مرد وعورت کے ہزاروں جرثوموں میں سے دونوں کے ایک ایک جرثومے سے وقوع پذیر ہوجاتا ہے اور باقی جرثومے ضائع ہوجاتے ہیں۔ اب کون سے جرثومے سے بچہ پیدا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ اور جدید سائنس بھی اس کی تعیین سے قاصر ہے۔

اس کے علاوہ بھی چند ایک جوابات دیئے گئے ہیں لیکن اسی قدر کافی ہیں۔

لمافی التفسیر المنیر (۲۱/۱۷۹): (یعلم مافی الارحام) ای لایعلم احد الااللہ مافی الارحام من خواص الجنین واحواله العارضة له من طبائع وصفات وذکورة وانوثة وتمام خلقه ونقصها، فان توسل العلماء بسبب تحلیل الکیمیائی کون الجنین ذکرا أو انثی فلایعنی ذلک غیبا وانما بواسطة التجربة وتظل احوال اخریٰ کثیرة مجهولة للعلماء لاتعلم الابعد الولادة قال القرطبی وقد یعرف بطول التجارب اشیاء من ذکورة الحمل وانوثته الی غیر ذلک.

(۲۹۱) ''قدم صدق'' سے کیا مراد ہے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سورۃ یونس کی آیت وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ آمَنُوْا اَنَّ لَھُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّھِمْ میں ''قدم صدق'' سے کیا مراد ہے؟ معتبر تفاسیر سے نقل فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......قدم صدق کی مراد میں مختلف اقوال نقل کئے گئے ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کی طرف چلنے والے بلند درجات مراد ہیں۔

(۲) جنت میں دخول کے اعتبار سے باقی امتوں پر سبقت مراد ہے۔

(۳) دوبارہ اٹھائے جانے میں سبقت مراد ہے۔

اور قدم کی اضافت صدق کی طرف اضافت موصوف الی الصفۃ کے قبیل سے ہے اور اس سے مقصود مبالغہ کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ یہ چیز یقینی ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ مسبب کی اضافت سبب کی طرف ہو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ یہ درجات عالیہ کا حصول صدق قول اور صدق نیت کی وجہ سے ممکن ہوا۔

لمافی قولہ تعالیٰ (یونس : ۲): وبشر الذین آمنوا ان لھم قدم صدق عند ربھم ط الایۃ

وفی روح المعانی (۱۱/۶۲): قدم صدق ای سابقۃ ومنزلۃ رفیعۃ.........واصل القدم العضو المخصوص واطلقت علی السبق مجازا مرسلا لکونھا سببہ وآلتہ وارید من السبق الفضل والشرف والتقدم المعنوی الی المنازل الرفیعۃ مجازا ....وقیل :المراد تقدمھم علی غیرھم فی دخول الجنۃ لقولہ علیہ السلام نحن الآخرون السابقون یوم القیامۃ ....وقیل تقدمھم فی البعث واصل الصدق مایکون فی الاقوال ویستعمل کماقال الراغب فی الافعال ....وصرحواھنا بان الاضافۃ من اضافۃ الموصوف الی صفتہ، والاصل قدم صدق ای محققۃ ومقررہ وفیہ مبالغۃ لجعلھا عین الصدق ثم جعل الصدق کانہ صاحبھا، ویحتمل ان تکون الاضافۃ من اضافۃ المسبب الی السبب وفی ذلک تنبیہ علی ان ماینالوہ من المنازل الرفیعۃ کان بسبب صدق القول والنیۃ.

(۲۹۲) وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا الایۃ کا مطلب؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی ایسی جگہ ہو جہاں اسلام کسی بھی طریقے سے نہ پہنچا ہو وہاں کے کسی انسان کو شرک پر عذاب ہوگا؟ اگر ہوگا تو پھر اس آیت کا کیا مطلب ''وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا''۔
نیز کسی مقام پر اسلام تو لوگوں کو معلوم نہیں لیکن حضرت عیسیٰؑ کی شریعت کے بارے میں انہیں معلوم ہے اور اس پر وہ من وعن عمل کرتے

ہیں تو ایسے لوگوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسی عقل دی ہے کہ اگر اسے رسولوں کی دعوت نہ بھی پہنچی ہو تو اس کی عقل اس کائنات کے پیدا کرنے والے کا ادراک کرسکتی ہے، اور معجزات کی روشنی میں انبیاء کی تصدیق کی مکلف ہے، اب اس بات کے ذہن نشین ہو جانے کے بعد یہ سمجھئے کہ اگر کہیں پر رسولوں کی دعوت نہ پہنچی ہو تو ان پر ایمان لانا ضروری ہوگا یا نہیں؟ تو اولاً ایسی جگہ مشکل ہے جہاں انبیاء کی دعوت نہ پہنچی ہو، ثانیاً اگر فرض بھی کرلیں تو چونکہ انسانی عقل اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار بغیر رسولوں کی ہدایت کے کرسکتی ہے لہٰذا وہاں لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ضروری ہوگا یہی وجہ ہے کہ فقہاءؒ نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک بنایا تو اس پر انہیں عذاب ہوگا اگرچہ ان کی طرف کوئی رسول اور پیغمبر مبعوث نہ ہوا ہو۔ اس کی تائید صحیحین کی اس روایت سے ہوتی ہے جسے امام بخاریؒ نے (۴۷۲/۱) پر ذکر کیا ہے

عن ابی سعید الخدریؓ عن النبی ﷺ قال یقول اللہ تبارک وتعالیٰ یاآدم فیقول لبیک وسعدیک والخیر فی یدیک فیقول اخرج بعث النار قال ومابعث النار قال من کل الف تسعمائة وتسعة وتسعین فعندہ یشیب الصغیر وتضع کل ذات حمل حملھا وتری الناس سکاریٰ وماھم بسکاری ولکن عذاب اللہ شدید قالوا یا رسول اللہ واینا ذاک الواحد قال ابشروا فان منکم رجلا ومن یاجوج وماجوج الفا.

(اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام سے فرمائیں گے کہ اے آدم! حضرت آدم علیہ السلام کہیں گے اے اللہ میں حاضر ہوں، تمام بھلائیاں آپ کے قبضہ قدرت میں ہیں، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اپنی اولاد میں جہنم کا حصہ نکالیں، وہ عرض کریں گے کہ جہنم کا حصہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ ہر ہزار میں سے نوسوننانوے، اس وقت (خوف کی بناء پر) بچے بوڑھے ہوجائیں گے اور حمل والیوں کے حمل گرجائیں گے اور آپ لوگوں کو دیکھیں گے کہ وہ ایسے ہورہے ہوں گے جیسے کہ نشے میں ہیں حالانکہ وہ نشے میں نہیں ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا ہی سخت ہے (اللہ کے عذاب کے خوف سے ان کی یہ حالت ہوگی) صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ وہ ایک کون ہوگا تو آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے لئے خوشخبری ہو تم میں ایک اور یاجوج ماجوج میں ہزار ہوں گے۔) وجہ استدلال یہ ہے کہ یاجوج ماجوج سد سکندری کی اوٹ میں رہنے والی شرک میں مبتلا انسانی مخلوق ہے حالانکہ ان کی طرف کوئی رسول اور پیغمبر مبعوث نہیں پھر بھی ان کو شرک کی بناپر عذاب دیا جائے گا معلوم ہوا کہ مشرک قوم کی طرف اگرچہ کوئی رسول اور قاصد مبعوث نہ بھی ہو تب بھی شرک کی بناء پر ان کو عذاب دیا جائے گا۔

امام ابوحنیفہؒ نے اس طرح کی روایات اور آیات سے استدلال کیا کہ اگر کسی شخص کو انبیاء کی دعوت نہ بھی پہنچی ہو تو بھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانا ضروری ہوگا۔ باقی رہا یہ معاملہ کہ بعثت سے قبل عذاب کی نفی سے کیا مراد ہے؟ تو اس سے مراد معاصی اور بداعمالیوں پر عذاب کی نفی ہے شرک کی صورت میں عذاب کی نفی نہیں ہے۔

بعض مفسرین نے اس آیت مبارکہ میں "رسولا" میں عقل کو بھی شامل کیا ہے یعنی یہاں جن رسولوں کی بعثت کا ذکر ہے اس میں عقل انسانی بھی داخل ہے کہ انبیاء کی بعثت کے بغیر بھی انسانی عقل جن اعمال وافعال کا ادراک کر سکتی ہے ان کے ترک پر عذاب ہوگا۔

۲۔آج کل کے اعتبار سے کوئی ایسا مقام نہیں ہے جہاں دعوت نہ پہنچی ہو، ہاں اگر کوئی ایسا مقام ہو جہاں کلی طور پر اسلامی احکامات کی دعوت نہ پہنچی ہو تو ان احکامات پر عمل پیرا نہ ہونے کی وجہ سے انہیں عذاب نہیں ہوگا۔

لما في التفسير الكبير (۱۰/۱۷۴):في الاية قولان :الاول ان نجرى الآية على ظاهرها ونقول العقل هو رسول الله الى الخلق بل هو رسول الذى لولاه لما تقررت رسالة أحد من الانبياء فالعقل هو رسول الاصلى فكان معنى الاية وماكنا معذبين حتى نبعث رسول العقل .

والثانى ان نخصص عموم الاية فنقول المراد وماكنا معذبين فى الاعمال التى لاسبيل الى معرفة وجوبها الا بالشرع الا بعد مجئ الشرع.

وفى تفسير روح المعانى (۵/۳۹):......قالوا ان العقل آلة للعلم بهما فيخلقه الله تعالى عقيب نظر العقل نظرا صحيحا وأوجبوا الايمان بالله تعالى وتعظيمه وحرموا نسبة ما هو شنيع اليه سبحانه حتى روى عن ابى حنيفة رضى الله عنه انه قال لولم يبعث الله تعالى رسولا لوجب على الخلق معرفته وقد صرح غير واحد من.

علماء هم بأن العقل حجة من حجج الله تعالى ويجب الاستدلال به قبل ورودالشرع واحتجوا فى ذلك بماأخبر الله تعالى به عن ابراهيمؑ من قوله لابيه وقومه "انى اراک وقومک فى ضلال مبين" حيث قال ذلك ولم يقل أوحى الى ومن استدلاله بالنجوم ومعرفة الله تعالى بها وجعلها حجة على قومه وكذلك كل الرسل حاجوا قومهم بحجج العقل كما ينبئ عنه قوله تعالى "قالت رسلهم افى الله شک فاطر السموات والارض "الاية وبقوله تعالى "ومن يدع مع الله الها آخر لابرهان له به" الاية حيث لم يقل ومن يدع مع الله الها آخر بعدما أوحى اليه أوبلغته الدعوة.

وفى التفسير المظهرى (۵/۴۲۱): قال ابو حنيفة رحمه الله الحاكم هو الله تعالى لكن العقل قد يدرک بعض ما وجب عليه وهو توحيد والتنزيهات والاقراربالنبوة بعد مشاهدةالمعجزات فهذه الامور غير متوقفة على الشرع والا لزم الدور لان الشرع يتوقف عليها فيجب على الانسان اتيان هذه الامور قبل بعثت الرسل ويعذب المشرک وان لم يبلغه الدعوة ويؤيد هذا القول مافى الصحيحين عن ابى سعيد الخدرى ......الحديث

وجه الاستدلال ان يأجوج ومأجوج رجال وراء السد لم يبعث فيهم رسول فلو لا التعذيب على

الشرک قبل بعثة الرسل لما عذبت یأجوج و مأجوج ......

وفی الصفحة ۴۲۳: ان عدم التعذیب قبل البعثة مخصوص بالمعاصی دون الشرک حیث قال الله تعالی "ان الله لایغفر ان یشرک به ویغفر مادون ذلک لمن یشاء" فالتقدیر ماکنا معذبین علی المعاصی حتی نبعث رسولا یبین لهم مایتقون وقیل المراد بالرسول اعم من البشر والعقل فان العقل ایضا رسول من الله یدرک به الخیر والشر فما یدرکه العقل ویکفی فی ادراکه من الواجبات یعذب الله العاقل علیها علی عدم اتیانها.

(۲۹۳) "واهجرهم هجرا جمیلا" سے رہبانیت ثابت ہوتی ہے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کلام مقدس میں "واهجرهم هجراً جمیلا" الآیة میں ہجران جمیل سے کیا مراد ہے؟ کیا اس سے رہبانیت کا ثبوت نہیں ملتا؟ احادیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ سے قبل یہ سمجھئے کہ یہ آیت آیات قتال سے منسوخ ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ رسول اللہ سے مخاطب ہیں جب اسلام کا ابتدائی دور تھا اور کفار ہمہ وقت آپ ﷺ اور مسلمانوں کو تکالیف پہنچانے کی فکر میں رہتے تو آپ ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ آپ ان سے نہ تو فکر مند ہوں اور نہ ہی انہیں جواب دینے کی ضرورت ہے بلکہ آپ اس معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں۔ بعد میں جب قتال و جہاد فی سبیل اللہ کی آیات نازل ہوگئیں تو یہ آیت ان سے منسوخ ہوگئی۔ اگر اس کو منسوخ نہ بھی مانیں تو بھی اس سے رہبانیت کا ثبوت نہیں ملتا کیونکہ رہبانیت کہا جاتا ہے دنیا کی لذتوں کو ترک کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لینا جبکہ اس آیت میں کفار کی تکالیف پر صبر کی تلقین کی گئی ہے۔

لما فی تفسیر روح المعانی (۱۰/۱۳۳): (واهجرهم هجرا جمیلا) بان تجانبهم وتداریهم ولا تکافئهم وتکل امورهم الی ربهم کما یعرب عنه.

وفی تفسیر لابن کثیر (۴/۳۹۵): یقول تعالی آمراً رسوله ﷺ بالصبر علی ما یقوله من کذبه من سفهاء قومه وأن یهجرهم هجرا جمیلا وهو الذی لاعتاب معه ثم قال له متهددا لکفار قومه متوعدا وهو العظیم الذی لا یقوم لغضبه شئ.

وفی احکام القران للقرطبی (۱۹/۴۵): (واهجرهم هجرا جمیلا) أی لاتتعرض لهم ولا تشتغل بمکافأتهم فان فی ذلک ترک الدعاء الی الله وکان هذا قبل الامر بالقتال ثم امر بعد بقتالهم وقتلهم فنسخت آیة القتال ما کان قبلها من الترک .

وفی التفسیر الکبیر (۱۵/۲۴۶): الرهبانیة ترهبهم فی الجبال فارین من الفتنة فی الدین مخلصین

انفسهم للعبادة ومتحملين كلفاً زائدة على العبادات التى كانت واجبة عليهم من الخلوة واللباس الخشن والاعتزال عن النساء والتعبد فى الغيران والكهوف.

وفى مشكوة المصابيح (صـ۲۲۲): عن ابن عباس رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ لا صرورة فى الاسلام.

وفى مرقات المفاتيح (۲۷۴/۵): ......قيل المراد بالصرورة التبتل وترك النكاح اى ليس فى الاسلام بل هو فى الرهبانية واصل الكلمة من الصر وهو الحبس.

(۲۹۴) علم الیقین اور عین الیقین میں فرق

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سورۃ التکاثر میں ایک جگہ علم الیقین کا لفظ آیا ہے اور دوسری جگہ عین الیقین کا لفظ آیا ہے۔ان دونوں میں کیا فرق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......علم الیقین اور عین الیقین کے فرق میں مختلف اقوال نقل کیے گئے ہیں جن کا آپس میں کوئی تضاد نہیں ہے:

(۱) علم الیقین سے مراد ایسا علم ہے جو کسی دلیل کے ذریعے کسی چیز کی حقیقت تک پہنچا دے اور عین الیقین سے مراد ایسا علم ہے کہ دلیل کے بعد اس کا مشاہدہ بھی ہوجائے تو یہ یقین مزید پختہ ہوجاتا ہے جیسے ہر شخص جانتا ہے کہ اسے ایک نہ ایک دن موت آنی ہے یہ علم الیقین ہے اور جب موت کے وقت آخرت کے احوال نظر آنے لگتے ہیں تو یہ عین الیقین ہے۔

(۲) دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہ آیات بطور تنبیہ کے ذکر کی گئی ہیں اور وہ اس طور پر کہ تمہیں آخرت کا علم یقینی طور پر حاصل نہیں ہے، اگر تمہیں آخرت کے احوال کا یقینی علم حاصل ہوتا تو تمہیں دل کی آنکھوں سے جہنم کے احوال نظر آتے۔گویا وہ مناظر تمہارے سامنے گھومتے اور تم کبھی کسی گناہ کے قریب نہ جاتے۔لیکن چونکہ تمہیں یقین نہیں لہٰذا تم دنیا کی رونق اور چکا چوند میں گم ہو اور آخرت سے غافل ہو۔

لقوله تعالى (التكاثر: ۵، ۶، ۷): كلا لو تعلمون علم اليقين ۝ لترون الجحيم ۝ ثم لترونها عين اليقين ۝

وفى روح المعانى (۲۷۸/۳۰): لو تعلمون علم اليقين اى لو تعلمون مابين ايديكم علم الامر المتيقن اى كعلمكم ماتستيقنونه من الامور ....ثم لترونها عين اليقين اى الرؤية التى هى نفس اليقين فان الانكشاف بالرؤية والمشاهدة فوق سائر الانكشافات فهو احق بان يكون عين اليقين .... وعلم اليقين بما اعطاء الدليل من ادراك الشئ على ماهو عليه وعين اليقين بما اعطاء المشاهدة والكشف وجعل وراء ذلك حق اليقين وقال على سبيل التمثيل علم كل عاقل بالموت علم اليقين واذا عاين الملائكة عليهم السلام فهو عين اليقين.

لمافی احکام القرآن للقرطبی (۱۷۳/۲۰): کلالوتعلمون علم الیقین .... کانہ قال لاتفعلوا فانکم تندمون ......لوتعلمون علم الیقین ای لوتعلمون الیوم فی الدنیا علم الیقین فیما أمامکم مماوصفت لترون الجحیم بعیون قلوبکم فان علم الیقین یریک الجحیم بعین فؤادک وھوان تتصور لک تارات القیامۃ وقطع مسافاتھا.

(۲۹۵) انسان کوظالم کیوں کہا گیا؟

سوال......کیافرماتے ہیں علماءکرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اللہ تعالیٰ نے کلام مقدس میں فرمایاانا عرضنا الامانۃ علی السماوات والارض الایۃ۔اب سوال یہ ہے کہ تحمل امانت سے جب ساری چیزیں عاجز ہوگئیں تھیں سوائے انسان کے اورانسان نے اس بارامانت کواٹھالیاتویہ انسان کی فضیلت ہوئی لیکن آیت کے آخرمیں انسان کوظالم کہا گیا ہے۔اس کی کیاوجہ ہے؟تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں تحمل امانت کے بعدانسان کوظالم کہنااس اعتبار سے ہے کہ اس نے نتائج کی پرواہ کئے بغیرکہ یہ کتنی بڑی ذمہ داری ہے اس کوقبول کرلیااور بعدمیں اس کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے لگا البتہ یہ ''ظالم'' کی صفت اکثرافراد کے اعتبار سے ہے کہ جولوگ شریعت کی حدود سے متجاوز ہیں وہ ظالم ہیں ورنہ جومتجاوزنہیں وہ ظالم نہیں ہیں۔

لمافی روح المعانی (۹۶/۲۲): انہ کان ظلوما جھولا ....ای انہ کان مفرطا فی الظلم مبالغا فی الجھل ای بحسب غالب افرادہ الذی لم یعملوا بموجب فطرتھم السلیمۃ.

وفی التفسیر الکبیر (۲۳۶/۲۵): قولہ تعالیٰ انہ کان ظلوما جھولا فیہ وجوہ ......ثانیھا المراد بالانسان یظلم بالعصیان ویجھل ماعلیہ من العقاب.

(۲۹۶) تفاسیری واقعات کی حیثیت

سوال......کیافرماتے ہیں علماءکرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن مجید کی تفسیر میں ہرقسم کے واقعات کوبیان کرنے کی اجازت ہے یانہیں؟اگراجازت نہیں ہے توسورۃ بقرہ کی آیت ﴿واتبعوا ماتتلوا الشیاطین الایۃ﴾ اسی طرح ﴿فلما آتاھما صالحا جعلا لہ شرکاء الایۃ﴾ اوراسی طرح جہاں حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کاذکرآتا ہے وہاں مختلف قسم کے عجیب وغریب واقعات بیان کئے جاتے ہیں۔ان واقعات کابیان کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں واقعات کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ ''ایسے واقعات جن کوخودنبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا'' وہ حق وصحیح ہیں اورانہیں بیان کرنا جائز ہے۔

۲۔ ایسے واقعات جن کا حقائق ثابتہ کے ساتھ تناقض ہو جیسا کہ عقیدہ توحید، عصمت انبیاء، تنزیہہ باری تعالیٰ کے معارض ہوں ایسے واقعات بیان کرنا ناجائز ہے۔

۳۔ ایسے واقعات جو نہ تو احادیث سے ثابت ہوں اور نہ ہی حقائق ثابتہ کے خلاف ہوں البتہ ان کی صحت کے بارے میں کوئی علم نہ ہوا ایسے واقعات کا نقل کرنا جائز ہے البتہ اس قول کی صحت وعدم صحت کی تعیین مشکل ہے۔

لـمافي تفسير البغوي (۱۳/۱): قال عليه الصلوة والسلام حدثوا عن بني اسرائيل ولاحرج وذلك فيمايتعلق بماضيهم للعبرة والاتعاظ بمايتوافق مع جلالة الانبياء والمرسلين السابقين لان اليهود لايتورعون من الحط من شان انبياء هم والافتراء عليهم. واخبارهم عن انبياء هم محشوة بالاضاليل والاكاذيب ،وان كان ولابد من ذكر شواهد من الاخبار الاسرائيلية فلابد من التقييد بهذا المنهج المستقيم:

۱. ماعلمت صحته عن النبي ﷺ فيمايحكيه عن بني اسرائيل فهذا ممالاتخرج فيه قطعا وهو حق وصدق.

۲. ماعلم عدم صحته بان كان يناقض الحقائق الثابتة التي لاتتغير ولاتتبدل في كل زمان ومكان كعصمة الانبياء ،وعقيدة التوحيد، وتنزيهه الباري سبحانه وتعالى فكل خبر يناقض معنى من معاني هذه الحقائق الثابتة فهو مردود لاتجوز روايته الاللتنبيه اولتفنيده ونقضه.

۳. ماهومسكوت عنه لاهو من قبيل الاول ولاهو من قبيل الثاني وهذا القسم نتوقف فيه فلانؤمن به ولانكذبه وتجوز حكايته وهذاالنوع ممالیس فيه فائدة تعود على المسلمين في امر دينهم.

(۲۹۷) ایک آیت کے متعلق وضاحت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج صبح میں دوران تلاوت ترجمہ دیکھ رہا تھا کہ اس آیت پر پہنچا فالھمھا فجورھا وتقواھا. میرے ذہن میں سوال پیدا ہوا کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے ''فجور'' کو ''تقویٰ'' سے پہلے ذکر کیا حالانکہ تقویٰ کا ذکر پہلے ہونا چاہئے تھا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں فجور کو تقویٰ پر مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اصول یہ ہے کہ جب کسی چیز کو مزین کرنا مقصود ہو تو پہلے اس کی صفائی کی جاتی ہے پھر تزئین کی جاتی ہے۔ اسی اصول کے مطابق جب نفس کی تزئین ہوگی تو نفس کو پہلے فسق وفجور سے پاک کیا جائے گا پھر تقویٰ سے مزین کیا جائے گا۔ اس اعتبار سے فجور کا ذکر پہلے اور تقویٰ کا ذکر بعد میں کرنا ہی مناسب ہے۔ دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ کلام مقدس میں صرف ہدایت ہی نہیں بلکہ ہدایت کے لئے نازل کئے جانے والے احکام انتہائی بلاغت وفصاحت کے ساتھ

بیان کئے گئے ہیں۔ چنانچہ قافیہ بندی کا اعتبار کریں تو تقویٰ کو بعد میں ہی آنا چاہئے۔

لما فی روح المعانی (۱۸۲/۳۰): وقدم الفجور علی التقوی لان الهامه بهذا المعنی من مبادی تجنبه وهو تخلية والتخلية مقدمة علی التحلية وقيل قدم مراعاة للفواصل واضيفا الی ضمير النفس قيل اشارة الی ان الملهم للنفس فجور وتقوی قد استعدت لهما فهما لها بحكم الاستعداد وقيل رعاية للفواصل.

(۲۹۸) تورات، زبور اور انجیل کا پڑھنا

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ مجھے کبھی کبھار سخت خواہش ہوتی ہے کہ دوسرے مذاہب کی کتابیں تورات، زبور اور انجیل کو پڑھوں۔ آپ یہ بتلائیں کہ میرے لئے ان کتب کا پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟ نیز عوام وخواص کے اعتبار سے کوئی فرق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً..... صورت مسئولہ میں آپ کے لئے تورات، زبور اور انجیل کا پڑھنا جائز نہیں اور اس میں عوام وخواص کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں۔ البتہ اگر کسی شخص کو اسلام کے احکام پر عبور حاصل ہو اور وہ ان کتب کا مطالعہ اس لئے کرے تا کہ مخالفین کے اعتراضات کا جواب دے سکے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لما فی المشکوة (۳۲/۱): عن جابر ان عمر بن الخطاب رضی الله عنه اتی رسول الله صلی الله علیه وسلم بنسخة من التوراة فقال يا رسول الله هذه نسخة من التوراة فسكت فجعل يقرأ ووجه رسول الله صلی الله علیه وسلم يتغير فقال ابوبكر ثكلتك الثواكل ما تری بوجه رسول الله صلی الله علیه وسلم فنظر عمر الی وجه رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال اعوذ بالله من غضب الله وغضب رسوله رضينا بالله ربا.........

وفی الدر المختار مع رد المحتار (۱۷۵/۱): ويكره له قرأة توراة وانجيل وزبور.

وفی الشامية فی آخر بحث القرأة: واختار سيدی عبدالغنی ما فی الخلاصة واطال فی تقريره وقال: وقد نهينا عن النظر فی شئ منها سواء نقلها الينا الكفار او من اسلم منهم.

(۲۹۹) قرآن مجید کے اوراق کی ہوا لگانا اور اسے چومنا

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص قرآن مجید کھولتے وقت تلاوت سے پہلے پاس بیٹھے بچوں کو قرآن مجید کے اوراق کی ہوا لگائے یعنی تبرک کے لئے ایسا کرے تو ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ نیز قرآن مجید کو چومنا یا آنکھ پر لگانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... صورت مسئولہ میں قرآن مقدس سے مذکورہ طریقے سے تبرک حاصل کرنا کہ بچوں کو قرآن مجید کے اوراق کی ہوا لگائی جائے یہ طریقہ سلف سے منقول نہیں ہے بلکہ یہ قرآن مقدس کی بے حرمتی ہے لہٰذا یہ طریقہ درست نہیں ہے۔ البتہ قرآن مجید کا چومنا صحابہ کرام سے ثابت ہے لہٰذا چومنا یا آنکھوں سے لگانا نہ صرف جائز بلکہ امر مستحسن ہے۔

لمافی الشامیة (۳۸۴/۶): تقبیل المصحف قیل بدعة لکن روی عن عمر رضی اللہ عنہ انه کان یأخذ المصحف کل غداة ویقبله ویقول عهد ربی ومنشور ربی عزوجل وکان عثمان رضی اللہ عنہ یقبل المصحف ویمسحه علی وجهه.

(۳۰۰) آیات قرآنیہ، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے کتبوں کو چومنا

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہماری مسجد میں آیات قرآنیہ اور اللہ ورسول کے نام کے کتبے لگے ہوئے ہیں اور لوگ ان کو چومتے ہیں، یہ عمل شریعت میں جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... آیات قرآنیہ، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں کے کتبوں کو تعظیم کی وجہ سے چومنا جائز ہے لیکن اس پر التزام درست نہیں۔

لمافی الدر المختار (۳۸۴/۲): وفی القنیة فی باب مایتعلق بالمقابر تقبیل المصحف قیل بدعة لکن روی عن عمر رضی اللہ عنہ انه کان یاخذ المصحف کل غداة ویقبله ویقول عهد ربی ومنشور ربی عزوجل وکان عثمان رضی اللہ عنہ یقبل المصحف ویمسحه علی وجهه.

(۳۰۱) قرآن مجید کے نقطے

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن مجید کے نقطے سب سے پہلے کس زمانے میں لگائے گئے اور کس نے لگائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... قرآن مجید کے نقطے عبدالملک بن مروان کے دور میں حسن بصریؒ اور یحییٰ بن یعمرؒ نے حجاج بن یوسف کے حکم سے لگائے۔

کذافی احکام القرآن للقرطبی (۶۳/۱): واماشکل المصحف ونقطه فروی ان عبدالملک بن مروان امر به وعمله فتجرد لذلک الحجاج بواسط وجد فیه وزاد تحزیبه، وامر وهو والی العراق الحسن ویحیی بن یعمر بذلک.

وفی البدایة والنهایة (۱۲۴/۹): فی ترجمة الحجاج ...... وفی ایامه نقطت المصاحف.

(۳۰۲) جس کمرے میں قرآن ہو وہاں اپنی بیوی سے مجامعت کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس کمرے میں قرآن مجید رکھا ہو اس میں اپنی بیوی سے مجامعت کرنا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں ایسی صورت میں اپنی بیوی سے جماع کرنا جائز ہے۔

لمافي الهندية (۵/۳۲۲): يجوز قربان المرأة في بيت فيه مصحف مستور كذا في القنية.

وفي الدرالمختار مع ردالمحتار (۱/۱۷۸): يجوز قربان المرأة في بيت فيه مصحف مستور.

وفي الشامية: (مستور) ظاهره عدم الجواز اذالم يشترط اقول وعبارة الخانية ولا بأس بالخلوة والمجامعة في بيت فيه مصحف لان بيوت المسلمين لاتخلوا من ذلك.

(۳۰۳) دینی کتب یا قرآن شریف کی موجودگی میں بیوی سے صحبت کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس گھر یا کمرے میں دینی کتب یا قرآن شریف موجود ہو اس کمرے میں بیوی سے صحبت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں مسلمانوں کے گھروں میں عام طور پر دینی کتب یا قرآن شریف موجود ہوتے ہیں اس لئے ان کی موجودگی میں صحبت جائز ہے البتہ بہتر یہ ہے کہ انہیں کسی کپڑے وغیرہ سے ڈھانک دیا جائے۔

دلائل المسئلة مرت سابقا تحت السؤال السابق

﴿کتاب مایتعلق بالحدیث﴾

(حدیث شریف سے متعلق سوالات)

(۳۰۴) وحی کی برکات سے محرومی

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک روایت میں ہے ''جب میری امت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دے گی وحی کی برکات سے محروم ہو جائے گی''۔ وحی کی برکات سے کیا مراد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......وحی کی برکات سے محرومی کا مطلب یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ترک کی بناء پر امت محمدیہ قرآن وحدیث کے علوم ومعارف سے محروم ہو جائے گی کیونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر قرآن وسنت کے علوم کے احیاء کا ذریعہ ہے جب امت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑے گی تو نتیجے کے طور پر قرآن وسنت کے علوم اور اس سے حاصل ہونے والے انوارات وبرکات سے محروم ہو جائے گی۔

لـمافي کنز العمال (۱۸۳/۳): [۶۰۷۰] اذا عظمت امتی الدنیا نزعت منها هیبة الاسلام واذا ترکت الامر بالمعروف والنهی عن المنکر حرمت برکة الوحی واذا تسابت امتی سقطت من عین الله.

(۳۰۵) حجیت حدیث قرآن کی روشنی میں

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ حجیت حدیث قرآن سے ثابت ہے۔ آپ کچھ ایسی آیات ذکر کریں جن سے حجیت حدیث کا ثبوت ملتا ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً......درج ذیل آیات سے حجیت حدیث کا ثبوت صراحۃً ملتا ہے۔

۱......قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ج فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَایُحِبُّ الْکَافِرِیْنَ o (آل عمران: ۳۲)

۲......مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ج وَمَنْ تَوَلّٰی فَمَا اَرْسَلْنٰکَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظاً o (النساء: ۸۰)

۳......فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْیُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ o (النور: ۶۳)

۴......وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَامُؤْمِنَةٍ اِذَاقَضَی اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ط وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلاً مُّبِیْناً o (الاحزاب: ۳۶)

۵......قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ الایة (آل عمران: ۳۱)

۶............ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ الاية (النساء: ۵۹)

۷............ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ الاية (الحشر: ۷)

۸............ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ۙ (النجم: ۳، ۴)

(۳۰۶) قبورِ صحابہ کی زیارت اور حدیث لاتشدوالرحال کا مطلب

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مشہور یہ ہے کہ افغانستان میں بعض صحابہ کرام کی قبور ہیں۔اب اگر کوئی شخص ان کی زیارت کی نیت سے جاتا ہے تو یہ عمل صحیح ہے یا نہیں؟ نیز اس بات کی بھی وضاحت فرمادیں کہ یہ جو بعض روایات میں ہے کہ ''تین مسجدوں کے علاوہ کیلئے سفر نہ کیا جائے'' اس روایت کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... صحابہ کی قبور کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز ہے اور وہ روایت مبارکہ جس میں تین مسجدوں کے علاوہ کی طرف سفر کرنے سے منع فرمایا گیا ہے یعنی ﴿لاتشدوالرحال الاالی ثلاثة مساجد﴾ یہ صرف مساجد کی فضیلت وعظمت کے بیان کے لئے ہے کہ مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ ان تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد کی زیارت یا حصول ثواب کے لئے اس کی طرف سفر نہ کیا جائے۔باقی رہا یہ معاملہ کہ مساجد کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے سفر کیا جاسکتا ہے یا نہیں تو اس روایت میں اس کی نفی نہیں ہے۔اور قبور کی زیارت متعدد روایات سے ثابت ہے لہٰذا ان قبور کی زیارت کرنا صحیح ہے۔

لمافي المشكوة (ص۶۷): عن ابی سعيدالخدری قال قال رسول اللهﷺ لاتشدوالرحال الاالی ثلثة مساجد مسجد الحرام والمسجد الاقصى ومسجدی هذا متفق عليه.

وفي المرقات (۲/۱۹۰): والمراد نفی فضيلة شدها وربطها ......قيل نفی معناه نهی ای لاتشدوا الی غيرها لان ماسوی الثلاثة متساوفی الرتبة غير متفاوت فی الفضيلة وكان الترحل اليه ضائعا ......وفی الاحياء ذهب بعض العلماء الی الاستدلال به علی المنع من الرحلة لزيارة المشاهد وقبور العلماء والصالحين وماتبين لی ان الامر كذلک بل الزيارة مامور بها لخبر كنت نهيتكم عن زيارة القبور الافزوروها والحديث انماورد نهيا عن الشد لغير الثلاثة من المساجد لتماثلها.

وفي الدرالمختار مع ردالمحتار (۲/۲۴۲): وبزيارة القبور ولو للنساء لحديث كنت نهيتكم عن زيارة القبور الافزوروها.

وفي الشامية: بعد بحث طويل .... قلت :استفيد منه ندب الزيارة وان بعد محلها وهل تندب الرحلة كمااعتيد ....لم أرمن صرح من ائمتنا ومنع منه بعض ائمة الشافعية الالزيارتهﷺ قياسا

علی منع الرحلة لغیر المساجد الثلاث. ورده الغزالی بوضوح الفرق فان ماعدا تلک المساجد مستویة فی الفضل فلافائدة فی الرحلة الیها واما الاولیاء فانهم متفاوتون فی القرب من اللہ تعالٰی ونفع الزائر بحسب معارفهم واسرارهم.

(۳۰۷) وقت طلوع وغروب پر ایک اشکال وجواب

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ طلوع وغروب آفتاب کے وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے اور وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب سورج طلوع یا غروب ہوتا ہے تو وہ شیطان کے دوسینگوں کے درمیان ہوتا ہے اور ایسے اوقات میں نماز مکروہ ہے تاکہ شیطان کی عبادت کا شائبہ نہ ہو۔لیکن جب سائنس نے ترقی کے منازل طے کر لئے تو یہ بات ثابت اور معلوم ہوئی کہ سورج ہر وقت کسی نہ کسی خطے میں طلوع یا غروب ہو رہا ہوتا ہے گویا سورج ہر وقت شیطان کے دوسینگوں کے درمیان ہوتا ہے لہٰذا اس اعتبار سے کسی بھی وقت نماز پڑھنی جائز نہیں ہونی چاہئے۔آپ تفصیل سے اس مسئلہ کا ایسا جواب عنایت فرمائیں جس سے تسلی ہو جائے۔اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عنایت فرمائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں یہ حکم ہر جگہ کے طلوع اور غروب کے اعتبار سے ہے کہ جب وہاں طلوع یا غروب ہو رہا ہو تو اس وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ بات ہر شخص تسلیم کرتا ہے کہ سورج ہر لمحہ طلوع یا غروب ہو رہا ہے لیکن کوئی شخص یہ نہیں کہتا کہ ایک جگہ کے تمام اوقات طلوع یا غروب کے سمجھے جائیں گے بلکہ ایک جگہ کے اعتبار سے دن میں صرف ایک بار طلوع اور غروب سمجھا جاتا ہے۔اسی طرح وہاں کے اعتبار سے مکروہ اوقات بھی دو ہی ہوں گے۔یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے لیلۃ القدر ایک ہی رات ہوتی ہے لیکن ایک جگہ رات ہونے سے ساری دنیا میں رات نہیں ہوتی بلکہ کسی جگہ دن ہوتا ہے تو لیلۃ القدر پوری دنیا میں کس طرح تسلیم کی جائے گی۔اس کی صورت بھی یہی ہوگی کہ جہاں جہاں اس مخصوص تاریخ کی رات آئے گی وہی لیلۃ القدر ہوگی۔ٹھیک اسی طرح جہاں جہاں طلوع یا غروب ہو رہا ہو وہاں کراہت کا حکم آئے گا باقی جگہوں پر نہیں۔

(۳۰۸) گرگٹ کو مارنے پر ثواب

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر مشہور ہے کہ گرگٹ کو مارنے پر ثواب ملتا ہے کیا یہ بات صحیح ہے اور احادیث میں اسے مارنے پر ثواب کا ذکر موجود ہے؟ اور اسکی وجہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں یہ بات صحیح ہے اور روایات سے ثابت ہے کہ گرگٹ کو مارنے پر ثواب ملتا ہے۔جس کی ایک وجہ یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ جلائی گئی تو اس نے اسے مزید بھڑکانے کی کوشش کی تھی۔دوم یہ موذی جانوروں میں سے ہے جو انسان کے لئے نقصان دہ ہیں لہٰذا اسے مارنے کا حکم ہے۔

لمافی الصحیح لمسلم (۲/۲۳۵): حدثنا ابوبکر بن ابی شیبة .... عن ام شریک ان النبی ﷺ امرھا بقتل الاوزاغ وفی حدیث ابن ابی شیبة امر.

وفی حاشیة النووی: امر النبی ﷺ بقتله وحث علیه ورغب فیه لکونه من الموذیات.

وفی المشکوة (صـ ۳۶۱): عن ام شریک ان رسول الله ﷺ امر بقتل الوزغ وقال کان ینفخ علی ابراھیم.

عن ابی ھریرة رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قال من قتل وزغا فی اول ضربه کتبت له مائة حسنة وفی الثانیة دون ذلک وفی الثالثة دون ذلک.

(۳۰۹) جذامی سے دور رہنے والی روایت کا مطلب

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا جذامی سے تعلقات ختم کر دینے چاہیے حالانکہ وہ بھی تو مسلمان ہے، ہمارے ایک عزیز کہنے لگے کہ ایک روایت میں ہے کہ جذام والے شخص سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگا جاتا ہے لہٰذا ایسے شخص سے تعلقات نہیں رکھنے چاہیے، اور انہیں کھانا بھی بانس سے دیا جانا چاہیے، ان کے قریب بھی بالکل نہ جانا چاہیے، کیا یہ بات صحیح ہے؟ احادیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً..... ایک روایت میں نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ ''لا عدوی'' الحدیث جس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک آدمی کا مرض دوسرے آدمی میں منتقل نہیں ہوتا، ہاں اگر اللہ تعالیٰ اسے بھی اس مرض میں مبتلا کرنا چاہیں تو علیحدہ مسئلہ ہے۔ اب اس کے بعد سوال میں ذکر کردہ روایت کا مطلب سمجھئے کہ اس روایت میں ایسے شخص کو جذامی سے دور رہنے کی تاکید کی جا رہی ہے جو اپنے ضعف عقیدہ کی بناء پر یہ سمجھتا ہو کہ کسی مریض کے قریب جانے سے اس مرض کے اثرات منتقل ہو جاتے ہیں تو ایسے شخص سے کہا جا رہا ہے کہ وہ جذامی کے قریب نہ جائے کیونکہ اگر اسے یہ مرض لاحق ہو گیا تو وہ اپنے ضعیف عقیدے کی بناء پر یہ سمجھے گا کہ مجھے یہ مرض اس مریض کے ساتھ میل جول کی وجہ سے ہوا ہے ورنہ عام حالات میں ممانعت نہیں ہے کیونکہ روایات میں آتا ہے ایک موقع پر خود رسول اللہ ﷺ نے ایک جذامی کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کیا اور اسے فرمایا اللہ پہ اعتماد اور بھروسہ کرتے ہوئے کھاؤ۔ چنانچہ ''سنن ابن ماجہ'' (ص ۲۵۳) میں روایت موجود ہے:

''عن جابر بن عبد الله رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ أخذ بید رجل مجذوم فأدخلھا معه فی القصعة ثم قال: کل ثقة بالله وتوکلا علی الله''

اس سے بھی معلوم ہوا کہ جذامی سے قطع تعلق مقصود نہیں بلکہ فساد عقیدہ سے بچانے کے لئے ایسا ارشاد فرمایا۔

لقوله تعالی: وماھم بضارین به من احد الا باذن الله الایة (البقرة: ۱۰۲)

وفی الصحیح للبخاری (۲/۸۵۰):......سمعت اباھریرة رضی اللہ عنہ یقول قال رسول اللہ ﷺ لاعدوی ولا طیرۃ ولاھامة ولاصفر وفر من المجذوم کما تفر من الاسد۔

وفی فتح الباری (۱۰/۱۲۹): اختلف الاثار فی المجذوم فجاء ما تقدم عن جابر رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ اکل مع المجذوم وقال ثقة باللہ وتوکلا علیہ قال فذھب عمر رضی اللہ عنہ وجماعة من السلف الی الاکل معہ ورأوا ان الامر باجتنابہ منسوخ ......والصحیح الذی علیہ الاکثر ویتعین المصیر الیہ ان لا نسخ بل یجب الجمع بین الحدیثین......

وفی الصفحة ۱۳۲: ویمکن الجمع بین فعلہ وقولہ بان القول ھو المشروع من أجل ضعف المخاطبین وفعلہ حقیقة الایمان فمن فعل الاول اصاب السنة وھی اثر الحکمة ومن فعل الثانی کان اقوی یقینا لان الاشیاء کلھا لا تاثیر لھا الا بمقتضی ارادۃ اللہ تعالی وتقدیرہ......فمن کان قوی الیقین فلہ ان یتابعہ ﷺ فی فعلہ ولا یضرہ شیٔ ومن وجد فی نفسہ ضعفاً فلیتبع أمرہ ﷺ فی الفرار لئلا یدخل بفعلہ فی القاء نفسہ الی التھلکة۔

(۳۱۰) احادیث کے بارے میں چند سوالات

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام درج ذیل مسائل کے بارے میں کہ:

۱۔ سید الاستغفار کیا ہے؟

۲۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے جادو کے بارے میں کون سی دعا سکھائی تھی جس کے بارے میں وہ فرماتے ہیں کہ اگر میں یہ دعا نہ پڑھتا تو مجھے جادو کے زور پر گدھا بنادیا جاتا۔

۳۔ حجاج حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس دو ساتھیوں کے ساتھ گیا اور انہیں دھمکیاں دیں تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے حضور ﷺ نے دعا بتلائی ہے کہ جو شخص پڑھ لے وہ محفوظ رہے گا۔اس پر حجاج کے ساتھیوں نے کہا کہ تو حملہ کر ہم تیرے ساتھ ہیں۔حجاج نے جواب دیا کہ میں ان کے کاندھے پر جو چیز دیکھ رہا ہوں وہ تمہیں معلوم نہیں ہے۔بعد ازاں حجاج نے کہا کہ وہ دعا مجھے بھی بتلا ئیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو ظالم ہے لہٰذا تجھے نہیں بتاؤں گا۔وہ دعا کون سی ہے تحریر کردیں۔

۴۔ یہ حدیث معترجمہ بیان فرمادیں جس کا ایک جملہ یہ ہے "الاان سلعة اللہ الغالیة "۔

الجواب حامداً ومصلیاً......مسئولہ صورتوں کے جوابات درج ذیل ہیں:

۱۔ سید الاستغفار یہ ہے:

"اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّی لَااِلٰہَ اِلَّااَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَوَعْدِکَ مَااسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ

بِکَ مِنْ شَرِّ مَاصَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ لَکَ بِذَنْبِی فَاغْفِرْلِی فَاِنَّهٗ لَایَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّااَنْتَ''.

اس کی فضیلت یہ بیان کی گئی ہے:

''ومن قالها من النهار موقنا بها فمات من يومه قبل ان يمسى فهو من اهل الجنة ومن قال لها موقناً منالليل وهو موقن بها فمات قبل ان يصبح فهو من اهل الجنة''. (صحيح البخاری ج۲/ص۹۳۳)

۲۔ وہ صحابی جنہیں حضور ﷺ نے یہ دعا سکھلائی وہ عبداللہ بن سلام نہیں بلکہ حضرت کعب احبار ہیں اور وہ روایت یہ ہے:

عن القعقاع بن حكيم ان كعب الاحبار قال لولا كلمات اقولهن لجعلتنى اليهود حمارا فقيل له وماهن فقال: اعوذ بوجه الله العظيم الذى ليس شئ اعظم منه وبكلمات الله التامات التى لايجاوزهن بر ولافاجر وباسماء الله الحسنى كلها ماعلمت منها ومالم اعلم منها من شر ماخلق وبرأ وذرأ.

(المؤطاللامام مالک :۷۲۳)

۳۔ کتب میں تلاش وتتبع کے باوجود آپ کا ذکر کردہ واقعہ نہیں ملا البتہ اکثر کتب احادیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا جو واقعہ موجود ہے وہ یہ ہے:

''عن الزبيربن عدى قال اتينا انس بن مالك فشكونا اليه مايلقون من الحجاج فقال اصبروا فانه لايأتى عليكم زمان الاالذى بعده شرمنه حتى تلقوا ربكم سمعته من نبيكم ﷺ.''

(صحيح البخاری ج۲/ص ۱۰۴۷)

(هكذا روى فى المسند الجامع: ج۳/ص۲۵......وفى مسند احمد بن حنبل ج۴/ص۱۷......وفى سنن الترمذی ج ۲/ص۴۴)

۴۔ یہ روایت درج ذیل ہے:

''سمع اباهريرة انس رضی اللہ عنہ يقول قال رسول الله ﷺ من خاف ادلج ومن ادلج فقد بلغ المنزل الاان سلعة الله غالية الاان سلعة الله غالية ....وفى رواية كعب :الاان سلعة الله الجنة''.

(المستدرک للحاکم : ج۴/ ص۳۴۳)

ترجمہ:- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو ڈرتا ہے وہ رات کے ابتدائی حصے میں تیاری شروع کردیتا ہے (یعنی جسے آخرت کا خوف ہوتا ہے وہ آخرت کی تیاری شروع کردیتا ہے) اور جو شخص رات کی ابتداء میں سفر شروع کرتا ہے وہ منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ آگاہ ہوجاؤ کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا سودا بڑا مہنگا ہے۔ آگاہ ہوجاؤ کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا سودا بڑا مہنگا ہے اور حضرت کعب کی روایت میں یہ الفاظ ہیں ''اور آگاہ ہوجاؤ کہ اللہ کا سودا جنت ہے''۔

(۳۱۱) ''ان اللہ خلق آدم علی صورتہ'' کا مطلب

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ جو مشہور حدیث ہے ''ان اللہ خلق آدم علی صورتہ'' (اللہ تعالی نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) اس حدیث کا مطلب ومفہوم کیا ہے؟ بحوالہ نقل فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً..... اس روایت مبارکہ کی تشریح میں علماء کے مختلف اقوال ہیں:

۱۔ اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو ''ان کی'' صورت پر پیدا کیا یعنی دوسرے انسانوں کی طرح پہلے نطفہ پھر خون کالوتھڑا اس طرح مختلف مراحل سے گزار کر پیدا نہیں کیا بلکہ براہ راست ان کی صورت پر پیدا کیا (یعنی صورتہ کی ضمیر آدم کی طرف راجع ہے)۔

۲۔ آپ ﷺ کا گزر ایک شخص پر ہوا جو اپنے غلام کو منہ پر تھپڑ مار رہا تھا، آپ نے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالی نے حضرت آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا لہٰذا اس کا احترام کرو۔

۳۔ اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صفات پر پیدا کیا۔ جس طرح اللہ تعالی دیکھتے، سنتے اور جانتے ہیں اسی طرح انسان کو بھی ان صفات پر پیدا کیا، اگرچہ انسان کی اور اللہ تعالی کی صفات میں فرق ہے۔

۴۔ اللہ تعالی کی طرف نسبت محض حضرت آدم کی شرافت وتعظیم کے لئے ہے جیسے بیت اللہ یا روح اللہ کہا جاتا ہے۔

لمافي عمدة القاري (۲۲/۲۲۹): عن ابي هريرة عن النبي ﷺ قال خلق الله آدم على صورته طوله ستون ذراعا الحديث (قوله على صورته) اى على صورة آدم لانه اقرب الى خلقه في اول الامر كامل الخلقة طويلا ستين ذراعا كماهو المشاهد بخلاف غيره فانه يكون اولا نطفة ثم علقة ....وقيل انه مر برجل يضرب عبده في وجهه كظما فزجره عن ذلك وقال خلق الله آدم على صورته فانها كناية عن المضروب وجهه قال وقد يقال هو عائد الى الله تعالى لكن الصورة هي الهيئة وذلك لايصح الاعلى الاجسام فمعنى الصورة الصفة كمايقال عرفني صورة هذا الامر اى صفته يعني خلق آدم على صفته اى حيا، عالما، سميعا، بصيرا متكلما او هو اضافة تشريفه نحو بيت الله وروح الله لانه ابتدء ها لاعلى مثال سابق بل بمحض الاختراع فشرفها بالاضافة اليه.

وفي المرقات (۹/۴۰۶): عن ابي هريرة قال قال رسول الله ﷺ خلق الله آدم على صورته اى على صورته التي استمر عليها الى ان أهبط والى ان مات دفعا للتوهم ان صورته كانت في الجنة على صفة اخرى.

(۳۱۲) ''من ترک الصلوٰۃ متعمدا فقد کفر'' کا مطلب

سوال..... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک مسجد میں نماز پڑھنے کیلئے گیا تو مسجد کی دیوار پر

ایک حدیث لکھی ہوئی تھی من ترک الصلوٰۃ متعمدا فقد کفر۔(ترجمہ) جس نے جان بوجھ کرنماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا۔ یہ پڑھ کر میں کافی پریشان ہوا کہ کتنے لوگ نمازیں پڑھتے ہی نہیں تو یہ سب کافر ہوں گے۔ کیا یہ واقعی حدیث ہے؟ اگر حدیث ہے تو اس کا مطلب یہی ہے جو ترجمہ سے واضح ہے یا کوئی اور مطلب ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً...... جی ہاں یہ صحیح حدیث ہے مگر علماء کے نزدیک یہ اپنے ظاہری معنیٰ پر محمول نہیں ہے بلکہ علماء کرام اس میں کئی تاویلات کرتے ہیں۔

(۱)۔اس سے مراد وہ آدمی ہے جو کہ نماز کے وجوب کا منکر ہو۔

(۲)۔یا مطلب یہ ہے کہ نماز کا چھوڑنا ایک ایسا عمل ہے جو مسلمان کو کفر کی طرف لے جانے والا ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ نماز کو سستی کی بنیاد پر چھوڑنے والا فاسق اور سخت گناہگار ہے اور اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو جیل میں بند کیا جائے گا یہاں تک کہ توبہ کرلے یا مرجائے۔

لمافی مرقاۃ المصابیح (۲/۲۵۳): والظاهر ان فعل الصلاة هو الحاجز بين العبد والكفر فقال القاضي يحتمل ان يؤول ترک الصلاة بالحد الواقع بينهما فمن تركها دخل الحد وحام حول الكفر ودنا منه او يقال المعنى ان ترک الصلاة وصلة بين العبد والكفر...... الى ان قال قلت: (و) نعم الرأى رأى ابى حنيفة اذ الاقوال باقيها ضعيفة. ثم من التاويلات ان يكون مستحلا لتركها، او تركها يؤدى الكفر. فان المعصية بريد الكفر، اويخشى على تاركها ان يموت كافرا، اوفعله شابه فعل الكافر.

وفى الدر المختار(۱/۳۵۲): (ويكفر جاحدها) لثبوتها بدليل قطعي(وتاركها عمدا مجانة) اى تكاسلاً فاسق (يحبس حتى يصلى) قال فى الشامى (قوله اى تكاسلاً) تفسير مراد اهـ ح (قوله فحق الحق احق) لا يقال ان حقه تعالى مبنى على المسامحة لانه لا تسامح فى شئ من اركان الاسلام اهـ اسماعيل (قوله وقيل يضرب) قائله الامام المحبوبى ح عن المنح. وظاهر الحلية انه المذهب فانه قال: وقال اصحابنا فى جماعة منهم الزهرى لايقتل بل يعذر ويحبس حتى يموت او يتوب.

وفى الروض الازهر فى شرح فقه الاكبر(صـ۲۶۹): اما قوله ومن ترک الصلاة تهاوناً اى استخفافاً لاتكاسلاً فقد كفر اقول وهو احد تاويلات قوله عليه السلام من ترک صلاة متعمدا فقد كفر.

وفى الفقه الاسلامى وادلته(۱/۶۵۸): واجمع المسلمون على ان من جحد وجوب الصلاة فهو كافر مرتد لثبوت فرضيتها بالادلة القطعية من القران والسنة والاجماع كما أبنت ومن تركها تكاسلا وتهاونا فهو فاسق عاص الا ان يكون قريب عهد بالاسلام.....الخ.

(۳۱۳) بعد عصر مطالعہ کی ممانعت

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا کوئی حدیث ایسی موجود ہے جس میں عصر کے بعد مطالعہ کرنے کی ممانعت کی گئی ہو جیسا کہ عام طور پر مشہور ہے اگر ہے تو بیان فرمائیں ورنہ اس کی صراحت کریں کہ اس طرح کی کوئی روایت نہیں تا کہ لوگ اس بات کی غلط نسبت حضور ﷺ کی طرف نہ کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ میں اس طرح کی کوئی روایت موجود نہیں جس میں نبی کریم ﷺ نے عصر کے بعد لکھنے یا پڑھنے سے منع فرمایا ہو البتہ بعض اطباء نے منع کیا ہے چنانچہ امام احمد اور امام شافعی رحمہما اللہ سے عصر کے بعد پڑھنے کی ممانعت نقل کی گئی ہے۔

لمافي الموضوعات الكبير (ص۱۱۲): من احب حبيبتيه او كريمتيه وفي رواية من اكرم حبيبتيه فلايكتبن بعد العصر لااصل له في المرفوع قال السخاوي لعل المعنى بعدخروج العصر من غير ان يكون سراج عنده وقد اوصى الامام احمد بعض اصحابه ان لاينظر بعد العصر الى كتاب اخرجه الخطيب قلت وهو كلام الطبيب كماقال الشافعي الوراق انما ياكل من دية عينيه انتهى.

وهكذا في المقاصد الحسنة (ص۳۹۷)

(۳۱۴) اللہ کے راستے میں خرچ کرنے پر اجر

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل عام طور پر جماعت والے یہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکل کر اپنے اوپر ایک روپیہ لگانے میں سات لاکھ روپے لگانے کا ثواب ہے اور دوسرے پر اگر خرچ کرے گا تو نیس لاکھ خرچ کرنے کا ثواب ملے گا۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ میں اللہ کے راستے میں نکل کر اپنے اوپر ایک روپیہ خرچ کرنے کا ثواب سات لاکھ تک ملے گا۔ اس کا ثبوت تو ملتا ہے البتہ نیس لاکھ کا ثبوت کہیں سے نہیں ملا۔

لمافي سنن ابن ماجة (ص۱۹۸): حدثنا هارون بن عبدالله ....عن علي بن ابي طالب وابي الدرداء وابي هريرة وابي امامة الباهلي وعبدالله بن عمرو وجابر بن عبدالله وعمران بن الحصين كلهم يحدث عن رسول الله ﷺ انه قال من ارسل بنفقة في سبيل الله واقام في بيته فله بكل درهم سبع مائة درهم ومن غزى بنفسه في سبيل الله وانفق في وجه ذلك فله بكل درهم سبع مائة الف درهم ثم تلى هذه الاية والله يضاعف لمن يشاء.

(۳۱۵) حجۃ الوداع کے موقع پر خلیفہ اول کا اعلان

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ اول مقرر فرمایا تھا۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حجۃ الوداع سے واپسی کے موقع پر ایک جگہ صحابہ کے مجمع میں فرمایا من کنت مولاہ فعلیٌ مولاہ. اس سے شیعہ حضرات نے یہ استدلال کیا کہ اس روایت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ اول ہونا ثابت ہوتا ہے۔ حالانکہ اس کا ترجمہ یہ ہے ''جس کا میں مولیٰ ہوں علی اس کے مولیٰ ہیں''۔ اب مولیٰ کسے کہتے ہیں؟ تو مولیٰ مختلف معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جس کے مشہور معنی محبوب کے آتے ہیں یعنی ''جس کو مجھ سے محبت ہوا سے علی بھی محبوب ہوں گے''۔ اس کے علاوہ سید، مالک، انعام والا، مددگار، محبت کرنے والا، اتباع کرنے والا، چچازاد بھائی، پڑوسی وغیرہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ ان معانی میں سے کوئی بھی ایسا معنی نہیں جس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ اول ہونا ثابت ہوتا ہو۔ لہٰذا اس روایت سے کسی طور پر ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ اول ہوں گے۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ حضور ﷺ کی پسندیدگی کی وجہ سے خلافت کی تائید ہو رہی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں سے زیادہ سے زیادہ اشارۃً تائید ثابت کر سکتے ہیں لیکن ان روایات پر پھر عمل کیوں نہ کیا جائے جن میں اشارہ نہیں بلکہ صراحت موجود ہے کہ ''میرے بعد ابوبکر وعمر کی اتباع کرنا''۔ اگر اشارے سے خلافت ثابت ہو سکتی ہے جہاں زمانے کی بھی کوئی قید نہیں تو جہاں آپ نے خود اپنے بعد قابل اتباع ہونے کی صراحت کی ہے اس کا اعتبار کیوں نہ کیا جائے گا؟؟...... بلکہ بعض روایات میں صراحت موجود ہے مثلاً حضرت ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ''ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ گویا آسمان سے ترازو اتارا گیا، آپ علیہ السلام اور حضرت ابوبکر کا وزن کیا گیا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پلڑا بھاری ہو گیا۔ پھر حضرت ابوبکر وعمر کا وزن کیا گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری ہو گیا۔ پھر عمر وعثمان کا وزن کیا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری ہو گیا پھر اس کے بعد میزان اٹھا لیا گیا۔ آپ ﷺ کو یہ بات ناگوار گزری اور فرمایا کہ یہ نبوت کی خلافت ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ جسے چاہیں گے بادشاہت عطا فرمائیں گے۔

اس روایت میں صرف احتمال تھا اور یہاں صراحت، تو صراحت کو چھوڑ کر احتمالی صورت کو لے لینا ضد اور ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے۔

اور اگر تسلیم کر لیں کہ اس سے خلافت ثابت ہو رہی ہے تو کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود اس معنی کو نہیں سمجھا تھا؟ اگر نہیں سمجھا تو آج کیسے سمجھ میں آ گیا اور اگر سمجھ لیا تھا پھر خاموش کیسے رہے جبکہ دوسروں کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوتی رہی اور آپ خود بھی اس بیعت میں شریک ہوئے۔ یہاں پر یہ کہنا بالکل لغو ہے کہ ''آپ کو شاید یہ روایت نہ پہنچی ہو''، کیونکہ اولاً حضور ﷺ نے آپ کے سامنے یہ ارشاد

فرمایا اور دوسری بات یہ کہ حضور ﷺ کی اس نسبت کے بیان کرنے پر دوسرے صحابہ نے آپ کو مبارک باد دی۔ تو کیا سارے صحابہ اس روایت کے سننے کے بعد خاموش رہے اور کسی نے دوسروں کی بیعت کے وقت یہ نہیں کہا تھا کہ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لئے نامزد کیا تھا۔

اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی خاموش رہے۔ اس کے جواب میں شیعہ حضرات کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تقیہ کرلیا تھا۔ اولاً یہ بات صحیح نہیں کہ آپ نے تقیہ کر رکھا تھا کیونکہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خلافت کے لئے کسی کو متعین نہیں فرمایا اسی لئے آپ خاموش رہے۔

اور اگر تسلیم بھی کرلیں کہ یہاں خونریزی کے خوف سے تقیہ کرلیا تھا تو بعض دوسرے مواقع پر تقیہ کیوں اختیار نہیں کیا مثلاً جنگ صفین اور جمل کے موقع پر اگر تقیہ سے کام لیا جاتا کہ جو لوگ یہ چاہ رہے تھے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کا بدلہ فوراً لیا جائے انہیں خاموش کرانے کے لئے ظاہری طور پر کچھ کام کرلئے جاتے اور حقیقت میں وہی کیا جاتا ہے جو اپنے دل میں تھا حالانکہ یہاں پر ایسا نہیں کیا گیا جبکہ خلافت کے موقع پر اگر اختلاف ہو بھی جاتا تو اتنی خونریزی نہ ہوتی جتنی ان جنگوں میں ہوئی ہے۔ یہاں کیوں تقیہ نہیں کیا گیا؟

اگر ساری باتوں سے قطع نظر بھی کرلیں تو بھی شیعہ حضرات کا یہ استدلال بالکل لغو معلوم ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ شیعہ حضرات کے نزدیک امامت وخلافت کے ثبوت کے لئے تواتر شرط ہے حالانکہ یہ روایت آحاد میں سے ہے اور اس کی صحت بھی مختلف فیہ ہے۔ اس پرزور استدلال کے موقع پر انہوں نے اپنے اس اصول کو کیوں نظر انداز کردیا ہے؟

حاصل یہ ہے کہ محض عناد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے جب اپنے مطلب کی روایات نہیں ملیں تو ان ہی روایات کو توڑ مروڑ کر عوام کو بے وقوف بنانے کے لئے پیش کردیا گیا اور پھر اس ایک تحریف کو بچانے کے لئے بیسیوں جھوٹ بولنے پڑے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت نصیب فرمائے۔

لما في المشكوة (صـ۲۲۴): عن جابر بن عبدالله قال ......وذكر الحديث وفيه قدم علي من اليمن ببدن النبي ﷺ فقال له ماذاقلت حين فرضت الحج قال قلت اللهم اني اهل بما اهل به رسولك قال فان معي الهدى فلاتحل.

وفيها ايضا (۲/۵۶۵): عن البراء بن عازب وزيد بن ارقم ان رسول الله ﷺ بغدير خم اخذ بيد علي فقال الستم تعلمون اني اولى بالمؤمنين من انفسهم قالوا بلى قال الستم تعلمون اني اولى بكل مؤمن من نفسه قالوا بلى فقال اللهم من كنت مولاه فعلي مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه فلقيه عمر بعد ذلك فقال له هنيئا يا ابن ابي طالب اصبحت وامسيت مولى كل مؤمن ومومنة.

وفيها ايضا (صـ۵۶۰): عن حذيفة قال قال رسول الله ﷺ اني لاادري مابقائي فيكم فاقتدوا بالذي من بعدي ابي بكر وعمر......... وعن ابي بكرة ان رجلا قال لرسول الله ﷺ رأيت كأن ميزانا نزل

من السماء فوزنت انت وابوبكر فرجحت انت ووزن ابوبكر وعمر فرجح ابوبكر ووزن عمر وعثمان فرجح عمر ثم رفع الميزان فاستاء لها رسول الله ﷺ يعنى فساء ه ذلك فقال خلافة نبوة ثم يوتى الله الملك من يشاء.

وفي المرقات (۱۱/۳۴۹): تحت رواية البراء وزيد بن ارقم ...... تمسكت الشيعة انه من النص المصرح بخلافة على رضى الله عنه حيث قالوا معنى المولى الاولى بالامامة والالما احتاج الى جمعهم كذلك وهذه من اقوى شبهتهم ودفعها علماء اهل السنة بان المولى بمعنى المحبوب وهو كرم الله وجهه سيدنا وحبيبنا وله معان اخر تقدمت ومنه الناصر وامثاله فخرج عن كونه نصافضلاعن ان يكون صريحا ولوسلم انه بمعنى الاولى بالامامة فالمراد به المآل والالزم ان يكون هوالامام مع وجوده ﷺ فتعين ان يكون المقصود منه حين يوجد عقدالبيعة له فلاينافيه تقديم الائمة الثلاثة عليه لانعقاداجماع من يعتد به حتى من على ثم سكوته عن الاحتجاج به الى ايام خلافته قاض على من له ادنى مسكة بانه علم منه انه لانص فيه على خلافته عقب وفاته عليه السلام مع ان عليا كرم الله وجهه صرح نفسه بانه ﷺ لم ينص عليه ولاعلى غيره ثم هذاالحديث مع كونه آحادا مختلف فى صحته فكيف ساغ للشيعة ان يخالفوا مااتفقوا عليه من اشتراط التواتر فى احاديث الامامة ماهذا الاتناقض صريح وتعارض قبيح.

وفي المرقات (۱۱/۳۴۱): عن زيد بن ارقم ان النبى ﷺ قال من كنت مولاه فعلى مولاه قيل معناه من كنت اتولاه فعلى اتولاه ....وفى النهاية المولى يقع على جماعة كثيرة كالرب والمالك والسيد والمنعم والمعتق والناصر والمحب والتابع والجار وابن العم والحليف والعقيد والصهر والعبد والمعتق والمنعم عليه واكثرها قدجاء ت فى الاحاديث فيضاف كل واحد الى مايقتضيه الحديث الوارد فيه وقوله من كنت مولاه يحتمل على اكثر هذه الاسماء المذكورة قال الشافعي يعنى بذلك ولاء الاسلام كقوله تعالى ذلك بان الله مولى الذين آمنوا ....وقول عمر لعلى اصبحت مولى كل مؤمن اى والى كل مومن وقيل سبب ذلك ان اسامة قال لعلى لست مولاى انما مولاى رسول الله ﷺ فقال ﷺ من كنت مولاه فعلى مولاه ....قال الطيبى لايستقيم ان تحمل الولاية على الامامة التى هى التصرف فى امور المؤمنين لان المتصرف المستقل فى حياته ﷺ هو هو لاغيره فيجب ان يحمل على المحبة وولاء الاسلام ونحوهما.

(۳۱۶) واقعۂ فدک کی تفصیل اور حقیقت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ واقعہ فدک کی تفصیل جو صحیح روایات سے مروی ہو مطلوب ہے؟ براہِ کرم کتب کا حوالہ ضرور درج کیجئے گا۔ اور شیعوں کے ہاں بیان کیا جانے والا واقعہ کسی ضعیف حدیث سے بھی ثابت ہے؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔ جزاک اللہ

الجواب حامداً ومصلیاً......مذکورہ واقعہ بخاری شریف میں کتاب المغازی اور مسلم شریف میں کتاب الجہاد میں مذکور ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضور ﷺ کے انتقال کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ان اموال (ترکہ) سے اپنی میراث کا مطالبہ فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مدینہ اور فدک میں عنایت فرمائے تھے، اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کی وہ روایت مبارکہ سنائی ''ہماری میراث تقسیم نہیں ہوتی بلکہ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے'' البتہ آلِ محمد اسی مال سے اپنی ضرورت پوری کریں گیں اور خدا کی قسم جو صدقہ رسول اللہ ﷺ چھوڑ گئے اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں کروں گا، جس حال میں وہ حضور ﷺ کے عہد میں تھا اب بھی اسی طرح رہے گا اور اس میں وہی طرزِ عمل اختیار کروں گا جو حضور ﷺ کا اپنی زندگی میں تھا، اس پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کچھ کبیدہ خاطر ہوئیں اور اس کے بعد وفات تک ان سے (اس معاملے کے بارے میں) گفتگو نہیں فرمائی۔

اب اس آخری جملے کی وجہ سے روافض نے یہ مشہور کر دیا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ان سے ناراض ہوگئیں اور مرتے دم تک ان سے کلام نہ کیا، حالانکہ یہ بات صحیح نہیں جس کی تفصیل آجائے گی اس سے پہلے ایک نظر ان دلائل کو دیکھتے ہیں جو روافض نے اپنے حق میں بیان کیے۔

سب سے بڑی دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ فیصلہ کلامِ مقدس کے خلاف ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کلامِ مقدس میں فرماتے ہیں ''وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ'' الآیۃ (اور داؤد کے قائم مقام سلیمان ہوئے) اسی طرح حضرت زکریا کے بارے میں ہے، ''فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا'' الآیۃ (سو آپ مجھ کو خاص اپنے پاس سے ایک ایسا وارث دے دیجئے کہ وہ میرا وارث بنے اور یعقوب کے خاندان کا وارث بنے اور اس کو اے میرے رب پسندیدہ بنائیے) چنانچہ ان دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ انبیاء کی وراثت تقسیم ہوتی ہے۔

روافض کا ان آیات سے استدلال کرنا کئی وجوہ سے صحیح نہیں بلکہ باطل ہے۔

ا۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول ''وورث سلیمان داؤد'' سے مراد ملک اور نبوت ہے کہ جس طرح داؤد علیہ السلام کو نبوت اور ملک ملا اسی طرح سلیمان علیہ السلام کیلئے بھی اللہ تعالیٰ نے نبوت اور بادشاہت کو جمع کیا، ورنہ تو حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے اکیلے بیٹے نہ تھے بلکہ آپ کثیر الاولاد تھے کہا گیا ہے کہ آپ کے بیٹوں کی تعداد سو تھی اگر اس کو نہ بھی مانیں تو کم سے کم اتنا ضرور ماننا پڑے گا کہ

سلیمان علیہ السلام کے علاوہ بھی ان کے بیٹے تھے اور اگر ان کے علاوہ بھی تھے، تو پھر صرف سلیمان علیہ السلام کو وارث کے طور ذکر کرنے کا کیا فائدہ؟ کیا ان کی باقی اولاد کو وراثت سے محروم رکھا گیا اور صرف یہ وراثت حضرت سلیمان علیہ السلام کے حصے میں آئی؟ جب یہ مطلب نہیں تو کہنا پڑے گا کہ وراثت سے مراد نبوت اور ملک ہے۔ یہی معاملہ حضرت زکریا علیہ السلام کا ہے کہ انبیاء کے نزدیک دنیا کی حقیقت ایک حقیر چیز سے بھی کم ہوتی ہے پھر وہ کیوں دعا کریں گے کہ یا اللہ اس دنیا کو سنبھالنے کیلئے مجھے کوئی وارث چاہیے، حاصل یہ کہ یہاں بھی نبوت کی وراثت مراد ہے، جس کا سب سے واضح ثبوت اس آیت کا آگے والا حصہ ہے، جس میں حضرت زکریا علیہ السلام وراثت کا ذکر فرمار ہے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے الفاظ نقل فرمائے ''يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا'' کہ اے اللہ یہ میرا بھی وارث ہوگا اور یعقوب علیہ السلام جو ان کے جد امجد ہیں اور ان کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ چلایا یہ ان سب کا بھی وارث ہوگا اب جب یعقوب علیہ السلام کی ساری اولاد بھی اس میں آگئی تو پھر اس میں کوئی تردد باقی نہیں رہتا کہ یہاں وراثت سے کیا مراد ہے؟ اس لئے کہ یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں کوئی خزانہ وراثت کے طور پر نہیں چل رہا تھا جس کا وارث بنانا مقصود تھا، بلکہ نبوت چل رہی تھی اس کا وارث بنانا چاہتے تھے، اس آیت کا آخری حصہ بھی اس مفہوم کا مؤید ہے جو بیان کیا گیا کیونکہ آگے فرمایا ''واجعله رب رضیا'' (ترجمہ لکھ دیجئے) کہ یا اللہ وہ آپ کو راضی کرنے والا ہو یعنی اعمال صالحہ سے۔

۲۔ دوسری سب سے بڑی بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث موجود ہے کہ ''انبیاء کی وراثت جاری نہیں ہوتی بلکہ وہ جو کچھ چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو جائیں وہ سب صدقہ ہے'' کیا اس روایت کی موجودگی میں بھی ان لوگوں کو اجتہاد کی ضرورت ہے؟ کیا جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمادیا وہ (العیاذ باللہ) ان کی تشفی کیلئے کافی نہیں ہے؟ کہ انہوں نے خود اجتہاد کرنا شروع کر دیا اور اجتہاد بھی تو کیسا؟ کہ اگر پوری آیت کو دیکھ لیا جائے تو اس اجتہاد کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ حق بات کو جاننے کے باوجود چھپالینا اور ناحق بات کا پرچار کر کے دوسرے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ گمراہ کرنا انسانی عقل کو اندھا کر دیتا ہے پھر وہ ایسے ہی بے ڈھنگے استدلالات کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق کے اتباع کی توفیق عطا فرمائیں۔

اب آخری بات کہ اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق سے ناراض ہوگئیں اور مرتے دم تک ان سے بات نہ کی۔ روایت میں ''فھجرت'' کے الفاظ آئے ہیں، اس کا مطلب حضرت انور شاہ کشمیریؒ اور دوسرے کئی شراح نے یہ کیا ہے آپ نے یہ مطالبہ دوبارہ مرتے دم تک نہ کیا، نہ کہ آپ اس کی وجہ سے ناراض ہوگئیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ان کی ناراضگی کی کوئی وجہ نہیں تھی کیونکہ ناراضگی کا پتہ اس وقت چلتا جب ان دونوں کی کہیں ملاقات ہوتی اور وہ پہلے آپس میں بات چیت کر رہے ہوتے کہ اس کے بعد انہوں نے بات چیت ترک کر دی ہو۔ وہ کوئی آج کا دور نہیں تھا بلکہ خیر القرون کا دور تھا جس میں عورتیں بلا ضرورت گھر سے باہر نہیں نکلا کرتی تھیں لہذا وہ ضرورت کی وجہ سے حضرت ابوبکر کے پاس آئیں اور دوبارہ ضرورت نہیں تھی اس لئے دوبارہ کبھی نہیں آئیں۔ اور پھر حضور ﷺ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کتنا عرصہ زندہ رہیں صرف چھ ماہ اور بعض روایات میں چار اور دو ماہ کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ اگر چھ ماہ بھی ہو تو حضور ﷺ کے وصال کے کچھ عرصہ تک تو اس کا خیال ہی نہ آیا ہوگا کیونکہ آپ کا وصال صحابہ پر نہایت

شاق گزرا، اور حضرت فاطمہ پر کس قدر شاق گزرا ہوگا کہ جب آپ اس دنیا سے تشریف لے گئے اور تدفین کا مرحلہ طے پا گیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتیں کہ صحابہ نے آپ کی تدفین کو کیسے برداشت کرلیا اب اس کے بعد بھی چھ مہینے کا عرصہ کچھ زیادہ نہیں ہے۔ اور ان کو میل جول چھوڑ کر ناراض ہونے کا حق تب ہوتا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود اس کو اپنے لیے روک لیتے حالانکہ اس میں جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خرچ کررہے تھے اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی خرچ کرتے رہے تو ناراض ہونے کی کوئی وجہ ہی نہ تھی۔

ہاں اتنا ضرور تھا ان کی طبیعت پر جو وقتی طور پر ناگواری ہوئی اس کی تلافی کیلئے بھی صدیق اکبر رضی اللہ آپ کے پاس تشریف لے گئے، آپ اس وقت بیمار تھیں آپ نے جا کر دوبارہ ان سے یہی درخواست کی کہ میں نے جو کچھ کیا اس میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی مقصود تھی اس میں سے میں نے اپنی ذات کیلئے کچھ بھی نہ لیا اس طرح کی باتوں سے جو طبعی طور پر ناگواری تھی وہ بھی ختم ہوگئی۔

حاصل یہ کہ اس واقعہ کو اہل تشیع کی طرف سے خواہ مخواہ اچھالا گیا تا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر طعن کیا جاسکے حالانکہ اگر بالفرض حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ صحیح نہ تھا تو دوسرے صحابہ تو موجود تھے اور سب سے بڑھ کر خود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں حضرت زید بن الحسین بن علی کا بیان ہے

اخبرنا ابو عبداللہ الحافظ .... قال زید بن علی بن الحسین بن علی اما انا فلو کنت مکان ابی بکر رضی اللہ عنہ لحکمت بمثل ما حکم بہ ابوبکر رضی اللہ عنہ فی فدک .(السنن الکبری للبیھقی، ۶/۳۰۲)

یعنی اگر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جگہ ہوتا تو یہی فیصلہ کرتا جو فیصلہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا۔

نیز اہل تشیع نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر طعن کرنے کے لئے اس واقعہ کو اچھالا حالانکہ جس طرح یہ لوگ بیان کرتے ہیں اگر تسلیم کرلیں تو روایت میں ''فھجرت'' کے الفاظ آئے ہیں جس کا مطلب ان کے بقول یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا اور بات نہیں کی تو اس کا نتیجہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر طعن کی صورت میں نکلتا ہے نہ کہ حضرت ابوبکر پر اس لئے کہ ''ھجران'' حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے پایا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت نصیب فرمائیں۔

لما فی السنن الکبری للبیھقی (۶/۳۰۱):اخبرنا ابو عبداللہ.....عن الشعبی قال لما مرضت فاطمۃ رضی اللہ عنہا اتاھا ابوبکر رضی اللہ عنہ فاستأذن علیھا فقال علی رضی اللہ عنہ یا فاطمۃ ھذا ابوبکر یستأذن علیک فقالت اتحب ان اذن لہ قال نعم فاذنت لہ فدخل علیھا یترضاھا وقال واللہ ماترکت الدار والمال والاھل والعشیرۃ الا ابتغاء مرضاۃ اللہ و مرضاۃ رسولہ و مرضاتکم اھل البیت ثم ترضاھا حتی رضیت.

وفی عمدۃ القاری (۱۵/۲۰): قال المھلب انما کان ھجرھا انقباضا عن لقائہ وترک مواصلتہ

ولیس هذا من الهجران المحرم واماالمحرم من ذلک ان یلتقیا فلایسلم احدهما علی صاحبه ولم یر واحد انهما التقیا وامتنعا من التسلیم ولوفعلا ذلک لم یکونا متهاجرین الاتکون النفوس مظهرة للعداوة والهجران وانما لازمت بیتها فعبرالراوی عن ذلک بالهجران وقد ذکر فی کتاب الخمسن تالیف ابی حفص بن شاهین عن الشعبی ان ابابکر قال لفاطمة یابنت رسول الله ماخیر عیش حیاة اعیشها وانت علی ساخطة فان کان عندک من رسول الله ﷺ فی ذلک عهد فانت الصادقة المصدقة المامونة علی ماقلت قال فما قام ابوبکر حتی رضیت ورضی .

وفی فیض الباری (۹۴/۴): واماعدم کلام فاطمة ایاه حتی ماتت فالمراد منه کلامها فی امر فدک اوانه لم یتفق له ذلک فلو سلمناموجدتها علیه فله العذر ایضا کماعلمت ،علی انه لم یهاجرها فان هاجرته فقد هاجرته هی فلاطعن علی ابی بکر بحال .

وفی الاصابة (۲۶۶/۸): وقدثبت فی الصحیح عن عائشة ان فاطمة عاشت بعد النبی ﷺ ستة اشهر وقال للواقدی وهو ثبت :وروی الحمیدی عن سفیان عن عمرو بن دینار انها بقیت بعده ثلاثة اشهر وقال غیره :بعدها اربعة اشهر وقیل شهرین .

وفی البدایةوالنهایة (۲۵۳/۵): وتکلمت الرافضة فی هذا المقام بجهل عظیم وتکلفوا مالا علم لهم به وکذبوا بمالم یحیطوا بعلمه ......

"وورث سلیمان داؤد "الایة (النمل:۱۶)انما یعنی بذلک فی الملک والنبوة ای جعلناه قائما بعده فیما کان یلیه من الملک وتدبیر الرعایا والحکم بین بنی اسرائیل وجعلناه نبیا کریما کأبیه وکما جمع لأبیه الملک والنبوة کذلک جعل ولده بعده ولیس المراد بهذا وراثة المال لان داؤد کما ذکره کثیر من المفسرین کان له أولاد کثیرون یقال مأته،فلم اقتصر علی ذکر سلیمان من بینهم لوکان المراد وراثة المال ؟ انما المراد وراثة القیام بعده فی النبوة والملک ولهذا قال "وورث سلیمان داؤد"......

واما قصة زکریا علیه السلام فانه من الانبیاء الکرام والدنیا کانت عنده أحقر من أن یسال الله ولداً لیرثه فی ماله ......وانما سأل ولداً صالحاًیرثه فی النبوة والقیام بمصالح بنی اسرائیل وحملهم علی السداد ولهذا قال تعالی کهیعص ذکر رحمة ربک عبده زکریا اذنادی ربه نداءً خفیا قال رب انی وهن العظم منی واشتعل الرأس شیباً ولم أکن بدعائک رب شقیاوانی خفت الموالی من ورائی وکانت امرأتی عاقراًفهب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب واجعله رب رضیافقال

ولیا یرثنی من آل یعقوب یعنی النبوة کما قررناه ذلک فی التفسیر ولله الحمد المنة وتقدم فی روایة ابی سلمة عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قال النبی لایورث وهذا اسم جنس یعم کل الانبیاء.

والوجة الثانی ان رسول الله ﷺ قد خص من بین الانبیاء بأحکام لا یشار کونه فیها ......فلو قدر ان غیره من الانبیاء یورثون ولیس الامر کذلک لکان مارواه من ذکرنا من الصحابة الذین منهم الائمةالاربعة أبوبکر وعمر وعثمان وعلی مبنیا لتخصیصه بهذا الحکم دون ماسواه.

(۳۱۷) موضوع حدیث کے بیان کے وقت وضع کا بیان

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص بیان وغیرہ میں کوئی موضوع حدیث بیان کرے تو اس کے موضوع ہونے کو بیان کرنا چاہئے یا نہیں؟ اور اگر اس کے موضوع ہونے کو بیان نہ کرے تو بعض روایات میں جو نبی علیہ السلام نے اپنی طرف جھوٹ کی نسبت کرنے پر جہنم کی وعید ارشاد فرمائی اس وعید میں داخل ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... جب بیان کرنے والے کو معلوم ہو کہ یہ حدیث موضوع ہے تو اسے بیان کرتے وقت اس کے موضوع ہونے کو بیان کرنا ضروری ہے، اگر بیان نہیں کیا تو اس وعید میں داخل ہوگا۔

لمافی تدریب الراوی (۲۷۴/۱): الموضوع هوالمختلف المصنوع وشرالضعیف وتحرم روایته مع العلم به فی ای معنی کان الامبینا.(الامبینا) ای مقرونا ببیان وضعه لحدیث مسلم :من حدث عنی بحدیث یری انه کذب فهو احد الکذابین.

وفی اعلاء السنن (۳۷/۱۹): ولایجوز روایة الموضوع الاببیان حاله.

(۳۱۸) کیا آپ ﷺ کے نور سے تمام مخلوق بنائی گئی؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کتاب ''بہار شریعت'' میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے نور سے تمام مخلوق بنائی گئی اس اعتبار سے آپ ہر جگہ حاضر وناظر ہیں۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں کہیں سے اس بات کا ثبوت نہیں ملتا جس سے معلوم ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے تمام کائنات کو پیدا کیا گیا حالانکہ اس دعویٰ کے لئے نقل کی ضرورت ہے لہٰذا یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔

اور اس بے بنیاد بات پر دوسری بات کی بنیاد رکھنا کہ آپ حاضر وناظر ہیں یہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ آپ کو حاضر وناظر ماننا آیات قرآنیہ اور احادیث رسول اللہ ﷺ کے خلاف ہے لہٰذا کسی مسلمان کے لئے ایسا عقیدہ رکھنا جائز نہیں ہے۔

صرت دلائله فی رقم السؤال : ۲۶۷

(۳۱۹) اختلاف کے وقت نجات پانے والی جماعت

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل امت مسلمہ میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے اور ہر جماعت کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ حق کے راستے پر ہے اور روایت میں نے سنی ہے کہ قیامت کے قریب تہتر فرقے ہوں گے ان میں سے ایک نجات پانے والا ہوگا۔ کیا اس کی کوئی نشانی وغیرہ ہے کیونکہ آج کل ہر جماعت اپنے بارے میں دعویٰ کرتی ہے کہ وہی حق جماعت ہے۔ براہ کرم بیان کر کے تشفی فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ...... صورت مسئولہ میں ایسی جماعت کی نشانی روایات میں یہ آئی ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے طریقے پر چلنے والی ہو وہ نجات پانے والی ہے۔

لما فی المشکوٰۃ (ص۳۰): عن عبداللہ بن عمر ؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لیأتین علی امتی کما اتی علی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل .... وان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملة وتفترق امتی علی ثلث وسبعین ملة کلهم فی النار الاملة واحدة قالوا من هی یارسول اللہ قال ماانا علیه واصحابی۔

وهكذا بتغيير يسير نقل عن انس فی مسند احمد بن حنبل (۲/۱۱۶)

(۳۲۰) کسی مسلمان کو کافر کہنا

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک مسلمان غصے میں آکر دوسرے مسلمان کو کافر کہہ کر پکارتا ہے تو اس طرح کہنے والا کافر ہوگا یا نہیں اور یہ اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ کل ہمارے ہاں ایک مولانا صاحب نے بیان کیا اور انہوں ایک روایت سنائی جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر دوسرے شخص کو کافر کہے اور وہ کافر نہ ہو تو یہ خود کافر ہو جائے گا۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... کسی مسلمان کو کافر کہہ دینا اگرچہ گناہ کبیرہ ہے لیکن اس طرح کہنے سے قائل کافر نہیں ہوگا۔

اب رہی یہ بات کہ روایت میں ایسے شخص کو کافر کہا گیا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ:

(۱) حلال سمجھ کر کہنے والے کے بارے میں ہے کہ اگر اسے حلال سمجھ کر کہے تو خود کافر ہو جائے گا۔ (۲) مسلمان کو کافر کہنے کا گناہ اس پر لوٹ کر آئے گا (۳) یہ خوارج پر محمول ہے جو مسلمانوں کی تکفیر کرتے تھے (۴) مآل (انجام کار) کے اعتبار سے ایسے کہا گیا ہے کہ بلا وجہ دوسرے کو کافر کہنے والے کے بارے میں خطرہ ہے کہ اس کا انجام ایسا ہی ہو جائے گا (۵) روایت سے مراد یہ ہے کہ دوسرے کو کافر کہنا ایسا ہے گویا اپنے آپ کو کافر کہا جائے۔

یہ چند توجیہات علماء سلف نے اس روایت کی تشریح میں بیان کی ہیں۔

لما فی الصحیح لمسلم (۱/۵۷): حدثنی ابوبکر .... عن ابن عمر ان النبی ﷺ قال اذا اکفر الرجل اخاہ فقد باء بھا احدھما وفی روایۃ ایماامرئ قال لاخیہ کافر فقد باء باحدھما ان کان کماقال والا رجعت علیہ.

وقال النووی تحتہ: فقیل فی تاویل الحدیث اوجہ احدھا انہ محمول علی المستحل لذلک وھذا یکفر ....والوجہ الثانی معناہ رجعت علیہ نقیصہ لاخیہ ومعصیۃ تکفیر والثالث انہ محمول علی الخوارج المکفرین للمؤمنین ....والوجہ الرابع معناہ ان ذلک یؤل بہ الی الکفر .... والوجہ الخامس معناہ فقد رجع علیہ تکفیرہ فلیس الراجع علیہ حقیقۃ الکفر بل التکفیر لکونہ جعل اخاہ المومن کافرا فکانہ کفر نفسہ.

(۳۲۱) جنت اور جہنم میں عورتوں کے متعلق روایات کے تعارض کی تطبیق

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے سنا ہے کہ جنت میں ایک مرد کو حوروں کے علاوہ دو عورتیں ملیں گی، تو اب سوال یہ ہے کہ یہ عورتیں کب ملیں گی جنت میں داخل ہوتے ہی یا جنت وجہنم کا آخری فیصلہ ہونے کے بعد کہ جنتی اب ہمیشہ جنت میں اور جہنمی اب ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، جبکہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں'' مجھے دکھایا گیا کہ جہنم میں عورتوں کی اکثریت ہے'' حالانکہ پہلی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ہر مرد کو دو عورتیں ملیں گی تو عورتوں کی تعداد جنت میں زیادہ ہوگی جبکہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جہنم میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہوگی، یہ تضاد کیسا ہے؟ نیز جنت میں جماع کا سلسلہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ میں پہلے جز کا جواب یہ ہے کہ احادیث سے ثابت ہے کہ جنت میں ہر جنتی کو دنیا کی عورتوں میں سے دو عورتیں ملیں گی، چنانچہ صحیحین میں روایت موجود ہے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں:

حدثنا ابو الیمان.....عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال اول زمرۃ تدخل الجنۃ علی صورۃ القمر لیلۃ البدر والذین ھم علی اثرھم کاشد کوکب اضاءۃ قلوبھم علی قلب رجل واحد لا اختلاف بینھم ولا تباغض لکل امرإ منھم زوجتان کل واحدۃ منھما یری مخ ساقھا من وراء لحمھا من الحسن ...... الحدیث (اخرجہ البخاری ۱/۴۶۰، ومسلم ۲/۳۷۹، والمشکوۃ ص ۴۹۷، وابن ابی شیبۃ ۷/۱۱، والحافظ الطبرانی فی المعجم الاوسط ۱/۲۷۴، والحافظ القرطبی فی التذکرۃ ۲/۴۷۴)

روایت میں موجود لفظ زوجتان کی تفسیر شراح حدیث نے نساء الدنیا سے کی ہے یعنی دنیا کی دو عورتیں ملیں گی، اب رہی یہ بات کہ یہ عورتیں کب ملیں گی؟ یہ وہی عورتیں ہوں گی جن سے دنیا میں نکاح ہوا تھا یا اس کے علاوہ ہوں گی؟ اس بارے میں کوئی صریح روایت نظر سے نہیں گزری، البتہ بعض روایات سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ دنیا میں جو عورت کسی مرد کے نکاح میں ہوگی چاہے ایک ہو، دو ہوں تین یا چار ہوں وہ اس کی جنت میں بیوی کے طور پر ہوں گی۔

اب رہا یہ اشکال کہ اوپر ذکر کردہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں عورتوں کی کثرت ہوگی جب کہ دوسری بعض روایات میں ہے کہ جہنم میں عورتوں کی کثرت ہوگی جیسا کہ عمران بن حصینؓ کی روایت میں ہے

حدثنا عثمان بن الهيثم ......عن عمران عن النبی ﷺ قال اطلعت فی الجنة فرأيت اكثر اهلها الفقراء واطلعت فی النار فرأيت اكثر اهلها النساء. (اخرجه البخاری ۲/۷۸۳، والامام احمد فی مسنده ۵/۵۹۲، والحافظ القرطبی فی التذكرة ۲/۳۶۹، عن عمران بن حصين ان رسول الله ﷺ قال ان اقل ساكنی الجنة النساء وهكذا فی فتح الباری ۶/۲۴۹)

اس ظاہری تعارض کے کئی جوابات دیے گئے ہیں

اول: علامہ ابن حجرؒ اور علامہ عینیؒ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ جہنم میں عورتوں کی کثرت سے جنت میں عورتوں کی کثرت کی نفی نہیں ہوتی، کیونکہ آدم علیہ السلام کی اولاد میں عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلے میں زیادہ ہے لہٰذا ایسا ہو سکتا ہے کہ عورتیں جنت میں بھی زیادہ ہوں اور جہنم میں بھی۔

دوم: علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ یہ اختلاف دنیاوی عورتوں کے بارے میں ہے، ورنہ جنس عورت جس میں جنت کی حوریں بھی شامل ہوں گی جنت میں زیادہ ہوں گی۔

سوم: اس بات کا امکان ہے کہ جنت میں عورتوں کی قلت اول مرحلے میں ہو ورنہ جب آخری فیصلہ ہو جائے گا تو اس کے بعد جنت میں عورتوں کی اکثریت ہوگی۔ نیز جنت میں جماع کا سلسلہ ہوگا یا نہیں تو کلام مقدس میں اشارۃً اور احادیث مبارکہ میں اس کا صراحتاً ثبوت ملتا ہے کہ جنت میں بھی جماع کا سلسلہ ہوگا۔

لما فی القرآن الكريم :اِنَّا اَنْشَاْنَاهُنَّ اِنْشَاءً فَجَعَلْنَاهُنَّ اَبْكَاراً عُرُباً اَتْرَاباً لِاَصْحَابِ الْيَمِيْنِ الاية (الواقعة: ۳۵ الی ۳۸)

وفی التفسير المظهری (۹/۱۷۳): (فجعلناهن ابكارا)عذاری كلما اتٰهن ازواجهن وجدوهن عذاری......

وفی المصنف لابن ابی شيبة (۷/۵۷): حدثنا وكيع ......عن زيد بن ارقم قال قال رسول الله ﷺ ان الرجل من اهل الجنة ليعطی قوة مائة رجل فی الاكل والشرب والجماع والشهوة.....الحديث

وفی التذکرة للحافظ القرطبی (۲/۴۸۳): وروی من حدیث ابی هریرة عن رسول الله ﷺ هل تمس اهل الجنة ازواجهم فقال نعم بذکر لا یمل وفرج لایحفی وشهوة لاتنقطع.....الحدیث.

و فی فتح الباری (۶/۴۴۹): (ولکل واحد منهم زوجتان) ای من نساء الدنیا.....واستدل ابو هریرة رضی الله عنه بهذاالحدیث علی ان النساء فی الجنة اکثر من الرجال کما اخرجه مسلم من طریق ابن سیرین عنه وهوواضح لکن یعارضه قوله ﷺ فی حدیث الکسوف المتقدم رأیتکن اکثر اهل النار ویجاب بانه لا یلزم من اکثریتهن فی النار نفی اکثریتهن فی الجنة ......ویحتمل ان یکون ذلک فی اول الامر قبل خروج العصاة من النار بالشفاعة.

وفی عمدة القاری (۱۵/۱۵۲): فان قلت لیس فی الجنة عزب ولکل رجل زوجان فکیف یکون وصفهن بالقلة فی الجنة وبالکثرة فی النار قلت ذکرالحکیم الترمذی وغیره ان الاکثار بکون النساء اکثر اهل النار کان قبل الشفاعة فیهن فعلی کون زوجین لکل رجل یکن اکثر اهل الجنة.

وفیها ایضاً (۱۵/۱۵۵): (زوجتان) ای من نساء الدنیا ویؤید هذا ما رواه احمد من وجه اخر عن ابی هریرة مرفوعا فی صفة ادنی اهل الجنة منزلة وان له من حورالعین ثنتین وسبعین زوجة سوی ازواجه من الدنیا.....(فان قلت)یعارضه قوله ﷺ فی حدیث الکسوف" رأیتکن اکثر اهل النار" (قلت) اجیب بانه لایلزم من اکثریتهن فی النارنفی اکثریتهن فی الجنة (فان قلت)یشکل علی هذا قوله ﷺ فی الحدیث الاخر اطلعت فی الجنة فرأیت اقل ساکنیها النساء (قلت)قد ذکرنا فیما مضی عن قریب ان هذا کان قبل الشفاعة.

وفی شرح المسلم للنوویؒ (۲/۳۷۹): قال القاضی ظاهر هذا الحدیث ان النساء اکثراهل الجنة وفی الحدیث الاخر انهن اکثراهل النار قال فیخرج من مجموع هذا ان النساء اکثر ولد آدم قال وهذا کله فی الآدمیات والا فقد جاء ان للواحد من اهل الجنة من الحور العدد الکثیر.

(۳۲۲) ''لانکاح بین العیدین'' کا مطلب

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک روایت بیان کی جاتی ہے: لانکاح بین العیدین (دوعیدوں کے درمیان نکاح کرنا صحیح نہیں ہے)۔اس روایت کا کیا مطلب ہے؟ بظاہر مطلب یہ سمجھ میں آتا ہے کہ عیدالفطر وعیدالاضحیٰ کے درمیان نکاح نہیں کرنا چاہئے؟ کیا یہی مطلب ہے وضاحت فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً.....عیدالفطراور عیدالاضحیٰ کے درمیانی مہینوں میں نکاح اورزفاف دونوں بلاکراہت جائز ہیں بلکہ خود سیدالانبیاء ﷺ

نے اپنی سب سے زیادہ محبوب ترین زوجہ محترمہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے شوال میں ہی نکاح فرمایا اور شوال میں ہی رخصتی ہوئی۔

اب رہا یہ معاملہ کہ لانکاح بین العیدین کا کیا مطلب ہے تو اگر اس روایت کو صحیح بھی تسلیم کرلیں تو عیدین سے مراد عید الفطر اور عید الضحیٰ نہیں بلکہ صلوٰۃ العید اور صلوٰۃ الجمعۃ مراد ہیں اور یہ قاعدہ کلیہ نہیں بلکہ واقعہ جزئیہ ہے یعنی جمعہ کے دن آپ ﷺ نماز عید سے فارغ ہوئے تو کسی نے نکاح پڑھانے کی درخواست کی۔ سردیوں کے دن تھے جس میں دن چھوٹے ہوتے ہیں اس موقع پر آپ نے فرمایا "لانکاح بین العیدین" کہ صلاۃ عید اور جمعہ کے درمیان نکاح نہیں اور یہ اس لئے فرمایا تا کہ جمعہ کا افضل وقت نکاح کی وجہ سے فوت نہ ہو جائے لہٰذا اس روایت سے عیدین کے درمیان شادی کے عدم جواز پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

لمافی رد المحتار (۳/۸): قال فی البزازیة: والبناء والنکاح بین العیدین جائز وکره الزفاف والمختار انه لایکره لانه علیه الصلوة والسلام تزوج بالصدیقة فی شوال وبنی بها فیه وتاویل قوله علیه الصلوة والسلام لانکاح بین العیدین ان صح انه علیه الصلوة والسلام رجع عن صلوة العید فی اکثر ایام الشتاء یوم الجمعة فقاله حتی لایفوته الرواح فی الوقت الافضل الی الجمعة.

فصل مایتعلق بتحقیق الروایات

(روایات کی تحقیق کے بیان میں)

(۳۲۳) ''اللھم اعز الاسلام باحد العمرین'' کی تحقیق

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اکثر علماء سے سننے میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے پہلے یہ دعا فرمائی تھی اللھم اعز الاسلام باحد العمرین یہ حدیث کون سی کتاب میں ہے اور دعا کن الفاظ سے کی گئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً..... صورت مسئولہ میں سوال میں ذکر کردہ الفاظ کے ساتھ اس روایت کو بے اصل کہا گیا ہے لیکن معنی کے لحاظ سے یہ روایت صحیح ہے کیونکہ اسی مضمون کی دوسری روایات صحیحہ موجود ہیں جن میں دعا کے الفاظ مختلف آئے ہیں ایک روایت میں اللھم اعز الاسلام بابی جھل بن ھشام اوبعمر بن الخطاب جبکہ دوسری میں اللھم اعز الاسلام باحب ھذین الرجلین الیک بابی جھل او بعمر بن الخطاب کے الفاظ آئے ہیں۔

لمافی الموضوعات الکبیر (ص۳۷): اللھم أید الاسلام باحدالعمرین لااصل له بھذا اللفظ ...... ومعنی الحدیث صحیح ثابت فقد رواہ.

وفی المشکوۃ (ص۵۵۷): عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال اللھم اعز الاسلام بابی جھل بن ھشام اوبعمر بن الخطاب فاصبح عمر فغدا النبی ﷺ ثم صلی فی المسجد ظاھرا.

وفی الجامع للترمذی (۲۰۹/۲): عن ابن عمر ان رسول اللہ ﷺ قال اللھم اعز الاسلام باحب ھذین الرجلین الیک بابی جھل اوبعمر بن الخطاب قال وکان احبھما الیه عمر.

(۳۲۴) ''لولاک لماخلقت الافلاک'' کی تحقیق

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کہتا ہے اگر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ ہوتے تو دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس کا وجود نہ ہوتا۔ اور استدلال لولاک لما خلقت الافلاک کی حدیث سے کرتا ہے کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ اور اس شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً..... مذکورہ حدیث الفاظ کے اعتبار سے موضوع ہے لیکن معنی کے اعتبار سے صحیح ہے۔

كماهو مصرح في الموضوعات الكبير (ص ١٠١): لولاک لماخلقت الافلاک قال الصنعاني انه موضوع كذا في الخلاصة لكن معناه صحيح فقد روى الديلمي عن ابن عباس رضي اللہ تعالى عنهما مرفوعا اتاني جبريل فقال يامحمد لولاک ماخلقت الجنة ولولاک ماخلقت النار وفي رواية ابن عساكر لولاک ماخلقت الدنيا.

(۳۲۵) ''اختلاف العلماء رحمة'' کی تحقیق

سوال ...... کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر ایک جملہ سننے میں آتا ہے کہ علماء کا اختلاف رحمت ہے۔کیا یہ حدیث ہے یا کسی صحابی کا قول ہے یا تابعین میں سے کسی کا قول ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... یہ حدیث کے الفاظ ہیں اگر چہ سنداً یہ حدیث ضعیف ہے۔

لمافي الموضوعات الكبير (ص ٢٦): اختلاف امتي رحمة زعم كثير من الائمة انه لااصل له لكن ذكره القرطبي في غريب الحديث مستطردا واشعر بان له اصلا عنده وقال السيوطي اخرجه نصر المقدسي في الحجة والبيهقي في الرسالة الشعرية بغيرسند واورده الحليمي والقاضي حسين وامام الحرمين وغيرهم ولعله خرج في بعض كتب الحفاظ التي لم يصل الينا والله اعلم انتهى وقال الزركشي اخرجه نصر المقدسي في كتاب الحجة مرفوعا.

وفي المقاصد الحسنة للسخاوي (ص ٥٠): اختلاف امتي رحمة للناس ،وكثر السوال عنه وزعم كثير من الائمة انه لااصل له لكن ذكره الخطابي في غريب الحديث مستطردا وقال اعترض على هذا الحديث رجلان احدهما ماجن والاخر ملحد ....ثم تشاغل الخطابي برد هذا الكلام، ولم يقع في كلامه شفاء في عزو الحديث،ولكنه أشعر بان له اصلا عنده.

(۳۲۶)''لوبغى جبل على جبل لدک الباغی'' کی تحقیق

سوال...... کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حدیث لوبغی جبل علی لدک الباغی کتب حدیث میں موجود ہے یا نہیں؟ اگر موجود ہے تو یہ روایت کس درجے کی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... یہ روایت کتب احادیث میں موجود ہے لیکن ضعیف ہے۔

لمافي المقاصد الحسنة (ص ٣٤٥): حديث لوبغى جبل على جبل لدک الباغي،البخاري في الادب المفرد حدثنا ابونعيم ....عن ابن عباس به موقوفا وهو عند البيهقي في الشعب من طريق

الاعمش عن ابن يحيى القتات به ورواه ابن مردوية عن طريق قطبة عن الاعمش به مرفوعا ومن طريق الثورى عن الاعمش موقوفا ،ورواه ابن المبارك في الزهد عن فطرعن ابى يحيى عن مجاهد مرسلا قال ابن ابى حاتم اختلف فيه على ابى يحيى القتات والموقوف اصح وفي الباب عن ابن عمر عند ابن مردوية،وعن انس عند ابن حبان في الضعفاء في ترجمة احمد بن الفضل وقال انه كان يضع الحديث.

وفي تذكرة الموضوعات على هامش الموضوعات الكبير (ص۹۹): لوبغى جبل على جبل لجعله الله دكا فيه احمد بن محمد بن الفضل كان يضع الحديث.

(۳۲۷)''اطلبوا العلم ولو بالصين'' کی تحقیق

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:''اطلبوا العلم ولو بالصين (علم حاصل کرو چاہے چین جانا پڑے)'' یہ حدیث ہے یا کسی کا مقولہ ہے۔ اگر حدیث ہے تو ضعیف ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں یہ روایت ضعیف ہے بلکہ بعض حضرات نے اس پر موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے۔

لمافي المقاصد الحسنة للسخاوی (ص۸۳): اطلبوا العلم ولوبالصين البيهقي في الشعب والخطيب في الرحلة وغيرها وابن عبدالبر في جامع العلم والديلمي كلهم من حديث ابى عاتكة طريف بن سلمان وابن عبد البر وحده من حديث عبيد بن محمد عن ابن عيينة عن الزهرى كلاهما عن انس مرفوعا به وهوضعيف من وجهين بل قال ابن حبان انه باطل لااصل له وذكره ابن الجوزى في الموضوعات.

(۳۲۸)تحقیق روایت''العلماء ورثة الانبياء''

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اردو کی کتاب میں ایک حدیث لکھی ہے کہ علماء کرام انبیاء کے وارث ہیں۔ اس روایت کے عربی الفاظ معلوم نہیں ہورہے۔ آپ عربی الفاظ لکھ دیں اور اگر یہ روایت صحاح ستہ میں سے کسی کتاب میں موجود ہو تو اس کا حوالہ ذکر کر دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

ان العلماء ورثة الانبياء وان الانبياء لم يورثوادينارا ولادرهما انماورثوا العلم فمن اخذه اخذ بحظ وافر. (ابن ماجة ص:۲۰)

وهكذا في سنن ابي داؤد (۲/۱۵۷)......وفي الجامع للترمذي (۲/۹۷)

(۳۲۹) یوم عاشوراء میں حدیث توسع (اہل وعیال پر فراوانی) کی تحقیق

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عاشورا کے دن اپنے اہل وعیال پر فراوانی کی حدیث صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......عاشورا کے دن اہل وعیال پر فراوانی کی حدیث صحیح ہے اور اس پر عمل کرنا جائز ہے۔

لما في المقاصد الحسنة (ص۴۲۷): [۱۱۹۳]حديث :من وسع على عياله في يوم عاشوراء وسع الله عليه السنة كلها،الطبراني والبيهقي في الشعب وفضائل الاوقات وابو الشيخ عن ابن مسعود ....وقال ان اسانيده كلها ضعيفة ولكن اذا ضم بعضها الى بعض افاد قوة،بل قال العراقي في اماليه :لحديث ابي هريرة طرق صحح بعضها ابن ناصر الحافظ.

وفي الدرالمختار مع ردالمحتار (۴۱۸/۲): حديث التوسعة على العيال يوم عاشوراء صحيح.

وفي الشامية: حديث التوسعة وهو من وسع على عياله يوم عاشوراء وسع الله عليه السنة كلها قال جابر جربته اربعين عاما فلم يتخلف ....حديث التوسعة ثابت صحيح كماقال الحافظ السيوطي في الدرر.

(۳۳۰) تحقیق روایت "کنت کنز امخفیا الحدیث"

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ جو حدیث قدسی بیان کی جاتی ہے "کنت کنز امخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لكي اعرف" یہ سنداً ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً..........صورت مسئولہ میں اس کا حدیث قدسی کے طور پر ثبوت تو درکنار سند ضعیف سے بھی آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے ہاں معنی کے اعتبار سے اس کے معنی صحیح ہیں اور اس آیت کے قریب ہیں: وما خلقت الجن والانس الاليعبدون ٥

لما في المقاصد الحسنة للسخاوي (ص۳۳۲): كنت كنزا لا اعرف فاحببت ان اعرف فخلقت خلقا فعرفتهم بي فعرفوني قال ابن تيمية :انه ليس من كلام النبيﷺ ولايعرف له سند صحيح ولاضعيف وتبعه الزركشي وشيخنا.

وفي الموضوعات الكبير (ص۹۳): كنت كنزا لااعرف فاحببت ان اعرف فخلقت خلقا فعرفتهم بي فعرفوني قال ابن تيمية ليس من كلام النبيا ولايعرف له سند صحيح ولاضعيف وتبعه الزركشي

والعسقلانی لکن معناه صحیح مستفاد من قوله تعالی (وماخلقت الجن والانس الالیعبدون) ای لیعرفون کما فسره ابن عباس.

(۳۳۱) تحقیق روایت "کنت نبیا وآدم بین الماء والطین"

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ جو حدیث بیان کی جاتی ہے "کنت نبیا وآدم بین الماء والطین " یہ صحیح سند سے ثابت ہے یا نہیں؟ کتب معتبرہ کے حوالہ جات سے مسئلہ واضح فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ تو ثابت نہیں لیکن دوسری روایات کے ہم معنی ہونے کی وجہ سے اس کے معنی صحیح ہیں۔

لمافی المقاصد الحسنة للسخاوی (ص۳۳۲): واماالذی علی الالسنة بلفظ کنت نبیا وآدم بین الماء والطین فلم نقف علیه بهذا اللفظ فضلا عن زیادة وکنت نبیا ولاآدم ولاماء.

وفی الموضوعات الکبیر (ص۹۲): کنت نبیا وآدم بین الماء والطین قال السخاوی لم اقف علیه .... وقال الزرکشی لااصل له بهذا اللفظ ولکن فی الترمذی متی کنت نبیا قال وآدم بین الروح والجسد وفی صحیح ابن حبان والحاکم عن العرباض بن ساریة ان عندالله لمکتوب خاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینه قال السیوطی وزاد العوام ولاماء ولاطین ولااصل له ایضا یعنی بحسب معناه والافهو صحیح باعتبار معناه لماتقدم.

(۳۳۲) تحقیق "لهدم الکعبة حجراً حجراً أهون من قتل المسلم"

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس حدیث کے بارے میں جو زبانِ زدِ عام ہے "لهدم الکعبة حجراً حجراً اهون من قتل المسلم" (کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بجانا کسی مسلمان کا خون بہانے سے کم گناہ ہے) کیا اس حدیث کی صحیح سند ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... یہ روایت باعتبار لفظ ضعیف اور معناً صحیح ہے۔

لمافی المقاصدالحسنة (ص۳۴۴): لهدم الکعبة حجراحجرا اهون من قتل المسلم لکن لم اقف علیه بهذا اللفظ ولکن فی معناه ماعندالطبرانی فی الصغیر عن انس رفعه :من اذی مسلما بغیر حق فکانما هدم بیت الله ونحوه غیر واحد من الصحابة.

وفی الموضوعات الکبیر (ص۹۸): لهدم الکعبة حجراحجرا اهون من قتل المسلم قال السخاوی لم اقف بهذا اللفظ ولکن فی معناه ماعندالطبرانی فی الصغیر عن انس رضی الله عنه رفعه من اذی

مسلم بغير حق فكانما هدم بيت الله.

(۳۳۳) "انامدینة العلم الخ" اس روایت کی تحقیق

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا یہ روایت صحیح ہے "ان النبي صلى الله عليه وسلم قال انا مدينة العلم وابوبكر اساسها وعمر حيطانها وعثمان سقفها وعلي بابها" (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کی بنیاد ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی دیواریں ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کی چھت ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے دروازے ہیں)۔کیا یہ روایت ثابت ہے؟ نیز یہ بھی بتائیں یہ ضعیف حدیث ہے یا صحیح؟ براہِ کرم مفصل انداز میں جواب دیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں مذکورہ روایت کے بارے میں علماء کرام نے کلام کیا ہے، اور اس کے اکثر الفاظ کو ضعیف و رکیک قرار دیا ہے،لہٰذا اس روایت کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے بیان کرنے سے اجتناب کیا جائے۔

لما في المقاصد الحسنة(ص۱۱۵):عن ابن مسعود رفعه: أنا مدينة العلم، وابوبكر اساسها، وعمر حيطانها، وعثمان سقفها، وعلي بابها.

وعن انس مرفوعا، أنا مدينة العلم، وعلي بابها ومعاوية حلقتها، وبالجملة فكلها ضعيفة والفاظ اكثرها ركيلة.

وفي كشف الخفاء (۱/۲۰۴): انا مدينة العلم، وابوبكر اساسها، وعمر حيطانها، وعثمان سقفها وعلي بابها وروى الديلمي بلا اسناد عن ابن مسعود رفعه.

وفي اللآلي المصنوعة في الاحاديث (۱/۳۳۰): كان ابو سعد اسماعيل بن المثنى الاستراباذي يعظ بدمشق فقام اليه رجل، فقال ايها الشيخ ماتقول في قول النبي صلى الله عليه وسلم أنا مدينة العلم وعلي بابها قال فاطرق لحظه ثم رفع رأسه قال نعم لا يعرف هذا الحديث على التمام الامن كان صدرا في الاسلام. انما قال النبي صلى الله عليه وسلم انا مدينة العلم وابوبكر اساسها وعمر حيطانها وعثمان سقفها وعلي بابها قال فاستحسن الحاضرون ذلك وهو يردده ثم سألوه ان يخرج له اسناده فاغتنم ولم يخرجه لهم الخ.

(۳۳۴) حدیث "الصلوة خلف عالم تقی" کی تحقیق

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگوں سے ایک روایت سنی ہے اس کی تحقیق مطلوب

ہے۔ روایت یہ ہے کہ متقی عالم کے پیچھے نماز پڑھنا ایسا ہے جیسا کہ کسی نبی کی اقتداء میں نماز پڑھنا، کیا یہ روایت صحیح ہے؟ یا صرف لوگوں میں ہی مشہور ہے؟ براہ کرم جلد تحقیق کر کے بتائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً.........صورت مسئول میں ذکر کردہ حدیث ''من صلی خلف عالم تقیّ فکأنما صلی خلف نبیّ'' (ترجمہ: جس شخص نے متقی عالم کے پیچھے نماز پڑھی گویا کہ اس نے نبی کے پیچھے نماز پڑھی) محدثین نے اس حدیث کے بارے میں کلام کیا ہے۔ بعض حضرات نے بے اصل کہا، علامہ زیلعیؒ نے نصب الرایہ میں اس حدیث کو غریب کہا اور بعض شواہد بھی نقل کئے ہیں۔ اس وجہ سے اس حدیث کی کچھ نہ کچھ اصل ملتی ہے۔

لمافي المقاصد الحسنة للسخاويؒ(صـ۳۱۱): وما وقع في الهداية للحنفية بلفظ: من صلى خلف عالم تقيّ فكأنما صلى خلف نبيّ فلم أقف عليه بهذا اللفظ.

وفي الموضوعات الكبرىٰ(صـ۱۴۷): وكذا قول صاحب الهداية لقوله عليه السلام: من صلى خلف تقيّ فكأنما صلّى خلف نبيّ. غير معروف كما قال مخرّجه. وقال السخاوي: لم أقف عليه بهذا اللفظ.

وفيه في مقام آخر(صـ۲۳۵): حديث: من صلى خلف عالم تقيّ فكأنما صلّى خلف نبي. لا اصل له.

وفي نصب الراية(۲/۲۸): الحديث الحادي والستون: قال عليه السلام: من صلى خلف عالم تقيّ فكأنما صلى خلف نبيّ قلت غريب. وروى الطبراني في معجمه حدثنا محمد بن عثمان بن أبي شيبة...... قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن سرّكم أن تقبل صلوتكم فليؤمكم علماؤكم، فإنهم وفدكم فيما بينكم وبين ربّكم، إنتهى. ورواه الحاكم في المستدرك في كتاب الفضائل، عن يحى بن يعلى به سندا ومتنا إلا انه قال: فليؤمكم خياركم، و سكت عنه. وروى الدار قطني، ثم البيهقي في سننهما الخ.

وفي البناية (۲/۳۱۳): لقوله عليه الصلاة والسلام "من صلى خلف عالم تقيّ فكأنما صلى خلف نبيّ" هذا الحديث غريب ليس في كتب الحديث. لكن روى الطبراني مافي معناه من حديث يزيد بن أبي زيد للعلوي قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن سركم ان تقبل صلاتكم فليؤمكم علماؤكم فإنهم فيما بينكم وبين ربّكم. رواه الحاكم في مستدركه في فضائل الأعمال عن يحى بن يعلى به سنداً ومتنا، إلا أنه قال فليؤمكم خياركم وسكت عنه و روى الدار قطني ثم البيهقي في سننهما عن إبن عمرؓ قال قال رسول اللهﷺ اجعلوا أئمتكم خياركم فإنهم وفدكم فيما بينكم وبين الله تعالىٰ، قال البيهقي إسناده ضعيف، وقال ابن القطان فيه الحسين بن نصير لا يعرف.

(۳۳۵) السلطان المسلم ظل اللہ فی الارض کی تحقیق

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل خطبوں میں پڑھا جاتا ہے "والسلطان المسلم ظل اللہ فی الارض من اهان سلطان اللہ فی الارض اهانه اللہ " یہ حدیث ہے یا کسی کا مقولہ ہے؟ اس کا خطبے میں پڑھنا کیسا ہے؟ کیا آپ ﷺ کے دور میں بھی اس طرح پڑھا جاتا تھا؟ اگر یہ حدیث ہے تو اب بھی اس کا حکم باقی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً..... صورت مسئولہ میں یہ الفاظ حدیث کے ہیں البتہ آپ ﷺ سے یا صحابہ کرام سے یہ الفاظ خطبہ میں پڑھنا ثابت نہیں ہے لیکن فقہاء نے خلفاء راشدین، حضرت حمزہ وعباس رضی اللہ عنہما کے ذکر کو مستحب لکھا ہے۔ بادشاہوں اور سلاطین کے لئے خطبہ میں دعا کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ عادل ہوں اگر عادل وصالح نہ ہوں تو مکروہ تحریمی ہے۔

لمافی الجامع الترمذی (۲/۴۶): حدثنا بزار ....عن زیاد بن کسیب العدوی قال کنت مع ابی بکرة تحت منبر ابن عامر وهو یخطب .... فقال ابوبکرة اسکت سمعت رسول اللہ ﷺ یقول من اهان سلطان اللہ فی الارض اهانه اللہ هذا حدیث حسن غریب.

وفی المقاصد الحسنة (ص۱۲۳): [۲۰۷]حدیث انماالسلطان ظل اللہ ورمحه فی الارض. ابوالشیخ والبیهقی والدیلمی وعباس الترقفی وآخرون عن انس مرفوعا :اذامررت ببلدة لیس فیها سلطان فلاتدخلها،انماالسلطان،وذکره لفظ الآخرین،وفی لفظ للدیلمی وابی نعیم وغیرهما من جهة قتادة عن انس مرفوعا :السلطان ظل اللہ ورمحه فی الارض ،فمن نصحه ودعاله اهتدی،ومن دعاعلیه ولم ینصحه ضل، وهماضعیفان لکن فی الباب عن ابی بکر وعمر وابن عمر وابی بکرة وابی هریرة وغیرها کمابینتهاواضحة فی جزء رفع الشکوک فی مفاخر الملوک.

وفی الدرالمختار (۲/۱۴۹): ویندب ذکر الخلفاء الراشدین والعمین لاالدعا للسلطان وجوزه القهستانی ،ویکره تحریما وصفه بمالیس فیه.

وفی الشامیة : واشار الشارح بقوله وجوز الی حمل قوله ثم یدعوا الخ علی الجواز لاالندب لانه حکم شرعی لابدله من دلیل.

(۳۳۶) روایت "من ضرب اباه فاقتلوه ، العنکبوت شیطان فاقتلوه " کی تحقیق

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض روایات میں آتا ہے "من ضرب اباه فاقتلوه ،العنکبوت شیطان فاقتلوه " یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو پھر اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً.........صورت مسئولہ میں "العنکبوت شیطان فاقتلوہ" والی روایت اگر صحیح تسلیم کرلی جائے پھر بھی "انھاجند من جنود اللہ" والی روایت سے یہ منسوخ ہے۔

اور" من ضرب اباہ فاقتلوہ "والی روایت مراسیل سعید بن مسیب میں سے ہے جس پر بعض حضرات نے کلام کیا ہے اور اگر اسے بھی صحیح تسلیم کرلیا جائے تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ اسے مقتول اور مردہ کی طرح سمجھو۔

لمافی کنزا لعمال (۴۲/۱۵)، وفی مراسیل ابی داؤد(ص ۲۰): عن یزید بن المرثد المرعی قال قال رسول اللہ ﷺ العنکبوت شیطان فاقتلوہ.

وفی مراسیل ابی داؤد (ص ۱۹)، کنزالعمال (۴۸۱/۱۶)، جامع الاحادیث الکبیر (۲۷۰/۷): عن سعید بن المسیب قال قال النبی ﷺ من ضرب اباہ فاقتلوہ.

وفی مقدمۃ مراسیل ابی داؤد (ص ۴): وفی التدریب تکلم الحاکم علی مراسیل سعید فقط دون سائر من ذکر معہ.

وفی روح البیان (۴۳۳/۳): قال العلماء ویکفی للعنکبوت شرفا نسجھا علی الغار ونھی النبی ﷺ یومئذ عن قتل العنکبوت ....واما قولہ علیہ السلام العنکبوت شیطان فاقتلوہ وفی لفظ العنکبوت شیطان مسخہ اللہ فاقتلوہ فان صح فلعلہ صدر قبل الغار فھو منسوخ.

وفی مجمع بحار الانوار (۲۱۱/۴): من دعاالی امارۃ نفسہ اوغیرہ من المسلمین فاقتلوہ ای اجعلوہ کالمقتول بان لاتقبلوا لہ قولا وکذا اذا بویع لخلیفتین فاقتلوا الآخر ای اجعلوا دعوتہ واجعلوا کمن مات.

(۳۳۷) مؤمن کی شان کا بیان

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالی کے نزدیک مؤمن کی شان بیت اللہ سے بھی زیادہ ہے۔کیا یہ بات صحیح ہے؟ کیا رسول اللہ ﷺ بھی اس میں شامل ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں یہ بات صحیح ہے کہ مومن کی شان وعزت بیت اللہ سے زیادہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کی شان وعزت نہ صرف بیت اللہ بلکہ دنیا کی ہر چیز سے زیادہ ہے۔یہاں تک کہ آپ کے جسم اطہر کے ساتھ لگنے والی مٹی عرش وکرسی سے افضل ہے۔

لمافی الجامع للترمذی (۲۳/۲): ونظر ابن عمر یوماالی البیت اوالی الکعبۃ فقال مااعظمک واعظم حرمتک والمومن اعظم حرمۃ اللہ منک.

وهكذا في الترغيب والترهيب (۳/۱۶۹)

وفيها ايضا (۳/۲۰۱): عن عبدالله بن عمرو قال: رأيت رسول الله ﷺ يطوف بالكعبة ويقول ماأطيبك وماأطيب ريحك، ماأعظمك وماأعظم حرمتك والذي نفس محمد بيده لحرمة المؤمن عندالله اعظم من حرمتك.

وفي المرقات (۶/۱۰): وعن عبدالله بن عدي بن حمرا قال رأيت رسول الله ﷺ واقفا على الحزورة فقال والله انك لخير ارض الله واحب ارض الله الى الله ولولا انى أخرجت منك ماخرجت .... فيه تصريح بان مكة افضل من المدينة كماعليه الجمهور الاالبقعة التي ضمت اعضاءه عليه الصلوة والسلام فانها افضل من مكة بل من الكعبة بل من العرش اجماعا.

وفي الدر المختار مع ردالمحتار (۲/۶۲۶): ومكة افضل منها على الراجح الاماضم اعضاءه عليه الصلوة والسلام فانه افضل مطلقا حتى من الكعبة والعرش والكرسي.

وفي الشامية: .... والخلاف فيماعدا موضع القبر المقدس فماضم اعضاءه الشريفة فهو افضل بقاع الارض بالاجماع.

(۳۳۸) سب سے پہلے آپ ﷺ کے نور کو پیدا کیا گیا کا حدیث سے ثبوت، نور اور بشر میں افضل کون

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آپ ﷺ کے نور کو پیدا کیا۔ کیا کسی حدیث سے ایسا ثابت ہے؟ نیز نور اور بشر میں فضیلت کس کو حاصل ہے نور کو یا بشر کو؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً.....تفسیر روح البیان میں "قد جاء كم من الله نور و كتاب مبين" الآیۃ کے ذیل میں یہ روایت نقل کی ہے:

"روى عن النبي ﷺ انه قال كنت نوراً بين يدى ربى قبل خلق ادم باربعة عشر الف عام وكان يسبح ذلك النور وتسبح الملائكة بتسبيحه فلما خلق الله ادم القى ذلك النور فى صلبه" (۲/۳۷۰)

"نبی ﷺ سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا حضرت آدم کی پیدائش سے چار ہزار سال پہلے میں اپنے رب کے سامنے نور (کی صورت) تھا اور فرشتوں کی تسبیح اس نور کی تسبیح کے مطابق تھی۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اس نور کو ان کی صلب (حقیقت) میں شامل کر دیا"

اسی طرح حضرت تھانویؒ نے اپنی کتاب "نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ﷺ" کی پہلی فصل میں جو نور محمدی کے عنوان سے قائم ہے، ان روایات کو جمع کیا ہے، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ نور سے پیدا ہوئے لیکن حضرت تھانویؒ نے ان روایات کی شرح میں

لکھا ہے کہ اس نور سے مراد ''روح'' ہے، اسی طرح ان روایات سے آپ کا باطنی اعتبار سے نور ہونا معلوم ہوتا ہے کہ آپ باطنی اعتبار سے نور تھے کیونکہ آپ ''ھادی للامۃ'' تھے، البتہ ظاہری اعتبار سے بشر ہی تھے۔

جس پر بے شمار نصوص قرآنیہ اور احادیث دال ہیں البذا آپ ﷺ کو نور کہہ کر آپ کی بشریت کی نفی کرنا یہ قرآن وسنت کے خلاف ہے چنانچہ بطور نمونہ ہم چند ایک آیات اور احادیث آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کتاب وشریعت کے عطا فرمانے کا ضابطہ بیان کررہے ہیں۔ چنانچہ فرمایا

مَاكَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبَّانِيِّيْنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ. (ال عمران: ۷۹)

(ترجمہ: کسی بشر سے یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ اسے کتاب وحکمت اور نبوت عطا فرمائیں، پھر وہ لوگوں سے یوں کہے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ لیکن وہ یہ کہے گا کہ تم اللہ والے ہوجاؤ، اس وجہ سے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس وجہ سے کہ تم پڑھتے ہو۔)

یہاں پر اس بات کو بھی بیان کیا جارہا ہے کہ کتاب، حکمت اور نبوت بشر ہی کو ملا کرتی ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری جگہ پر اس سے بھی زیادہ صراحت فرمائی جب کفار کہنے لگے کہ ہم میں سے کسی بشر کو رسول کیوں بنایا بلکہ اللہ تعالیٰ اس پر بھی تو قادر تھے کہ فرشتوں میں سے کسی کو رسول بنا کر بھیج دیتے، تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اپنا ضابطہ بیان فرمایا کہ ہم جیسی مخلوق ہو ویسا ہی رسول بھی ان کی طرف بھیجا کرتے ہیں چنانچہ فرمایا:

قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا۝ (بنی اسرائیل: ۹۵)

(ترجمہ: آپ فرمادیجئے کہ اگر زمین میں فرشتے ہوتے جو اطمینان سے چلتے پھرتے تو ضرور یہ بات ہوتی کہ ہم ان پر فرشتوں کو رسول بنا کر اتار دیتے)

ایک دوسری جگہ جب لوگوں نے انبیاء کی طرف طرح طرح کی باتیں منسوب کرنا شروع کردیں تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے مشترکہ جواب کا ذکر فرمایا کہ انبیاء نے اس کے جواب میں کیا فرمایا؟

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (ابراهيم: ۱۱)

(ترجمہ: ان رسولوں نے ان سے کہا ہم تمہارے ہی جیسے آدمی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے اور ہمارے بس کی یہ بات نہیں کہ ہم تمہارے سامنے کوئی معجزہ اللہ کے حکم کے بغیر لاسکیں اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔)

ایک اور جگہ پر کفار کے ایمان نہ لانے کے عذر غیر معقول کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا. (بنی اسرائیل: ۹۴)

(ترجمہ: اور لوگوں کو ایمان قبول کرنے سے صرف اس بات نے روکا کہ جب ان کے پاس ہدایت آئی تو صرف یہی بات کہنے لگے کہ کیا

اللہ نے بشر کو رسول بنایا ہے)

اسی طرح جب کفار نے انبیاء کے ہاتھ پر معجزات کی شکل میں عجائبات قدرت کا مشاہدہ کیا تو انہوں نے انبیاء کے بارے میں طرح طرح کی قیاس آرائیاں کرنی شروع کر دیں تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ الآیۃ (الکھف: ۱۱۰)

(ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ میں تو بشر ہی ہوں تمہارے جیسا میری طرف یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے)

یہ تو چند نمونے آیات کے تھے جس میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی بشریت کو بیان فرمایا اس کے علاوہ احادیث میں بھی خود آپ ﷺ کی صراحت موجود ہے کہ آپ ظاہری اعتبار سے بشر ہی تھے چنانچہ "بخاری شریف" (۳۳۲/۱) پر یہ روایت موجود ہے۔

حدثنی عروۃ ابن زبیر ان زینب بنت ام سلمۃ اخبرتہ ان ام سلمۃ زوج النبی ﷺ اخبرتھا عن رسول اللہ ﷺ انہ سمع خصومۃ بباب حجرتہ فخرج الیھم فقال انما انا بشر وانہ یاتینی الخصم فلعل بعضکم ان یکون ابلغ من بعض فاحسب انہ قد صدق واقضی لہ بذلک فمن قضیت لہ بحق مسلم فانما ھی قطعۃ من النار فلیاخذھا او فلیترکھا.

یعنی ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے بارے میں بتلاتی ہیں کہ آپ نے حجرے کے دروازے پر جھگڑے کی آواز سنی آپ ان کی طرف نکلے اور ان سے فرمایا (یعنی فیصلہ کے وقت) کہ میں بشر ہوں اور میرے پاس جھگڑنے کے بعد لوگ آتے ہیں تو ہوسکتا ہے کہ کوئی ایک فریق دوسرے سے زیادہ اپنی بات کو واضح انداز میں بیان کر سکے اور میں اس کو سچا سمجھ کر اس کیلئے فیصلہ کر دوں، پس جس کے لئے میں دوسرے کے حق کا فیصلہ کروں تو یہ آگ کا ایک ٹکڑا ہے چاہے تو وہ لے لے اور چاہے تو چھوڑ دے۔

اب اس صراحت کے بعد بھی اگر کوئی آپ ﷺ سے بشریت کی نفی کرے کہ جب قرآن وسنت میں بالکل واضح اور صاف الفاظ سے بشریت کو بیان کر دیا تو ایسے شخص کیلئے صرف دعا ہی کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ھدایت عطا فرمادیں۔ امین

۲۔ نور اور بشر میں افضل کون ہے؟ تو اگر نور سے مراد فرشتے ہیں کہ فرشتوں اور انسانوں میں افضل کون ہے؟ تو ملا علی قاریؒ نے نقل کیا ہے کہ خواص فرشتے عام اولیاء اور علماء سے افضل ہیں اور عام فرشتے عام مومنین سے افضل ہیں البتہ انبیاء کو عام وخاص دونوں طرح کے فرشتوں پر فضیلت حاصل ہے، اسی طرح علماء، اولیاء کو عام فرشتوں پر فضیلت حاصل ہے۔

اور اگر مطلق نور اور بشر مراد ہو کہ ان میں کون افضل ہے تو علی الاطلاق بشر ہی کو افضلیت حاصل ہے اس صورت میں یہ صرف نور سے ہی نہیں بلکہ تمام مخلوقات سے افضل ہے یہی وجہ ہے کہ اسے اشرف المخلوقات کہا جاتا ہے، جس کے کئی ایک قرائن ہیں، بشر کی تخلیق کے بعد فرشتوں سے سجدہ کروانا، فرشتوں کے سامنے اس کا امتحان اور اس کی تمام پر فوقیت، اللہ تعالیٰ کا اسے اپنا خلیفہ بنانا اور خلافت والی فضیلت ایسی ہے کہ اگر بشر کی کوئی اور فضیلت نہ بھی ہوتی تو یہ تنہا اس کی ساری مخلوقات پر فضیلت کے لئے کافی تھی۔

لما فی التفسیر الکبیر (۱۹۴/۶): قال تعالی "قد جاء کم من اللہ نور وکتاب مبین" وفیہ اقوال الاول

ان المراد بالنور محمد وبالكتاب القرآن والثانی ان المراد بالنور الاسلام وبالكتاب القرآن الثالث النور والكتاب هو القرآن وهذاضعيف لان العطف يوجب المغايرة بين المعطوف والمعطوف عليه وتسمية محمد والاسلام والقرآن بالنور ظاهرة لان النور الظاهر هوا لذی يتقوى به البصر على ادراک الاشياء الظاهرة والنور الباطن ايضا هو الذى تتقوى به البصيرة على ادراک الحقائق والمعقولات.

وفی جامع العقائد (صـ ۳۲۹): منها تفضيل الملائكة فخواصهم افضل بعد الانبياء عليه السلام من عموم الاولياء والعلماء رحمهم الله وافضلهم جبرائيل عليه السلام كما فی حديث رواه الطبرانی وعامة الملائكة افضل من عامة المومنين لكونهم مجرمين والملائكة معصومون.

هكذا فی شرح فقه الاكبر (صـ ۱۱۸)

﴿باب مایتعلق بالصحابة﴾

(صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے متعلق سوالات)

(۳۳۹) مرض الوفات میں نمازیں کس نے اور کتنی پڑھائیں؟

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آپ ﷺ کے مرض الوفات میں صحابہ کو نماز کون پڑھاتا رہا اور کتنی نمازیں ایسی تھیں کہ بیماری کی وجہ سے آپ نماز پڑھانے نہ آسکے اور دوسرے کسی صحابی نے وہ نمازیں پڑھائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......حضور ﷺ کے مرض الوفات میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ صحابہ کو نماز پڑھاتے رہے اور آپ نے نبی کریم ﷺ کی بیماری کے ایام میں صحابہ کو سترہ نمازیں پڑھائیں۔

لمافی الصحیح للبخاری (۱/۹۳): حدثنا اسحاق بن نصر قال ثنا..........عن ابی موسی قال مرض النبی ﷺ فاشتد مرضه فقال مروا ابابكر فليصل بالناس.......... فاتاه الرسول فصلى بالناس فی حیاة النبی ﷺ.

وفی فیض الباری (۲/۲۰۵): فقال البیهقی انه لم یشهد سبع عشر صلوات احداهاعشاء یوم الخمیس واخرى فجر یوم الاثنین.

وفی البدایة والنهایة (۵/۲۰۷): وقال الزهری عن ابی بکر عن ابی سبرة ان ابابكر صلى بهم سبع عشرة صلاة.

(۳۴۰) حضور ﷺ نے نماز میں کن کن صحابہ کی اقتدا کی؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کن کن صحابہ کی اقتداء میں نماز ادا فرمائی۔ بحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......ہر نبی نے اپنی اپنی امت میں سے کسی نہ کسی نیک آدمی کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے کمافی روایة ابن سعد نقلها العلامة شیخ الاسلام شبیر احمد العثمانی رحمه الله فی الفتح (۳/۲۷).

چنانچہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے بھی دو صحابہ کی اقتداء میں نماز ادا فرمائی ہے، البتہ دونوں موقع پر آپ علیہ السلام مسبوق تھے، ایک حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں ۹ھ بروز جمعرات غزوہ تبوک سے واپسی کے موقع پر فجر کی دوسری رکعت ادا

فرمائی۔اوردوسرے حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں مرض الوفات کے موقع پر فجر کی دوسری رکعت ادا فرمائی۔

لمافي فتح الباري(۲/۱۳۹): وتعقب بصلاته ﷺ عبدالرحمن بن عوف وهو ثابت بلاخلاف وصح ايضا انه صلى خلف ابي بكر.

وفي سنن ابي داؤد(۱/۲۰): ان عروة بن المغيرة بن شعبة اخبره انه سمع اباه المغيرة يقول عدل رسول الله ﷺ وانا معه في غزوة تبوک قبل الفجر فعدلت معه فاناخ النبي ﷺ فتبرز ثم جاء فسكبت على يده من الاداوة فغسل كفيه ثم غسل وجهه ثم حسر عن ذراعيه فضاق كما جبته فادخل يديه...... حتى نجد الناس في الصلوة قد قدموا عبدالرحمن بن عوف فصلى بهم حين كان وقت الصلوة ووجدنا عبدالرحمن وقدركع بهم ركعة من صلوة الفجر، فقام رسول الله ﷺ فصف مع المسلمين فصلى وراء عبدالرحمن بن عوف الركعة الثانية ثم سلم عبدالرحمن فقام النبي ﷺ في صلوته ففرغ المسلمون فاكثروا التسبيح لانهم سبقوا النبي ﷺ بالصلوة فلما سلّم رسول الله ﷺ قال لهم قد اصبتم اوقد احسنتم.

وفي فتح الباري(۲/۱۳۳): وبهذا يجاب عن الفرق بين المقامين حيث امتنع ابوبكر هنا ان يستمرّ اماما وحيث استمرّ في مرض موته ﷺ حين صلى خلفه الركعة الثانية من الصبح كما صرّح به موسىٰ بن عقبة في المغازي، فكانه لمّا ان مضى معظم الصلاة حسن الاستمرار ولما ان لم يمض منها الا اليسير لم يستمر، وكذا وقع لعبدالرحمن بن عوف حيث صلّى النبي ﷺ خلفه الركعة الثانية من الصبح فانه استمر في صلاته اماما لهذا لمعنى.

وفي فتح الملهم(۳/۲۷): وفي رواية ابن سعد فصلينا الركعة التي ادركنا، وقضينا التي سبقتنا، فقال ﷺ حين صلى خلف عبدالرحمن: "ماقبض نبي قط حتى صلى خلف رجل صالح من امته"

وفي بذل المجهود(۱/۸۹): وغزوة تبوک هي آخر ماغزاها رسول الله ﷺ بنفسه خرج اليها في رجب سنة تسع يوم الخميس.

(۳۴۱) حضرت عثمان وعلی رضی اللہ عنہما پر سب وشتم کرنے والے کا حکم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو گالی دیتا ہے۔اب اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا اس سے یہ شخص کافر ہوجائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں ایسا شخص گمراہ اور فاسق ہے۔اس کو فوراً اس عمل سے توبہ کرنا چاہئے البتہ اس سے وہ کافر نہیں

ہوگا۔

لمافی الشامیة (۴/۲۷): فی الخلاصة ان سب الختنین لیس بکفر والمراد بالختنین عثمان وعلی رضی اللہ عنهما.

وفیها ایضا (۴/۲۳۷): فی فتح القدیر ان الخوارج الذین یستحلون دماء المسلمین واموالهم ویکفرون الصحابة حکمهم عند جمهور الفقهاء واهل الحدیث حکم البغاة ....ولاتقبل شهادة من یظهر سب السلف لانه یکون ظاهر الفسق ....وقال الزیلعی أویظهر سب السلف یعنی الصالحین منهم وهم الصحابة والتابعون.

(۳۴۲) صحابہ رضی اللہ عنہم معیار حق ہیں یا نہیں؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم معیار حق ہیں یا نہیں؟ اگر معیار حق ہیں تو جولوگ اس کا انکار کرتے ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ کیا یہ لوگ اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً......صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین معیار حق ہیں یعنی ان کے اقوال وافعال حق وباطل کی کسوٹی ہیں۔ان حضرات نے جو کچھ فرمایا اور جو دینی کام کئے وہ ہمارے لئے مشعل راہ اور ذریعہ نجات وفلاح ہے اور جولوگ اس کا انکار کرتے ہیں وہ فاسق وفاجر ہیں اور اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں۔

لمافی قوله تعالی (التوبة: ۱۰۰): والسبقون الاولون من المهاجرین والانصار والذین اتبعوهم باحسان رضی اللہ عنهم ورضواعنه الایة

(البقرة : ۵): اولئک علی هدی من ربهم واولئک هم المفلحون٥

(الحجرات : ۷): اولئک هم الراشدون ٥

(البینة : ۸): رضی اللہ عنهم ورضواعنه الایة

وفی المشکوٰة (ص۳۰): عن عبداللہ بن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ لیأتین علی امتی کمااتی علی بنی اسرائیل ...... وان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملة وتفترق امتی علی ثلث وسبعین ملة کلهم فی النار الاملة واحدة قالوا من هی یارسول اللہ قال مااناعلیه واصحابی .

وفیهاایضا (ص۳۲): عن ابن مسعود قال من کان مستنا فلیستن بمن قد مات فان الحی لاتؤمن علیه الفتنة اولئک اصحاب محمد ﷺ کانوا افضل هذه الامة ابرها قلوبا ......وتمسکوا بما استطعتم من اخلاقهم وسیرهم فانهم کانوا علی الهدی المستقیم .

وفیھا ایضا (ص۵۵۴): عن عمر بن الخطاب قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول سألت ربی عن اختلاف اصحابی من بعدی فاوحی الی یامحمد ان اصحابک عندی بمنزلة النجوم فی السماء بعضھااقوی من بعض ولکل نور فمن اخذبشیٔ مما ھم علیه من اختلافھم فھو عندی علی ھدی قال وقال رسول اللہ ﷺ اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم.

وفیھا ایضا (ص۵۶۰): عن حذیفة قال قال رسول اللہ ﷺ انی لاادری مابقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر.

(۳۴۳) کیا حضرت سعد بن عبادة رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی؟

سوال......کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت سعد بن عبادة رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی تھی یا نہیں؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں حضرت سعد بن عبادة رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت نہیں کی تھی بلکہ اس وقت شام چلے گئے تھے اور وہاں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں انتقال فرماگئے۔

لمافی الصحیح للبخاری (۱/۵۱۸): فاخذ عمر بیده فبایعه وبایعه الناس فقال قائل قتلتم سعد بن عبادة قال عمر قتله اللہ.

وعلی ھامشه: قوله قتلم سعد ای کدتم تقتلونه وقیل ھو کنایة عن الاعراض والخذلان .وقوله قتله اللہ اخبار عماقدراللہ من اھماله وعدم صیرورته خلیفة او ادعاء علیه لتخلفه عن بیعة الصدیق وروی انه خرج بعد تخلفه الی الشام ومات بھا فی خلافة عمر ....فتح ومجمع البحار .

وفی البدایة والنھایة (۷/۳۴): وقد ذکره ابوعمر بن عبدالبر ماذکره غیر واحد من علماء التاریخ انه (سعد بن عبادة "ناقل") تخلف عن بیعة الصدیق حتی خرج الی الشام فمات بقریة من حوزان ...... قال وقیل فی اول خلافة عمر.

(۳۴۴) سیف اللہ کا لقب

سوال......کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سیف اللہ سابقہ امتوں میں اور اس امت میں کتنے گزرے ہیں جن کو انبیاء علیہم السلام نے یہ لقب دیا ہو؟

الجواب حامداًومصلیاً......سابقہ امتوں کے بارے میں تو معلوم نہ ہوسکا البتہ اس امت میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ نے

سیف من سیوف اللہ فرمایا تھا۔

لما فی الصحیح للبخاری (۱/۵۳۱): عن انس ان النبی ﷺ نعی زیداوجعفر وابن رواحة للناس قبل ان یاتیهم خبرهم فقال اخذ الراية زيد فاصيب ثم اخذها جعفر فاصيب ثم اخذ ابن رواحة فاصيب وعيناه تذرفان حتی اخذ سيف من سيوف الله حتی فتح الله عليهم.

وفی عمدة القاری تحت هذه الرواية (۱۲/۲۴۵): واراد بسيف خالد بن وليد ومن يومئذ سمی سيف الله وقد اخرج ابن حبان والحاكم من حديث عبدالله بن ابی اوفی قال قال رسول الله ﷺ لاتؤذوا خالدا فانه سيف من سيوف الله صبه الله تعالى علی الكفار.

(۳۴۵) عشرہ مبشرہ میں شامل صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عشرہ مبشرہ میں کون کون سے صحابہ شامل ہیں۔ان کے نام تحریر کریں اور اگر ان کے بارے میں کوئی روایت ہو تو وہ بھی بحوالہ تحریر کریں۔

الجواب حامداًومصلیاً...... عشرہ مبشرہ کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (۳) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ (۵) حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ (۶) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ (۷) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ (۸) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (۹) حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ (۱۰) حضرت ابوعبیدۃ بن الجراح رضی اللہ عنہ۔

لما فی الجامع للترمذی (۲/۲۱۵): حدثنا صالح بن مسمار .... ان سعيد بن زيد حدثه فی نفر ان رسول الله ﷺ قال عشرة فی الجنة ابوبكر فی الجنة وعمر فی الجنة وعلی فی الجنة وعثمان فی الجنة والزبير وطلحة وعبدالرحمن وابوعبيدة وسعد بن ابی وقاص قال فعد هؤلاء التسعة وسكت عن العاشر فقال القوم ننشدك بالله ياابا الاعور من العاشر قال نشدتمونی بالله ابو الاعور فی الجنة قال هو سعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل.

وهكذا بتغير يسير فی ابن ماجة (ص:۱۳)

(۳۴۶) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا کاتب وحی ہونا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی تھے اور جن روایات سے ان کا کاتب وحی ہونا ثابت ہے انہیں تحریر کریں۔

الجواب حامداًومصلیاً......حدیث اور تاریخ کی متعدد روایات سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا کاتب وحی ہونا ثابت ہوتا ہے نمونہ کے طور پر چند ایک درج ذیل ہیں:

لمافی الصحیح لمسلم (۳۰۳/۲): حدثنی ابن عباس قال کان المسلمون لاینظرون الی ابی سفین ولایقاعدونہ فقال للنبی ﷺ یانبی اللہ ثلاث اعطینھن قال نعم قال عندی احسن العرب واجملہ ام حبیبۃ بنت ابی سفین ازوجکھا قال نعم قال ومعاویۃ تجعلہ کاتبابین یداک قال نعم ....

وفی تاریخ الخلفاء للسیوطی (ص۱۹۴): معاویۃ بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیۃ .... اسلم ھو وابوہ یوم فتح مکۃ ...... وکان احد الکتاب لرسول اللہ ﷺ.

وفی البدایۃ والنھایۃ (۱۲۰/۸): وھو معاویۃ بن ابی سفیان صخر بن حرب ....خال المومنین وکاتب وحی رسول رب العالمین ......قال معاویۃ :ولقد دخل علی رسول اللہ ﷺ مکۃ فی عمرۃ القضاء وانی لمصدق بہ ثم لمادخل عام الفتح اظھرت اسلامی فجئتہ فرحب بی،وکتبت بین یدیہ.

(۳۴۷) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا باب خیبرکو اکیلے اکھاڑ دینا

سوال۔ کیافرماتے ہیں علماءکرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل یہ جومشہور ہے کہ غزوہ خیبر میں باب خیبر جس کو کئی آدمی نہیں کھینچ سکتے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اکیلے اکھاڑ پھینکا تھا۔کیا یہ بات صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو چند ایک حوالہ جات بھی تحریر کریں۔

الجواب حامداًومصلیاً... صورت مسئولہ میں مذکورہ واقعہ ثابت اور صحیح ہے۔چند حوالہ جات درج ذیل ہیں:

فی تاریخ الطبری (۳۰۱/۲). عن ابی رافع مولی رسول اللہ ﷺ قال خرجنا مع علی ابن ابی طالب حین بعثہ رسول اللہ ﷺ برایتہ فلمادنا من الحصن خرج الیہ اھلہ فقاتلھم فضربہ رجل من الیھود فطرح ترسہ من یدہ فتناول علی رضی اللہ عنہ بابا کان عندالحصن فتترس بہ عن نفسہ فلم یزل فی یدہ وھو یقاتل حتی فتح اللہ علیہ ثم القاہ من یدہ حین فرغ فلقد رایتنی فی نفر سبعۃ انامنھم نجھد علی ان نقلب ذلک الباب فمانقلبہ.

وھکذا نقل عن ابی رافع فی سیراعلام النبلاء (۲۱۸/۲)، وفی کتاب المغازی للواقدی (۶۵۵/۲)

(۳۴۸) ''صلوٰۃ وسلام'' اور ''ترضی'' کا استعمال

سوال..... کیافرماتے ہیں علماءکرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صحابہ کے نام کے ساتھ ''علیہ السلام'' اور علماء ومشائخ کے نام کے ساتھ ''رضی اللہ عنہ'' کہنا جائز ہے یانہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں ''صلوٰۃ وسلام'' انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے لہٰذا انبیاء کے علاوہ کسی اور کے لئے استعمال کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ ہاں انبیاء کے ساتھ کسی کا نام آ گیا اور اصالۃً صلوٰۃ وسلام انبیاء کے لئے کہا اور تابع ہونے کی وجہ سے وہ بھی شامل ہو گیا تو کوئی حرج نہیں۔

اور مستحب یہ ہے کہ صحابہ کے نام کے ساتھ ''رضی اللہ عنہ'' اور صحابہ کے مابعد والوں کے ساتھ ''رحمہ اللہ'' کہا جائے لیکن اگر اس کے خلاف کر دیا کہ صحابہ کے ساتھ رحمہ اللہ اور بعد والوں کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہہ دیا تو بھی جائز ہے البتہ افضل پہلی صورت ہے۔

لمافي الاذكار للنووي (صـ۱۰۸): اجمعوا على الصلاة على نبينا محمد ﷺ وكذلك من يعتد به على جوازها واستحبابها على سائر الانبياء والملائكة استقلالا واما غير الانبياء فالجمهور على انه لايصلى عليهم ابتداء ....فقال بعض اصحابنا :هو حرام وقال اكثرهم مكروه كراهة تنزيه .... والصحيح الذى عليه الاكثر انه مكروه كراهة تنزيه .... ويستحب الترضي والترحم على الصحابة والتابعين فمن بعدهم من العلماء وسائر الانبياء فيقال رضى الله عنه اورحمه الله ونحوذلك.

وفي الدرالمختار (۷۵۳/۶) : ولايصلى على غير الانبياء ولاغير الملائكة الابطريق التبع ....ويستحب الترضى للصحابة ......والترحم للتابعين ومن بعدهم من العلماء والعباد وسائر الاخيار وكذا يجوز عكسه الترحم للصحابة والترضى للتابعين ومن بعدهم على الراجح ذكره الكرماني وقال الزيلعي الاولى ان يدعوا للصحابة بالترضى وللتابعين بالرحمة .

(۳۴۹) خلفاء راشدین ﷺ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرات خلفاء راشدین ﷺ کی نماز جنازہ کن کن حضرات نے پڑھائی تھی۔ بحوالہ نقل کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً........صورت مسئولہ میں حضرات خلفاء راشدین میں سے حضرت ابوبکر صدیق ﷺ کی نماز جنازہ حضرت عمر ﷺ نے حضرت عمر فاروق ﷺ کی نماز جنازہ حضرت صہیب ﷺ نے حضرت عثمان ﷺ کی نماز جنازہ حضرت زبیر ﷺ نے اور حضرت علی ﷺ کی نماز جنازہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے پڑھائی۔

لمافي تاريخ الخلفاء للسيوطي (صـ۵۱): اخرج ابن سعد عن سعيد بن المسيب ان عمر صلى على ابى بكر بين القبر والمنبر وكبر عليه اربعا.

وفيها ايضاً (صـ۱۲۲): اصيب عمر يوم الاربعاء لاربع بقين من ذى الحجة ... وصلى عليه

صهيب في المسجد.

وفيها ايضا (ص۱۶۲): وكان قتل عثمان رضي الله عنه في اوسط ايام التشريق من سنة خمس وثلاثين .... قال قتادة صلى عليه الزبير ودفنه وكان اوصى بذلك اليه.

وفيها ايضاً (ص۱۷۵): فخرج علي من الباب ينادي: ايها الناس الصلاة الصلاة .... وغسله الحسن والحسين وعبدالله بن جعفر وصلى عليه الحسن.

(۳۵۰) حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے لقب ''طیار'' کی وجہ

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا لقب ''طیار'' ہے۔اس کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً..... صورت مسئولہ میں حضرت جعفر صادق صحابی نہیں بلکہ تابعین میں سے ہیں اور ان کا لقب طیار نہیں ہے بلکہ جن صحابی کا لقب طیار ہے وہ حضرت جعفر بن ابی طالب بن عبدالمطلب ہیں اور ان کے لقب کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ غزوہ موتہ میں شریک تھے۔ان کے دونوں بازو کٹ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بازوؤں کے بدلے انہیں دو پر عنایت فرمائیں ہیں جن سے وہ جنت میں اڑتے ہیں اس وجہ سے آپ کا لقب طیار پڑ گیا۔

لمافي عمدة القاري (۱۷/۲۷۰): عن عامر قال كان ابن عمر اذاحيا ابن جعفر قال السلام عليك يا ابن ذي الجناحين .... وانما لقب بذلك لانه لماقطعت يداه يوم موته جعل الله له جناحين يطير بهما في الجنة وعن النبي صلى الله عليه وسلم رأيت جعفر يطير في الجنة مع الملائكة ولقب بالطيار ايضا.

في تهذيب التهذيب (۲/۵۴۶): الصادق هو جعفربن محمد بن علي بن الحسين.

(۳۵۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح کے وقت عمر

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح کے وقت عمر کیا تھی؟ اس میں مختلف اقوال ذکر کئے جاتے ہیں۔ان سب میں راجح قول کون سا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً..... صورت مسئولہ میں راجح قول کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح کے وقت عمر چھ سال اور رخصتی کے وقت نو سال تھی۔

لمافي الصحيح للبخاري (۲/۷۷۵): حدثنا قبيصة ...... عن عروة تزوج النبي صلى الله عليه وسلم عائشة وهي ابنة ست وبنى بها وهي ابنة تسع ومكثت عنده تسعا.

وفی الاصابة فی تمییز الصحابة (۲۳۱/۸): فقد ثبت فی الصحیح ان النبی ﷺ تزوجها وھی بنت ست وقیل سبع ویجمع بانھا کانت اکملت السادسة ودخلت فی السابعة ودخل بھا وھی بنت تسع وکان دخوله بھا فی شوال فی السنة الاولی۔

(۳۵۲) کیا حضرت فاطمہ وحضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما میں کوئی اختلاف تھا؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا یہ بات صحیح ہے کہ واقعہ فدک کے بعد حضرت فاطمہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کے درمیان اختلاف پیدا ہوگیا تھا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس کے بعد مرتے دم تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بات نہیں کی۔ اس واقعہ کی حقیقت بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں واقعہ فدک کی وجہ سے کوئی اختلاف نہیں ہوا تھا بلکہ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد حضرت فاطمہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فدک کا مطالبہ کیا جس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ یہ حضور ﷺ کی میراث ہے اور انبیاء کی میراث تقسیم نہیں ہوتی اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا واپس چلی گئیں۔

اور روایت میں "فھجرت" کے الفاظ آئے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے یہ مطالبہ دوبارہ مرتے دم تک نہ کیا، نہ کہ آپ اس کی وجہ سے ناراض ہوگئیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ان کی ناراضگی کی کوئی وجہ نہیں تھی کیونکہ ناراضگی کا پتہ اس وقت چلتا جب ان دونوں کی کہیں ملاقات ہوتی اور وہ پہلے آپس میں بات چیت کررہے ہوتے کہ اس کے بعد انہوں نے بات چیت ترک کردی ہو۔ وہ کوئی آج کا دور نہیں تھا بلکہ خیر القرون کا دور تھا جس میں عورتیں بلاضرورت گھر سے باہر نہیں نکلا کرتی تھیں لہٰذا وہ ضرورت کی وجہ سے حضرت ابوبکر کے پاس آئیں اور دوبارہ ضرورت نہیں تھی اس لئے دوبارہ کبھی نہیں آئیں۔

اور پھر حضور ﷺ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا عرصہ ہی کتنا زندہ رہیں صرف چھ ماہ اور بعض روایات میں چار اور دو ماہ کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ اگر چھ ماہ بھی ہو تو حضور ﷺ کے وصال کے کچھ عرصہ تک تو اس کا خیال ہی نہ آیا ہوگا کیونکہ آپ کا وصال صحابہ پر نہایت شاق گزرا۔ اس کے بعد بھی چھ مہینے کا عرصہ کچھ زیادہ نہیں ہے۔ اور پھر ناراض تو اس وقت ہوا جاتا جب یہ فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حق ہوتا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کو نہ دیتے اور خود استعمال کرتے حالانکہ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خرچ کررہے تھے اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی خرچ کررہے تھے پھر ناراض ہونے کی تو کوئی وجہ باقی نہیں رہتی۔

حاصل یہ کہ اس واقعہ کو اہل تشیع کی طرف سے خواہ مخواہ اچھالا گیا تاکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر طعن کیا جاسکے حالانکہ اگر بالفرض حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ صحیح نہ تھا تو دوسرے صحابہ تو موجود تھے اور سب سے بڑھ کر خود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں حضرت زید بن الحسین بن علی کا بیان ہے کہ "اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جگہ میں ہوتا تو یہی فیصلہ کرتا جو فیصلہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا"۔

نیز اہل تشیع نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر طعن کرنے کے لئے اس واقعہ کو اچھالا حالانکہ جس طرح یہ لوگ بیان کرتے ہیں اگر تسلیم

کہ لیں تو روایت میں "فہجرت" کے الفاظ آئے ہیں جس کا مطلب ان کے بقول یہ ہے کہ حضرت فاطمہ نے حضرت ابوبکر ؓ کو چھوڑ دیا اور بات نہیں کی تو اس کا نتیجہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر طعن نکلتا ہے نہ کہ حضرت ابوبکر ؓ پر اس لئے کہ "ہجران" حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے پایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت نصیب فرمائیں۔

لما فی السنن الکبری للبیهقی (۶/۳۰۱): اخبرنا ابو عبداللہ.........عن الشعبی قال لما مرضت فاطمة رضی الله عنها اتاها ابوبکر رضی اللہ عنه فاستأذن علیها فقال علی ص یافاطمة هذا ابوبکر یستأذن علیک فقالت اتحب ان اذن له قال نعم فدخل علیها یترضاها وقال والله ماترکت الدار والمال والاهل والعشیرة الاابتغاء مرضاة الله ورسوله ومرضاتکم اهل البیت ثم ترضاه حتی رضیت.

وفیها ایضا (ص۳۰۲): اخبرنا ابوعبدالله الحافظ.........قال زید بن علی بن الحسین بن علی امالنا فلو کنت مکان ابی بکر ؓ لحکمت بمثل ماحکم به ابوبکر رضی الله عنه فی فدک.

وفی الاصابة (۸/۲۶۶): وقدثبت فی الصحیح عن عائشة ان فاطمة عاشت بعد النبی ﷺ ستة اشهر وقال الواقدی وهو ثبت :وروی الحمیدی عن سفیان عن عمرو بن دینار انها بقیت بعده ثلاثة اشهر وقال غیره :بعده اربعة اشهر وقیل شهرین .

وفی عمدة القاری (۱۵/۲۰): قال المهلب انما کان هجرها انقباضا عن لقائه وترک مواصلته ولیس هذا من الهجران المحرم واماالمحرم من ذلک ان یلتقیا فلایسلم احدهما علی صاحبه ولم یرو واحد انهما التقیا وامتنعا من التسلیم ولوفعلا ذلک لم یکونا متهاجرین الاتکون النفوس مظهرة للعداوة والهجران وانما لازمت بیتها فعبرا الراوی عن ذلک بالهجران وقد ذکر فی کتاب الخمس تالیف ابی حفص بن شاهین عن الشعبی ان ابابکر قال لفاطمة یابنت رسول الله ماخیر عیش حیاة اعیشها وانت علی ساخطة فان کان عندک من رسول الله ﷺ فی عهد فانت الصادقة المصدقة المامونة علی ماقلت قال فما قام ابوبکر حتی رضیت ورضی .

وفی فیض الباری (۴/۹۴): واماعدم کلام فاطمة ایاه حتی ماتت فالمراد منه کلامها فی امر فدک وانه لم یتفق له ذلک فلو سلمنا موجدتها علیه فله العذر ایضا کماعلمت،علی انه لم یهاجرها فان هاجرته فقد هاجرته هی فلاطعن علی ابی بکر بحال

(۳۵۳) حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کی اولاد کی خصوصیت کی وجہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں ان میں حضرت فاطمہ رضی

اللہ عنہا کو ایک خصوصیت حاصل ہے اس خصوصیت کی کیا وجہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت کی کئی وجوہات بیان کی گئی ہیں جن میں مشہور درج ذیل ہیں:

۱۔ بعض روایت سے ثابت ہے کہ آپ کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زمین پر ہونے سے پہلے آسمانوں پر ہوئی۔

۲۔ آپ کو حضور ﷺ کی زبان مبارک سے جنتی عورتوں کی سردار ہونے کی خوشخبری سنائی گئی۔

۳۔ کائنات میں آپ کی وجہ سے حضور ﷺ کا خاندانی سلسلہ باقی ہے ورنہ باقی اولاد میں کسی کا خاندان آگے نہیں بڑھا۔

لمافی الاصابة (۸/۲۶۳): وانقطع نسل رسول اللہ ﷺ الامن فاطمة.

وفی الفتاوی الحدیثیة (ص ۱۶۵): الحکمة فی ذلک واللہ اعلم مااختصت به فاطمة رضوان اللہ علیها من المزایا الکثیرة علی اخواتها. منها ماورد ان اللہ زوجها لعلی کرم اللہ وجهه فی السماء قبل ان یتزوجها فی الارض ومنها تمییزها علیهن بانها سیدة نساء اهل الجنة ومنها تمییزها علیهن بتسمیتها بالزهراء .... فهذه المذکورات ونحوهما مما امتازت به من الفضائل لایبعد ان تکون هی الحکمة فی بقاء نسلها فی العالم.

(۳۵۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں یا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کہتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں اس لیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جنت میں آپ ﷺ کے ساتھ ہوں گی جبکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوں گی لیکن بکر کہتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں اس لیے کہ آپ ﷺ کا جز یعنی بیٹی ہیں اور جنت میں عورتوں کی سردار ہوں گی، دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان دونوں میں کس کی بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض حضرات نے توقف کے قول کو اختیار کیا ہے البتہ بعض دوسرے حضرات نے ترجیح کی صورت کو اختیار کیا ہے۔ چنانچہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کا جز ہیں اور آپ کے جز پر میں کسی کو فضیلت نہیں دیتا۔ لیکن اس سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مطلق فضیلت ثابت نہیں ہوتی ورنہ آپ علیہ السلام کی تمام بیٹیوں کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور خلفائے اربعہ پر فضیلت لازم آئے گی حالانکہ یہ خلاف اجماع ہے۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت جو اکثر علماء سے منقول ہے وہ بھی بعض جہات سے مثلاً علم کے اعتبار سے اور آپ علیہ السلام کی معیت کے اعتبار سے ہے۔

حاصل یہ کہ دونوں کے فضائل کی جہات مختلف ہیں لہٰذا دونوں کی افضلیت میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

لما فی المرقات (۱۱/۳۲): وقد اختلفوا فی التفضیل بین عائشة وخدیجة وفاطمة قال الاکمل روی عن ابی حنیفة ان عائشة بعد خدیجة افضل نساء العالمین .اقول فهذا یحتمل تساوی خدیجة وعائشة تکون الاولی من العرفاء السوابق والثانیة من الفضلاء اللواحق. وقال الحافظ بن حجر فاطمة افضل من خدیجة وعائشة بالاجماع ثم خدیجة ثم عائشة وقال السیوطی فی النقایة وشرحها ونعتقد ان افضل النساء مریم وفاطمة .روی الترمذی وصححه "حسبک من نساء العالمین مریم بنت عمران وخدیجة بنت خویلد وفاطمة بنت محمدﷺ وآسیة امراة فرعون "(الی ان قال)ثم قال السیوطی وافضل امهات المومنین خدیجة وعائشة قالﷺ"کمل من الرجال کثیر ولم یکمل من النساء الا مریم وآسیة وخدیجة وفضل عائشة علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام وفی لفظ الا ثلاث"......وفی التفضیل بینهما اقوال ثالثها الوقف.

وفی الدرا لمختار مع رد المحتار (۳/۹۳): شرف العلم فوق شرف النسب والمال (الی ان قال) ولذا قیل ان عائشة افضل من فاطمة رضی الله عنهاذکره القهستانی .

وفی الشامیة: ای تکون شرف العلم اقوی قیل ان عائشة افضل لکثرة علمها وظاهره انه لایقال ان فاطمة افضل من جهة النسب لان الکلام مسوق لبیان ان شرف العلم اقوی من شرف النسب لکن قد یقال باخراج فاطمة رضی الله عنها من ذلک لتحقق البضعیة فیها بلا واسطة ولذا قال الامام مالک انها بضعة منهﷺ ولاافضل علی بضعه منه احداً.ولایلزم من هذا لاطلاق انها افضل والا لزم تفضیل سائر بناتهﷺ علی عائشة بل علی الخلفاء الاربعة وهو خلاف الاجماع کما بسطه ابن حجر فی الفتاوی الحدیثیة وحینئذ فما نقل عن اکثر العلماء من تفضیل عائشة محمول علی بعض الجهات کا لعلم وکونها فی الجنة مع النبیﷺ وفاطمة مع علی وقیل ان فاطمة افضل ویمکن ارجاعه الی الاول وقیل التوقف لتعارض الادلة .

فصل فی الرؤیا

(خواب سے متعلق احکام)

(۳۵۵) اللہ عزوجل کی زیارت کی حقیقت

سوال……کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان وعظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے خواب میں خدا تعالیٰ کو دیکھا ہے اور کئی مرتبہ دیکھ چکا ہوں کیا اس شخص کا یہ دعویٰ صحیح ہے اور اللہ عزوجل کو خواب میں دیکھا جا سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً……صورت مسئولہ میں اللہ عزوجل کو خواب میں دیکھنا یا دیکھنے کا دعویٰ کرنا صحیح ہے اور اسلاف سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ انہوں نے بار ہا دفعہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کی البتہ یہ زیارت آنکھوں سے نہیں ہوتی بلکہ قلبی طور پر ایک نوع کا مشاہدہ ہوتا ہے اس لیے کہ دنیا میں اس آنکھ سے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا جا سکتا۔

لمافی النبراس (ص ۲۶۰): اختلف الصحابة فی ان النبی ﷺ هل رأی ربه لیلة المعراج ام لا ……… واما الرؤیة فی المنام فقد حکیت عن کثیر من السلف فعن الامام الاعظم انه رأی مائة مرة وقال محمد بن سیرین التابعی امام المعبرین من رأی الله فی منامه دخل الجنة ………ولا خفاء فی انها نوع مشاهدة بالقلب دون العین.

وفی البزازیة علی هامش الهندیة (۳۵۶/۶): رؤیته سبحانه وتعالی فی المنام جوزه رکن الاسلام وکثیر من المتصوفة واکثر مشایخ سمرقند ومحققة مشایخ بخارا.

(۳۵۶) نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی تھی؟

سوال……کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک عام آدمی ہوں، کسی مدرسے کا فارغ نہیں ہوں۔ البتہ مجھے عربی سے کافی شغف ہے جس کی وجہ سے میں کافی حد تک عربی پڑھ لیتا ہوں اور قرآن مجید کا کچھ نہ کچھ ترجمہ بھی سمجھ میں آجاتا ہے۔ میرے ایک دوست کا کہنا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو معراج کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی تھی جبکہ میں اس کی نفی کرتا ہوں۔ آپ صحیح بات سے مطلع فرمائیں کہ کیا آپ ﷺ کو زیارت نصیب ہوئی تھی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً……اس مسئلہ میں صحابہ کرام کا بھی اختلاف رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے معراج کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی زیارت کی تھی

یا نہیں۔ حضرت ابن عباس اور بعض دوسرے حضرات کے نزدیک زیارت ہوئی تھی جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کے نزدیک زیارت نہیں ہوئی تھی اور زیادہ راجح یہ ہے کہ آپ ﷺ کو زیارت ہوئی تھی۔

لقوله تعالی (النجم:۱۸): ولقد رأی من آیات ربه الکبری ٥

وفي روح المعاني (۲۷/۵۳): والظاهر ان ابن عباس لم یقل بالرؤیة الاعن سماع وقد اخرج عنه احمد انه قال :قال رسول اللهﷺ رأیت ربی.......... وجمع بعضهم بین قولی ابن عباس وعائشة بان قول عائشة محمول علی نفی رؤیته تعالی في نوره الذی هو نوره المنعوت بانه لایقوم له البصر وقول ابن عباس محمول علی ثبوت رؤیته تعالی في نوره الذی لایذهب بالابصار ....

ثم ان القائلین بالرؤیة اختلفوا فمنهم من قال انه علیه السلام رأی ربه سبحانه بعینه وروی ذلک عن ابن مردویة عن ابن عباس وهو مروی ایضا عن ابن مسعود وابی هریرة واحمد بن حنبل ومنهم من قال رآه عزوجل بقلبه وروی ذلک عن ابی ذر ....ومنهم من ذهب الی ان احد الرؤیتین کانت بالعین والاخری بالفواد وهی روایة عن ابن عباس.

وفي الجامع لاحکام القرآن للقرطبي (۴/۵۶): وعن ابن عباس انه رآه بعینه ....قال ابن عباس ان الخلة تکون لابراهیم والکلام لموسی والرؤیة لمحمدﷺ وعلیهم اجمعین ....وحکی عبدالرزاق ان الحسن کان یحلف بالله لقد رأی محمد ربه ....عن احمد بن حنبل انه قال انا اقول بحدیث ابن عباس بعینه رآه رآه حتی انقطع نفسه یعنی نفس احمد.

وفي حاشیة النووی علی الصحیح لمسلم (۱/۹۷): قال الامام النووی بعد بحث نفیس .. ..
فالحاصل ان الراجح عند اکثر العلماء ان رسول اللهﷺ رأی ربه بعینی راسه لیلة الاسراء لحدیث ابن عباس وغیره مماتقدم واثبات هذا لایاخذونه الابالسماع من رسول اللهﷺ هذا مما لاینبغی ان یشک فیه.

(۳۵۷) زیارت باری تعالیٰ عورتوں کو بھی ہوگی

سوال... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب قیامت کے دن سب لوگ جنت میں چلے جائیں گے تو رب تعالیٰ کی زیارت صرف مردوں کو ہوگی یا عورتوں کو بھی ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً... صورت مسئولہ میں یہ زیارت مردوں اور عورتوں دونوں کو ہوگی کیونکہ تمام نصوص مرد وعورت کے لئے عام ہوتے ہیں سوائے ان خاص مقامات کے جہاں کسی ایک کے بارے میں صراحت یا خاص قرینہ پایا جائے۔

لما فی قوله تعالی (الاحزاب : ۳۵): ان المسلمین والمسلمٰت والمؤمنین والمؤمنٰت والقٰنتین والقٰنتٰت والصادقین والصادقٰت الایة

وفی روح المعانی (۲۲/۲۱) : اخرج احمد والنسائی وغیرهما عن ام سلمة رضی الله عنها قالت قلت للنبی ﷺ مالنا لانذکر فی القرآن کمایذکر الرجال؟فلم یرعی منه ﷺ ذات یوم نداء ه علی المنبر وهو یقول ان المسلمین والمسلمات ......وانماارتکب ههناللدلالة علی ان مدار اعداد ماعدلهم جمعهم بین هذه النعوت الجمیلة.

ولقوله تعالی (القیامة : ۲۲،۲۳): وجوه یومئذ ناضرة ۝ الی ربهاناظرة ۝

وفی المشکوة (صـ۵۰۱): عن ابی رزین العقیلی قال قلت یارسول الله اکلنا یری ربه مخلیا به یوم القیامة قال بلی قلت وماآیة ذلک قال یاابارزین ألیس کلکم یری القمر لیلة البدر مخلیا به قال بلی قال فانما هو خلق من خلق الله والله اجل واعظم.

(۳۵۸) دنیامیں اللہ تعالیٰ کی زیارت

سوال......کیافرماتے ہیں علماءکرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے ایک دوست کانظریہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی زیارت دنیامیں ممکن نہیں نہ تو خواب میں اور نہ ہی حالت بیداری میں بلکہ آپ کی زیارت صرف آخرت میں مومنین کونصیب ہوگی۔کیایہ بات صحیح ہے؟ قرآن،حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں اہل سنت والجماعت کےنزدیک دنیامیں اللہ تعالیٰ کی زیارت ممکن ہےاورخواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت بکثرت سلافِ امت سے ثابت ہےلہٰذاآپ کےدوست کانظریہ صحیح نہیں ہے۔

لما فی شرح العقائد (صـ۱۳۵): ورؤیة الله تعالی بالبصر جائزة فی العقل بمعنی ان العقل اذا خلی ونفسه لم یحکم بامتناع رؤیته مالم یقم له برهان علی ذلک مع ان الاصل عدمه وهذا القدر ضروری فمن ادعی الامتناع فعلیه البیان وقد استدل اهل الحق علی امکان الرؤیة بوجهین عقلی وسمعی ....واماالرؤیة فی المنام فقد حکیت عن کثیر من السلف.

وفی شرح الفقه الاکبر (صـ۱۲۳): اجماع الائمة من اهل السنة والجماعة علی ان رؤیته تعالی بعین البصر جائزة فی الدنیا والآخرة عقلا ....واختلفوا فی جوازها فی الدنیا شرعا فاثبتها اکثرون ونفاها آخرون .... ومنها رویة الله سبحانه وتعالی فی المنام ، فالاکثرون علی جوازها من غیر کیفیة وجهة وهیئة.

(۳۵۹) سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کسی کافر کو ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسندیدہ حالات میں دیکھیں تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں کافر کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوسکتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسندیدہ حالت میں دیکھنا دیکھنے والے کی ناپسندیدہ حالت پر دلالت کرتا ہے۔

لما في الصحيح للبخاري (۱/۲۱): عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال تسموا باسمی ولاتكنوا بكنيتي ومن رآني في المنام فقد رآني فان الشيطان لايتمثل في صورتي.

وفي عمدة القاری تحت هذه الرواية (۲/۱۰۰): ان رآه حسن الهيئة حسن الاقوال والافعال مقبلا على الرائي كان خيراله وان رآه على خلاف ذلک كان شراله ولايلحق النبی صلی الله علیه وسلم من ذلک شئ.

وفي فيض الباری (۱/۲۰۶): والحاصل ان رؤياه صلی الله علیه وسلم قد تكون كرامة من الله تعالى وهو بشرى المؤمن حقيقة وقد تكون على طور تحديث النفس فهذا ايضا نوع اشارة وان كانت ضعيفة ولذا يشترک فيها الصالح والطالح.

وفي الحاوی للفتاوىٰ (۲/۲۵۸): ورؤية الانبياء والملائكة وسماع كلامهم ممكن للمؤمن كرامة وللكافر عقوبة ....

(۳۶۰) بیداری میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض صوفیاء سے سنا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم حالت بیداری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتے ہیں اس طرح متقدمین صوفیاء سے منقول ہے کیا ایسا ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت ممکن ہے لہٰذا جن حضرات سے ایسا منقول ہے صحیح ہے۔

لما في الحاوی للفتاوی (۲/۲۵۵): اخرج البخاری ومسلم وابوداؤد عن ابی هريرة ص قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من رآني في المنام فيراني في اليقظة ولايتمثل الشيطان بي ....قال العلماء اختلفوا في معنى قوله فيراني في اليقظة فقيل معناه فيراني في القيامة وتعقب بانه لافائدة في هذا التخصيص لان كل امته يرونه يوم القيامة من رآه منهم ومن لم يره وقيل المراد من امن به في حياته ولم يره لكونه حينئذ غائبا عنه فيكون مبشرا له انه لابد ان يراه في اليقظة قبل موته. وقال قوم هو

علی ظاهر ہ فمن راہ فی النوم فلابد ان یراہ فی الیقظة.

وفیہ ایضاً (صـ۲۵۸): ورؤیة الانبیاء والملائکة وسماع کلامهم ممکن للمومن کرامة وللکافر عقوبة .... قال ابن الحاج فی المدخل رویة النبی ﷺ فی الیقظة باب ضیق وقل من یقع له ذلک الامن کان علی صفة عزیز وجودها فی هذا الزمان بل عدمت غالبا مع اننا لاننکر من یقع له هذا من الاکابر الذین حفظهم الله فی ظواهرهم وبواطنهم.

وایضاً فیہ (صـ۲۵۹): قال الشیخ عبدالقادر الکیلانی رأیت رسول الله ﷺ قبل الظهر .... وذکر القصة.

وفی (صـ۲۶۰): وحکی عن بعض الاولیاء انه حضر مجلس فقیه فروی ذلک الفقیه حدیثا فقال له الولی هذا الحدیث باطل فقال الفقیه :ومن این لک هذا ؟فقال هذا النبی ﷺ واقف علی رأسک ویقول انی لم اقل هذا الحدیث وکشف للفقیه فرآه. والله اعلم بالصواب

(۳۶۱) بیداری میں زیارت سے کیا مراد ہے؟

سوال ..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک دیوبندی عالم نے تقریر کے دوران یہ کلمات کہے کہ ”بعض خوش نصیب بندے ایسے ہیں کہ انہیں دنیا میں بیداری میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوتی ہے“ کیا یہ ممکن ہے اور اس طرح کا جملہ کہنا صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو اس سے کیا مراد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ..... صورت مسئولہ میں حضور ﷺ کی بیداری کی حالت میں زیارت ممکن ہے اگرچہ ہمارے اس دور میں ایسے اللہ والے خال خال ہی ہیں لیکن یہ کوئی بعید اور ناممکن بات نہیں کہ قادر مطلق ذات کرامت کے طور پر کسی کو اس طرح زیارت نصیب فرمائیں اور واقعی یہ سعادت مندی اور خوش نصیبی کی بات ہے۔ اور زیارت سے مراد رویت بصری (ظاہری آنکھوں سے دیکھنا) ہی ہے۔

دلائل المسئلة مرت تحت السؤال السابق.

(۳۶۲) خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے

سوال ..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ ”خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے“ یہ صرف مؤمنین کے لئے ہے یا کافر کا خواب بھی ایسا ہے۔ یا دونوں میں کوئی فرق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ..... صورت مسئولہ میں صرف مؤمن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے اور کافر بھی خواب دیکھتے ہیں لیکن ان کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں۔

لـمـافـی الـسـنـن لـلتـرمـذی (۲/۵۳): عـن عبـادة بن صامت ان النبیا قال رؤیا المومن جزء من ستة واربعین جزء من النبوة.

(۳۶۳) خواب کی حقیقت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل کے اعتبار سے کوئی شخص کوئی خواب دیکھے تو اس کی حقیقت کیا ہوگی۔ تفصیل سے بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......مومن کے خواب کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ کہا گیا ہے یعنی جس طرح نبوت سچی ہوتی ہے اسی طرح مومن کا خواب بھی سچا ہوتا ہے البتہ خواب کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں:

اول۔ انسانی خیالات، انسان دن بھر جو سوچتا ہے وہی رات کو خواب میں دیکھتا ہے۔

دوم: شیطانی توہمات، کہ شیطان اس کے ذہن میں طرح طرح کے وسوسے ڈالتا ہے جنہیں وہ خواب کی شکل میں دیکھتا ہے۔ خواب کی یہ دونوں قسمیں حقیقت میں خواب نہیں بلکہ محض توہمات ہیں۔

سوم: اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہامات جو حقیقی خواب ہیں اور نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں۔

لـمـافـی المشکوٰة (صـ ۳۹۴): عن ابی ھریرة ﷺ قال قال رسول اللهﷺ اذا اقترب الزمان لم یکد یکذب رؤیاالمؤمن ورؤیا المؤمن جز من ستة واربعین جزء من النبوة وماکان من النبوة لایکذب قال محمد بن سیرین وانااقول الرؤیا ثلاث حدیث النفس وتخویف الشیطان وبشری من الله.

(۳۶۴) کیا حضور ﷺ کو بھی بدخوابی ہوتی تھی؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور ﷺ کو احتلام ہوتا تھا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......انبیاء کو احتلام نہیں ہوتا۔

لـمـافـی الـصـحـیح لمسلم(۱/۱۴۰): عن علقمة والاسود ان رجلا نزل بعائشة فاصبح یغسل ثوبه فقالت عائشة انماکان یجزئک ان رأیته ان تغسل مکانه فان لم تره نضحت حوله لقد رأیتنی افرکه من ثوب رسول اللهﷺ فرکا فیصلی فیه.

وفـی شرح النووی تحت هذه الروایة: وتعلق المحتجون بهذا الحدیث بان قالوا الاحتلام مستحیل فـی حق الـنـبـیﷺ لانـه مـن تـلاعـب الشیطـان بالنائم فلایکون المنی الذی علی ثوبهﷺ الامن الـجـمـاع ...... جواب بعضهم انه یمتنع استحالة الاحتلام منهﷺ وکونها من تلاعب الشیطان بل

الاحتلام منه جائز ﷺ وليس هو من تلاعب الشيطان بل هو فيض زيادة المنى يخرج فى وقت.

وفى رد المحتار (۱/۳۱۳): وقد يؤيد ماصححه فى الخانية بماصح عن عائشة رضى الله عنها كنت احك المنى من ثوب رسول الله ﷺ وهو يصلي ولاخفا انه كان من جماع لان الانبياء لاتحتلم.

(۳٦۵) روضۂ اطہر کی زیارت واجب ہے یا سنت؟ حرمین شریفین میں افضل کونسا ہے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام درج ذیل مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) مکہ مکرمہ افضل ہے یا مدینہ منورہ؟ (۲) مکہ کی طرح مدینہ بھی حرم محترم ہے یا نہیں؟ (۳) آپ ﷺ کے ساتھ لگی ہوئی مٹی افضل ہے یا عرش خداوندی؟ (۴) قبر شریف کی زیارت کرنا واجب ہے یا سنت؟ نیز عورتیں بھی زیارت کرسکتی ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں: (۱) مکہ مکرمہ افضل ہے (۲) مدینہ منورہ مکہ مکرمہ کی طرح حرم محترم نہیں (۳) آپ علیہ السلام کے جسد اطہر کے ساتھ لگی ہوئی مٹی عرش وکرسی سے افضل ہے (۴) روضہ اطہر کی زیارت مستحب ہے نیز عورتیں بھی زیارت کرسکتی ہیں۔

لما فى الدر المختار (۲/۲۲٦): لاحرم للمدينة عندنا ومكة افضل منها على الراجح الا ماضم اعضاءه عليه الصلوة والسلام فانه افضل مطلقا حتى من الكعبة والعرش والكرسى وزيارة قبره مندوبة بل قيل واجبة لمن له سعة.

وفى الطحطاوى (۱/۵٦۱): اعلم انه ليس للمدينة حرم عندنا.

وفى ردالمحتار (۲/۲۲٦): (قوله الا) قال فى اللباب: والخلاف فيما عداموضع القبر المقدس، فما ضم اعضاءه الشريفة فهو افضل بقاع الارض بالاجماع .... فى شرح اللباب: وهل تستحب زيارة قبره ﷺ للنساء الصحيح نعم بلا كراهة بشروطها على ما صرح به بعض العلماء.

کتاب مایتعلق بالتصوف والسلوک

(تصوف اور سلوک کے بارے میں)

(۳۶۶) کیا عشقِ مجازی عشقِ حقیقی کا ذریعہ ہے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض صوفی حضرات فرماتے ہیں عشقِ حقیقی تک پہنچنے کا ذریعہ عشقِ مجازی ہے کیونکہ اس میں دل نرم ہوجاتا ہے اور جب دل نرم ہوجائے تو اس میں اللہ کا عشق جلد نفوذ کر جاتا ہے۔کیا یہ صحیح ہے؟ اگر یہ صحیح نہیں تو ایسے کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......ایسے اشخاص فاسق اور اللہ رب العزت پر جھوٹ باندھنے والے ہیں کیونکہ یہ ہو نہیں سکتا کہ گناہ نیکی کا ذریعہ بن جائے نیز عشقِ مجازی خواتین اور امرد لڑکوں کے چہروں کی طرف شہوت کے طور پر لطف اندوز ہونے کا ایک بہانہ ہے۔جس کی شریعت میں قطعاً اجازت نہیں جبکہ عشقِ مجازی میں مبتلا شخص یقینی طور پر اس گناہ میں مبتلا ہوگا۔تو کیونکر عشقِ مجازی جائز ہوسکتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے نام نہاد صوفیوں سے محفوظ رکھے۔

لما فی الهندية (۵/ ۳۳۰): والغلام اذا بلغ مبلغ الرجال ولم يكن صبيحا فحكمه حكم الرجال وان كان صبيحا فحكمه حكم النساء وهو عورة من قرنه الى قدمه لايحل النظر اليه عن شهوة.

وفی الشامية (۶/ ۳۶۵): قال فی الهندية والغلام اذا بلغ .... قال السلف :اللوطيون اصناف :صنف ينظرون وصنف يصافحون وصنف يعملون وفيه اشارة الى انه لو علم منه الشهوة او ظن او شک حرم النظر.

(۳۶۷) غائبانہ بیعت کی شرعی حیثیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شریعت میں غائبانہ بیعت کی کیا حیثیت ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں غائبانہ بیعت جائز ہے۔

لقوله تعالیٰ (الفتح: ۱۰):ان الذين يبايعونک انما يبايعون اللهؕ يدالله فوق ايديهم ۚ الاية

وفی روح المعانی (۲۶/۱۰۷): وصح انه ﷺ ضرب بیده الیمنی علی یده الاخری وقال هذه بیعة عثمان ولما سمع المشرکون بالبیعة خافوا وبعثوا عثمان.

وفی تفسیر ابن کثیر (۴/۱۶۸): عن انس بن مالک ﷜ قال: لما أمر رسول الله ﷺ ببیعة الرضوان کان عثمان بن عفان ﷜ رسول رسول الله ﷺ الی اهل مکة فبایع الناس فقال رسول الله ﷺ اللهم ان عثمان فی حاجة الله وحاجة رسوله فضرب باحدی یدیه علی الاخری.

وفی احکام القرآن للقرطبی (۱۶/۲۷۶): وهی بیعة الرضوان تحت الشجرة التی اخبر الله تعالی انه رضی عن المبایعین لرسول الله ﷺ تحتها .... وضرب رسول الله ﷺ بیمینه علی شماله لعثمان فهو کمن شهدها.

(۳۶۸) قبر پر سورۃ الم نشرح سے فیض کا حصول

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض صوفی حضرات بزرگوں کی قبر پر بیٹھ کر سورۃ الم نشرح پڑھتے ہیں اور آنکھیں بند کردیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے ہمارا سینہ کھلتا ہے اور بزرگوں سے فیض حاصل ہوتا ہے اس بات کی کوئی اصل موجود ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... مذکورہ ہیئت کے ساتھ سورۃ الم نشرح پڑھ کر بزرگوں کی قبر سے فیض حاصل کرنے کی کوئی اصل مستند کتابوں میں تلاش بسیار کے باوجود ہمیں نہ مل سکی۔ البتہ فی نفسہٖ اولیاء اللہ کی قبور سے فیوضات کا حاصل ہونا ممکن ہے جیسا کہ بعض بزرگوں سے منقول بھی ہے چنانچہ اگر صاحب قبر کے بارے میں شرکیہ عقائد نہ ہوں (مثلاً تمام چیزوں کا جاننے والا اور مختار کل ہونا وغیرہ) اور کسی کے تجربہ سے ایسی ہیئت اختیار کرنے سے فیض حاصل بھی ہوتا ہو تو ان حضرات کیلئے یہ صورت اختیار کرنا جائز ہے، لیکن عام آدمیوں کیلئے اس سے اجتناب کرنا بہتر ہے تاکہ عقائد خراب نہ ہوں۔ لیکن اگر صاحبِ قبر کے بارے میں عالم الغیب اور مختارِ کل ہونے یا مستقل بالذات ہونے کا عقیدہ یا اسی طرح دیگر شرکیہ عقائد ہوں تو اس طرح فیض حاصل کرنا ناجائز وحرام ہوگا۔

لمافی روح المعانی (۱۰/۲۱۲): "بسم الله الرحمن الرحیم ٥ الم نشرح لک صدرک" الشرح فی الاصل الفسح والتوسعة وشاع استعماله فی الایضاح ومنه شرح الکتاب اذا أوضحه لما ان فسح الشئ وبسطه مستلزم لاظهار باطنه وما خفی منه وکذا شاع فی سرور النفس حتی لو قیل انه حقیقة عرفیة فیه لم یبعد...... وکذا اذا تعلق بالصدر الذی هو محل القلب وربما یؤذن ذلک بسعة القلب.

وفیه ایضاً (۲/۱۲۴): یایها الذین امنوا اتقوا الله وابتغوا الیه الوسیلة الایة واستدل بعض الناس بهذه الایة علی مشروعیة الاستغاثة بالصالحین وجعلهم وسیلة بین الله تعالیٰ وبین العباد والقسم علی الله

بهم بان يقال: اللهم انا نقسم عليک بفلان ان تعطينا كذا، ومنهم من يقول للغائب او الميت من عباد الله تعالىٰ الصالحين: يا فلان ادع الله تعالىٰ ليرزقنى كذا و كذا، ويزعمون ان ذلک من باب ابتغاء الوسيلة ويروون عن النبى ﷺ انه قال اذا اعيتكم الامور فعليكم باهل القبور أو فاستغيثوا باهل القبور وكل ذلک بعيد عن الحق بمراحل.

وفى الشامية(۱/۵۵): وفقد نقل العلماء ثناء الائمة الثلاثة على ابو حنيفة وتأدبهم معه ولا سيما الامام الشافعي رضى الله تعالىٰ عنه .... ومما روى من تأدبه معه انه قال: انى لاتبرک بابى حنيفة واجى الى قبره، فاذا عرضت لى حاجة صليت ركعتين وسألت الله تعالىٰ عند قبره فتقضى سريعاً.

وفى امداد الفتاوىٰ(۵/۳۶۹): طریق اربعین یعنی چلہ میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ضیاء القلوب صفحہ ۵۵، میں تحریر فرماتے ہیں، استعانت استمداد از ارواح مشائخ طریقت بواسطہ مرشد کردہ الخ استعانت واستمداد کے الفاظ ذرا کھٹکتے ہیں، غیر اللہ سے استعانت واستمداد بطریق جائز کس طرح کرتے ہیں خالی الذہن ہونے کی تاویل وتوجیہ بالکل جی کو نہیں لگتی، ایسی بات ارشاد ہو جس سے قلب کو تشویش نہ رہے۔

الجواب: جو استعانت واستمداد بالمخلوق باعتقاد علم وقدرت مستقل مستمد منہ ہو شرک ہے، اور جو باعتقاد علم وقدرت غیر مستقل ہو مگر وہ علم وقدرت کسی دلیل صحیح سے ثابت نہ ہو معصیت ہے اور جو باعتقاد علم وقدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم وقدرت کسی دلیل سے ثابت ہو جائز ہے، خواہ وہ مستمد منہ حی ہو یا میت اور جو استمداد بلا اعتقاد علم وقدرت ہو نہ مستقل نہ غیر مستقل، پس اگر طریق استمداد مفید ہو تب بھی جائز ہے جیسے استمداد بالنار والماء والواقعات التاریخیہ، ورنہ لغو ہے۔

یہ کل پانچ قسمیں ہیں، پس استمداد از ارواح مشائخ سے صاحب کشف الارواح کیلئے قسم ثالث ہے اور غیر صاحب کشف کیلئے محض ان حضرات کے تصور اور تذکرے سے قسم رابع ہے کیونکہ اچھے لوگوں کے خیال کرنے سے ان کو اتباع کی ہمت ہوتی ہے اور طریق مفید بھی ہے اور غیر صاحب کشف کیلئے قسم خامس ہے۔

(۳۶۹) سلاسل اربعہ کی حقیقت وشرعی حیثیت

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تصوف کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا تصوف میں قادری، سہروردی، نقشبندی، چشتی اور ابو العالیہ وغیرہ سلسلے ثابت ہیں۔ اگر ثابت ہیں تو ان سب کی حقیقت کیا ہے اور شرعی حیثیت کیا ہے؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قوالی جو آج کل مروج ہے اسی طرح عرس اور میلے وغیرہ یہ سب سلسلہ چشتیہ میں داخل ہیں۔ آیا ان کا یہ کہنا درست ہے؟ مدلل جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... تصوف کہا جاتا ہے تزکیہ نفس کو جو متعدد نصوص سے ثابت ہے اور تصوف کے سارے سلسلے ثابت ہیں البتہ مشہور

صرف چار ہیں ان کی حقیقت یہ ہے کہ مختلف طبائع کے لحاظ سے رذائل کو دور کرنے کے مختلف طریقے اور شرعی لحاظ سے روحانی علاج کے مختلف طریقے ہیں جو مختلف مشائخ کی طرف منسوب ہیں۔ ان سب طرق وسلاسل کا مقصود ایک ہے۔

نیز آج کل مروجہ قوالی اور عرس وغیرہ کسی بھی سلسلے میں داخل نہیں بلکہ یہ ناجائز امور ہیں جن کی نسبت ان سلاسل میں سے کسی کی طرف کرنا قطعاً صحیح نہیں ہے۔

لمافی قوله تعالیٰ (آل عمران: ۱۶۴): لقد من الله علی المومنین اذ بعث فیهم رسولا من انفسهم یتلوا علیهم آیاته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة ؕ الآیة

(الممتحنة: ۱۲): یآایها النبی اذا جاءک المومنٰت یبایعنک علی ان لایشرکن بالله شیئا ولایسرقن ولایزنین ولایقتلن اولادهن الایة.

(التوبة: ۱۱۹): یآایها الذین آمنوا اتقوا الله وکونوا مع الصادقین ٥

وفی احکام القرآن للتهانوی (۵/۵۵): اعلم ان الله تعالیٰ اجری سنة ان یضبط الامور الخفیة المضمرة فی النفوس بافعال واقوال ظاهرة ینصبها مقامه کما ان التصدیق بالله ورسوله والیوم الآخر خفی فاقیم الاقرار مقامه .... فکذلک التوبة والعزیمة علی ترک المعاصی والتمسک بحبل التقوی خفی فاقیمت البیعة مقامه.

وفیها ایضاً (۵/۵۸): ولابأس ان یلقنه فیقول: اخترت الطریقة النقشبندیة او القادریة او الجشتیة ....او الشیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی او الشیخ محی الدین السنجری.

(۳۷۰) تصوف میں مختلف مدارج کی تقسیم

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صوفیاء کرام جو مختلف مدارج بیان کرتے ہیں کہ یہ پاس انفاس ہے، نظر برقدم، ہوش دردم، وقوف زمانی، وقوف عددی، وقوف قلبی، مراقبات کے مختلف مدارج ان سب کی حقیقت کیا ہے؟ قرآن وحدیث یا خیر القرون سے اس کی کوئی دلیل یا نظیر پیش کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ میں مراقبات ومدارج کے مطلق وجود پر بے شمار نصوص دلالت کرتے ہیں البتہ اس اطلاق سے ہٹ کر مختلف اعتبار سے تقسیم اور ان کے نام صوفیاء کرام اپنے مزاج کے مطابق تجویز کرتے ہیں۔

لمافی فیض الباری (۱/۱۵۰): واعلم ان لفظ احسان شامل لجمیع انواع البر من الاذکار والاشتغال وغیرها والاذکار یقال لاوراد مسنونة وماذکره المشائخ من الضربات والکیفیات یقال لها الاشتغال.

وفی فتاوی الحدیثیة (ص۲۴۰): وورد فی احادیث مابیین فی فضل التفکر والمراد به فمن ذلک حدیث ابی الشیخ فی العظمة ففکر ساعة خیر منعبادة ستین سنة وحدیثه ایضا ففکروا فی کل شئ ولاتفکروا فی ذات الله الخ.........تفکروا فی الخلق الخ تفکروا فی آلاء الله الخ.....وقد بین الله تعالی انه لایصلح للتفکر فی خلق السمٰوٰت والارض الااولوالالباب والعقول.

(۳۷۱) بیعت پرایک شبہ کا جواب

سوال.....کیافرماتے ہیں علماءکرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پرعلماءومشائخ بیعت کی اہمیت پرزوردیتے ہیں اسی طرح ہمارے اسلاف کی کتابیں بیعت کی اہمیت اور متعلقہ امور سے بھری ہوئی ہیں جن میں اس بات کواہمیت کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے کہ تزکیہ نفس کے لئے کسی کو شیخ بنایا جائے۔حالانکہ صاحب خلاصۃ نے ج۴/ص۳۷۸ پرلکھا ہے کہ "ومن اتخذ شیخا للهدایة فهو ضال لان الهادی هو الله تعالی "(اور جوشخص ہدایت حاصل کرنے کے لئے کسی شیخ کا دامن تھامے وہ گمراہ ہے کیونکہ ہدایت دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے)۔اب دونوں اقوال میں تطبیق کس طرح ہوگی؟ کافی وشافی جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً.....علماءومشائخ میں مروجہ بیعت خود نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ جس طرح آپ نے صحابہ سے جہاد وغیرہ پر بیعت لی اسی طرح گناہوں کے ترک کرنے اور تزکیہ کے دوسرے امور پر بھی صحابہ کی بیعت ثابت ہے۔

صاحب خلاصۃ کے مندرجہ بالاقول کا مطلب یہ ہے کہ "جوشخص ہدایت کو بالذات شیخ کی طرف منسوب کرے وہ گمراہ ہے"۔ اس کی تائیداس بات سے بھی ہوتی ہے کہ صاحب خلاصۃ نے اس جملے کے بعد بطوراستشہاد یہ آیت مبارکہ بھی پیش کی ہے کہ انک لاتهدی من احببت الایة ۔جس میں نبی کریم ﷺ کوتسلی دی گئی ہے کہ آپ کا کام صرف اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پہنچانا ہے ہدایت دینانہیں ہے بلکہ ہدایت دینااللہ تعالیٰ کا کام ہے۔اسی طرح شیخ تزکیہ اور باطنی علوم کے لئے واسطہ ہے۔ہدایت وہ نہیں دے سکتا۔یہی وجہ ہے کہ کچھ آگے صاحب خلاصۃ نے خود مجاہدے کوہدایت کا مقدمہ قرار دیا ہے گویا ظاہری سبب اورواسطہ یہ ہے۔

حاصل یہ کہ صاحب خلاصۃ کی عبارت سے علماءومشائخ کی مروجہ بیعت پراعتراض واردنہیں ہوتا بلکہ صاحب خلاصہ نے صرف ایک غلطی پرتنبیہ کی ہے۔

لمافی خلاصة الفتاوی (۳۷۸/۴): قال ﷺ ومن اتخذ شیخا للهدایة فهو ضال لان الهادی هو الله تعالی لقوله تعالی انک لا تهدی من احببت ولکن الله یهدی من یشاء الایة والاتخاذ للارشاد ممنوع لعدم ورود الشرع واماعلم المکاشفة فلایحصل بالتعلیم والتعلم وانما یحصل بالمجاهدة التی جعلهاالله مقدمة للهدایة.

(۳۷۲) قطب اور غوث کا وجود

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ جو مشہور ہے کہ دنیا میں قطب ہوتا ہے یا غوث ہوتا ہے، کیا شریعت مطہرہ میں اس کا ثبوت موجود ہے یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں قطب اور غوث کے وجود پر کئی احادیث دال ہیں اگر چہ ان پر بعض حضرات نے کلام کیا ہے لیکن کثرت طرق کی وجہ سے یہ قابل اعتبار ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ امت نے ان روایات کو قبول کیا ہے جو ان کے ثبوت کی مستقل اور قوی دلیل ہے۔

لمافي مسند احمد بن حنبل (۱/۱۸۰): حدثنا عبدالله ......حدثني شريح يعني ابن عبيد قال: ذكر اهل الشام عند علي بن ابي طالب ﷺ وهو بالعراق فقالوا :العنهم ياامير المؤمنين قال لاانى سمعت رسول اللهﷺ يقول الابدال يكونون بالشام،وهم اربعون رجلا كلمامات رجلا ابدل الله مكانه رجلا،ليسقى بهم الغيث،وينتصر بهم على الاعداء،ويصرف عن اهل الشام بهم العذاب.

وفيها ايضا (۶/۴۴۰): حدثنا عبدالله ...... عن عبادة بن صامت عن النبيﷺ انه قال الابدال في هذه الامة ثلاثون مثل ابراهيم خليل الرحمن عزوجل كلما مات رجل ابدل الله تبارك وتعالى مكانه رجلا.

وفي فتاوى الحديثية (صـ۳۲۲): وسئل مانفع الله به :ماعدة رجال الغيب وماالدليل على وجودهم فاجاب بقوله :رجال الغيب سموا بذلك لعدم معرفتهم اكثرالناس لهم،رأسهم قطب الغوث الفرد الجامع جعله الله دائرا في الآفاق الاربعة اركان الدنيا كدوران الفلك في افق السماء ......والابدال وهم سبعة على الاصح وقيل ثلاثون ......وسيأتي حديث انهم اربعون وحديث انهم ثلاثون وكل منهم يعكر على قوله الاصح انهم سبعة.

(۳۷۳) ابدال کا وجود اور ان کا تصرف

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ابدال کا اس کائنات میں کہیں وجود ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی عطاء سے اس کائنات میں تصرف کرتے ہیں؟ نیز کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ کسی وقت سارے ابدال اس دنیا سے ختم ہو جائیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......کائنات میں ابدال کا وجود پایا جاتا ہے اور کوئی وقت ایسا نہیں گزرتا جب کائنات ان کے وجود سے خالی ہو یہ

حضرات کائنات میں تصرف نہیں کرتے بلکہ ان کا وجود کائنات کے لئے رحمت ہے۔

لما فی مسند احمد بن حنبل (۱/۱۰۸): حدثنا عبداللہ ....قال ذکر اهل الشام عند علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وهو بالعراق فقالوا: العنهم یاامیر المؤمنین،قال لا انی سمعت رسول اللهﷺ یقول الابدال یکونون بالشام،وهم اربعون رجلا کلمامات رجل ابدل الله مکانه رجلا یسقی بهم الغیث وینتصر بهم علی الاعداء ویصرف عن اهل الشام بهم العذاب.

(۳۷۴) بیت اللہ میں نماز پڑھنے کا دعویٰ کرنا

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے عمرو سے کہا کہ مسجد کے نمازی کہتے ہیں کہ عمرو مسجد میں نماز پڑھنے نہیں آتا تو عمرو نے جواب دیا کہ ان کو پتہ نہیں کہ عمرو بیت اللہ میں نماز پڑھتا ہے۔ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟ کیا یہ شخص اس جملے کی وجہ سے فاسق یا کافر ہو گیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ میں اگر اس شخص کے کہنے سے مراد یہ ہے کہ بطور کرامت وہ بیت اللہ میں نماز پڑھتا ہے تو اس کا کہنا صحیح ہے،اس جملے سے وہ شخص فاسق یا کافر نہیں ہوا۔

لمافی النبراس (ص۴۷۷): فیظهر الکرامة علی طریق نقض العادة للولی من قطع المسافة البعیدة فی المدة القلیلة کاتیان صاحب سلیمان بعرش بلقیس قبل ارتداد الطرف مع بعد المسافة .... وقال الشیخ ابوعبدالله الیافعی امام مکة ان الشیخ رکن الدین اباالفتح القرشی الملتانی والشیخ نصیر الدین سراج الدهلوی یصلیان فی المسجد الحرام وامثاله فی تواریخ المشائخ اکثر من ان یحصی.

وفی ردالمحتار (۴/۲۶۰): والانصاف ماذکره الامام النسفی حین سئل عمایحکی ان الکعبة تزور واحد من الاولیاء هل یجوز القول به فقال :نقض العادة علی سبیل الکرامة لاهل الولایة جائز عند اهل السنة.قلت :النسفی هذا هو الامام نجم الدین عمر مفتی الانس والجن رأس الاولیاء فی عصره.

(۳۷۵) ذکر قلبی کا ثبوت

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ذکر قلبی جو صوفیاء کے ہاں رائج ہے شرعاً ثابت ہے؟ بایں طور کہ ایک شخص زبان کو حرکت دیئے بغیر صرف دل ہی دل میں اللہ اللہ کرتا ہے۔ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... ذکر قلبی شرعاً ثابت ہے۔

لمافی احکام القرآن للتهانوی (۹۱/۱): ذکر القلب الذی هو الفکر فی دلائل الله تعالی وحججه، وآیاته، وبیناته وکلما ازددت فیهافکر ازددت طمانیة وسکونا. وهذا هوافضل الذکر لان سائر الاذکار انمایصح ویثبت حکمها بثبوته.

وفی المرقات (۶۴/۵): عن انس قال قال رسول الله ﷺ اذا مررتم بریاض الجنة فارتعوا قالوا ومارياض الجنة قال حلق الذکر.

قال العلامة الملاعلی القاری تحت هذه الروایة: قال النووی رحمه الله واعلم انه کمایستحب الذکر یستحب الجلوس فی حلق اهله وقد یکون بالقلب وقد یکون باللسان وافضل منهما ماکان بالقلب واللسان جمیعا فان اقتصر علی احدهما فالقلب افضل.

(۳۷۶) رجال الغیب کی حقیقت اوران کی تعداد

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے بڑے بھائی اکثر رجال الغیب کا تذکرہ کرتے ہیں آپ ان کی حقیقت اور تعداد کے بارے میں بتلادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... رجال الغیب سے ایسے حضرات مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کے خاص مقربین میں شامل ہیں اوران کے حالات پر اللہ تعالیٰ عام لوگوں کو مطلع نہیں فرماتے لہٰذا ان کی تعداد معلوم نہیں ہوسکتی۔

لمافی الفتاوی الحدیثیة (ص۳۲۲): وسئل نفع الله به :ماعدة رجال الغیب ومالدلیل علی وجودهم؟ فاجاب بقوله :رجال الغیب سموا بذلک لعدم معرفة اکثر الناس لهم، رأسهم قطب الغوث الفرد الجامع جعله الله دائرا فی الآفاق الاربعة ارکان الدنیا کدوران الفلک فی افق السماء، وقد ستر الله احواله عن الخاصة والعامة.

کتاب التوسل و التبرک

(وسیلہ اور تبرکات سے متعلق سوالات)

(۳۷۷) وسیلہ کی شرعی حیثیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ وسیلہ کا شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......شرعاً وسیلہ جائز ہے۔ (تفصیل صفحہ نمبر ۲۷۹ پر ملاحظہ ہو)

لقوله تعالى (المائدة : ۳۵): يآايها الذين آمنوا اتقوالله وابتغوا اليه الوسيلة وجاهدوا فى سبيله لعلكم تفلحون o

وفى احكام القرآن للقرطبى (۱۵۹/۶): الوسيلة هى القربة..........فالاصل الطلب والوسيلة القربة التى ينبغى ان يطلب بها.

وفى روح المعانى (۱۲۸/۶): قال العلامة الآلوسى بعد بحث طويل ....وبعد هذا كله لانرى بأسا فى التوسل الى الله تعالى بجاه النبى ﷺ عندالله تعالى حياو ميتا ....آن التوسل بجاه غير النبى ﷺ لابأس به ايضا.

وفى الصحيح للبخارى (۱۳۷/۱): حدثنا الحسن بن محمد ....عن انس بن مالک ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ كان اذا قحطوا استقىٰ بالعباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ فقال اللهم انا كنا نتوسل اليک بنبينا ﷺ فتسقينا وانا نتوسل اليک بعم نبينا فاسقنا قال فيسقون.

(۳۷۸) توسل بالانبیاء والاولیاء

سوال......کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ توسل بالانبیاء والاولیاء جائز ہے یا نہیں؟ نیز توسل بالاحیاء والاموات اور توسل بالذوات والاعمال میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......توسل بالاحیاء ہو یا بالاموات، ذوات سے ہو یا اعمال سے، اپنے اعمال سے ہو یا غیر کے اعمال سے اسکی حقیقت اوران سب صورتوں کا مرجع توسل برحمۃ اللہ ہے بایں طور کہ ''فلاں مقبول بندہ پر جو رحمت ہے اس کے توسل سے دعا کرتا ہوں'' یا ''فلاں

نیک عمل اپنا یا غیر کا جو محض آپ کی رحمت اور توفیق سے ہے اس کے توسل سے دعا کرتا ہوں"۔اور چونکہ توسل برحمۃ اللہ کے جواز بلکہ ارجی للقبول ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے لہٰذا یہ سب صورتیں جائز ہیں۔ نیز اسی اعتبار سے توسل بالاحیاء والاموات اور توسل بالذوات والاعمال میں کوئی فرق نہیں ہے۔

لمافي روح المعاني (۱/۲۳۰): "وكانوا امن قبل يستفتحون على الذين كفروا" نزلت في بني قريظة والنضير كانوا يستفتحون على الاوس والخزرج برسول الله ﷺ قبل مبعثه. قاله ابن عباس رضي الله عنهما و قتادة والمعنى يطلبون من الله تعالى أن ينصرهم به على المشركين، كما روى السدى انهم كانوا اذا اشتد الحرب بينهم وبين المشركين اخرجوا التوراة ووضعوا بين ايديهم على موضع ذكر النبي ﷺ وقالوا اللهم انا نسألك بحق نبيك الذى وعدتنا ان تبعثه في آخر الزمان ان تنصرنا اليوم على عدونا فينصرون.

وفي الصحيح لمسلم (۲/۳۵۳): عن عبدالله بن عمر عن رسول الله ﷺ انه قال بينما ثلثة نفر يتمشون اخذهم المطر فاوؤا الى غار في جبل فانحطت على فم غارهم صخرة من الجبل فانطبقت عليهم فقال بعضهم لبعض انظروا اعمالا عملتموها صالحة لله فادعوا الله تعالى بها لعله يفرجها عنكم فقال احدهم اللهم انه كان لي والدان شيخان كبيران وامرأتي ولي صبية صغار ارعى عليهم فاذا ارحت عليهم حلبت فبدأت بوالدى فسقيتهما قبل بني وانى نابي ذات يوم الشجر فلم آت حتى امسيت فوجدتهما قد ناما فحلبت كما كنت احلب فجئت بالحلاب فقمت عند رؤسهما اكره ان اوقظهما من نومهما واكره ان اسقي الصبية قبلهما والصبية يتضاغون عند قدمي فلم يزل ذلك دابي ودأبهم حتى طلع الفجر فان كنت تعلم انى فعلت ذلك ابتغاء وجهك فافرج لنا منها فرجة ففرج لهم. وقال الآخر اللهم انه كانت لي ابنة عم احببتها كاشد مايحب الرجال النساء وطلبت اليها نفسها فأبت حتى آتيها بمائة دينار فبغيت حتى جمعت مائة دينار فجئتها بها فلما وقعت بين رجليها قالت يا عبدالله اتق الله ولاتفتح الخاتم الابحقها فقمت عنها فان كنت تعلم انى فعلت ذلك ابتغاء وجهك فافرج لنا منها فرجة ففرج لهم. وقال الأخر اللهم انى كنت استاجرت اجيرا بفرق ارز فلما قضى عمله قال اعطني حقي فعرضت عليه فرقه فرغب عنه فلم ازل ازرعه حتى جمعت منه بقرا ورعائها فجاء نى فقال اتق الله ولا تظلمني حقي قلت اذهب الى تلك البقر ورعائها فخذ ها فقال اتق الله ولاتستهزئ بي فقلت انى لا استهزء بك خذذلك البقر ورعائها فاخذه فذهب به فان كنت تعلم انى فعلت ذلك ابتغاء وجهك فافرج لنا مابقى ففرج الله مابقى.

(۳۷۹) آپ علیہ السلام یا دوسرے بزرگوں کے وسیلے سے دعا مانگنا

سوال......کیا فرماتے ہیں مفتیان دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ آپ علیہ السلام کو اپنی دعا میں وسیلہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟ نیز مردوں کو وسیلہ بنانا صحیح ہے یا نہیں۔ ہمارے ہاں کچھ لوگ مطلقاً وسیلے کا انکار کرتے ہیں۔ آپ جلد از جلد تسلی بخش جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......انبیاء وصلحاء کے وسیلہ سے دعا کرنا جائز ہے، چاہے وہ زندہ ہوں یا اس جہاں سے انتقال کر جائیں بشرطیکہ براہ راست ان سے دعا نہ مانگی جائے بلکہ ان کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی جائے اور یہ عقیدہ بھی نہ ہو کہ وسیلہ کے علاوہ اللہ تعالیٰ دعا قبول نہیں فرماتے یا وسیلہ کی صورت میں اللہ تعالیٰ پر قبولیت لازمی ہے۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ وسیلہ کی صورت میں قبولیت کی زیادہ امید کی جا سکتی ہے۔

قال اللہ تعالیٰ (المائدۃ : ۳۵): یآایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ الآیۃ

قال العلامۃ الآلوسی بعد بحث نفیس وتحقیق انیق:......وبعد ھذا کلہ انا لا اری بأسا فی التوسل الی اللہ تعالی بجاہ النبی ﷺ عند اللہ حیا ومیتا..........ان التوسل بجاہ غیر النبی ﷺ لا بأس بہ ایضا ان کان المتوسل بجاہہ مما علم ان لہ جاھا عند اللہ تعالی کالمقطوع بصلاحہ وولایتہ..........ان الناس قد اکثروا من دعاء غیر اللہ تعالی من الاولیاء والاحیاء منھم والاموات وغیرھم مثل یا سیدی فلان اغثنی ولیس ذلک من التوسل المباح فی شئی.

وفی احکام القرآن للقرطبی (۱۵۹/۶): یآ ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ الآیۃ......
......فالاصل الطلب والوسیلۃ القربۃ التی ینبغی ان یطلب بھا.

وفی سنن ابن ماجہ (ص۹۹): عن عثمان بن حنیف ان رجلا ضریر البصر اتی النبی ﷺ فقال ادع اللہ ان یعافینی فقال ان شئت اخرت لک و ھو خیر..........ویدعوا بھذا الدعاء اللھم اسألک واتوجہ الیک بمحمد نبی الرحمۃ یا محمد انی قد توجھت بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی اللھم فشفعہ فی قال ابو اسحق ھذا حدیث صحیح.

(۳۸۰) خانہ کعبہ کے غلاف یا دیگر تبرکات کا بوسہ لینا

......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ خانہ کعبہ کے غلاف یا دیگر تبرکات کا بوسہ لینا شرعاً جائز ہے

الجواب حامداً ومصلیاً..... کعبہ یا خانہ کعبہ کے غلاف اور دیگر تبرکات کا بوسہ لینا شرعاً جائز ہے۔

لما فی الدر المختار مع ردالمحتار (۵۲۴/۲): وقبل العتبة تعظيما للكعبة ووضع صدره ووجهه على الملتزم وتثبت بالاستار ساعة كالمستشفع بها.

وفي الشامية: (وقبل العتبة) اى ثم قبل العتبة المرتفعة عن الارض (وتثبت)اى تعلق كمايتعلق عبد ذليل بطرف ثوب لمولى جليل.

(۳۸۱) کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درخت کاٹنے سے تبرک بآثار الصالحین کی نفی ہوتی ہے؟

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صلح حدیبیہ کے موقع پر جس درخت کے نیچے بیٹھ کر بیعت لی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس درخت کو کٹوا دیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فعل سے تبرک بآثار الصالحین کی نفی ہوتی ہے۔ کیا تبرک بآثار الصالحین ناجائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً..... صورت مسئولہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فعل سے تبرک بآثار الصالحین کی نفی نہیں ہوتی اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیعت رضوان والا درخت نہیں بلکہ دوسرا درخت کٹوایا تھا۔ کیونکہ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ جب صحابہ کرام دوسرے سال حج کے لئے جارہے تھے تو وہ اس درخت کو متعین نہ کر سکے کہ کون سا ہے۔ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بھول گئے تھے کہ وہ درخت کون سا ہے کیونکہ تفسیر طبری کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مکہ جارہے تھے تو انہوں نے اس درخت کے متعلق سوال کیا۔ بعض نے کہا کہ ''یہاں ہے''، اور بعض نے کہا کہ ''یہاں ہے''۔ اگر متعین ہوتا تو سوال کی ضرورت نہ تھی لہٰذا بیعت رضوان والا نہیں بلکہ کوئی اور درخت کٹوایا تھا۔

اور اگر مان لیا جائے کہ وہی درخت کٹوایا تھا تو اس کی وجہ تبرک بآثار الصالحین کی نفی نہیں تھی بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگوں نے وہاں نماز پڑھنی شروع کردی تھی، اب اس بات کا اندیشہ تھا کہ لوگ اس کو سجدہ گاہ نہ بنالیں اور اسے مؤثر حقیقی سمجھنے لگیں، اس فتنے سے بچانے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو کٹوا دیا۔

لما فی تفسير الطبری (۱۱۲/۲۶): ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مر بذلك المكان بعد ان ذهبت الشجرة فقال اين كانت فجعل بعضهم يقول هنا وبعضهم يقول هنا.

وفی تفسير روح البيان (جزء ۲۶، المجلد ۹/صـ۳۴): يقول الفقير يمكن التوفيق بين الروايتين بانهم لماعميت عليهم ذهبوا يصلون تحت شجرة على ظن انها هى شجرة البيعة فامر عمر رضی اللہ عنہ بقطعها.

وفی الصحيح للبخاری (۵۹۹/۲): فقال سعيد حدثنی ابی انه كان فيمن بايع رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم تحت الشجرة قال فلما خرجنا من العام المقبل نسيناها فلم نقدر عليها فقال سعيد ان اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم لم يعلموها وعلمتموها فانتم اعلم.

وفی عمدة القاری (۲۲۳/۱۴): قال النووی سبب خفائها ان لایفتتن الناس بها لماجری تحتها من الخیر ونزول الرضوان والسکینة وغیر ذلک فلو بقیت ظاهرة معلومة لخیف تعظیم الاعراب والجهال ایاها وعبادتهم ایاها وکان خفاء ها رحمة من الله تعالی.

(۳۸۲) بحق فلاں وغیرہ کے الفاظ کا حکم

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دعا کرتے وقت ''بحق جبرائیل یا بحق فلاں (مقصد نیک و صالح)'' کہنا کیسا ہے؟ جبکہ میں نے سنا ہے کہ فقہاء احناف کی کتابوں میں اس طرح کے الفاظ پر کراہت ذکر کی گئی ہے اور بعض اسلاف مثلاً مجدد الف ثانیؒ وغیرہ سے بحق بنی فاطمة کے الفاظ منقول ہیں۔آپ حضرات دونوں باتوں میں تطبیق بیان فرمائیں نیز بعض حضرات کہتے ہیں اگر عوام کرے گی تو فساد عقیدے کا خطرہ ہے آپ یہ بھی بتائیں اس میں فساد عقیدے کا خطرہ کس طرح ہے؟ براہِ مہربانی مدلل انداز میں جواب دیں۔

الجواب حامداًومصلیاً.....آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ کرامؓ اور دیگر اللہ کے نیک بندوں کے طفیل اور وسیلے سے دعا مانگنا جائز ہے۔جس کی صورت یہ ہے کہ اے اللہ! اپنے ان نیک اور مقبول بندوں کے طفیل میری یہ دعا قبول فرما، یا میری فلاں مراد پوری فرمادے، مگر یہ عقیدہ نہ رکھا جائے کہ توسل کے بغیر دعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو سنتے ہی نہیں اور نہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ انبیاء واولیاء کے وسیلے سے دعا کی جائے تو اس کا ماننا اللہ تعالیٰ کے ذمہ لازم ہوجاتا ہے۔نہیں! بلکہ یہ سمجھنا چاہئے کہ ان اللہ کے نیک بندوں کے طفیل سے جو دعا کی جائے گی اس کی مقبولیت کی زیادہ امید ہے۔

رہی یہ بات کہ ہماری فقہ حنفی کی کتابوں میں جو مسئلہ لکھا ہے کہ: ویکرہ أن یقول فی دعائه بحق فلان، أو بحق انبیائک ورسلک لأنه لاحق للمخلوق علی الخالق. (ترجمہ: اور مکروہ ہے کہ اپنی دعا میں یوں کہے کہ یا اللہ! بحق فلاں یا بحق اپنے نبیوں اور رسولوں کے مجھے فلاں چیز عطا فرما، کیونکہ مخلوق کا کوئی حق خالق کے ذمہ نہیں)۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو دعا ان حضرات کے وسیلے سے کی جائے گی اس کا پورا کرنا اللہ تعالیٰ پر لازم اور واجب ہوجائے گا تو یہ توسل جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کسی مخلوق کا کوئی حق واجب نہیں، البتہ بحق فلاں سے مراد اس کریم ذات کی طرف سے جس کو جو کچھ عطا کیا جاتا ہے وہ محض فضل واحسان ہے تو یہ بات جائز ہے یا بحق فلاں سے مراد حقیت انبیاء کے طفیل دعا قبول فرما تو یہ بھی جائز ہے، البتہ چونکہ عوام ان دونوں باتوں کے درمیان فرق نہیں سمجھتے اس لئے ان جیسے الفاظ سے وسیلے کرنے کو مکروہ کہا ہے اور چونکہ عوام ''بحق فلاں'' سے عموماً یہ سمجھتے ہیں کہ ''بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر واجب ہے'' اور یہ ہی فساد عقیدہ ہے جبکہ اکابرین ان باتوں میں صحیح اور غلط کا فرق سمجھتے ہیں اس لئے ان سے اس طرح کا توسل کرنا منقول ہے۔

لمافی القرآن الکریم (سورة المائدة: ۳۵): یایها الذین اٰمنوا اتقوا الله وابتغوا الیه الوسیلة وجاهدوا

فی سبیله لعلکم تفلحون.

وفی صحیح البخاری(۱/۱۳۷): عن أنس بن مالک، أن عمر بن الخطابؓ کان إذا قحطوا استسقٰی بالعباس بن عبدالمطلبؓ فقال اللهم إنا کنا نتوسل إلیک بنبینا ﷺ فتسقینا وإنا نتوسل إلیک بعم نبینا فاسقنا قال فیسقون.

وفی کنز العمال (۳/۱۷۹): ابغونی فی ضعفائکم فإنما ترزقون و تنصرون بضعفائکم.

وفی المهند علی المفند(ص۲۹-۳۰): عندنا وعند مشایخنا یجوز التوسل فی الدعوات بالأنبیاء والصالحین من الأولیاء والشهداء والصدیقین فی حیوتهم وبعد وفاتهم بأن یقول فی دعائه اللهم إنی اتوسل إلیک بفلان أن تجیب دعوتی وتقضی حاجتی إلی غیر ذلک کما صرح به شیخنا ومولانا الشاه محمد اسحاق الدهلوی ثم المهاجر المکی ثم بینه فی فتاواه شیخنا ومولانا رشید احمد الجنجوهی رحمة الله علیهما وفی هذا الزمان شائعة مستفیضة بأیدی الناس.

وفی الدرالمختارمع حاشیته(۶/۳۹۷): وکره قوله (بحق رسلک وأنبیائک وأولیائک) أوبحق البیت لأنه لاحق للخلق علی الخالق تعالیٰ ولو قال لآخر بحق الله أو بالله أن تفعل کذا لا یلزمه ذلک وإن کان الأولی فعله درر.

(قوله: لأنه لاحق للخلق علی الخالق) قد یقال إنه لاحق لهم وجوباً علی الله تعالیٰ، لکن الله سبحانه وتعالیٰ جعل لهم حقا من فضله أو یراد بالحق الحرمة والعظمة، فیکون من باب الوسیلة...... وفی الیعقوبیة: یحتمل أن یکون الحق مصدر الاصفة مشبهة فالمعنی بحقیة رسلک فلا منع فلیتأمّل اهـ أي المعنی بکونهم حقا لا بکونهم مستحقین.

أقول: لکن هذه کلها احتمالات مخالفة لظاهر المتبادر من هذا اللفظ.

(۳۸۳) موئے مبارک سے برکت کا حصول

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل ہمارے بعض مکاتب فکر والے کسی خاص موقع پر یہ کرتے ہیں کہ کسی برتن میں بال رکھ کر اس میں پانی ملاتے رہتے ہیں اور لوگ اس تاثر سے پیتے رہتے ہیں کہ یہ حضور ﷺ کا بال مبارک ہے اور اس سے شفاء ہوگی۔ کیا لوگوں کا اس طرح اسے موئے مبارک سمجھ کر پانی پینا شریعت کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اگر اس موئے مبارک کی ایسی سند موجود ہے جس کی بنا پر یہ یقین یا ظن غالب ہو جائے کہ واقعی یہ آپ کا موئے مبارک ہے تو پھر اس طرح پینا باعث خیر و برکت اور ظاہر و باطنی امراض سے شفا کا سبب ہے لیکن اگر اس کی کوئی سند

نہیں ہے یا ہے لیکن قابل اعتماد نہیں ہے جیسا کہ آج کل یہی حال ہے تو پھر یہ تمام امور لا حاصل ہیں۔

لمافی الصحیح للبخاری (۸۷۵/۲): عن عثمان بن عبداللہ بن موھب قال ارسلنی اھلی الیٰ ام سلمة بقدح من ماء وقبض اسرائیل .... فیہ شعر من شعر النبی ﷺ وکان اذا اصاب الانسان عین او شئ بعث الیھا مخضبة فاطلعت فی الجلجل فرأیت شعرات حمرا۔

(۳۸۴) "بحق فلاں" یا "بحرمة فلاں" کے الفاظ کا حکم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ "بحق فلاں" یا "بحرمة فلاں" کے الفاظ کے ساتھ دعا کرنا کیسا ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں اور اگر اس کی دلیل ہو تو وہ بھی بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں "بحق فلاں" یا "بحرمة فلاں" کے الفاظ وسیلہ کی ہی ایک صورت ہیں لہٰذا ان الفاظ کے ساتھ دعا کرنا جائز ہے بشرطیکہ فساد عقیدہ کا خطرہ نہ ہو لیکن اگر فساد عقیدہ کا خطرہ ہو تو پھر ان الفاظ کے ساتھ دعا نا جائز ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء سے ان الفاظ کے ساتھ دعا کرنے پر کراہت منقول ہے۔

لمافی قولہ تعالیٰ (المائدة : ۳۵): یآیھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلة وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحونo

وفی سنن ابن ماجة (ص۵۶): عن ابی سعیدالخدری قال قال رسول اللہ ﷺ من خرج من بیتہ الی الصلوٰة فقال اللھم انی اسألک بحق السائلین علیک واسألک بحق ممشای ھذا .... الی آخر الحدیث.

وعلی ھامشہ: بحق السائلین اعلم انہ لاحق لاحد فی الحقیقة علی اللہ تعالی ولایجب علیہ شئ عند اھل السنة وانما ھو رأی المعتزلة الاان لہ معنیین احدھما اللزوم والثانی الالتزام فالاول کماقلنا والثانی تفضل منہ واحسان حیث التزم لنا باعمالنا مالسنا اھلا لذلک فھو الجواد والمنعم یفضل علی عبادہ بمایشاء.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۳۹۷/۶): وکرہ قولہ بحق رسلک وانبیائک واولیائک او بحق البیت لانہ لاحق للخلق علی الخالق تعالی.

وفی الشامیة: وفی التاتارخانیة وجاء فی الآثار مادل علی الجواز.

(۳۸۵) تبرکات سے برکت کا حصول

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا بزرگان دین کے تبرکات سے برکت حاصل کرنا شرعاً ثابت ہے یا نہیں؟ بحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... بزرگان دین کے تبرکات سے برکت حاصل کرنا شرعاً ثابت ہے۔

لما فی الصحیح للبخاری (۱/۳۱): قال ابو موسی دعا النبی ﷺ بقدح فیه ماء فغسل یدیه ووجهه فیه ومج فیه ثم قال لهما اشربا منه وافرغا علی وجوهکما ونحورکما.

وفیها ایضاً (۱/۳۸): قال عروة عن المسور ومروان خرج رسول الله ﷺ زمن الحدیبیة فذکر الحدیث .... وماتنخم النبی ﷺ نخامة الا وقعت فی کف رجل منهم فدلک بها وجهه وجلده.

وفی سنن ابی داؤد (۲/۸۵): عن اسامة بن زید قال خرج رسول الله ﷺ یعود عبدالله .... فلما مات اتاه ابنه فقال یانبی الله ان عبدالله ابن ابیّ قدمات فاعطنی قمیصک اکفنه فیه فنزع رسول الله قمیصه فاعطاه ایاه.

وفی المشکوة (ص۲۳۲): عن انس ان النبی ﷺ اتی منیٰ فاتی الجمرة ....ثم دعا بالحلاق وناول الحالق شقة الایمن فحلقه ثم دعا ابا طلحة الانصاری فاعطاه ایاه ثم ناول الشق الایسر فقال احلق فحلقه فاعطاه اباطلحة فقال اقسمه بین الناس.

(۳۸۶) نعلین مبارک سے تبرک کا حصول

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے زمانے میں نعلین مبارک کا جو نقش حضور ﷺ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور ان نعلین سے تبرک کے حصول کا اعتقاد رکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... ہمارے زمانے میں مروج نقش تو نعلین مبارک ہی کا ہے اور روایات وغیرہ سے نعلین مبارک کا نقش ایسا ہی معلوم ہوتا ہے البتہ اس نقش سے تبرک کا حصول صحیح نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ آثار صالحین سے جو تبرک ثابت ہے وہ اس طور پر ہے کہ انہوں نے اس شئی کو استعمال کیا ہو یا کم سے کم چھوا ہو چنانچہ صحابہ نے حضور ﷺ کی ایسی اشیاء کو تبرک کے حصول کے لئے باقی رکھا جبکہ ہمارے ہاں رائج نقش صرف ان نعلین کی صورت ہے جس سے تبرک کا حصول صحیح نہیں ہے۔

لما فی الشمائل للترمذی (ص۶): عن ابن عباس قال کان لنعل رسول الله ﷺ قبالان مثنی شراکهما. حدثنا احمد بن منیع ....ثنا عیسی بن طهمان قال اخرج الینا انس بن مالک نعلین جرداوین لهماقبالان قال فحدثنی ....عن انس انهما کانتا نعلی رسول الله ﷺ.

(۳۸۷) وسیلے کے جواز وعدم جواز کی تفصیل

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ لوگوں کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ اپنی قبور میں زندہ ہیں

اوران سے وسیلہ جائز ہے کیا یہ بات صحیح ہے؟ وسیلہ کے جواز وعدم جواز کی مکمل تفصیل تحریر کریں۔

الجواب حامداًومصلیاً......اللہ تعالی اولیاء کرام کواس درجے کی حیات اخروی عطا کرتے ہیں جس سے وہ اللہ تعالی کی نعمتوں کا ادراک کرسکیں۔اگر کوئی شخص قبر پر جا کر حاضر ہوتا ہے اور سلام کرتا ہے تو اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

اب توسل یا وسیلہ کی چند صورتیں بنتی ہیں جن میں سے کچھ ناجائز اور کچھ جائز ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ جس کے وسیلے سے دعا کی جائے اسے مختار، نافع اور ضار (نقصان پہنچانے والا) سمجھا جائے۔

۲۔ جس کے وسیلے سے دعا کی جائے اس کے بارے میں یہ عقیدہ ہو کہ اگر چہ یہ مختار کل نہیں لیکن اللہ تعالی نے اختیارات اسے بھی تفویض کئے ہیں یا اختیارات میں یہ بھی شریک ہے۔یہ دونوں صورتیں صریح شرک میں داخل اور ناجائز ہیں۔

۳۔ توسل بمعنی دعا۔اگر اس معنی میں توسل زندوں سے ہو تو جائز ہے بایں طور کہ کسی شخص سے کہا جائے کہ آپ میرے لئے دعا کریں اور اگر اس طرح کا توسل مُردوں سے ہو تو جائز نہیں۔یہی مطلب ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کا کہ ''اے اللہ ہم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وسیلہ بناتے تھے پس آپ ہمیں سیراب کرتے تھے اب آپ کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں''۔

۴۔ توسل بالاعمال۔اپنے یا کسی دوسرے شخص کے نیک عمل کو واسطہ بنایا جائے کہ اے اللہ اس عمل کے وسیلے سے دعا قبول کریں۔

۵۔ توسل بالذات۔اگر توسل کی ذکر کردہ صورتوں میں سے کوئی صورت نہ ہو تو اس کا مطلب یہی ہے کہ اے اللہ یہ آپ کا برگزیدہ بندہ ہے اس کے ساتھ جو آپ کو محبت ہے اس محبت کے وسیلے سے میری دعا قبول فرمالیں اور یہ محبت اللہ تعالی کی رحمت ہے اور انکی رحمت کے واسطے سے ارجی للقبول ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے لہٰذا وسیلہ کی یہ صورت نہ صرف جائز بلکہ بہتر ہے۔

دلائل المسئلة مرت سابقا في رقم السؤال: ۳۷۷، ۳۷۸

﴿کتاب الاسماء والالقاب﴾

(ناموں اور القابات کے بارے میں)

(۳۸۸) کسی شخص کی تعظیم کیلئے لفظ اقدس استعمال کرنے کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اپنے استاذ کیلئے یا کسی اور کیلئے لفظ اقدس استعمال کرنا کیسا ہے؟ مثلاً حضرت اقدس وغیرہ حالانکہ اقدس اللہ رب العزت کی صفت اور یہ اسم تفضیل کا صیغہ بھی ہے۔ لہٰذا انسانوں کیلئے اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... ایسے اسماء جو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ خاص ہیں، ان کے ساتھ کسی کا نام رکھنا اور کسی کو لقب دینا وغیرہ جائز نہیں ہے۔ جیسے رحمٰن، قدّوس وغیرہ۔ البتہ وہ اسماء جو مشترکہ ہوں، یعنی جن کا استعمال اللہ تعالیٰ اور بندوں دونوں کے لئے ہوتا ہو، ان کے ساتھ نام رکھنا اور کسی کو لقب دینا وغیرہ جائز ہے۔ لہٰذا اقدس، اعلیٰ حضرت وغیرہ کا لقب اپنے استاد یا بزرگ کے لئے استعمال کرنا جائز ہے۔ کیونکہ ان سے جو مراد بندوں کے بارے میں لی جاتی ہے وہ مراد اللہ تعالیٰ کے بارے میں نہیں ہوتی۔

لما فی القرآن الکریم(سورۃ التوبۃ:۱۲۸): لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رء وف رحیم.

وفی الهندیة(۳۶۲/۵): التسمیة باسم یوجد فی کتاب الله تعالیٰ کالعلی والکبیر والرشید والبدیع جائزة لأنه من الاسماء المشترکة ویراد فی حق العباد غیر مایراد فی حق الله تعالیٰ، والتسمیة باسم لم یذکره الله تعالیٰ فی عباده ولا ذکره رسول الله صلی الله علیه وسلم ولا استعمله المسلمون، تکلّموا فیه والأولیٰ أن لا یفعل.

وفی الدر المختار(۴۱۷/۶): وجاز التسمیة بعلی ورشید من الأسماء المشترکة ویراد فی حقنا غیر ما یراد فی حق الله تعالیٰ لکن التسمیة بغیر ذلک فی زماننا اولیٰ لأن العوام یصغرونها عند النداء.

(۳۸۹) عبد محمد نام رکھنا/آپ ﷺ کے نام پر کسی سے کوئی چیز لینا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا نام عبد محمد ہے۔ کیا اس طرح کا نام رکھنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ نیز محمد ﷺ کے نام پر مانگنا یا مانگنے والے کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... کسی کا نام عبد محمد رکھنا درست نہیں ہے کیونکہ غیر اللہ کی عبودیت کے اعتقاد کا خدشہ ہے۔ اور محمد ﷺ کے نام پر کسی کا مانگنا اور مانگنے والے کو دینا جائز ہے۔

لما فی الھندیة (۴/۴۰۸): اذا قال السائل بحق الله او بحق محمد ﷺ ان تعطینی کذا لا یجب علیه فی الحکم والاحسن فی المروءة انه یعطیه.

وفی ردالمحتار (۶/۴۱۸): ویؤخذ من قوله ولا عبد فلان منع التسمیة بعبد النبی ونقل المناوی عن الامیری انه قیل بالجواز بقصد التشریف بالنسبة والاکثر علی المنع خشیة اعتقاد حقیقة العبودیة کما لا یجوز عبدالدار.

(۳۹۰) بچوں کے نام عبدالرحمٰن اور عبدالرحیم رکھنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل عام طور پر لوگ اپنے بچوں کے نام عبدالرحمٰن اور عبدالرحیم رکھتے ہیں بعدازاں پکارنے والے صرف ''رحمٰن'' یا ''رحیم'' کہہ کر پکارتے ہیں تو آیا اس زمانے میں اس طرح کے نام رکھنا جائز ہے جبکہ یہ معلوم ہے کہ بعد میں اس طرح پکارا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں آج کل اپنے بچوں کے نام اس طرح رکھنا مذکورہ خدشے کے پیش نظر خلاف اولیٰ ہے۔

لما فی الھندیة (۵/۳۶۲): احب الاسماء الی الله تعالیٰ عبدالله وعبدالرحمن لکن التسمیة بغیر هذه الاسماء فی هذا الزمان اولی لان العوام یصغرون هذه الاسماء للنداء.

وفی الدر المختار (۶/۴۱۷): احب الاسماء الی الله تعالی عبدالله وعبدالرحمن .... لکن التسمیة بغیر ذلک فی زماننا اولی لان العوام یصغرونها عند النداء.

(۳۹۱) اللہ تعالیٰ کیلئے لفظ ''خدا'' استعمال کرنے کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اکثر لوگ جب گفتگو کر رہے ہوتے ہیں تو لفظ اللہ کی جگہ خدا کا استعمال کرتے ہیں کیا اس طرح استعمال کرنے میں کوئی نقص لازمی نہیں آتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... ہر وہ نام جس کا استعمال قرآن وسنت میں اللہ رب العزت پر کیا گیا ہو اسی طرح وہ نام جو قرآن وسنت میں تو نہیں لیکن وہ اللہ رب العزت کی ذات کیلئے استعمال کیا جاتا ہو تو اسکا اطلاق اللہ رب العزت پر کرنا جائز ہے چاہے اس لفظ کا تعلق عربی زبان سے ہو یا دیگر زبانوں سے ہو جبکہ اس لفظ کے مفہوم میں کسی قسم کا نقص نہ ہو لہٰذا صورت مسئولہ میں اللہ رب العزت کیلئے خدائی کا لفظ استعمال کرنا جائز ہے کیونکہ لفظ خدا اور خدائی فارسی لفظ ہے جس کا معنی عربی زبان میں ایسی ذات سے کیا جاتا ہے جو کہ موجود ہو اور اپنے

وجود میں کسی کی محتاج نہ ہو اور یہ معنی بہت عمدہ ہے اس میں کسی قسم کا کوئی عیب نہیں۔

لمافی روح المعانی (۹/ ۱۲۱ الی ۱۲۳): ومال الیه القاضی ابوبکر لشیوع اطلاق نحو خدا وتکری من غیر نکیر فکان اجماعا ورد بان الاجماع کاف فی الاذن الشرعی اذا ثبت .... والمختار عندی عدم توقف اطلاق الاسماء المشتقة الراجعة الی نوع من الصفات النفیة والفعلیة وکذا الصفات السلبیة علیه تعالی علی التوقیف الخاص بل یصح الاطلاق بدونه لکن بعد التحری التام وبذل الوسع فیماهو نص فی التعظیم والتحفظ الی الغایة عمایوهم ادنی نقص معاذالله تعالی فی حقه سبحانه لانا مأذونون بتعظیم الله تعالی بالاقوال والافعال ولم یحدلنا حد فیه فمتی کان فی الاطلاق تعظیم له عزوجل کان ماذونا به والتکلیف منوط بالوسع.

وفی شرح العقائد (ص۷۹): واذا ورد بالشرع باطلاق اسم بلغة فهو اذن باطلاق مایرادفه من تلک اللغة اومن لغة اخری.

وفی النبراس (ص۱۷۳): قال بعض المحققین لانزاع فی جواز اطلاق اسمائه الاعلام الموضوعة فی اللغات کخدائی بالفارسیة وتنکری بالترکیة.

(۳۹۲) لفظ خدا اللہ تعالیٰ کے لئے بولنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ لفظ خدا اللہ تعالیٰ کے ذاتی وصفاتی نام میں سے نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... لفظ ''خدا'' اگرچہ اللہ تعالیٰ کے ذاتی یا صفاتی ناموں میں شامل نہیں لیکن اس لفظ کے اطلاق کی صحت پر اجماع ہو چکا ہے لہٰذا اس کا اطلاق صحیح ہے۔

لمافی روح المعانی (۹/ ۱۲۱): ان اسماء الله تعالی توقیفیة یراعی فیها الکتاب والسنة والاجماع فکل اسم ورد فی هذه الاصول جاز اطلاقه علیه جل شانه ومالم یرد فیهالایجوز اطلاقه وان صح معناه .... ومال الیه القاضی ابوبکر لشیوع اطلاق نحو خداوتکری من غیر نکیر فکان اجماعا.

وفی النبراس (ص۱۷۳): واذاورد فی الشرع باطلاق اسم بلغة کلفظ الله فهواذن باطلاق مایرادفه من تلک اللغة اومن لغة اخری کاسم خدابالفارسیة.

وعلی هامشه: کاسم خدا..........ان المسلمین اجمعوا علی جواز اطلاقها.

(۳۹۳) ''حضرت مولانا'' یا ''حضرت اقدس'' کا لفظ استعمال کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی استاد یا بڑے عالم کے لئے نام کے ساتھ حضرت مولانا یا حضرت اقدس کا لفظ استعمال کرنا جائز ہے؟ اس طرح ان کے نام کے ساتھ یہ القاب لکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......کسی عالم، بزرگ یا استاد کے لئے حضرت مولانا یا حضرت اقدس کے الفاظ استعمال کرنا جائز ہے چاہے بولنے کے اعتبار سے ہو یا لکھنے کے اعتبار سے۔

لمافی روح المعانی (۲۶/۱۵۵) : وقد صرحوابان التلقیب بالقاب الحسنة مما لاخلاف فی جوازه وقد لقب ابوبکر ص بالعتیق لقوله علیه الصلوة والسلام له :انت عتیق الله من النار .... ومازالت الالقاب الحسنة فی الامم کلها من العرب والعجم تجری فی مخاطباتهم ومکاتباتهم من غیر نکیر، ولافرق بین اللقب والکنیة.

وهکذا بتغییر یسیر فی احکام القرآن للقرطبی (۱۶/۳۲۹)

وفی الهندیة (۵/۳۷۸): ولوقال لاستاذه مولانا لابأس وقد قال علی ص لابنه الحسن ص قم بین یدی مولاک عنی استاذه.

﴿فصل فی الفرق الاسلامیة والباطلة والاشخاص المتعلقین بھا﴾

(صحیح اور گمراہ فرقوں اوران سے متعلق شخصیات کے بارے میں)

(۳۹۴) ذکری فرقہ کے عقائد

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں بلوچستان میں کچھ لوگ آباد ہیں جو اپنے آپ کو ذکری کہتے ہیں اور ملا نور محمد اٹکی کو پیغمبر مانتے ہیں۔کیا یہ لوگ مسلمان ہیں یا نہیں؟ان کے عقائد بالتفصیل ذکر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں ذکری فرقہ کے عقائد کے بیان سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس فرقہ پر تاریخی اعتبار سے نظر ڈالی جائے۔

آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ ذکری مذہب ایک ایسا مذہب ہے جس کا کوئی ضابطہ حیات نہیں بلکہ وقتی طور پر اس کے پیشوا جن کو ملائی کہا جاتا ہے جو حکم دے دیں وہی دین سمجھا جاتا ہے۔ان کے مذہب پر کوئی اصولی کتاب منظر عام پر موجود نہیں، جو کسی نے لکھی ہے وہ قلمی نسخوں میں ایک دو نسخے ہیں جو کسی کو دکھانے سے گریز کیا جاتا ہے البتہ جو تفصیل معلوم ہوسکی وہ درج ذیل ہے:

ذکری مذہب حقیقت میں فرقہ مہدویہ کی ایک شاخ ہے،مہدوی فرقہ میراں سید محمد جونپوری کی طرف منسوب ہے۔مختلف جگہوں میں اس کے مختلف نام ہیں،کہیں مہدوی کہیں دائرے والے،کہیں مصدق،کہیں ذکری،کہیں داعی اور کہیں طائی کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ (مہدوی تحریک ص:۵)

میراں سید محمد جونپوری جمادی الاولی بروز پیر ۸۴۷ھ مطابق ۱۴۴۳ عیسوی جونپور (دوآبہ) ہندوستان میں پیدا ہوئے۔والد کا مشہور نام عبداللہ ہے اور والدہ کا مشہور نام آمنہ خاتون عرف آغا ملک ہے۔

سید محمد جونپوری کے والد کا نام عبداللہ نہ تھا اور نہ ہی والدہ کا نام آمنہ البتہ جب مہدی ہونے کا دعوی کرنے کا ارادہ کیا اپنے والدین کے نام حدیث کی پیشن گوئی کے مطابق کرنے کے لئے ان کے نام تبدیل کردئے اور جب وہی نام مشہور ہوگئے تو پھر مہدی ہونے کا دعوی کردیا۔

(اس بات کی کھلی شہادت کے لئے دیکھئے......دائرہ معارف اسلامیہ اردو ج ۷/ص ۵۲۱......نزھۃ الخواطر ج ۴/ص ۳۲۴)

بہرحال جمادی الاولی ۸۸۷ھ میں جونپور کو چھوڑ کر مختلف علاقوں میں گشت کرتے رہے یہاں تک کہ ۹۰۰ھ میں احمد نگر پہنچے اور ۹۰۱ھ میں حج کو چلے گئے نو ماہ مکہ معظمہ میں قیام کیا آخر کار رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑے ہوکر مہدی ہونے کا دعوی کیا۔ (تحریک مہدویت مختصراص:۴۴)

اس کے بعد واپس ہندوستان آئے سب سے پہلے احمد آباد (گجرات) میں داخل ہوئے۔ ۹۰۵ھ میں موجودہ پاکستان کے علاقہ ٹھٹھہ میں چھ ماہ قیام کیا پھر ٹھٹھہ سے بلوچستان کے غیر آباد اور دشوار راستوں سے ہوتے ہوئے اپنی کثیر جماعت کے ساتھ قندھار پہنچے قندھار سے فراہ آئے اور فراہ ہی میں ۱۹ ذیقعدہ ۹۱۰ھ میں بروز دوشنبہ انتقال کرگئے۔ (مہدوی تحریک مختصرا ص۴۶)

یہاں تک کہ یہ بات ثابت ہوگئی کہ سید محمد نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ان کے متبعین اس بات کے قائل ہیں کہ سید محمد مہدی آخر الزمان ہیں۔ نیز یہ لوگ ان کو رسول بھی مانتے ہیں چنانچہ ان کا کلمہ ملاحظہ ہو "لاالہ الااللہ نور پاک محمد مھدی مراد اللہ"۔ (ملاحظہ ہو بلوچستان گزیٹر/مکران ص:۱۱۶)

یہ اپنا کلمہ یوں بھی پڑھتے ہیں "لاالہ الااللہ نور پاک محمد مھدی رسول اللہ"۔ (ملت بیضاء ص:۱۰)

ان کا کلمہ وہ بھی ہے جسے یہ لوگ پنجگانہ تسبیحات میں پڑھتے ہیں" لاالـہ الااللہ الـملک الـحق الـمبین نور محمد مھدی رسول اللہ صادق الوعد الامین"۔

۲۔ یہ لوگ نماز کے منکر ہیں اور نماز کے بجائے پانچ وقت ذکر کرتے ہیں دیکھئے۔

(عمدۃ الوسائل مولانا محمد موسیٰ ص:۲۰/مکران تاریخ کے آئینے میں ص:۱۰)

۳۔ رمضان کے منکر ہیں۔ چنانچہ ان کے ایک مصنف لکھتے ہیں: وہ رمضان کے بجائے دوسرے دنوں میں تین ماہ آٹھ دن روزوں کے قائل ہیں۔ (دیکھئے: میں ذکری ہوں ج ۱/ص: ۷، ۳۷، ۳۸، ۳۹)

۴۔ حج بیت اللہ کے منکر ہیں اور خانہ کعبہ کے قبلہ ہونے کے قائل نہیں۔ حج بیت اللہ کے بجائے کوہ مراد میں حج کرتے ہیں جو تربت (ضلع مکران) سے ایک میل کے فاصلے پر ہے۔ (ماخوذ از مہدوی تحریک ص:۷۱)

اس کے علاوہ غسل بعد جماع واحتلام کے قائل نہیں ہیں۔ (عمدہ ص:۳۲)

میت کے لئے نماز جنازہ کے قائل نہیں ہیں صرف دعا کرتے ہیں جو ذکر خانہ میں ہوتی ہے۔ (میں ذکری ہوں ج ۱/ص:۴۵)

ان کے علاوہ بھی کئی خرافات ہیں جن کا تحریر میں لانا مناسب نہیں ہے۔ (تلخیص از احسن الفتاوی ج ۱/ ۱۹۰ تا ۱۹۵)

(۳۹۵) آغا خانیوں کی طرف سے دی جانے والی سہولیات کا حاصل کرنا

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا گھر ریسوٹالی گاؤں ضلع چترال میں واقع ہے۔ آغا خان فاؤنڈیشن کی طرف سے پانی کی پایپ لائن بچھائی گئی ہے جس کا طریقہ یہ ہے کہ ہر فیملی سے پانچ سو روپے لینے کے بعد اسے استعمال کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ چونکہ گاؤں والوں کو سردی کے موسم میں اس پانی کی شدید ضرورت پڑتی ہے اس لئے لوگ اس پایپ لائن سے کنکشن حاصل کر رہے ہیں۔ وہاں کے بعض علماء اس کے استعمال کرنے کو حرام کہتے ہیں کیونکہ یہ لوگ اپنے کفریانہ عقائد لوگوں میں رائج کرنے کے لئے یہ ساری کوششیں کرتے ہیں۔

اب آیا یہ پانی استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ان کی دعوت و کردار سے لوگوں کو متنبہ کر دیا جائے اور ضرورت کی وجہ سے اس پانی کو استعمال کر لیا جائے تو جائز ہوگا یا نہیں؟ دلائل شرعیہ کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً...... کفار کا مسلمانوں کے ساتھ تعاون یا امداد اگر محض انسانی ہمدردی کی بنیاد پر ہو کسی مذموم مقصد کا اس میں دخل نہ ہو تو اس قسم کا تعاون اور امداد حاصل کرنا مسلمانوں کے لئے جائز ہے۔ ہاں اگر کفار امداد وغیرہ کی آڑ میں اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کا ارادہ رکھتے ہوں اور اسلام کی قوت کو مغلوب کرنے کا ناپاک منصوبہ بنائے بیٹھے ہوں تو اس صورت میں کفار سے کسی قسم کا تعاون اور امداد حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔

چنانچہ......... صورت مسئولہ میں پائپ لائن سے فائدہ حاصل کرنا اس شرط پر جائز ہے کہ مسلمان اپنے عقیدے پر مضبوط ہوں اور اہل باطل کے ہر قسم کے مذموم عزائم سے باخبر اور محفوظ ہوں اور اگر ایسا نہ ہو تو پائپ لائن سے فائدہ حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔

لمافی قوله تعالی (آل عمران: ۲۸): لایتخذ المؤمنین الکافرین اولیاء من دون المؤمنین ۚ الایة

وفی روح المعانی (۱۲۰/۳): قال العلامة الآلوسی بعد بحث طویل تحت هذه الایة .... وذکر بعضهم جواز الاستعانة بشرط الحاجة والوثوق امابدونها فلاتجوز .... بعض المحققین ذکر ان الاستعانة المنهی عنها انماهی استعانة الذلیل بالعزیز واماذا کانت من باب الاستعانة العزیز بالذلیل فقد اذن لنابها.

وفی الهندیة (۳۴۸/۵): لاباس بان یکون بین المسلم والذمی معاملة اذا کان ممالابدمنه.

(۳۹۶) آغاخانیوں سے میل جول رکھنا

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آغاخانی مسلمان ہیں یا نہیں؟ اگر مسلمان نہیں ہیں تو ان سے میل جول رکھنا کیسا ہے؟ مکمل تفصیل سے ان کے عقائد وغیرہ بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً..... آغاخانی اسماعیلی فرقہ شیعت میں غالی فرقہ ہے اور ان کے عقائد کی روشنی میں ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی ان کا دعوی اسلام معتبر ہے۔ ذیل میں اس زندیق فرقہ کے عقائد انہی کی کتابوں سے نقل کئے جاتے ہیں۔

۱۔ آغاخانی فرقہ کا کلمہ " اشهد ان لااله الاالله محمد رسول الله واشهد ان امیر المؤمنین علی ولی الله " ہے۔ (اسماعیلی تعلیمات)

۲۔ آغاخانی فرقہ اللہ تعالیٰ کے بجائے امام کی عبادت کرتا ہے۔ (گینان برہم پرکاش ص: ۲۹۷)

۳۔ یہ لوگ حضور ﷺ کو حضرت علی کی بیوی بتاتے ہیں۔ (گینان مومن چیتامنی ص: ۱۴۴)

۴۔ ان کا سلام یا علی مدد اور سلام کا جواب بھی یا علی مدد ہے۔ (شکشبن مالا۔ درسی کتاب)

۵۔ ساتویں امام محمد بن اسماعیل نے شریعت محمدیہ کے ظاہر کو باطل کر کے باطنی شریعت جاری کی۔

(ہمارا اسماعیلی مذہب اور اس کا نظام ص:۹۲۔۲۶۰)

۶۔ اللہ تعالیٰ امام حاضر کے روپ میں تشریف فرما ہیں۔ (شکشہن مالا ص:۲)

۷۔ امام حاضر عالم الغیب والشہادۃ ہیں۔ (مارگ درشیکا ص:۸۱ حصہ اول)

۸۔ ان کے ہاں انبیاء کرام معصوم نہیں۔ (ہمارا اسماعیلی مذہب ص:۷۰)

۹۔ موجودہ کتاب قرآن اللہ تعالیٰ کی کتاب نہیں، حضرت عثمان کی کتاب ہے۔ (کلام امام مبین ص:۶۴ حصہ اول)

۱۰۔ قرآن مقدس عرب آبادی کے لئے ہے اور دوسروں کے لئے گنان ہے۔ (کلام امام مبین ص:۸۱ حصہ اول)

۱۱۔ حضرت علی پوری کائنات کے خالق مطلق ہیں۔ (گینان موہن چیتامنی ص:۱۱۳)

۱۲۔ امام حاضر کا فرمان اللہ کے کلام کے برابر ہے۔ (کلام الٰہی اور فرمان امام ص:۶۲)

۱۳۔ امام حاضر میں اللہ تعالیٰ کا نور حلول کیا ہوا ہے۔ آغا خانی اسی کی عبادت کرتے ہیں۔ (شکشہن مالا ص:۴)

۱۴۔ یہ لوگ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی ضرورت سے انکار کرتے ہیں۔ (ہمارا اسماعیلی مذہب ص:۱۳۶)

۱۵۔ نماز کی جگہ تین وقت عبادت خانہ میں دعا کرنے کو عبادت سمجھتے ہیں۔ (خزینہ جواہر ص:۱۶)

۱۶۔ ھو الحی القیوم کی عملی تصویر امام حاضر ہیں۔ (کلام امام مبین ص:۵ حصہ اول)

ان عقائد کی وجہ سے اس فرقہ کو کسی بھی طرح مسلمان تسلیم نہیں کیا جاسکتا بلکہ تمام متقدمین اور متاخرین علماء کرام نے ان عقائد کے سبب سے آغا خانی فرقہ کو کافر اور زندیق قرار دیا ہے ان لوگوں کے ساتھ مناکحت جائز نہیں نہ ان کا ذبیحہ حلال ہے ان کی نماز جنازہ میں شرکت نہیں کرنی چاہئے۔ اور نہ ہی ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا چاہئے۔ الغرض ان کے ساتھ مسلمانوں جیسے معاملات اور میل جول رکھنا درست نہیں۔

لمافی احکام القرآن للجصاص (۱/۵۴): وقولهم فی ترک قبول توبة الزندیق یوجب ان لایستتاب الاسماعیلیة وسائر الملحدین الذی قدعلم منهم اعتقاد الکفر کسائر الزنادقة وان یقتلوا مع اظهارهم التوبة.

وفی الهندیة (۲/۲۶۴): ویجب اکفار الروافض فی قولهم برجعة الاموات الی الدنیا وبتناسخ الارواح وبانتقال روح الاله الی الائمة وبقولهم فی خروج امام باطن.

وفی ردالمحتار (۴/۲۴۴): یعلم مماهنا حکم الدروز والتیامنة فانهم فی البلاء الشامیة یظهرون الاسلام والصوم والصلاة مع انهم یعتقدون تناسخ الارواح وحل الخمر والزنا وان الالوهیة تظهر فی شخص بعد شخص ویجحدون الحشر والصوم والصلاة والحج ....وذکر فیها انهم

ینتحلون عقائد النصیریة والاسماعیلیة الذی یلقبون بالقرامطة والباطنیة الذین ذکرھم صاحب المواقف۔ونقل عن علماء المذاھب الاربعة انه لایحل اقرارھم فی دیارالاسلام بجزیة ولاغیرھا ولاتحل مناکحتھم ولاذبائحھم.

(۳۹۷) ''تمام اختیارات اللہ کے پاس ہیں'' کیا یہ جبریہ کا عقیدہ ہے؟

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تبلیغی جماعت والے جو اپنے بیانات میں یہ کہتے ہیں کہ" تمام اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں انسان اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرسکتا"۔کیا یہ فرقہ جبریہ کا عقیدہ نہیں ہے؟ ان دونوں کے عقائد میں کیا فرق ہے؟ دلائل سے وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً.....صورت مسئولہ میں جبریہ کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان مجبور محض ہے وہ اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرسکتا اور تبلیغی جماعت کا عقیدہ وہی ہے جو اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔باقی رہا یہ کہنا کہ تمام اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں انسان اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرسکتا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کا سارا نظام اللہ تعالیٰ اکیلے چلارہے ہیں۔اس میں کوئی اور شریک نہیں،اور یہ وہ بات نہیں جو جبریہ کا عقیدہ ہے۔

لمافی شرح الفقه الاکبر (ص-۲۲۰): زعمت الجبریة ان لافعل للعبد کسبا ولاخلقا وان حرکاته بمنزلة حرکات الجمادات لاقدرة علیها لامؤثرة ولاکاسبة فی مقام الاعتبار ولا قصد ولاارادة ولااختیار.

وفی ردالمحتار (۲۹۸/۶): الجبریة الخالصة یقولون ان العبدبمنزلة الجمادات وان اللہ تعالیٰ لایعلم الشئ قبل وقوعه.

(۳۹۸) عقیدہ بداً کی حقیقت

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ روافض کے ہاں جو عقیدہ بداً ہے۔اس کی تشریح کریں اور اہل سنت کے ہاں ایسے عقیدے والے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً.....صورت مسئولہ میں روافض کے ہاں عقیدہ بداً کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک کام کرنے کے بعد اس فیصلے کو تبدیل کردیتے ہیں گویا پہلا کام (العیاذ باللہ) بھول کر ہوتا ہے۔اہل سنت والجماعت کے نزدیک جو شخص اس عقیدے کا قائل ہو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

لمافی قوله تعالیٰ (قٓ:۲۹): مایبدل القول لدی ومآانا بظلام للعبید ٥

فی روح المعانی (۲۶/۱۸۶): مایبدل القول لدی ....وفی لدی علی ما قال الامام وجهان: الاول ان یکون متعلقابالقول ای مایبدل القول الذی عندی. الثانی ان یکون متعلقابالفعل قبل ای لایقع التبدیل عندی.

وفی النبراس (صـ ۲۴۵): والارادة صفة ازلیة قائمة بذاته ....والدلیل ماذکرنا الآیات الناطقه باثبات صفة الارادة والمشیة کقوله تعالی یفعل اللہ مایشاء ویحکم مایرید.

وفی الهندیة (۲/۲۵۸): یکفر اذا وصف اللہ تعالی بمالایلیق به اوسخر باسم من اسمائه .... اونسبه الی الجهل اوالعجز اوالنقص.

وفی شرح اصول الکافی (صـ ۳۸۷): البدأفی العلم وهو ان یظهر له خلاف ماارادوحکم والبدأ فی الامر وهو ان یأمر بشیٔ ویأمر بعده بخلاف ذلک ......وبعد بحث طویل ....عن ابی عبداللہ قال فی هذه الایة یمحواللہ مایشاء ویثبت قال فقال هل یمحا الاماکان ثابتا وهل یثبت الامالم یکن الشرح ارادعلیه السلامالاستدلال علی وقوع البدأ بنص قرآنی ....عن ابی عبداللہ قال مابعث اللہ نبیا حتی یأخذ علیه ثلث خصال الاقرار بالعبودیة وخلع الانداد وان اللہ یفعل من یشاء ویؤخر من یشاء.

الشرح ....الثالث ان یعتقدوا ان الٰههم فاعل مختار یصح علیه ان یتجدد ارادته وله ان یرید شیئا ویرید ضده ویفعل من یشاء ویفعل خلافه.

وفی الملل والنحل (۱/۱۷۱): فمن مذهب المختار انه یجوز البداء علی اللہ تعالی والبدأله معان: البدء فی العلم وهوانه یظهر له خلاف ماعلم ولااظن عاقلا یعتقد هذا الاعتقاد. والبدأ فی الارادة وهو ان یظهر له صواب علی خلاف ماارادوحکم والبدأ فی الامر وهو ان یأمر بشیٔ ثم یأمر بشیٔ اخر بعده بخلاف ذلک.

(۳۹۹) بوہری اور آغاخانی شریعت کی نظر میں

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آجکل ایک فرقہ جواپنے آپ کو بوہری کے نام سے موسوم کرتا ہے لیکن بعض معاملات میں مسلمانوں سے بالکل الگ ہیں، اسی طرح آغاخانی۔شریعت میں ان کا کیا حکم ہے؟ان کے ساتھ معاملات اورلین دین، میل جول صحیح ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً......بوہری فرقہ اورآغاخانی دونوں دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔اسلام اور

مسلمانوں کے دشمن ہیں لہٰذا ان کے ساتھ کسی طرح کا معاملہ، لین دین اور میل جول جائز نہیں ہے۔ان کے ساتھ نکاح کرنا اور ان کا ذبیحہ بھی حرام ہے۔

لمافی الملل والنحل (۱/۲۲۷): قال ابوالفتح محمد بن عبدالكريم في بيان عقائد الاسماعيلية.قالوا :وبعد اسماعيل محمد بن اسماعيل السابع التام،وانماتم دور السبعة به ثم ابتدائى منه بالائمة المستورين الذين كانوا يسيرون في البلاد سراويظهرون الدعاة جهرا .... قالوا:ولن تخلوا الارض قط من امام حي قائم،اماظاهر مكشوف واماباطن مستور فاذاكان الامام ظاهرا جاز ان يكون حجته مستورا ......وبعد صفحة يقول ......فقالوا في البارى تعالى انالانقول هو موجود ولالاموجود ولاعالم ولاجاهل ولاقادر ولاعاجز.

وفي ردالمحتار (۴/۲۴۴): يعلم مماهنا حكم الدروز والتيامنه فانهم في البلاد الشامية يظهرون الاسلام والصوم والصلاة مع انهم يعتقدون تناسخ الارواح وحل الخمر والزنا وان الالوهية تظهر في شخص بعد شخص ....وذكر فيها انهم ينتحلون عقائد النصرانية والاسماعيلية الذى يلقبون بالقرامطة والباطنة الذين ذكرهم صاحب المواقف ونقل عن علماء المذاهب الاربعة انه لايحل اقرارهم في ديار الاسلام بجزية ولاغيرها ولاتحل مناكحتهم ولاذبائحهم.

وفي اللجنة الدائمة (۲/۲۷۲ الى ۲۷۷): س: كبير علماء بوهرة يصر على انه يجب على اتباعه ان يقدموا له سجدة كلما يزورونه.

ج: السجود نوع من انواع العبادة التى امرالله بهالنفسه خاصة وقربة من القرب التى يجب ان يتوجه العبد بها الى الله وحده ....فكلا الفريقين التابع والمتبوع كافر بالله خارج بذلك عن ملة الاسلام والعياذ بالله ....

س: كبير علماء بوهرة يدعى انه المالك الكلى للروح والايمان. العقائد الدينية نيابة عن اتباعه.

ج : اذا كان كبير علماء بوهرة يدعى ماذكر فدعواه باطلة سواء اراد بدايدعيه من ملك الروح والايمان، ان الارواح والقلوب بيده يصرفها كيف يشاء فيهديها الايمان اويضلها عن سواء السبيل......

س: ويدعى انه المالك الكلى لجميع املاك الوقف وانه غير محاسب على جميع الصدقات وهوالله على الارض.

ج : .... واماالثالثه :وهى دعوى انه الله في الارض، فكفر صراح ومن ادعى ذلك فهو طاغوت

یدعوا الی تالیہ نفسہ وعبادتہ وبطلان ذلک معلوم من الاسلام بالضرورۃ.

وفی آخر البحث :اذا کان واقع من کبیر علماء بوھرۃ واتباعہ وماوصفت فی اسئلتک فھم کفرۃ لایؤمنون باصول الاسلام ولایھتدون بھدی کتاب اللہ وسنۃ رسولہ ﷺ ولایستبعد منھم ان یضطھدوا الصادقین فی ایمانھم باللہ وکتابہ وبرسولہ ﷺ وسنتہ، کما اضطھد الکفار فی کل امۃ رسل اللہ الذین ارسلھم سبحانہ الیھم لھدایتھم.

(۴۰۰) حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے متعلق پاکستانی خاتون ڈاکٹر رفعت حسن کا خودساختہ نظریہ

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امریکہ میں پاکستانی خواتین کی کانفرنس کے موقع پر پاکستانی اسکالر خاتون ڈاکٹر رفعت حسن نے کہا کہ ’’قرآن پاک میں کہیں ذکر نہیں کہ حواؑ کو حضرت آدمؑ کی پسلی سے پیدا کیا گیا، لفظ آدم عبرانی زبان کا لفظ ہے جو عربی میں مستعار لیا گیا اس لفظ کا مادہ آدمہ ہے اور اس کے لفظی معنی زمین کے ہیں آدم ہرگز کسی مذکر انسان کا نام نہیں، قرآن مجید میں تیس مرتبہ تخلیق انسان کا ذکر آیا ہے مگر اس میں کہیں اس بات کی نشاندہی نہیں کہ مرد کو عورت سے پہلے تخلیق کیا گیا۔

جناب مفتی صاحب! ڈاکٹر رفعت حسن نے اپنے مقالے میں جو کچھ کہا ہے وہ بہت اہم ہے، انہوں نے قرآن پاک میں موجود بعض مقامات خصوصاً تخلیق آدم پر اختلافی نکات اٹھائے ہیں بلکہ تخلیق آدمؑ کے حوالے سے ایک بالکل نیا نظریہ پیش کیا ہے جو اب تک قرآن پاک، حدیث رسول اور دوسری الہامی کتب سے بالکل مختلف ہے لہٰذا میں چاہوں گا کہ ضیاء شاہد نے امریکہ سے ڈاکٹر رفعت حسن کے مذکورہ مقالے کا جو حصہ رپورٹ کیا ہے اس پر صاحبان علم آگے آئیں اور صحیح بات مسلمانوں کے سامنے واضح کریں، کیونکہ ڈاکٹر رفعت حسن کو تو پاکستان میں ایک انسٹیٹیوٹ کی سربراہی کیلئے بلایا جارہا ہے اگر وہ قرآنی تعلیمات کی بیخ کنی کررہی ہیں تو ان کا جواب دینا چاہیے۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... سب سے پہلے یہ ذہن میں رہے کہ کلام مقدس اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت کیلئے نازل فرمائی، یہ کتاب رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کو سکھلائی اور صحابہ کے واسطے سے ویسے ہی ہم تک پہنچی جیسی آسمان سے نازل ہوئی تھی، اس میں کسی طرح کی کمی وبیشی نہ ہوسکی اور نہ آئندہ ہوگی۔ انشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی حفاظت کا تکوینی طور پر ایسا انتظام کررکھا ہے کہ ابھی تک کسی کو اس کے بارے میں تحریف کا شبہ بھی پیدا نہیں ہوا، لیکن اس کو سمجھنے کیلئے ضابطہ یہ بنایا کہ جیسا رسول اللہ ﷺ نے عمل کیا یا اس کی تشریح فرمائی وہی معتبر ہوگی اس کے علاوہ کوئی تشریح معتبر نہ ہوگی، کیونکہ اگر رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی اس پر عمل کیلئے نمونہ نہ ہوتی تو انبیاء کو بھیجنے کا کوئی مقصد نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر تھے کہ فرشتوں کے ذریعے کتاب مخلوق تک پہنچادی جاتی اور کہا جاتا کہ اس کے مطابق عمل کرو حالانکہ ایسا نہ ہوا، چنانچہ آپ انبیاء کی تاریخ پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ کبھی ایسا نہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب نازل فرمائی ہو اور کوئی رسول نہ مبعوث فرمایا ہو البتہ یہ ضرور ملے گا کہ انبیاء کو تو مبعوث فرمایا لیکن انہیں کتاب نہ دی بلکہ یہ حکم دیا کہ پہلے انبیاء کی کتاب کی لوگوں میں تبلیغ کریں، معلوم ہوا کہ انبیاء کے بھیجنے سے مقصود نمونہ دکھلانا ہے کہ میرے احکامات پر عمل ایسے ہونا

چاہیے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود کلام مقدس میں یہی ارشاد فرمایا ہے

لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة الاية (الاحزاب: ۲۱)

(ترجمہ: تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی سیرت بہترین نمونہ ہے)

حاصل یہ ہوا کہ انبیاء کو کلام مقدس کی تفسیر، تشریح اور نمونے کے طور پر بھیجا جاتا ہے لہذا جہاں جہاں انبیاء اس کی تشریح کرتے ہیں عمل کے اعتبار سے اس تشریح کو وہی درجہ حاصل ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے کلام کو حاصل ہے، اور درحقیقت یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے نازل کردہ ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىO إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوْحٰىO الاية (النجم: ۳، ۴)

(ترجمہ: اور وہ اپنی نفسانی خواہش سے بات نہیں کرتے، وہ نہیں ہے مگر جو وحی کی جاتی ہے)

جب یہ طے ہو گیا کہ نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے نکلنے والا ایک ایک حرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے اور اس کتاب کی تفسیر کا حق اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے یہ بھی کہلوایا کہ لوگوں کو بتلا دو کہ اس کلام کے متعلق ہر وہ بات قابل قبول ہوگی جو میری (اللہ تعالیٰ) یا رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہو اس کے علاوہ اگر کوئی اپنی طرف سے اس میں کوئی ملاوٹ کرے گا کہ اس کی تفسیر اپنی طرف سے اندازے سے کرے تو فرمایا اگر اس کی تفسیر اتفاق سے صحیح بھی ہوگی تو بھی وہ غلطی پر ہے چنانچہ فرمایا

من قال في القران برأيه فاصاب فقد اخطاء (كنز العمال، ۲/۱٦)

(یعنی جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی اور وہ اتفاق سے صحیح بھی ہوگئی تو بھی وہ غلطی پر ہے)

من قال في القران بغير علم فليتبوأ مقعده من النار (ایضاً)

(یعنی جس نے قرآن کی تفسیر بغیر علم کے کی اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم بنالیا)

اب اس کے بعد قرآن مجید کی وہی تفسیر مراد ہوگی جو رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمائیں ورنہ وہ معتبر نہ ہوگی یا آپ کے شاگرد آپ سے کسی روایت کو بیان کریں۔

حاصل یہ کہ کلام مقدس کی تعلیمات اور حضور ﷺ کے ارشادات دونوں ہی ہمارے لئے نہ صرف قابل عمل بلکہ واجب العمل ہیں۔

اب اس کے بعد جائزہ لیتے ہیں ڈاکٹر صاحبہ کے علمی نکات جو انہوں نے نہ معلوم کہاں سے مستعار لئے ہیں۔

کیا؟ اول: حضرت آدم کسی مذکر انسان کا نام نہیں؟

دوم: حضرت حوا کو حضرت آدم کی دائیں پسلی سے پیدا کیا گیا؟

سوم: مرد کو عورت سے پہلے نہیں پیدا کیا گیا؟

سب سے پہلی بات کہ اگر آدم کسی مذکر انسان کا نام نہیں تھا تو

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰئِكَةِ إِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيْفَةً الاية (البقرة: ۳۰)

فرشتوں سے یہ خطاب مٹی کو خلیفہ بنانے کیلئے تھا؟

پھر فرشتوں کا جواب

قَالُوْا أَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ الاية (البقرة: ۳۰)

کیا مٹی بھی فساد اور خونریزی کرتی ہے؟ کہ فرشتے کہہ رہے ہیں کہ اے اللہ یہ تو فساد اور خونریزی کرے گا۔

دوسری بات کلام مقدس کی عبارت یوں بنتی ہے

أَتَجْعَلُ فِي الْأَرْضِ مَنْ يُّفْسِدُ فِي الْأَرْضِ الاية

(یعنی کیا آپ زمین میں اسے پیدا کرتے ہیں جو زمین میں فساد پھیلائے گا) اگر ڈاکٹر صاحب کا کہنا مان لیا جائے تو گویا زمین زمین میں فساد پھیلا رہی ہے اور خونریزی کر رہی ہے؟

اسی طرح دوسری جگہ اس بات کو زیادہ صراحت سے بیان کیا گیا فرمایا

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰئِكَةِ إِنِّيْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُوْنٍ ○ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهُ سَاجِدِيْنَ○ (الحجر: ۲۸،۲۹)

(ترجمہ: اور جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ بلاشبہ میں بشر کو بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں جو سیاہ رنگ کے سڑے ہوئے گارے سے ہوگی سو جب میں اسے پوری طرح بنادوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو اس کیلئے سجدے میں گر پڑنا۔)

یہاں پر تو اللہ تعالیٰ نے صاف صاف بیان فرمادیا کہ بشر یعنی انسان کو پیدا کیا گیا اس کے جسم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے بنایا، پھر اس میں روح پھونکی، اس کے بعد فرشتوں نے اسے سجدہ کیا۔ اب آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ یہ سارے کام مٹی کے ساتھ ہوئے؟ ہاں مٹی کے ساتھ ہوئے لیکن اس انسان کے بننے کے بعد۔

اس طرح آگے اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ

وعلم ادم الاسماء کلها ثم عرضهم علی الملئکة الاية (البقرة: ۳۱)

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو کچھ چیزوں کے نام سکھلائے اور پھر فرشتوں پر پیش کیا تو کیا یہ نام مٹی کو سکھلائے گئے؟ اور مٹی کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا گیا؟

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کے مسجود ملائکہ کو بیان فرمایا

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا إِلَّا إِبْلِيْسَ الاية (البقرة: ۳۴)

کیا یہ سجدہ مٹی کو کروایا گیا؟

اللہ تعالیٰ نے جب ابلیس سے سجدہ نہ کرنے کی وجہ دریافت کی تو شیطان نے جواب دیا

قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهُ مِنْ طِيْنٍ الاية (الاعراف: ۱۲)

یعنی میں اس سے بہتر ہوں کیونکہ آپ نے مجھے تو آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے تو کیا اللہ تعالیٰ نے مٹی سے مٹی کو پیدا کیا تھا؟ جس کو سجدہ کروایا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں رہنے کا ارشاد فرمایا:

وَقُلْنَا يٰاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ　الاية　(البقرة:۳۵)

تو کیا مٹی سے جنت میں رہنے کو کہا جارہا ہے؟

جنت میں حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش کا سرزد ہونا اور پھر توبہ کا قبول ہونا اس کے بعد زمین پر اترنے کا امر، کیا یہ ساری باتیں اس بات پر دلالت کیلئے کافی نہیں ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام مذکر انسان تھے؟

اس کے علاوہ روایات میں اس کی صراحت موجود ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام انسان تھے اور آپ ہی سے نسل انسانی کی ابتداء ہوئی۔

لما في تفسير ابن كثير (۲/۲۵۲): هو الذي خلقكم من نفس واحدة الاية...... ينبه تعالى على انه خلق جميع الناس من آدم عليه السلام وانه خلق منه زوجته حواء ثم انتشر الناس منهما كما قال تعالى ياايهاالناس انا خلقنكم من ذكر وانثىٰ الاية

تمام محدثین ومفسرین اور ائمہ لغت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام ہی پہلے انسان تھے جن سے نسل انسانی کی ابتداء ہوئی۔

اور اگر صرف لغوی معنی کو مدار بنا کر فیصلہ کیا جائے کہ آدم اُدمہ (نہ کہ آدمہ سے) سے مشتق ہے جس کے معنی زمین کے آتے ہیں، لہذا وہ کوئی انسان نہ تھے تو یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کہا جائے کہ رفعت بلندی کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے لہٰذا یہ کسی کا نام نہیں ہوسکتا لہٰذا رفعت نام کی کوئی عورت نہیں ہے۔ حالانکہ یہ کوئی دلیل نہیں۔

چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا اس وجہ سے اسی مناسبت سے نام بھی رکھا گیا۔

وفي البداية والنهاية (۱/۶۸): حكى السدى ......انهم قالوا اخرج ابليس من الجنة واسكن آدم الجنة فكان يمشي فيها وحشي ليس له فيها زوج يسكن اليها فنام نومة فاستيقظ وعند رأسه امرأة قاعدة خلقها الله

من ضلعه فسألها من انت قالت امرأة قال ولما خلقت قالت لتسكن الي فقالت له الملائكة ينظرون مابلغ من علمه مااسمها يا ادم قال حواء ......

اس طرح کے صریح نصوص کی موجودگی میں اس طرح کے نظریات کا پرچار کسی شبہے یا غلط فہمی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس کے پس پردہ وجوہات کچھ اور ہیں، ان وجوہات میں سے سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم مسلمان ہونے اور اسلام کے مدعی ہونے کے باوجود اپنے مذہب کے متعلق معلومات کیلئے یا مذہب میں پی ایچ ڈی کیلئے غیر مسلموں کی یونیورسٹیوں کو ترجیح دیتے ہیں، حالانکہ یہ ایسی گری ہوئی

حرکت ہے کہ شاید اس سے بڑھ کر کوئی گھٹیا حرکت ہو سکے ۔کیا آپ نے کبھی سنا ہے کہ کوئی یہودی یا عیسائی اپنے مذہب کو سیکھنے کیلئے ہمارے ہاں آیا ہو، ہوسکتا ہے کہ آپ احساس کمتری کی وجہ سے اپنے آپ کو اس قابل نہ سمجھیں کہ وہ کیونکر آپ کے پاس آئیں، چلیں ہمارے ہاں نہ سہی کسی اور غیر قوم کے پاس گیا، آپ نے زندگی بھر میں ایک دفعہ بھی ایسے نہ سنا ہوگا لیکن آپ کو کتنے مسلمان ایسے ملیں گے جو اس بات کو بڑے فخر سے بیان کریں گے کہ ان کے پاس فلاں غیر مسلم ملک کی یونیورسٹی کی اسلامیات میں پی ایچ ڈی کی سند ہے، ان کفار کی اسلام دشمنی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں سب کے سامنے ہے پھر کیا خیال ہے کہ وہ ہمارے مذہب سے متعلق کسی کو صحیح تعلیم دیں گے، وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ نت نئے نظریات کو رواج دے کر وہ ہمارے درمیان اپنے مذہب کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا کریں ہم نے ان کی حوصلہ افزائی کیلئے یہ کیا کہ جو کام وہ بڑی مشقت سے اپنے افراد ہمارے درمیان داخل کر کے کرنا چاہتے تھے ہم ان کی مدد کیلئے خود ان کے پاس پہنچ گئے، اور زبان حال سے یہ کہنے لگے کہ آپ اتنی زیادہ مشقت برداشت نہ کریں بلکہ ہم خود اس کام کے لئے حاضر ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو افراد وہاں کے سند یافتہ رہے انہوں نے ہمیشہ جدت پسندی کا ثبوت دیتے ہوئے نئے نظریات کا ہی پرچار کیا کچھ تو وہ اپنے آقاؤں سے لائے اور کچھ اپنے آقاؤں سے وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے یہاں ان پر منکشف ہوئے اور لوگوں کو یہی باور کراتے رہتے کہ موجودہ دور کے علماء تو وہی چودہ سو سالہ پرانی باتیں کررہے ہیں جب کہ ہم آپ کو ایک جدید اسلام سے متعارف کروانا چاہتے ہیں چنانچہ جدت کی روشنی میں انہیں کبھی یہ خیال نہ آیا کہ دین کے معاملے میں اتنی جدت پسندی کی اسلام میں گنجائش ہے بھی یا نہیں؟ لیکن انہیں اس سے غرض بھی کیا ہوسکتی ہے کیونکہ ان کا مقصود اسلام کو ترقی دینا تھوڑا ہی ہے، انہیں تو صرف اپنی من پسند زندگی چاہیے جس پر اسلام کا لیبل لگا ہو اور جتنا نقصان اس طرح کے افراد سے اسلام کا ہوا ہے شاید ہی کہ کفار نے اتنا نقصان پہنچایا ہو؟

دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ جب ہم نے غیر مسلم اقوام کو مہذب اور اپنے کو تیسرے درجے کی مخلوق فرض کرلیا تو پھر ہم ہر کام میں ان کی نقل کرنے لگے اب جن کاموں میں شریعت کی طرف سے اجازت نہ تھی ہم نے انہیں توڑ موڑ کر غیر مسلموں کے طریقوں کے قریب کرنے کی کوشش کی، جس کی وجہ سے ہم نہ ادھر کے رہے اور نہ ادھر کے، چنانچہ انہی کوششوں میں ایک کوشش یہ بھی ہے کہ غیر مسلموں نے مذہب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس عقدہ کو کھولنا چاہا کہ انسان کی ابتدا کیسے ہوئی، وہ اس نظریے پر پہنچے کہ ابتدا میں انسان کی صورت ایسی نہ تھی جیسا کہ ابھی ہے بلکہ یا تو بندر سے ترقی کر کے موجودہ شکل تک ترقی ہوئی یا انسان کی پیدائش یک خلوی جاندار کے طور پر ہوئی اور ترقی ہوتے ہوتے موجودہ شکل وجود میں آئی۔ اب انہی کے قریب ہونے کیلئے ڈاکٹر صاحبہ کا یہ ارشاد ملاحظہ فرمالیں جس میں صریح طور پر اپنے آپ کو مہذب ثابت کرتے ہوئے وہ ان کی مکمل طور پر حمایت نہ کرسکیں لیکن ان کے قریب ہونے کی کوشش ضروری ہے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش میں صریح نصوص کا انکار کردیا، باقی کام آئندہ مرحلے کے لئے چھوڑ دیا گیا۔ لہذا آپ اس طرح کی باتوں پر کان نہ دھریں ایسے حضرات جو صریح نصوص کا انکار کرتے ہوئے اپنے نظریات کا پرچار کرنا چاہتے ہیں ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

لما فی قولہ تعالی: یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّ نِسَآءً. الاٰیۃ (النساء: ۱)

وفي التفسير لابن كثير (۱/۳۹۶): تحت هذه الاية يايها الناس اتقوا ربكم الذي خلقكم من نفس واحدة وخلق منها زوجها......"وخلق منها زوجها" وهي حوآء عليها السلام خلقت من ضلعه الايسر ......

وفي التفسير الكبير (۵/۱۶۶): اجمع المسلمون على ان المراد بالنفس الواحدة ههنا هو آدم عليه السلام

وفي روح المعاني (۲/۱۸۰): الذي خلقكم من نفس واحدة ......والمراد من النفس الواحدة آدم عليه السلام، والذي عليه الجماعة من الفقهاء والمحدثين ومن وافقهم انه ليس سوى آدم واحد وهو ابوالبشر ...... وخلق منها زوجها ......المراد من الزوج حوآء وهي قد خلقت من ضلع آدم عليه السلام الايسر .

وفي كنز العمال (۱۶/۳۷۶): خلقت المرأة من ضلع ان جئت ان تقيمها تكسرها وان تتركها تعش معها على عزجها.

وفي لسان العرب (۱/۹۸): قيل هو من ادمة الارض وهو لونها قال وبه سمي آدم ابوالبشر على نبينا وعليه الصلوٰة والسلام.

(۴۰۱) کیا شیعہ کافر ہیں؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شیعہ حضرات کے جتنے فرقے ہیں ان سب کو کافر کہنا صحیح ہے یا نہیں؟ اس میں کون سا فرقہ صحیح ہے اور کون سا غلط؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورتِ مسئولہ میں شیعہ اگر ایسا ہو کہ شیخین کو گالی دے یا ان پر لعنت کرے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائے، حضرت ابوبکر صدیق ﷺ کی خلافت کا انکار کرے، صحابہ کرام کو گالیاں دینے کو مباح اور ثواب سمجھے یا صحابہ کے کفر کا اعتقاد رکھے، موجودہ قرآن کو تحریف شدہ سمجھتا ہو تو وہ بالا جماع کافر ہے۔ اور اگر وہ صرف حضرت علی ﷺ کو شیخین رضی اللہ عنہما پر فضیلت دے یا صحابہ میں سے کسی ایک فرد کو برا بھلا کہے تو وہ فاسق اور مبتدع ہے کافر نہیں۔

لمافي شرح الفقه الاكبر (ص۱۶۷): ومن جحد القرآن اي كله اوسورة منه اوآية،قلت وكذا كلمة أو قرأة متواترة أو زعم انها ليست من كلام الله تعالى كفر يعني اذا كان كونه من القرآن مجمعاعليه.

وفي الهندية (۲/۲۶۴): الرافضي اذا كان يسب الشيخين ويلعنهما والعياذبالله فهو كافر .... ولو قذف عائشة رضي الله عنها بالزنى كفر .... من انكر امامة ابي بكر الصديق ص فهو كافر.

وفي الدرالمختار مع ردالمحتار (۴/۲۳۶): من سب الشيخين او طعن فيهما كفر.

وفی الشامیة : لاشک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی الله عنها او انکر صحبة الصدیق او اعتقد الالوهیة فی علی .... او نحو ذلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن.

وفی تکملة رد المحتار (۱۶۲/۷): واما من سب احدا من الصحابة فهو فاسق ومبتدع بالاجماع الا اذا اعتقد انه مباح او یترتب علیه ثواب کما علیه بعض الشیعة، او اعتقد کفر الصحابة فانه کافر بالاجماع.

(۴۰۲) سلفی حضرات کون ہیں اوران سے لین دین کا حکم

سوال.....کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آجکل جو سلفی حضرات ہیں یہ کون سے حضرات ہیں؟ اور ان کے عقائد کیا ہیں؟ اوران سے لین دین کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اوران حضرات کا پس منظر مکمل طور پر بیان فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیرا

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ کے اندر آپ نے جن سلفی حضرات کے متعلق پوچھا یہ درحقیقت غیر مقلدین حضرات ہی ہیں۔ جن کا پس منظر کچھ اس طرح ہے:

آج سے ڈیڑھ صدی قبل برصغیر میں غیر مقلدین کا کوئی وجود نہ تھا یہ فرقہ اس وقت پیدا ہوا جب ہندوستان کے بعض علماء نے علامہ شوکانیؒ سے شرف تلمذ حاصل کیا اس وقت انہوں نے اپنا نام ''موحدین'' رکھا اور ایک مدت تک یہی نام ان میں رائج رہا۔ پھر ان لوگوں نے نامعلوم اسباب کی بناء پر مذکورہ نام ختم کر کے ایک دوسرا نام ''محمدیین'' اختیار کیا۔ اور ہندوستان کے اسلامی حلقوں میں اسی نام سے ان کی پہچان ہونے لگی۔ لیکن کچھ عرصہ بعد انہوں نے یہ نام بھی ختم کردیا۔ انہیں ڈر تھا کہ کہیں اس نام کی وجہ سے کوئی ان کو شیخ عبدالوہاب نجدیؒ کی طرف منسوب نہ کردے۔ ان کی طرف نسبت کو یہ لوگ پسند نہیں کرتے تھے چنانچہ پھر ''غیر مقلدین'' کا لقب اختیار کیا کافی عرصے تک یہ لوگ اپنے آپ کو غیر مقلدین کہتے رہے اور اس بات پر فخر کرتے رہے کہ ائمہ کرامؒ میں یہ لوگ کسی کی تقلید نہیں کرتے لیکن کچھ عرصے بعد معلوم نہیں کیوں اس نام سے اُکتا گئے اور انہوں نے اپنے لئے ایک نیا لقب ''اہل حدیث'' منتخب کیا۔ انگریزوں کے کرم اوران کی عنایتوں کے طفیل دفاتر سرکار انگلشیہ میں اس فرقے نے اپنا یہی نام درج کرایا۔ اس طرح یہ فرقہ مختلف ناموں اور مختلف القاب کا لبادہ اوڑھتا رہا۔ اس فرقہ کے اسلاف میں سلفی نام کا کوئی بھی عالم نہیں گزرا۔ آخر میں یہ لوگ اہل حدیث نام اختیار کر کے اسی پر جمے رہے۔

جب ان کے اسلاف کا دور ختم ہوا اوران کی نئی نسل پروان چڑھی عالمی حالات بدل گئے خلیجی ممالک خصوصاً سعودی عرب میں اقتصادی ترقی کا ظہور ہوا تو غیر مقلدین کے موجودہ فرقہ نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر اہل حدیث کا نام ترک کردیا اوران میں سے ہر ایک بڑی تیزی کے ساتھ ''سلفی'' اوراثری بنتا گیا۔ کیونکہ سعودی عرب کے عام باشندے علامہ ابن تیمیہؒ، علامہ ابن قیمؒ اور شیخ عبدالوہاب نجدیؒ کو پسند کرتے ہیں۔ اور سلفیت کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں۔ غیر مقلدوں کے مدارس، علمی اداروں اور دعوتی مراکز کے نام اہل

حدیث سے ''سلفی'' میں تبدیل ہوگئے اس طرح انہوں نے عربوں کے ساتھ ہم آہنگی پیدا کرلی۔اب ان کا ہر چھوٹا بڑا اپنے نام کے ساتھ ''سلفی'' لکھتا ہے۔(کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ،صفحہ ۱۱۲)

اس سرزمین پاک و ہند میں تقریباً بارہ صدیوں سے اسلام آیا ہوا ہے۔یہاں اسلام لانے والے اسلام پھیلانے والے اور اسلام کو قبول کرنے والے سب کے سب ''حنفی اہل السنت والجماعت'' تھے یہاں تک کہ تمام مفسرین،محدثین،فقہاء کرام،اولیاء کرام اور سلاطین عظام ''اہل سنت والجماعت حنفی'' تھے لیکن جب انگریز کے منحوس قدم یہاں آئے تو وہ یورپ سے ذہنی آوارگی مادر پدر آزادی اور دینی بے راہ روی کی سوغات ساتھ لایا اور مذہبی آزادی اور مذہبی تحقیق کے خوشنما اور دلفریب عنوانات سے اس ملک میں خودسر اور متعصب فرقے کو جنم دیا۔اس فرقے کا پہلا قدم سلف سے بدگمانی اور انتہاء سلف پر بدزبانی ہے۔یعنی آپ یہ سمجھ لیں کہ اس فرقہ کا ہر شخص 'اعجاب کل ذی رأی برأیه'' پر نازاں ہونے کے ساتھ ساتھ ''لعن آخر هذه الامة اولها'' کا مصداق ہے۔اس فرقہ کا ہر شخص اپنے آپ کو ائمہ اربعہؒ اور صحابہ کرامؓ سے بھی برتر جانتا ہے۔مشہور مؤرخ شاہ جہاں پوریؒ اپنی کتاب (ارشاد الی سبیل الرشاد) میں تحریر فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کے مبارک دور سے لے کر ۱۸۰۰ء تک کوئی دنگا فساد نہ ہوا،۱۸۸۸ء میں انگریز نے آزادی مذہب کے نام پر مسلمانوں کے تقلیدی اتحاد کو غیر مقلدیت سے توڑا۔اس لئے کہ مقلدین ہی تھے کہ جنہوں نے ان کے علاقے فتح کیے اور ان کو زیر کیا ۱۸۸۸ء سے لے کر آج تک اس کے دس فرقے بن گئے۔

(۱)۔جماعت غرباء اہلحدیث، (۲)۔امیر شریعت صوبہ بہار، (۳)۔کانفرنس اہلحدیث، (۴)۔فرقہ ثنائیہ ۱۹۳۸ء،

(۵)۔فرقہ حنفیہ عطائیہ ۳۰۔۱۹۲۹ء، (۶)۔فرقہ شریفیہ ۱۳۴۹ھ، (۷)۔فرقہ غزنویہ ۱۳۵۳ھ، (۸)۔جمعیت اہلحدیث ۱۳۷۰ھ،

(۹)۔انتخاب مولوی محی الدین ۱۳۷۸ھ اور اب یہی دسواں فرقہ ہے ان میں بعض نے بعض پر کفر کا فتویٰ بھی لگادیا ہے۔

۱۳۱۹ھ میں جب یہ فرقہ پیدا ہوا تو چونکہ یہ تقلید کو شرک و بدعت کہتا تھا اس لئے ان کو غیر مقلد کہا جانے لگا تا کہ پتہ چلے کہ یہ ایک منفی فرقہ ہے جو تعمیر کے بجائے تخریب کیلئے تیار کیا جارہا ہے پھر یہ لوگ ائمہ اربعہ کی پیروی سے منحرف ہوگئے تھے اس لئے لوگ انہیں لامذہب کہنے لگے۔

ان کی تصانیف:......غیر مقلدین کا سب سے پہلا ترجمہ قرآن ڈپٹی نذیر احمد نے لکھا۔مشکوٰۃ،بلوغ المرام کا سب سے پہلا حاشیہ مولوی عبدالوہاب شاگرد نذیر حسین نے لکھا۔رد تقلید پر سب سے پہلی کتاب معیارِ حق سید نذیر حسین نے لکھی۔تاریخ اہلحدیث سب سے پہلے مولانا ابراہیم سیالکوٹی نے لکھی۔ان کا کوئی ترجمہ،تفسیر قرآن،ترجمہ و تشریحات انگریز کے دور سے پہلے کی نہیں۔

نسب نامہ:......آپ کسی منکرین حدیث یا قادیانی سے پوچھ لیں کہ آپ کب اس مذہب میں آئے ہیں وہ اولاً یہی بتلائے گا میں ہی بنا ہوں،یا باپ اور بہت بوڑھا تو دادا تک بتلائے گا اس کے اوپر وہ نہیں بتا سکتا یہی حال سلفی غیر مقلدین کا ہے۔غزنوی خاندان میں سب سے پہلے سلفی عبداللہ غزنوی تھا،لکھنوی خاندان میں مولوی محمد صاحب سے پہلے کوئی سلفی نہ تھا،اور بھوپال میں نواب صدیق حسن سے پہلے کوئی سلفی غیر مقلد نہ تھا۔

مساجد:...... پنجاب میں ان کی پہلی مسجد چینیانوالی مسجد بنی، جس کا پہلا خطیب عبداللہ چکڑالوی تھا جورات دن فقہ اور احناف کے خلاف زہر اگلتا رہتا تھا آخر فقہ کی مخالفت کا وبال یہ پڑا کہ منکرین حدیث کا بانی بن گیا اسی مسجد میں دوسرا خطیب مرزا غلام احمد قادیانی بنا یہ ان کی مساجد کا فیض ہے۔

مدرسہ:...... دہلی کا مشہور مدرسہ جہاں شاہ اسحٰق ؒ کا درس ہوتا تھا اور عرب وعجم میں یہ مدرسہ مشہور تھا۔ جب شاہ صاحبؒ کو انگریز برطانیہ نے ہجرت پر مجبور کردیا۔ تو اس مدرسہ کی شہرت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے یہاں نذیر حسین کو شاہ اسحاق ؒ کا نائب مقرر کر کے بٹھادیا، یہی ان کا پہلا مدرسہ بنا۔ (تجلیات صفدر، جلد ۵)

۱۹۱۱ء کی مردم شماری جو کہ سرکاری سطح پر کی گئی کے اعداد وشمار یہ ہیں۔ اثنا عشری ایک کروڑ ۳۷ لاکھ، زیدی ۳۰ لاکھ، حنبلی ۳۰ لاکھ، مالکی ایک کروڑ، شافعی دس کروڑ، حنفی ۳۷ کروڑ سے زائد تھے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ ۱۹۱۱ء میں اہل سنت والجماعت مقلدین کی تعداد ۴۸ کروڑ ۳۰ لاکھ سے زائد تھی جبکہ غیر مقلدین اس وقت تک کوئی قابل ذکر فرقہ نہ تھا اس لئے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں ۱۹۱۱ء کی مردم شماری میں نہ ان کا نام شمار ہے اور نہ کوئی فرد۔ (از انسائیکلو پیڈیا آف اسلام)

سلفیت یعنی غیر مقلدین کے عقائد:...... ان حضرات کے تمام عقائد کا احاطہ کرنا یہاں پر ناگزیر ہے البتہ چند مشہور عقائد جو اہل سنت والجماعت کے عقائد کے بالکل منافی ہیں۔ درجہ ذیل ہیں:

(۱)...... ''تقلید شرک ہے بدعت گمراہی اور اندھا پن ہے۔ یعنی ائمہ اربعہؒ میں سے کسی کی تقلید کرنا شرک ہے۔ اپنے کو مؤحدین اور مقلدین ائمہ اربعہ کو شرک و بدعت کہنا''۔

(۲)...... ان کی کتاب فتاوی ثنائیہ (۱/۸۶) میں مصنفؒ لکھتے ہیں کہ ''ہمارا یہ مذہب نہیں کہ تمام امور شرعی میں کسی ایک امام کی تقلید کریں۔ ہم ایسی تقلید کو قرآن حدیث کے خلاف سمجھتے ہیں۔

(۳)...... ''نماز تراویح کی رکعتیں آٹھ ہیں، بیس رکعت نماز تراویح بدعت ہے'' ان کی کتاب (فتاوی ثنائیہ، ۱/۵۴۵) میں تحریر ہے ''پس اس امر پر اتفاق ثابت ہے کہ نماز تراویح کی رکعات بفعل نبویؐ اور بحکم خلیفہ راشد آٹھ رکعت مع وتر گیارہ ہیں اگر کوئی اس سے زیادہ پڑھے تو وہ نفل ہوں گے۔''

(۴)...... ''ایک مجلس میں دی گئیں تین طلاقیں، تین نہیں بلکہ ایک طلاق شمار ہے''۔ یعنی اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کو تین طلاقیں دے تو وہ بیک وقت منعقد نہیں ہوتیں بلکہ ایک طلاق شمار ہوگی ان کی کتاب (فتاوی ثنائیہ، ۲/۲۲۷) میں مذکور ہے: ''خلاصۂ کلام یہ ہے کہ طلاق ثلاثہ فوری چونکہ کتاب وسنت کے خلاف ہے اور اس میں بڑی خرابیاں ہیں اس لئے ایسی طلاق خواہ مجلس میں ہو یا مجالس میں ایک ہی طلاق رجعی ہوگی۔''

(۵)...... ''جمعہ کے روز اذان ثالث جائز ہے'' ان کی کتاب (فتاوی نذیریہ، ۱/۵۷۴) میں ایک سوال کہ ''جمعہ کے روز اذان ثالث جائز ہے یا نہیں'' کے جواب میں فرمایا ''جائز ہے''۔

(۶)......''اجماع کوئی چیز نہیں ہے'' یعنی انکا عقیدہ یہ ہے کہ اجماع اور قیاس شرعی حجت شرعیہ نہیں ہیں یعنی یہ حضرات اجماع امت میں اجماع صحابہؓ کو بھی نہیں مانتے جیسے کہ بیس رکعت تراویح، طلاق ثلاثہ وغیرہ ان کی کتاب (عرف الجاوی ص۳) میں ذکر ہے ''دین اسلام کے ادلہ صرف دو ہیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجماع کوئی چیز نہیں ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اجماع کی اس بیبت کو دلوں سے نکال دیں جو دلوں میں بیٹھی ہے۔ حق بات یہ ہے کہ اجماع ممنوع ہے۔''

(۷)......''خلفاء راشدین کو گالیاں دینے سے آدمی کافر نہیں ہوتا۔'' (نزول الابرار من فقہ النبی مختار، ۲/۳۱۸)

(۸)......''صحیح ہے کہ شراب ناپاک نہیں۔'' (نزول الابرار من فقہ النبی مختار، ۱/۱۹)

(۹)......''قرآن پاک پر غلاف ہو تو سر کے نیچے یا پیٹھ کے پیچھے رکھ لینا مکروہ نہیں ہے۔'' (ایضاً، ۱/۲۰)

(۱۰)......''اگر نمازی کی زبان سے ''ہاں'' یا ''البتہ'' یا ''نہیں'' نکل گیا تو اس سے نماز نہیں ٹوٹتی۔'' (ایضاً، ۱/۱۰۹)

(۱۱)......ائمہ اربعہ جو باجماع امت العلماء ورثۃ الانبیاء کے مصداق ہیں کو یہودیوں کے احبار، رہبان اور مشرکین کے آباؤ اجداد قرار دے کر اور مقلدین کو مشرک اور یہودی قرار دیتے ہیں۔ (تجلیات صفدر، جلد۵)

(۱۲)......فقہ جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر فرمایا یہ حضرات اس کو خبیث قرار دیتے ہیں۔ (تجلیات صفدر، جلد۵)

(۱۳)......روافض کی طرح صحیح حدیث اصحابی کالنجوم کو موضوع قرار دیتے ہیں جبکہ اس حدیث کو حضرت قاری ثناء اللہ پانی پتیؒ نے اپنی کتاب ''سیف المسلول'' کے اندر اس حدیث مبارکہ کو احسن قرار دیتے ہیں۔ (تجلیات صفدر، جلد۵)

حضرات سلفیہ (غیر مقلدین) کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا موقف

ان حضرات میں جو لوگ ائمہ اربعہ کی تقلید کو شرک سمجھتے ہیں اور مقلدین کو مشرک اور ائمہ اربعہ پر سب وشتم کرتے ہیں یہ حضرات فاسق شمار ہوں گے۔

جو ایسے نہیں ہیں صرف تارک تقلید ہیں صرف ظاہری حدیث کی اتباع کو افضل سمجھتے ہیں اس میں اتباع ہوا سے کام نہیں لیتے وہ فاسق شمار نہیں ہیں۔

نماز پہلے لوگوں کے پیچھے مکروہ ہے بوجہ فاسق ہونے کے اور دوسروں کے پیچھے پڑھ سکتے ہیں۔

البتہ ان سے لین دین کرنا درست ہے۔

﴿فصل فی التعویذات﴾

(تعویذات کے بیان میں)

(۴۰۳) درود کے ذریعے دم کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دینِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ درود شریف کے ذریعے سے کسی چیز پر دم کر سکتے ہیں یا نہیں جیسا کہ سورۃ فاتحہ کیساتھ دم کیا جاتا ہے؟ نیز یہ شرک میں داخل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... درود کے ساتھ دم کرنا کسی حدیث سے ثابت نہیں لہٰذا بہتر یہ ہے کہ دوسری ادعیہ ماثورہ کے ذریعے سے دم کیا جائے۔ اور اگر درود سے ہی دم کیا جائے تو بھی جائز ہے لیکن اگر عقیدہ یہ ہو کہ درود کے ذریعے دم سے آپ علیہ السلام حاضر ہوں گے یا شفا آپ سے ملے گی تو یہ عقیدہ غلط اور شرک ہے۔

لمافی المشکوۃ (۳۸۸/۲): وعن جابر قال نهى رسول الله ﷺ عن الرقى فجاء آل عمرو ابن حزم فقالوا یارسول الله انه کانت عندنا رقية ترقى بها من العقرب وانت نهيت عن الرقى فعرضوها عليه فقال مااری بها باسا من استطاع منکم ان ينفع اخاه فلينفعه.

وعن عوف بن مالک الاشجعی قال کنا نرقی فی الجاهلية فقلنا یارسول الله ﷺ کیف تری فی ذلک فقال اعرضوا علی رقاکم لاباس بالرقی مالم یکن فیه شرک.

(۴۰۴) دعا یا تعویذ سے جرائم ثابت کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی دعا یا تعویذ کے ذریعے چوروں، ڈاکوؤں یا دوسرے جرائم کو ثابت کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر کوئی ان طریقوں سے ثابت کرے تو اس پر یقین کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں دعا یا تعویذ یا کسی اور طریقے سے چوروں، ڈاکوؤں یا دوسرے جرائم کو ثابت کرنا صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح اس کے ثبوت پر یقین کرنا بھی جائز نہیں بلکہ ان کی تصدیق کفر تک پہنچانے والی ہے کیونکہ کسی بھی شخص کو یقینی خبر نہیں ہوتی۔

لمافی المرقات (۹/ ۱۷): عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ من اتیٰ کاهنا فصدقه بمايقول ...... فقد بریٔ مما انزل علی محمد.

(فقد بریٔ ممانزل علی محمد) ای کفر وهو محمول علی الاستحلال او علی التهديد والوعيد.

وفی شرح الفقه الاکبر(صـ۱۴۹): ان تصدیق الکاهن بمایخبر عن الغیب کفر.

وفی ردالمحتار (۲۴۲/۴): ان الکاهن من یدعی معرفة الغیب باسباب وهی مختلفة فلذا انقسم الی انواع متعددة کالعراف والرمال والمنجم .... والذی یدعی انه له صاحبا من الجن یخبره عما سیکون والکل مذموم شرعا محکوم علیهم وعلی مصدقهم بالکفر .... وفی التاتارخانیة یکفر بقوله انا اعلم المسروقات.

(۴۰۵) تعویذ لٹکانے کی حیثیت

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض حضرات گلے میں تعویذات وغیرہ لٹکاتے ہیں اور اس پر شفاء کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا کیا حکم ہے؟ تفصیل سے بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ میں اگر یہ لوگ ان تعویذات کو مؤثر بالذات سمجھیں اور انہی پر شفاء کے حصول کا عقیدہ ہو تو ایسے اشخاص مشرک ہیں انہیں فوراً اس فعل بد سے اجتناب کرنا چاہئے اور توبہ کرنا چاہئے۔ ہاں اگر محض اسباب کے درجے میں یہ کام کیا جائے اور شفاء کے حصول کا عقیدہ صرف اللہ تعالیٰ سے رکھا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

لمافی سنن ابی داؤد (۱۸۶/۲): عن عبدالله قال سمعت رسول الله ﷺ یقول ان الرقی والتمائم والتولة شرک الی آخر الحدیث.

وعلی هامشه: التمائم جمع تمیمة ارید به الخرزات التی تعلقها النساء فی اعناق الاولاد علی ظن انها تؤثر وتدفع العین.(قوله شرک) ای من افعال المشرکین اذا اعتقد ان له تاثیرا حقیقة.

وفی المرقات (۳۵۸/۸): عن زینب امرأة عبدالله بن مسعود ان عبدالله رأی فی عنقی خیطا فقال ماهذا فقلت خیط رقی لی فیه قالت فاخذه فقطعه ثم قال انتم آل عبدالله لاغنیاء عن الشرک سمعت رسول الله ﷺ یقول ان الرقی والتمائم والتولة شرک.

وفی المرقات تحته: هی خرزات کانت للعرب تعلق علی الصبی لدفع العین بزعمهم وهوباطل .... واطلق الشرک علیهما اما لان المتعارف منها فی عهده ماکان معهودا فی الجاهلیة وکان مشتملا علی مایتضمن الشرک.

وفی ردالمحتار (۳۶۳/۶): التمائم جمع تمیمة وهی خرزات کانت العرب تعلقها علی اولادهم یتقون بها العین فی زعمهم فابطلها الاسلام والحدیث الاخر من علق تمیمة فلا أتم الله له لانهم یعتقدون انهم تمام الدواء والشفاء بل جعلوها شرکاء لانهم ارادوا بها دفع المقادیر المکتوبة علیهم

وطلبوا دفع الاذی من غیر اللہ تعالی الذی ھو دافعه اه.

(۴۰۶) مجرم کی تعیین کسی عامل کے خاص عمل سے

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ چور، جادوگر یا مجرم کو معلوم یا متعین کرنے کے لئے عاملین سے رجوع کرتے ہیں۔ عامل کے مخصوص علم کے بعد اس عمل کے اثرات جس پر ظاہر ہو جائیں اسے ہی مجرم، چور یا جادوگر گردانتے ہیں۔ کیا اس طرح کا عمل کرنا صحیح ہے اور اس ذریعے سے تعیین کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......چور، جادوگر یا مجرم کی تعیین کے لئے عاملین کے خاص اعمال اور پھر ان کے اثرات کے باوجود شرعاً مجرم کی تعیین کے لئے غیر معتبر ہیں۔ لہٰذا جس پر عمل کا اثر ظاہر ہوا سے مجرم نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ اس طرح کے غیبی امور معلوم کرنے کے لئے کسی کے پاس جانا گناہ کبیرہ ہے اور اگر اس کی تصدیق بھی کر دی تو کفر ہے لہٰذا اس طرح کے غیر شرعی امور سے اجتناب کرنا چاہئے۔

لما فی المشکوۃ (ص۳۹۳): عن حفصة قالت قال رسول اللہ ﷺ من اتی عرافا فسأله عن شیٔ لم یقبل له صلاۃ اربعین لیلة ....وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من اتی کاھنا فصدقه بمایقول ....فقد بریٔ بماانزل علی محمد.

وفی التاتارخانیة (۵/ ۴۷۷): سئل الفضلی عن معنی قوله علیه السلام من اتی کاھنا وصدقه فیما یقول فقد کفر بماانزل علی محمد ﷺ فقال الکاھن الساحر فقیل له :ھذا الرجل او المرأۃ التی تقول انا اعلم المسروقات ھل یدخل تحت ھذا الخبر قال :نعم قیل له فان قال ھذا الرجل انا اخبر عن اخبار الجن ایای قال ان قال ھکذا فھو ساحر کاھن ومن صدقه فقد کفر.

فصل فی اغلاط العوام

(عوام الناس کے توہمات اور اغلاط کے بیان میں)

(۴۰۷) قرآن سے فال نکالنا

سوال ...... کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری والدہ صاحبہ جو کام کرتی ہیں کہتی ہیں کہ پہلے قرآن پاک سے فال نکالو پھر کام کرو۔ کیا شریعت کی رو سے قرآن مجید سے فال نکالنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... قرآن مجید سے فال نکالنے کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں اس لئے فال نکالنا صحیح نہیں ہے۔ قرآن مجید کا مقصد حلال وحرام میں تمیز اور ضابطہ حیات کی طرف راہنمائی ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اگر قرآن سے فال نکالا اور بعد میں وہ بات غلط ثابت ہوئی تو اس غلط بات کی نسبت قرآن مجید کی طرف کی جائے گی جو موجب کفر ہے۔

لمافی قوله تعالٰی (الاسراء: ۹): ان هذا القرآن يهدی للتی هی اقوم ويبشر المؤمنين الذين يعملون الصالحات ان لهم اجرا كبيرا O لا

(الاعراف: ۱۵۷) ويحل لهم الطيبت ويحرم عليهم الخبائث الاية

وفی المشكوة (ص۳۹۲): عن ابن عباس قال كان رسول الله ﷺ يتفاول ولا يتطير وكان يحب الاسم الحسن.

(۴۰۸) فال کی شرعی حیثیت

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ فٹ پاتھ پر بیٹھے ہوتے ہیں جن کے پاس ایک طوطا اور چند لفافے ہوتے ہیں۔ کیا ان سے فال نکلوانا صحیح ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ فال نکالنا صحیح ہے کیونکہ روایات سے یہ ثابت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... صورت مسئولہ میں مروجہ فال کا طریقہ ناجائز ہے جو کسی بھی صورت میں جائز نہیں اور روایات میں جس فال کا ذکر ہے اس سے مراد کوئی اچھا کلمہ یا اچھی تعبیر ہے یعنی آپ نے کوئی کام شروع کیا یا شروع کرنے کا ارادہ کیا اس کے بعد آپ نے کوئی اچھا کلمہ سن لیا اور نیک فالی کے طور پر آپ نے اس سے اچھی تعبیر لے لی تو یہ صحیح ہے۔

لمافی المشكوة (ص۳۹۳): عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ من اتی كاهنا فصدقه بمايقول ...... فقد بری مماانزل علی محمد.

وفیھا ایضا (صـ ۲۹۲): عن ابن عباس قال کان رسول اللہ ﷺ یتفاؤل ولا یتطیر وکان یحب الاسم الحسن ....عن انس ان النبی ﷺ کان یعجبه اذا خرج لحاجة ان یسمع یاراشد یانجیح.

(۴۰۹) مسجد کے محراب کی مٹی زخم کے لئے استعمال کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں ہمارے علاقے میں یہ رواج ہے کہ جب چہرے یا سر پر ایک خاص قسم کا زخم ہوتا ہے تو مسجد کے محراب کی مٹی استعمال کرتے ہیں کیا اس طرح علاج کرنا ثابت ہے یا نہیں؟ اگر ثابت نہیں تو بھی اس کو پاک و مقدس مٹی سمجھ کر استعمال کیا جائے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......علاج کے لئے مٹی استعمال کرنا جائز ہے البتہ یہ عقیدہ رکھنا کہ شفا مٹی میں ہے یا کسی خاص مٹی میں ہے یہ درست نہیں۔

لما فی الصحیح للبخاری (۲/۸۵۵): حدثنا علی بن عبداللہ ....عن عائشة ان النبی ﷺ کان یقول للمریض بسم اللہ تربة ارضنا وریقة بعضنا یشفی سقیمنا.

(۴۱۰) آٹے کی گولیوں پر سورۃ مزمل پڑھ کر سمندر میں پھینکنے کی رسم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کا کہنا ہے کہ آٹے کی گولیوں پر سورہ مزمل پڑھنا اور انہیں جاری پانی جیسے سمندر وغیرہ میں پھینکنا جائز ہے، جبکہ بکر کا کہنا ہے کہ ایسا کرنا جائز نہیں ہے، اب ان دونوں میں جو بات صحیح ہو اس کی وضاحت فرمادیں، اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... یہ عمل صفر کے مہینے میں کیا جاتا ہے، اور اس مہینے کے متعلق لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ اس مہینے میں مصائب و بلائیں اور بیماریاں کثرت سے نازل ہوتی ہیں، اور ان سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ سورہ مزمل آٹے کی گولیوں پر پڑھ کر سمندر وغیرہ میں ڈالی جائیں تاکہ مچھلیاں ان کو کھائیں اور ہم ان مصائب سے محفوظ رہیں۔ لہٰذا سب سے پہلے یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ کیا واقعی یہ مہینہ منحوس ہے کہ اس میں مصائب کثرت سے نازل ہوتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ماہ صفر کے متعلق نحوست اور مصائب کے نزول کا عقیدہ لوگوں کا من گھڑت اور جاہلانہ عقیدہ ہے، جس کی شریعت اور دین اسلام میں کوئی اصل نہیں ہے، احادیث مبارکہ میں اس قسم کے عقائد سے منع کیا گیا ہے، لہٰذا ماہ صفر بلکہ کسی چیز کے بارے میں بھی نحوست کا عقیدہ رکھنا جائز نہیں کیونکہ غم وخوشی، صحت و بیماری وغیرہ سب اللہ تعالیٰ کی مرضی ومنشاء اور بندوں کی آزمائش کے طور پر آتے ہیں اس میں نہ تو کسی چیز کی نحوست کا دخل ہے اور نہ کسی اور چیز کا، بلکہ فاعل حقیقی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہے۔ اس بات کو سمجھ لینے کے بعد یہ سمجھئے کہ اگر مذکورہ عمل بھی ماہ صفر کی نحوست کی بناء پر کیا جاتا ہو تو جائز نہیں کیونکہ ماہ صفر کے بارے میں نحوست کا عقیدہ رکھنا ہی جائز نہیں تو یہ بناء فاسد علی الفاسد کی قبیل سے ہوجائے گا۔ اور اگر صرف

مقصود مچھلیوں ہی کو کھلانا ہے تو سورہ مزمل کی تخصیص کی کیا وجہ ہے؟ آپ ویسے ہی سمندر میں ڈال دیں البتہ ماہ صفر میں ڈالنے میں پھر بھی پرہیز بہتر ہے تاکہ ان لوگوں سے مشابہت بھی نہ ہو جو مذکورہ عقیدے کی وجہ سے یہ عمل کرتے ہیں۔

لما فی القران الکریم: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً. الایة (البقرة:۲۰۸)

وفی الصحیح للبخاری(۲/۸۵۹):عن ابی هریرة قال قال النبی ﷺ قال لاعدویٰ ولا صفرولاهامة.

وفی الصحیح لمسلم (۲/۲۳۰):عن ابی هریرة حین قال رسول الله ﷺ لا عدویٰ ولاصفر ولاهامة فقال اعرابی یا رسول الله فما بال الابل تکون فی الرمل کانها الظباء فیجئ البعیر الاجرب فیدخل فیها فیجربها کلها قال فمن اعدی الاول.

وفی مرقات المفاتیح (۹/ص۴):(ولا صفر) قال شارح کانت العرب یزعمون انه حیة فی البطن واللدغ الذی یجده الانسان عند جوعة من عضه قال ابوداؤد فی سننه قال بقیة سألت محمد بن راشد عنه قال کانوا یتشائمون بدخول صفر فقال النبی ﷺ لاصفر ......قال القاضی و یحتمل ان یکون نفیا لما یتوهم ان شهر صفر تکثر فیه الدواهی والفتن.

(۴۱۱) دوعیدوں کے درمیان شادی کو منحوس سمجھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں بعض لوگوں میں یہ بات رائج ہے کہ دوعیدوں کے درمیان شادی نہیں کرنی چاہئے کیونکہ اس میں برکت نہیں ہوتی اور یہ منحوس ہوتی ہے لہٰذا جلد طلاق کی نوبت آجاتی ہے۔ آیا یہ بات درست ہے شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......ان لوگوں کا مذکورہ خیال درست نہیں ہے کیونکہ اس کا شرعاً کوئی ثبوت نہیں ملتا بلکہ اس کے خلاف خود رسول اللہ ﷺ کا عمل موجود ہے کہ آپ نے خود شوال کے مہینے میں شادی کی۔

لمافی الصحیح لمسلم (۱/۴۵۶): عن عائشة رضی الله عنها قالت تزوجنی رسول الله ﷺ فی شوال وبنی بی فی شوال فای نساء رسول الله ﷺ کان احظی عنده منی قال وکانت عائشة تستحب ان تدخل نساء ها فی شوال.

قال النووی تحت هذه الروایة : فیه استحباب التزوج والتزویج والدخول فی شوال وقدنص اصحابنا علی استحبابه بهذالحدیث وقصدت عائشة بهذا الکلام رد ما کانت الجاهلیة علیه وما یتخیله بعض العوام الیوم من کراهة التزوج والتزویج والدخول فی شوال وهذا باطل لااصل له وهو من آثار الجاهلیة کانوایتطیرون بذلک لمافی اسم شوال من الاشالة والرفع.

(۴۱۲) رات کو آئینہ دیکھنا یا جھاڑو دینا

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ پندنامہ میں جو رات کو آئینہ دیکھنے یا جھاڑو دینے سے ممانعت آئی ہے اس کی اصل کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... شرع میں ان دونوں چیزوں کی کوئی اصل نہیں ہے محض عوام میں مشہور ہیں اور جن بزرگوں کے کلام میں ہے محض طب وحکمت کے طور پر ہے ورنہ یوں کہا جائے گا کہ بعض بزرگوں پر حسن ظن کا غلبہ تھا لہٰذا ارادی طور پر کوئی جرح کئے بغیر نقل کر دیا پس ایسے حضرات معذور ہیں اور ان کا قول قابل عمل نہیں۔

هكذا صرح في امداد الفتاوى (۳۷۰/۴)

(۴۱۳) کتے کی پیدائش کے متعلق غلط فہمی

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر مشہور ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے جو مٹی باقی بچی تھی اس سے اللہ تعالیٰ نے کتے کو پیدا کیا اسی وجہ سے یہ انسان کے ساتھ سب سے زیادہ وفاداری کا ثبوت دیتا ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... یہ بات کہیں سے ثابت نہیں کہ آدم علیہ السلام کی بچی ہوئی مٹی سے کتے کو پیدا کیا گیا البتہ یہ ثابت ہے کہ آدم علیہ السلام کے جسم اطہر سے بچی ہوئی مٹی سے کھجور کے درخت کو پیدا کیا گیا۔

لما في احكام القرآن للقرطبي (۲۶۰/۹): قال كلوا من عمتكم يعني النخلة خلقت من فضلة طينة آدم عليه السلام.

وفي معالم التنزيل للبغوي (۳۳/۳): الحكمة في تشبيهها بالنخلة من بين سائر الاشجار .... لانها خلقت من فضل طينة آدم عليه السلام ولذلك قال النبي ﷺ اكرموا عمتكم قيل من عمتنا قال النخلة.

وفي عمدة القاري (۱۵/۲): قال الكرماني ان النخلة خلقت من بقية طينة آدم عليه السلام فهي كالعمة للاناس.

(۴۱۴) کیا ہدہد سید ہے؟

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہدہد جو ایک پرندہ ہے بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ سید ہے

اس لئے اس کا کھانا جائز نہیں کیا یہ بات صحیح ہے کہ ہد ہد سید ہے اور اس کا کھانا جائز نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... ہد ہد حلال ہے اور اس کا کھانا جائز ہے۔ اسے سید کہنا من گھڑت بات ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں۔

لما فی خلاصة الفتاوی (۴/۳۰۴): وفی فتاوی الولوالجی اکل الهدهد لابأس به لانه لیس بذی مخلب من الطیور.

وفی الهندیة (۵/۲۹۰): اکل الخطاف والصلصل والهدهد لابأس به لانهالیست من الطیور التی هی ذوات مخلب کذا فی الظهیریة.

(۴۱۵) بچہ اگر مختون پیدا ہو تو یہ بزرگی کی علامت ہے؟

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک بچہ پیدا ہوا ہے جو کہ مختون تھا۔ ہمارے علاقے میں اس مسئلے پر بہت اختلاف پیدا ہوا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ بزرگی کی علامت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ بچہ ناقص پیدا ہوا ہے۔ اب آپ فیصلہ فرمائیں کہ مختون پیدا ہونا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... بچے کا مختون پیدا ہونا قدرت کا ایک کرشمہ ہے۔ بہت سے انبیاء مختون پیدا ہوئے اور نیک فالی کے طور پر بزرگی مراد لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لما فی الدرالمختار (۶/۷۵۱): وقد جمع السیوطی من ولد مختونا من الانبیاء علیهم الصلوة والسلام فقال ......

وفی الرسل مختون لعمرک خلقة ثمان وتسع طیبون اکارم

وهم زکریا شیث ادریس یوسف ......

(۴۱۶) جاہل اور جعلی پیر کے ہاتھ پاؤں چومنا

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل دیہاتوں میں عام رواج ہے کہ مرد اور عورتیں جاہل اور جعلی پیروں کے ہاتھ اور پاؤں چومتے ہیں۔ ان کے اس فعل کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟ نیز کسی باشرع عالم یا بزرگ کے ہاتھ اور پاؤں چومنا عندالشرع جائز ہے یا نہیں؟ تفصیل سے بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... کسی عالم یا بزرگ کے ہاتھ چومنا برکت کے لئے یا علم کی وجہ سے جائز ہے اس کے علاوہ دیگر اشخاص کے ہاتھ اس طرح چومنا ناجائز اور حرام ہے۔ خاص طور پر عورت کا اجنبی مردوں کے ہاتھ چومنا قطعاً ناجائز ہے۔ چاہے وہ شخص عالم ہو یا کوئی اور ہو کسی صورت میں جائز نہیں۔

لمافی الصحیح للبخاری (۲/۱۰۷۱): عن عائشة رضی اللہ عنہا ....مامست ید رسول اللہ ﷺ ید امرأة الاامرأة یملکہا.

وفی الهندیة (۵/۳۶۹): تقبیل ید العالم والسلطان العادل جائز ولارخصة فی تقبیل ید غیرهما هو المختار کذا فی الغیاثیة.

وفیها ایضا (۵/۳۲۹): ولایحل له ان یمس وجهها ولاکفها وان کان یأمن الشهوة.

وفی الدرالمختار (۶/۳۸۳): ولابأس بتقبیل یدالعالم والمتورع علی سبیل التبرک والسلطان العادل ....ولارخصة فیه ای فی تقبیل الید لغیرهما.

(۴۱۷) بغیر عقیقہ کے مرے ہوئے بچے کی شفاعت

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ پنجاب کے بعض دیہاتوں میں مشہور ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد جس بچہ کا عقیقہ نہ کرایا جائے اور وہ بچہ قبل البلوغ مرجائے تو وہ بچہ والدین کی شفاعت نہیں کرے گا۔ کیا ان لوگوں کا یہ کہنا صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً.....احادیث سے یہ بات صراحتاً تو نہیں ملتی البتہ ابوداؤد باب العقیقہ کی ایک روایت کل غلام رهینة بعقیقة میں محدثین کے مختلف اقوال ہیں، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی طرف یہ منسوب ہے کہ جس بچے کا عقیقہ نہ کرایا جائے اور وہ بچپن ہی میں مرجائے تو وہ والدین کی شفاعت نہیں کرے گا۔

لمافی نیل الاوطار (۳/۲۰۹): (کل غلام رهینة بعقیقة) قال الخطابی: اختلف الناس فی معنی هذا، فذهب احمد لابن حنبل إلی ان معناه انه اذا مات وهو طفل ولم یعق عنه لم یشفع لأبویه. وقیل: انه مرهون بالعقیقة بمعنی انه لا یسمی ولا یحلق شعره الا بعد ذبحها وبه صرح صاحب المشارق والنهایة. انتهی

وفی مرقاة المفاتیح (۸/۷۸): وفی شرح السنة قد تکلم الناس فیه، واجودها ما قاله احمد بن حنبل معناه. انه اذا مات طفلا ولم یعق عنه لم یشفع فی والدیه وروی عن قتادة انه یحرم شفاعتهم.

(۴۱۸) جھوٹے میں مزید پانی ملانے سے بیماری پیدا ہوتی ہے؟

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک تبلیغی امیر صاحب بیان فرمارہے تھے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''مومن کے جھوٹے میں شفا ہے''۔ امیر صاحب نے مزید کہا کہ یہ تو صحیح ہے کہ شفا ہے لیکن اگر اس میں مزید پانی ملایا جائے تو وہ شفا ختم ہو جاتی ہے اور وہ بیماری بن جاتی ہے۔ کیا واقعی شرعاً ایسا ہی ہے کہ مزید پانی ملانے سے وہ شفا بیماری بن جاتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن کے جھوٹے میں شفاء ہے۔ البتہ اس سے آگے والی بات کہ مزید پانی ملانے سے بیماری بن جاتی ہے اس کا کہیں ثبوت موجود نہیں۔ لہٰذا اس بات کا اعتبار نہ کیا جائے اور مزید یہ کہ بغیر معلومات کے کوئی بات دین یا حضور ﷺ کی طرف منسوب کرکے بیان کرنا انتہائی جرأت کی بات ہے، جس سے ازحد اجتناب کی ضرورت ہے۔

لمافی المقاصد الحسنة (صـ۲۴۱): ریق المؤمن شفاء، معناه صحیح ففی الصحیحین ....واما ماعلی الالسنة من ان سور المؤمن شفاء ففی الافراد للدارقطنی من حدیث نوح بن ابی مریم عن ابن جریج عن عطاء عن ابن عباس رفعه من التواضع ان یشرب الرجل من سؤر اخیه.

(۴۱۹) قرآن شریف کے نیچے سے گزرنا شفاء کے حصول کیلئے

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ اپنے دروازوں پر قرآن شریف کو لٹکا لیتے ہیں اور اس کے نیچے سے گزرتے ہیں تاکہ ان کو امراض سے صحت نصیب ہو جائے، کیا اس طرح سے کرنا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین اور سلف صالحین سے ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... تتبع وتلاش کے باوجود کسی کتاب میں ایسی کوئی صراحت نہیں ملی کہ یہ بات یعنی قرآن کو دروازے پر لٹکانا اور لوگوں کا اس کے نیچے سے صحت امراض کیلئے گزرنا ثابت ہو اور نہ ہی شریعت میں اس کا کوئی ثبوت ہے۔

لمافی المشکوة (صـ۲۷): عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد.

..........وعن جابر ﷺ قال قال رسول الله ﷺ اما بعد فان خیر الحدیث کتاب الله وخیر الهدی هدی محمد وشر الامور محدثاتها وکل بدعة ضلالة.

وفی مرقات المفاتیح تحته (۱/۲۱۵): وفی روایة لمسلم من عمل عملا ای اتی بشئی من الطاعات او بشئی من الاعمال الدنیویة والاخرویة سواء کان محدثا او سابقا علی الامر لیس علیه امرنا ای کان من صفته انه لیس علیه اذننا بل اتی به علی حسب هواه فهو رد ای مردود غیر مقبول.

(۴۲۰) زلزلے کا سبب

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر مشہور ہے کہ زلزلہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ زمین کو بیل نے اپنے سینگ پر اٹھا رکھا ہے، جب ایک سینگ تھک جاتا ہے تو وہ زمین کو دوسرے سینگ پر کر لیتا ہے جس سے زلزلہ پیدا ہوتا ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......شریعت مطہرہ میں بیل کا زمین کو سینگوں پر اٹھانے کا ذکر کہیں نہیں ملتا بلکہ زلزلہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جس کا ظہور کبھی کبھار ہوتا ہے اور بعض دفعہ جب کسی قوم میں گناہوں کی کثرت ہو جائے تو اس کی وجہ سے بھی زلزلے آتے ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ کا امر یا گناہوں کی کثرت یہ باطنی اسباب میں سے ہیں اور ظاہری اسباب کے لحاظ سے اس کی کئی دوسری وجوہات بھی ہو سکتی ہیں۔دونوں میں کوئی تعارض یا منافات نہیں ہے۔

لمافی روح المعانی (۱۱۱/۱۷): تحت آیة ان زلزلة الساعة شئ عظیم ....قال العلامة الآلوسی فی بحث سبب الزلزلة ....تحدث هذه الحركة بتحريک ملک بناء علی ماروی ان فی الارض عرقا تنتهی الی جبل قاف وهی بيد ملک هناک فاذا اراداللہ عزوجل امر امره ان يحرک عرقا فاذا حركه زلزلت الارض ....ولا يخفی انه اذا صح حديث فی بيان سبب الزلزلة لاينبغی العدول عنه والافلابأس بالقول برأی الفلاسفة وهو لاينافی القول بالفاعل المختار كماظن بعضهم.

وفی المشكوة (صـ ۴۷۰): عن ابی هريرة قال قال رسول اللہ ﷺ اذا اتخذ الفئ دولا والامانة مغنما والزكوة مغرما وتعلم لغير الدين واطاع الرجل امرأته ....فارتقبوا عند ذلک ريحا حمراء وزلزلة وخسفا.

(۴۲۱) دلہن کی رخصتی کے وقت اذان دینا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب لڑکی کی شادی ہوتی تو اسے ڈولی میں بٹھاتے وقت اذان دی جاتی ہے۔کیا ایسا کرنا ثابت ہے یا نہیں؟ شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......دلہن کو ڈولی میں اس لئے نہیں بٹھایا جاتا کہ اس طرح بٹھانا ثابت ہے بلکہ صرف آسانی مقصود ہوتی ہے۔اس لئے جب ڈولی میں بٹھانا ثابت نہیں تو اذان دینا بطریق اولیٰ ثابت نہیں ہوگا۔لہٰذا رخصتی کے وقت اذان دینا بدعت کے زمرے میں داخل اور قابل اجتناب ہے۔

لمافی المشكوة المصابيح (صـ ۲۷): عن عائشة رضی اللہ عنها قالت قال رسول اللہ ﷺ من احدث فی امرنا هذا ماليس منه فهو رد.

(۴۲۲) صدقہ کے وقت بکرے کو مریض کے گرد گھمانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں یہ رائج ہے کہ صدقہ کے لئے مرغی اور بکرا

وغیرہ کسی غریب کو دینے سے پہلے مریض یا گھر یا گاڑی وغیرہ جس کا صدقہ کرنا ہوتا ہے اس کے گرد گھماتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا شریعت میں ثابت ہے اور صدقہ کرنے کے لئے اس طرح گھمانا ضروری یا کم سے کم مستحسن ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......روایات کثیرہ میں صدقات وغیرہ کی بڑی فضیلت آئی ہے لیکن کہیں کوئی خاص مقدار یا پھر صدقہ کرنے سے پہلے کسی خاص طریقے کا بیان نہیں ہے لہٰذا جس قدر استطاعت ہو صدقہ کرنا چاہئے۔ باقی رہا یہ معاملہ کہ اسے پہلے مریض وغیرہ کے گرد چکر لگوانا اس کی کوئی اصل شریعت میں نہیں ہے۔ لہٰذا اس کا اہتمام والتزام جائز نہیں۔

لما في المشكوة (ص۱۶۸): عن انس قال قال رسول الله ﷺ ان الصدقة لتطفئ غضب الرب وتدفع ميتة السوء.

وفيها ايضاً (ص۱۶۷): عن ابى هريرة قال قال رسول الله ﷺ يا نساء المسلمات لاتحقرن جارة لجارتها ولو فرسن شاة.

﴿کتاب التاریخ و السیر﴾

(تاریخ اور سیر کے بیان میں)

(۴۲۳) قوم عاد کی قد وقامت اور شداد کی جنت

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر قوم عاد کی قد وقامت کے بارے میں عجیب وغریب باتیں سننے میں آتی ہیں۔ کیا ان کی کوئی اصل موجود ہے؟ نیز اسی طرح شداد کا قصہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ کیا اس کا کہیں سے ثبوت ملتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ......قوم عاد کی قد وقامت کے بارے میں مفسرین نے مختلف اقوال ذکر کئے ہیں جن میں زیادہ مشہور قول بارہ (۱۲) گز کا ہے۔ اور شداد کے قصے کی بھی اصل موجود ہے چنانچہ تفاسیر میں شداد کے متعلق واقعہ موجود ہے۔

لمافی احکام القرآن للقرطبی (۴۵/۲۰): قال ابن عباس فی روایة عطاء کان الرجل منهم طوله خمسمائة ذراع والقصیر منهم ثلثمائة ذراع بذراع نفسه وروی عن ابن عباس ایضا ان طول الرجل منهم کان سبعین ذراعا [ابن العربی] وهو باطل لان فی الصحیح ان الله خلق آدم طوله ستون ذراعا فی الهواء فلم یزل الخلق ینقص الی الآن وزعم قتادة ان طول الرجل منهم اثناعشر ذراعا.

وفیها ایضا (۴۷/۲۰): وروی انه کان لعاد ابنان شداد وشدید فملکا وقهرا ثم مات شدید وخلص الامر لشداد ....وذکر القصة..........

وفی تفسیر المظهری (۲۵۵/۱۰): قال مقاتل کان طولهم اثنی عشر ذراعا یعنی من ذراع النبی ﷺ.

وفی زادالمسیر (۲۵۹/۸): ان عادا المنسوب الیهم عاد الاولی کان له ولدان شدید وشداد فلما مات عاد ثم مات شدید وبقی شداد ملک الارض ودانت له الملوک ......وذکر القصة ......

(۴۲۴) غزوہ موتہ کب اور کس وجہ سے ہوا؟

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ غزوہ موتہ کس تاریخ اور کس کی امارت میں ہوا۔ اس میں مسلمانوں کی تعداد کتنی تھی اور مسلمانوں کو آخر میں فتح ہوئی یا شکست؟ تفصیل سے بیان فرمائیں اور پوچھنے کی وجہ یہ ہے کہ میرے پاس

دو کتابچے ہیں ان کا آپس میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔لہٰذا آپ جو صحیح بات ہے تحریر فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......شرحبیل بن عمرو غسانی جو قیصر کے امراء میں سے تھا اس نے نبی کریم ﷺ کے قاصد کو قتل کروادیا جس کی وجہ سے سنہ ۸ ھجری ماہ جمادی الاولی میں آپ علیہ السلام نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی امارت میں تین ہزار کا لشکر روانہ فرمایا اس میں خود حضرت زید رضی اللہ عنہ ان کے علاوہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوگئے تھے لیکن آخرکار فتح مسلمانوں کو ہوئی۔

لمافی کتاب المغازی للواقدی (۲/۷۵۵): حدثنا الواقدی ....قال بعث رسول اللہ ﷺ الحارث بن عمیر الازدی ثم احد بنی لھب الی ملک بصری بکتاب فلما نزل موتة عرض له شرحبیل بن عمرو الغسانی فقال این ترید ؟ قال الشام. قال :لعلک من رسل محمد قال نعم،انارسول رسول اللہ فأمر به فاوثق رباطا،ثم قدمه فضرب عنقه صبرا..........فبلغ رسول اللہ ﷺ الخبر فاشتد علیه وندب الناس واخبرھم بمقتل الحارث ومن قتله فاسرع الناس وخرجوا فعسکروا بالجرف ....فقال رسول اللہ ﷺ زید بن حارثة امیر الناس.

وفی البدایة والنھایة (۴/ ۲۴۱): وھی سریة زید بن حارثة فی نحو من ثلاثة الاف الی ارض البلقاء من ارض الشام ....عن عروة بن زبیر قال بعث رسول اللہ ﷺ بعثه الی موتة فی جمادی الاولی من سنة ثمان واستعمل علیھم زید بن حارثة.

(وھکذانقل فی تاریخ الطبری ج۲/ص ۳۱۹)

(۴۲۵) فتح کے موقع پر قتل کیے گئے بعض اشخاص کے نام اور ان کے جرائم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے سنا ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر باقی سب کو معاف کردیا گیا لیکن چند اشخاص ایسے بھی تھے جنھیں معاف نہیں کیا گیا وہ کون کون تھے اور انہوں نے کیا جرم کیا تھا ؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں جو اشخاص فتح مکہ کے دن بھی مجرم ٹھہرے ان میں ایک عبداللہ بن خطل تھا، یہ پہلے مسلمان ہوگیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اسے عامل بنا کر صدقات کی وصولی کے لئے بھیجا اس کے ہمراہ ایک غلام بھی بھیجا تھا، راستہ میں ابن خطل نے کسی موقع پر غلام سے کھانا تیار کرنے کو کہا لیکن غلام سوگیا ابن خطل نے غصہ میں آکر اس غلام کو قتل کردیا اور خود صدقہ کے اونٹ لے کر مکہ گیا اور مرتد ہوگیا، بعد میں یہ رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں اشعار کہا کرتا تھا، اس کی دو باندیاں تھیں ناچ گانے کی مجلس سجا کر ان سے رسول اللہ ﷺ کے خلاف اشعار پڑھوایا کرتا تھا تو اس نے تین جرم کیے تھے اول ناحق خون بہایا تھا دوم مرتد ہوگیا تھا سوم رسول اللہ

ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کا مرتکب تھا، فتح مکہ کے دن یہ کعبہ کے پردوں میں لپٹ گیا تھا آپ ﷺ کو اطلاع کی گئی آپ ﷺ نے فرمایا اس کو وہیں قتل کردو، چنانچہ حضرت ابو برزۃ اسلمیؓ اور حضرت سعید بن حریثؓ نے جا کر اس کو قتل کردیا۔

۲۔ مقیس بن ضبابۃ بھی پہلے مسلمان ہوگیا، پھر مرتد ہوکر مکہ مکرمہ آ گیا تھا۔ نمیلہ بن عبداللہ نے اس کا کام تمام کیا۔

۳۔ حویرث بن نقید یہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخانہ اشعار کہا کرتا تھا۔

۴۔ حارث بن طلاطل یہ بھی آپ ﷺ کی ہجو میں اشعار کہا کرتا تھا۔

۵۔ قریبہ یہ ابن خطل کی باندی تھی، رسول اللہ ﷺ کے خلاف اشعار پڑھا کرتی تھی۔

۶۔ مباح الدم قرار دیے جانے والوں میں سے حبیرہ بن وہب بھی تھا، یہ فتح مکہ کے وقت نجران کی طرف بھاگ نکلا اور وہیں کفر کی حالت میں مرا۔

۷۔ سارہ نامی ایک خاتون بھی تھی بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ عورت بھی قتل کی گئی جبکہ دوسرے بعض حضرات کا رجحان یہ ہے کہ یہ عورت مسلمان ہوگئی تھی، اور حضرت عمرؓ کے زمانے تک زندہ رہی۔ یہی وہ عورت تھی جو حاطب بن ابی بلتعہ کا خط لیکر مکہ جارہی تھی۔

لما في الصحيح للبخاري (۲/۶۱۴): حدثنا يحيىٰ بن قزعة ……عن انس بن مالك ان النبي ﷺ دخل مكة يوم الفتح وعلى رأسه مغفر فلما نزعه جاء رجل فقال ابن خطل متعلق باستار الكعبة فقال اقتله قال مالك ولم يكن النبي ﷺ فيما نرى والله اعلم يومئذ محروماً.

وعلى هامشه :قوله ابن خطل ……اسمه عبدالله وكان اسلم ثم ارتد وقتل قتيلا بغير حق وكانت له قينتان تغنيان بهجاء رسول الله ﷺ فضربت عنقه صبرا بين زمزم ومقام ……ومنهم مقيس بن ضبابة كان اسلم ثم ارتد قتله رجل من الانصار ومنهم الحويرث ابن نقيد كان يؤذى النبي ﷺ وينشد الهجاء قتله علي بن ابى طالب رضى الله عنه.

وفي المصنف لابن ابى شيبة (۷/ ۴۰۵):حدثنا احمد بن مفضل قال حدثنا اسباط بن نصر قال زعم السدى عن مصعب بن سعد عن ابيه قال لما كان يوم الفتح مكة امن رسول الله ﷺ الناس الا اربعة نفروامرأتين وقال اقتلوهم وان وجدتموهم متعلقين باستار الكعبة عكرمة بن ابىٔ جهل وعبد الله ابن خطل ومقيس بن ضبابة وعبدالله بن سعد بن ابى سرح فاما عبدالله ابن خطل فأدرك وهو متعلق باستار الكعبة فاستبق اليه سعيد بن حريث وعمار فسبق سعيد عمارا وكان اشب الرجلين فقتله واما مقيس بن ضبابة فادركه الناس فى السوق فقتلوه.

وفي فتح البارى (۸/صـ۹):قال وقد كان رسول الله ﷺ امر امراءا ان لايقتلوا الا من قاتلهم غير انه اهدر دم نفر سماهم وقد جمعت اسماهم من متفرقات الاخبار وهم عبد العزى بن خطل وعبد الله

بن سعد بن ابی سرح ......والحویرث بن نقیذ ......ومقیس بن صبابة ......وقینتان کانتا لابن خطل کانتا تغنیان بهجو النبی ﷺ وسارة مولاة بنی المطلب وهی التی وجد معها کتاب حاطب ......واما الحویرث فکان شدید الاذی لرسول الله ﷺ بمکة فقتله علی یوم الفتح واما مقیس بن ضبابة فکان اسلم ثم عدا علی رجل من الانصار فقتله وکان الانصاری قتل أخاه هشام خطأ فجاء مقیس فاخذا لدیة ثم قتل الانصاری ثم ارتد فقتله نمیلة بن عبدالله یوم الفتح ...... واما القینتان فاسمهما فرتنی وقرینه فاستؤمن لاحدهما فاسلمت وقتلت الاخری واما سارة فاسلمت وعاشت الی خلافة عمر رضی الله عنه وقال الحمدی بل قتلت وذکر ابو معشر فیمن اهدر دمه الحرث بن طلاطل الخزاعی قتله علی وذکر غیر ابن اسحاق ان فرتنی هی التی اسلمت وان قرینة قتلت وذکر الحاکم ایضا ممن اهدر دمه کعب بن زهیر وقصته مشهورة وقد جاء بعد ذلک واسلم ومدح ......وارنب مولاة ابن خطل ایضا قتلت .... اختلف فی اسمها او باعتبار الکنیة واللقب......

وفی البدایة والنهایة (۲/۲۹۶):......ویقال اسمه عبد العزی بن خطل ویحتمل انه کان کذلک ثم لما اسلم یسمی عبدالله ولما اسلم بعثه رسول الله ﷺ مصدقا وبعث معه رجلا من الانصار وکان معه مولی له فغضب علیه غضبه فقتله ثم ارتد مشرکا......وکان له قینتان فرتنی وصاحبتها فکانتا تغنیان بهجاء رسول الله ﷺ ......فقتل وهو متعلق باستار الکعبة اشترک فی قتله ابو برزة الاسلمی وسعید بن حریث المخزومی وقتلت احدی قینة واستؤمن للاخری قال والحویرث بن نقیذ بن وهب بن عبدقصی وکان ممن یؤذی رسول الله.

ﷺ بمکة ...... فلما اهدر دمه قتله علی بن ابی طالب رضی الله عنه...... مقیس بن ضبابة لانه قتل قاتل اخیه خطأ بعد ما أخذ الدیة ثم ارتد مشرکا قتله رجل من قومه یقال له نمیلة بن عبدالله ...... وسارة مولاة لبنی عبدالمطلب ولعکرمة بن ابی جهل لانها کانت تؤذی رسول الله ﷺ بمکة وقد تقدم عن بعضهم انها التی تحملت الکتاب من حاطب بن ابی بلتعة وکانها عفی عنها او هربت ثم اهدر دمها.

(۴۲۶) کیا معرکۂ کربلا جہاد تھا؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی کربلا کی لڑائی جہاد تھا یا سیاسی جنگ؟ بعض حضرات سے میں نے سنا ہے کہ کربلا کے تمام واقعات بنائی ہوئی کہانیاں ہیں اصل میں کوئی واقعہ نہیں ہوا، آپ وضاحت

فرمادیں کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟ کیا تاریخی کتب میں یہ واقعہ موجود ہے اور وہ روایات کس درجہ کی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ میں پہلی شق کا جواب یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی کربلا میں لڑائی جہاد ہی تھا اس لئے کہ جس وقت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی فوج سے خروج کیا اس وقت تک یزید کی حکومت قائم نہیں ہوئی تھی کیونکہ اول: یزید کے ہاتھ پر اس وقت بیعت نہیں ہوئی تھی۔

دوم: یزید کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنا ولی عہد بنایا تھا اور بذریعہ استخلاف (ولی عہد) انعقاد خلافت کیلئے چند شرائط ہیں جن میں ایک یہ ہے کہ اگر ولی عہد خلیفہ کا بیٹا یا والد ہے تو صرف استخلاف سے خلیفہ نہیں بنے گا بلکہ اھل حل وعقد اور اھل اختیار کی موافقت بھی ضروری ہے، اور دوسری شرط یہ ہے کہ ولی عہد میں خلافت کی تمام شرائط پائی جاتی ہوں۔ اور کسی شخص میں شرائط خلافت کے پائے جانے اور نہ پائے جانے میں دو افراد کی رائے مختلف ہوسکتی ہے، چنانچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یزید میں خلافت کی شرائط پائی جارہی تھیں لہٰذا اس کا ولی عہد بننا درست تھا، جبکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مطابق یزید میں خلافت کی تمام شرائط نہیں پائی جارہی تھیں لہٰذا اس کا ولی عہد بننا درست نہ تھا، چنانچہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے استخلاف کے باوجود یزید خلیفہ نہ تھا اور ابھی اھل حل وعقد نے یزید کی خلافت کو قبول بھی نہ کیا تھا اور یزید زبردستی خلافت قائم کرنا چاہتا تھا، لہٰذا آپ کے علم وفضل اور دینی رتبے کی بناء پر آپ کی ذمہ داری تھی کہ ایک ایسا شخص جو آپ کی رائے کے مطابق اس عہدے کا اہل نہ تھا اسے اس عہدے پر فائز ہونے سے باز رکھیں۔ چنانچہ آپ اس ذمہ داری کو نبھانے کیلئے نکلے اور شروع میں کچھ لوگوں نے آپ کو حمایت کا یقین بھی دلایا جو اس بات کی علامت تھی کہ لوگ یزید کی بیعت کیلئے تیار نہیں اس حمایت کے جتانے میں کوفہ والے پیش پیش تھے لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کوفہ پہنچنے سے پہلے ہی حالات میں اس قدر تیزی سے تبدیلی آئی کہ حالات کی نوعیت بالکل بدل گئی کہ اہل کوفہ نے آپ کے سفیر مسلم بن عقیل سے غداری کرتے ہوئے یزید کی طرف سے متعین کردہ حاکم عبید اللہ بن زیاد سے اتحاد کرلیا اور مسلم بن عقیل کو شہید کردیا گیا، اسی طرح حجاز مقدس میں لوگوں سے زبردستی بیعت لے لی گئی۔ جب آپ کو یہ معلوم ہوا تو آپ خلافت سے دست بردار ہوگئے اور واپس مدینہ منورہ آنا چاہا لیکن دشمن کی فوج نے آپ کی مختصر جماعت جس میں خاندان کے افراد شامل تھے کے گرد گھیرا ڈال لیا اور مدینہ منورہ واپس نہ جانے دیا۔ عبید اللہ بن زیاد کی طرف سے متعین کردہ فوجی افسر عمرو بن سعد کے سامنے آپ نے تین تجویزیں رکھیں کہ اول مجھے مدینہ واپس جانے دیا جائے دوم مجھے ترکوں کی سرحد پر جانے دو تاکہ میں اپنی باقی زندگی جہاد میں گزاردوں، سوم، مجھے یزید سے ملنے دو میں اس سے فیصلہ کرلوں گا۔

عمرو بن سعد نے یہ تجویزیں ابن زیاد کو لکھ بھیجیں اور ابن زیاد کو مشورہ دیا کہ ان میں سے کسی ایک تجویز کو قبول کرکے انہیں چھوڑ دیا جائے مگر شمر کے کہنے پر ابن زیاد نے ان تجویزوں کو رد کردیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اھل وعیال سمیت قید کرنے کا حکم لکھ بھیجا۔ اس وقت آپ کے لئے دو ہی راستے تھے کہ خود کو اھل وعیال سمیت گرفتار کرواکر ذلت قبول کرلیں یا پھر مردانہ طریقے سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوجائیں، شریعت کسی کو مجبور نہیں کرتی کہ اپنا نفس اور اہل وعیال ظالموں کے ہاتھوں میں دے دے اور ذلت قبول کرلے، جیسا کہ روایت

مبارکہ میں ہے۔

عن سعید بن زید قال قال رسول الله ﷺ من قتل دون ماله فهو شهید و من قتل دون اهله فهو شهید و من قتل دون دینه فهو شهید (مسند الامام احمد، ۱/ ۱۱۳)

حضرت سعید بن زید روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل ہوا وہ شہید ہے اور جو شخص اپنے اہل وعیال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل ہوا وہ شہید ہے اور جو شخص اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے قتل ہوا وہ بھی شہید ہے۔

اور ایک دوسری روایت میں فرمایا۔

عن ابن عباس عن النبی ﷺ من قتل دون مظلمته فهو شهید (مسند الامام احمد، ۱/ ۱۰۵)

(ترجمہ) حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جسے ظلماً قتل کیا جائے وہ شہید ہے۔

مندرجہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ ابتداءً حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا نکلنا اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے تھا اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے لڑنا جہاد ہے جیسا کہ روایت مبارکہ میں ہے کہ "من قاتل لتکون کلمة الله هی العلیاء فهو فی سبیل الله" (جو شخص اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر قتال کرے وہ اللہ کے راستے میں ہے) اور کربلا میں لڑائی کی نوبت اپنے اہل وعیال کی آبرو کی حفاظت اور ان کو ذلت سے بچانے کیلئے آئی اور یہ بھی جہاد ہے جیسا ابھی ذکر کردہ روایات سے معلوم ہوا، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ تمام اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ آپ کی لڑائی جہاد تھا جس میں آپ شہید ہوئے۔

۲۔ دوسری شق کا جواب یہ ہے کہ معتبر کتب تاریخ میں کربلاء کا واقعہ تفصیلاً ثقہ راویوں سے منقول ہے، چنانچہ ابن کثیرؒ نے واقعہ کربلا کی روایات کیلئے یہ عنوان قائم کیا ہے (وهذه صفة مقتلة مأخوذة من کلام ائمة هذا الشان لا کما یزعمه اهل التشیع من الکذب) (ترجمہ: یہ اس خونریزی اور قتل کا بیان ہے جو اس فن (تاریخ) کے آئمہ کے کلام سے مأخوذ اور منقول ہے اس کے بارے میں شیعہ کے جھوٹ اور بے اصل ہونے کا زعم اور نظریہ درست نہیں) جس میں کربلا کی روایات کو جمع کیا ہے، اسی طرح سیر اعلام النبلاء میں مختلف مقامات پر لکھا ہے کہ واقعہ کربلا کے راوی ثقہ ہیں لہٰذا اس واقعہ کا انکار نہیں کیا جاسکتا اور جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ حقیقتاً ایسا کوئی واقعہ نہیں یہ صرف کہانی کی حد تک ہی محدود ہے یہ ان کی جہالت کی علامت ہے، ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اہل تشیع کی طرف سے جس طرح اضافات وتحریفات کے ساتھ یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے اس کا ثبوت مشکل ہے۔

لما فی تکملة فتح الملهم (۳/ ۲۹۰): استخلاف الخلیفة نافذ علی الأمة بعد موته و لو لم یوافقه علیه اهل الحل و العقد (صـ ۲۹۱) اذا لم یکن ولی العهد ولدا او والدا للامام اما اذا کان ولدا او والدا ففیه خلاف قال القلقشندی فی "مأثر الانافة فی معالم الخلافة ۱: ۵۱" وقد اختلف العلماء فی

جواز انفراده بالعهد لولده اولوالده علی ثلاثة مذاهب :احدها انه لیس له الانفراد بذلک لواحد منهما بل لابد ان یوافقه اهل الحل والعقد علی صلاحیة المعهود الیه لذلک لان ذلک منه بمثابة التزکیة لیجری مجری الشهادة وتقلیده علی الامة مجری الحکم وهو لایجوز ان یحکم لوالدولا ولد ......

والذی یظهر لهذاالعبدالضعیف عفا الله عنه ان القول الاول اولیٰ نظرا الی ماظهر من المفاسد من استخلاف الابناء فی تاریخ المسلمین.والله سبحانه وتعالی اعلم

وفی الفقه الاسلامی (۸/۶۱۶۵): واما ضرورة توافر شروط الامام الشرعی فی ولی العهد فهو امر بدیهی مفروغ منه ککونه امینا ورعا ثقة مخلصا لله ناصحا للمسلمین قال الماوردی واذا عهد الامام بالخلافة الی من یصح العهد الیه علی الشروط المعتبرة کان العهد موقوفا علی المولی وتعتبر شروط الامامة فی المولی من وقت العهد الیه فان کان صغیرا او فاسقا وقت العهد لم تصح خلافته حتی یستأنف اهل الاختیار ببیعته.

ان شئت تفصیل الواقعة فانظر البدایة والنهایة المجلدالرابع الجزء الثامن الصفحة ۱۷۴ الی ۲۰۰

۲.سیر اعلام النبلاء المجلد الرابع الصفحة ۴۱۱ الی ۴۳۱

۳.الامامة والسیاسة لابن قتیبة المجلد الثانی الصفحة ۴ الی ۶

(۴۲۷) حضرت حسینؓ کا یزید کے خلاف نکلنا شریعت کی نظر میں نیز یزید پلید کہنے کا حکم

سوال......کیافرماتے ہیں علماءکرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جب یزید کی بیعت کا انکار کیا اس وقت وہ مسلمانوں کا خلیفہ تھااور خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنابظاہر بغاوت معلوم ہوتا ہے،اگر یہ بات صحیح نہیں تو صحیح بات تحریرفرمادیں تاکہ تسلی ہوجائے۔نیز یزید پلید کہنا کیسا ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں تفصیل یہ ہے کہ اسلام میں انتخاب خلیفہ کیلئے کچھ اصول وضوابط اور شرائط ہیں،جس میں پہلی قسم استخلاف ہے یعنی خلیفہ وقت چند باصلاح لوگوں سے مشورہ کرکے کسی کے بارے میں وصیت کردے کہ میرے بعد یہ آدمی خلیفہ ہوگا،جیساکہ حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ نے مختلف کبارصحابہ سے مشورہ کرکے حضرت عمررضی اللہ عنہ کومنتخب فرمایاتوبذریعہ استخلاف دوسرے خلیفہ کے لئے ضروری ہے کہ اس میں خلافت کی تمام شرائط پائی جارہی ہوں،اب یہی معاملہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد ہوا کہ آپ نے یزید کواپناخلیفہ بنایا،اب کسی شخص کے بارے میں دواشخاص کی رائے مختلف ہوسکتی ہے کہ اس میں خلافت کی شرائط پائی جارہی ہیں یانہیں چنانچہ یہاں پربھی ایساہی ہواکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں اس میں خلافت کی شرائط پائی جارہی تھیں جبکہ

حضرت حسین شہید رضی اللہ عنہ کے ہاں اس میں خلافت کی شرائط نہیں پائی جارہی تھیں لہذا فقدان شرائط کی بناء پر یزید کو خلیفہ بنانا حضرت حسین شہید رضی اللہ عنہ کے مطابق صحیح نہ تھا، اب شریعت کا اصول یہ ہے کہ ''من رأی منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ وان لم یستطع فبلسانہ وان لم یستطع فبقلبہ'' (تم میں جو شخص کسی برائی کو دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے تبدیل کرے اگر اسکی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اگر اس کی بھی طاقت نہیں تو دل میں اس کو برا سمجھے) لہذا جس شخص کو آپ اس ذمہ داری کا نااہل سمجھتے تھے اسے کیسے قبول کر لیتے لہذا آپ نے اس کے اقدام کو روکنے کا ارادہ کیا جس کے لئے کوفہ والوں نے مکمل حمایت کا یقین بھی دلایا اور اس وقت یزید خلیفہ نہیں بنا تھا لہذا آپ کا یہ اقدام ایک قائم حکومت کے خلاف نہ تھا لیکن بعد میں یزید نے زبردستی لوگوں سے بیعت لے لی اور کوفہ والوں نے اپنا رخ پھیر لیا تو آپ نے ارادہ کیا کہ واپس حجاز آجائیں جب کہ یزید کی فوج آڑے آگئی چنانچہ آپ اپنی اور اپنے اہل وعیال کی آبرو کی خاطر بادل ناخواستہ جنگ کے لئے تیار ہو گئے اور اسی معرکے میں جام شہادت نوش فرمالیا۔

نیز یزید کو پلید کہنا صحیح ہے یا نہیں؟ تو اس بحث کی حقیقت تک پہنچنا اور اس کی عقدہ کشائی اگر محال نہیں تو مشکل ضرور ہے کیونکہ اس معاملے میں اس قدر اختلاف ہے کہ اس کی تطبیق وتنقیح انتہائی پیچیدہ ہے، اس موضوع پر مصنفین تاریخ اور متقدمین نے یزید کے مناقب اور اس پر الزامات کو اس قدر رشد ومد سے ذکر کیا ہے جو ناقابل تسلیم ہیں، اب سب سے بہتر صورت یہی ہے کہ یزید سے متعلق حسن ظن کے درجے میں مطاعن سے سکوت اختیار کیا جائے گا یہی صورت سب سے زیادہ بہتر ہے اور خاص طور پر جب کہ ہمارے ایمانیات یا عملیات کے اعتبار سے کوئی چیز اس پر موقوف بھی نہیں اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں کتب تاریخ میں جو شکوک وشبہات موجود ہیں اس میں صحیح توجیہ کر کے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے برے میں حسن ظن رکھا جائے۔ یہی صراط مستقیم اور راہ اعتدال ہے اور اہل سنت والجماعت کا یہی متفقہ فیصلہ اور شعار ہے۔

لما في قوله تعالى :یاایھاالذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولاتجسسوا ولایغتب بعضکم بعضاً الایة (الحجرات:۲۶)

وفي الصحيح للبخاری ج ۱ ص۱۸۷ :عن عائشة رضی الله عنها قالت قال النبی ﷺ لاتسبوا الاموات فانهم قدأفضوا الی ماقدموا ......

وفيه ايضاً (۲/۸۸۶): عن ابن ابی نعم قال کنت شاهدا لابن عمرو سأله رجل عن دم البعوض فقال ممن انت قال من اهل العراق قال انظروا الی هذا یسألنی عن دم البعوض وقد قتلوا ابن النبی ﷺ وسمعت رسول الله ﷺ یقول هما ریحانا ی من الدنیا.

وفي النبراس (ص۵۴۰): وههنا بحث من الاشکالات القوية وهو ان الحسين بن علی رضی الله عنهما خرج علی یزید رضی الله عنه مع ان معاوية نصبه وبايعه الصحابة واجيب بان وجوب الطاعة هذا الشقی علی بضعة النبی ﷺ غیر معقول ولایخفی ان هذا الجواب لیس علی قانون الشرع لما

سمعت من انعقادالامامة ببيعة رجل واحد من اهل الحل والعقد ثم وجوب طاعةالامير ولو فاسقاً جائراً وعندى فى الجواب وجزه احدها ماحكى انه لم يخرج للخلافته بل ليستوطن الكوفة لكن الروايات الصحيحة بخلافه ثانيها ان اجتهاده حكم بان خلافته غير صحيحة لان الحسن بن على رضى الله عنهما سلم الخلافة الى معاوية بشرط ان لايجعلها فى اولاده ويكون الامر بعد شورى فى المسلمين ان قلت فلم خالفه معاوية؟ قلت ادى نظره الى ان الشرط انقضى بموت الحسن رضى الله عنه ان قلت سلمنا ان التسليم غير صحيح لكن قد بايعه الناس حتى الصحابة به قلت روى بيعتهم وقعت جبرا......الى قوله ......قلت حكم المجتهد لايلزم مجتهدا آخر.

وفى البداية والنهاية (۱۶۳/۴): فبعث الوليد من ساعته نصف ليل الى الحسين بن على وعبدالله بن زبير فاخبرهما بوفاة معاوية ودعاهما الى البيعة ليزيدبن معاوية فقالا الى ان نصبح وننظر مايصنع الناس ووثب الحسين فخرج وخرج معه ابن زبير وقالا هو يزيد الذى نعرف والله ماحدث له عزم ولامروءة.

وفيها ايضاً (۲۳۳/۴): وقد كان يزيد فيه خصال محمودة من الكرم والحلم والفصاحة والشعر والشجاعة وحسن الراى فى الملك وكان ذاجمال حسن المعاشرة وكان فيه ايضاً اقبال على الشهوات وترك بعض الصلوات فى بعض الاوقات واما تتها فى غالب الاوقات.

وفى الصفحة ۲۳۴ :وقال الحافظ ابو يعلى حدثنا الحكم بن موسى حدثنا يحى بن حمزة عن هشام بن الغاز عن مكحول عن ابى عبيدة ان رسول الله ﷺ قال لايزال امر امتى قائما بالقسط حتى يثلمه رجل من بنى امية يقال له يزيد.

وفى تاريخ الخلفاء (ص۲۰۹): وقال نوفل بن ابى الفرات كنت عند عمر بن عبدالعزيز فذكر رجل يزيد فقال "قال امير المؤمنين يزيد بن معاوية "فقال تقول امير المؤمنين وأمر به فضرب عشرين سوطا.

(۴۲۸) حضرت آدم علیہ السلام کی قبر مبارک

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی قبر مبارک کہاں ہے؟ تفصیل مطلوب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً......حضرت آدم علیہ السلام کی قبر کے بارے میں اختلاف ہے زیادہ مشہور تین قول ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں ابوقبیس پہاڑ کے غار میں مدفون ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ منیٰ کے قریب مدفون ہیں، پھر طوفان نوح میں حضرتِ نوح علیہ السلام نے ان کو تابوت میں ڈال کر کشتی میں سوار کرلیا اور بیت المقدس یا واپس جبل ابی قبیس کے غار میں دفن کیا۔ اس میں بھی دونوں قول ہیں۔

تیسرا قول یہ ہے کہ آپ کا سر مبارک مسجد ابراہیم کی جانب اور پائنتی بیت المقدس کی جانب ہے۔

لمافی تاریخ الطبری (۱/۱۰۸): عن ابن اسحاق انه قال لماکتب آدم ....فقبرته الملائكة وشيث واخوته في مشارق الفردوس عند قرية هي اول قرية كانت في الارض ......وبعد صفحة ......وقد اختلف في موضع قبر آدم عليه السلام فقال ابن اسحاق ماقدمضى ذكره واماغيره فانه قال دفن بمكة في غار ابي قبيس وهو غار يقال له الكنز ....عن ابن عباس قال لماخرج نوح من السفينة دفن آدم عليه السلام ببيت المقدس ....وذكر ان حواء عاشت بعده سنة ......ثم ماتت رحمهماالله فدفنت مع زوجها في الغار ....حتى كان الطوفان فاستخرجهمانوح وجعلهما في تابوت ثم حملهما معه في السفينة فلما غاضت الارض الماء ردهماالى مكانهما الذى كانا فيه قبل الطوفان.

وهكذا ذكر في البداية والنهاية (۱/۹۲): لكن لم يذكر ابن كثير قول ابن اسحاق وذكر قولاآخر وقال: "وروى عن ابن عساكر عن بعضهم انه قال رأسه عند مسجد ابراهيم ورجلاه عند صخرة بيت المقدس".

وفي المنتظم (۱/۱۱۹): قال ابن اسحاق قبر عند منىٰ اول قرية كانت في الارض وذكر بقية الاقوال كمامر آنفا.

(۴۲۹) بہن بھائی کے نکاح کی حرمت کی تاریخ

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر مشہور ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے دور میں بہن بھائی کا آپس میں نکاح ہوا کرتا تھا۔ سوال یہ ہے کہ بعد میں اس طرح کا نکاح کب حرام ہوا؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اس بات کی کہیں صراحت نہیں ملی کہ بہن بھائی کا نکاح کب حرام ہوا تھا البتہ قرین قیاس یہ ہے کہ بہن بھائی کے نکاح کا جواز صرف حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں تھا کیونکہ اس وقت نسل انسانی کی بقا کا مسئلہ تھا اور حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کی اولاد پر یہ نکاح حرام ہوگیا تھا کیونکہ اس وقت ضرورت باقی نہ رہی تھی۔

لمافي تفسير كبير (۵/۲۷): اعلم ان حرمة الامهات والبنات كانت ثابتة من زمن آدم عليه السلام

الی هذا الزمان ولم یثبت حل نکاحهن فی شئ من الادیان الالهیة ....امانکاح الاخوات فقد قیل ان ذلک کان مباحا فی زمن آدم علیه السلام وانماحکم الله باباحة ذلک علی سبیل الضرورة.

والله اعلم بالصواب　　(وهکذا فی تفسیر روح البیان ج۲/ص ۱۸۲)

(۴۳۰) کیا یوسف علیہ السلام کی زلیخا سے رحمت نامی بیٹی تھی؟

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا حضرت یوسف علیہ السلام کی زلیخا سے کوئی بیٹی پیدا ہوئی تھی جس کا نام رحمت ہو؟ میں نے بعض لوگوں سے سنا ہے کہ آپ کی ایک بیٹی تھی جس کا نام رحمت تھا؟

الجواب حامداًومصلیاً.....حضرت یوسف علیہ السلام کی زلیخا سے صلبی اولاد میں کوئی بیٹی رحمت نہیں تھی البتہ آپ کے بیٹے افرائیم کی بیٹی تھی گویا حضرت یوسف علیہ السلام کی پوتی رحمت نامی تھی۔

لمافی روح المعانی (۱۳/۴۵): واخرج ابن جریر عن ابن اسحاق قال :ذکروا ان قطفیر هلک فی تلک اللیالی وان الملک زوج یوسف امرأته راعیل فقال لها حین ادخلت علیه: ألیس هذا خیرا مماکنت تریدین ؟..............فیزعمون انه وجدها عزراء فاصابها فولدت له رجلین افرائیم ومیشا.

وفی البدایة والنهایة (۱/۲۰۶): فی قصة ایوب علیه السلام ....وامرأته قیل لیابنت یعقوب وقیل رحمة بنت افرائیم.

(۴۳۱) تاریخ اسلامی کی ابتداء

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اسلامی تاریخ کی ابتداء کب سے ہوئی اور یہ ابتداء کس نے کی تھی؟ اس کا سبب کیا پیش آیا تھا؟ نیز اسلامی تاریخ کی ابتداء رات سے ہوتی ہے یا دن سے؟

الجواب حامداًومصلیاً.....حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اسلامی تاریخ کی ابتدا کی جس کا سبب یہ ہوا کہ آپ کے پاس ایک دستاویز لائی گئی جس پر شعبان لکھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ معلوم نہیں کہ اس شعبان کی ہے یا گزشتہ شعبان کی، پھر مشاورت سے ہجرت کے وقت سے اسلامی تاریخ کو شمار کرنا شروع کیا گیا۔

اسلامی تاریخ میں نئے دن کی ابتداء رات سے ہوتی ہے۔

لمافی کنز العمال (۱۰/۳۰۹): عن ابن المسیب قال اوّل من کتب التاریخ عمر سنتین ونصفا من خلافته فکتب لست عشرة من الهجرة بمشورة علی بن ابی طالب .... عن ابن المسیب قال قال عمر متی نکتب التاریخ مجمع المهاجرین فقال له علی من یوم هاجر النبی ﷺ وترک ارض

الشرک ففعله عمر.

وفی تنقیح الحامدیة (۲/۳۷۰): سبب وضع التاریخ اول الاسلام ان عمر بن الخطاب ﷺ اتی بصک مکتوب الی شعبان فقال ھو شعبان الماضی اوشعبان القابل ثم امر بوضع التاریخ واتفقت الصحابة ﷺ علی ابتداء التاریخ من ھجرۃ النبی ﷺ الی المدینة وجعلوا اول السنة المحرم ویعتبر التاریخ باللیالی لان اللیل عند العرب سابق علی النھار.

(۴۳۲) کیا شہادت عثمانؓ میں حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے شامل تھے؟

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے سنا ہے کہ حضرت عثمان ﷺ کو جب باغیوں نے شہید کیا اس میں حضرت ابوبکر صدیق ﷺ کے ایک بیٹے بھی شریک تھے کیا یہ بات درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً..... یہ بات درست ہے کہ شہادت عثمان ﷺ میں باغیوں کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق ﷺ کے ایک بیٹے محمد بن ابو بکر شریک تھے۔

لما فی المعجم الکبیر (۸۲/۱): حدثنا سلیمان بن الحسن .... ثم جاء محمد بن ابی بکر فی ثلاثة عشر رجلا حتیٰ انتھوا الی عثمان ﷺ فاخذ بلحیته فقال بھا وقال بھا حتی سمعت وقع اضراسه.

وفی تاریخ الطبری (۴۲۳/۳): عن شعیب عن سیف عن المجالد عن الشعبی عن المغیرہ بن شعبة قال......... ودخل محمد بن ابی بکر علی عثمان فاخذ بلحیته فقال ارسل لحیتی فلم یکن ابوک لیتناولھا فأرسلھا ودخلوا علیه .... وقتل عثمان ﷺ قبل غروب الشمس.

(۴۳۳) کیا مرضِ وفات میں آپ ﷺ خلافت علی کی وصیت کرنا چاہتے تھے؟

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم ﷺ کے مرض وفات میں جب آپ نے قلم وکاغذ منگوایا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کیوں منع کیا تھا؟ ہمارے ہاں ایک صاحب کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ خلافت علی کی وصیت کرنا چاہتے تھے، اسی وجہ سے فاروق اعظم نے روک دیا کیونکہ آپ پہلے ہی حجۃ الوداع کے موقع پر اس کا اعلان کر چکے تھے، کیا یہ بات صحیح ہے؟ اگر صحیح نہ ہو تو اس کا مدلل جواب قرآن وسنت کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً..... صورت مسئولہ میں یہ کہنا کہ آپ ﷺ خلافت علی کی وصیت کرنا چاہتے تھے، جبکہ فاروق اعظم نے روک دیا سراسر جھوٹ اور صحابہ کی گستاخی ہے، جس کی جرأت وہی شخص کرسکتا ہے جسے ایمان کی دولت میسر نہ آئی ہو ورنہ ایک مؤمن اور مسلمان

ایسی جسارت کیسے کرسکتا ہے جب کہ اسے معلوم ہو کہ یہ وہ لوگ تھے کہ جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت کیلئے انتخاب کیا اور خود رسول اللہ علیہ نے ان پر اعتماد کیا، جن کا انتخاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو اور ان پر آپ علیہ کا اعتماد ہو پھر کیسے ہوسکتا ہے کہ یہ عظیم افراد اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کریں خاص طور پر جب کہ ان کے پیارے محبوب علیہ اس دنیا سے تشریف لے جانے والے ہیں، آپ ہی بتائیں اگر آپ کو کسی سے محبت ہو اور اس کا دنیا سے جانے کا وقت آ جائے اس آخری وقت میں آپ اس کے پاس بیٹھے ہوں اور وہ آپ سے کوئی بات کہنا چاہے تو کیا آپ اس کی بات کو رد کردیں گے؟ ایسا کبھی نہیں ہوسکتا آپ ضرور اس کی بات کو قبول کریں گے، تو پھر کیا خیال ہے ان حضرات کے بارے میں جن کی محبت کی سچائی کی گواہی صرف اپنے نہیں بلکہ غیر مسلم بھی دیتے ہیں کہ ایسے عاشق تو ہم نے دیکھے ہی نہیں، تو پھر کیا خیال ہے ان عاشقوں کے بارے میں کہ انہوں نے آپ علیہ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے وقت آپ کی بات کو قبول کرنے سے انکار کردیا ہوگا؟ نہیں ہرگز نہیں، ایسا نہیں ہوسکتا ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ آپ سے کسی نے غلط بیانی کی ہو آپ سے جھوٹ بول کر صراط مستقیم سے ہٹانے کی کوشش کی ہو یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ اگر اس پر قرآن وسنت کے دلائل نہ دیے جائیں تو عقل سلیم اس کا ایسا فیصلہ کرتی ہے کہ اس کے بعد دلائل کی ضرورت ہی نہیں رہتی، لیکن بحرحال آپ کی تسلی کیلئے کچھ دلائل بھی ذکر کیے جاتے ہیں۔

اول: یہ کہنا اس لئے باطل ہے کہ اگر آپ علیہ کو وصیت ہی کرنی ہوتی تو زبانی کردیتے، اس لئے کہ آپ کی زندگی بھر کا معمول دیکھ لیجئے کہ آپ نے سوائے چند خاص مواقع کے تمام احکامات زبانی صحابہ تک پہنچائے، اور صرف اس وقت لکھوائے جب کسی نے لکھوانے کی درخواست کی یا پھر کہیں بھیجنے کی ضرورت پیش آئی، اس کے علاوہ میں صرف زبانی بتلانے پر اکتفاء کیا تو یہاں بھی اسی معمول کے مطابق آپ زبانی بتلا دیتے خاص طور پر لکھوانے کی ضرورت کیا تھی، خاص طور پر جب کہ آپ نے دوسری وصیتیں زبانی ہی ارشاد فرمائیں جیسا آپ نے فرمایا:

واوصاهم بثلاث قال اخرجوا المشركين من جزيرة العرب واجيزوا الوفد بنحو ما كنت اجيزهم سكت عن الثالثة او قال فنسيتها. (الصحيح للبخاري، ۶۳۸/۲)

دوم: یہ بات اس لئے بھی غلط ہے کہ اگر واقعی آپ کو وصیت کرنی ہوتی تو کیا آپ فاروق اعظم کے کہنے سے رک جاتے؟ یہ کیسے ہوسکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ خود کلام مقدس میں فرماتے ہیں

يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ الاية (المائدة: ۶۷)

اے رسول جو کچھ بھی آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا پہنچا دیجئے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی رسالت ادا نہ کی۔

(تشریح): کیا یہ دعوی کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ کے رسول علیہ نے جن چیزوں کو امت تک پہنچانا تھا گویا نہیں پہنچایا (العیاذ باللہ) حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حجۃ الوداع کے موقع پر خود اپنے نبی علیہ کی تبلیغ کی خود گواہی دی چنانچہ فرمایا:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا الاية (المائدة: ۳)

(ترجمہ) آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا، اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضا مند ہو گیا۔

سوم: اگر یہ معاملہ ایسا تھا کہ لکھوانا ہی ضروری تھا تو یہ واقعہ جمعرات کے دن کا ہے اس کے بعد آپ ﷺ تقریباً چار دن تک حیات رہے اور آخری دن کچھ افاقہ بھی ہوا، ان چار دنوں میں ہی آپ لکھوا لیتے چنانچہ روایات ملاحظہ ہوں۔

لما فی الصحیح للبخاری (۲/۶۳۸): عن سعید بن جبیر قال قال ابن عباس یوم الخمیس وما یوم الخمیس اشتد برسول الله وجعه فقال ائتونی اکتب لکم کتابا ......

حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جمعرات کے دن کونسی جمعرات (جی ہاں) جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف میں اضافہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ لاؤ کاغذ قلم تاکہ میں تمہارے کچھ لکھ ڈالوں۔

وفیها ایضاً (۲/۶۴۰): سعید بن جبیر قال حدثنی ......قال حدثنی انس بن مالک ان المسلمین بیناهم فی صلوة الفجر من یوم الاثنین وابوبکر یصلی لهم لم یفجأهم الارسول الله ﷺ وکشف ستر حجرة عائشة فنظر الیهم وهم فی صفوف الصلوة ثم تبسم فنکص ابوبکر علی عقبیه لیصل الصف وظن ان رسول الله یریدان یخرج الی الصلوة.

انس بن مالک فرماتے ہیں کہ بروز پیر حضرت ابوبکر صدیق نے رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ دریں اثناء اچانک نبی علیہ السلام ظاہر ہوئے آپؐ نے حضرت عائشہؓ کے حجرہ مبارکہ کے پردہ کو ہٹا کر صحابہ کرامؓ کی طرف نظر کرم فرمایا جبکہ صحابہ کرام صف باندھے کھڑے تھے۔ پھر آپ نے تبسم فرمایا، پس حضرت ابوبکر صدیقؓ الٹے پیر پیچھے ہٹے تاکہ صف میں مل جائیں یہ خیال کرتے ہوئے کہ نبی علیہ السلام نماز پڑھانے کیلئے باہر تشریف لا ئیں ہیں۔

جب آپ نے چاروں دنوں میں نہیں لکھوایا تو معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ نہ تھا۔

چہارم: اگر فرض کر لیں کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے منع کر دیا تھا تو دوسرے حضرات تو موجود تھے وہ تو کاغذ اور قلم لا کر دے سکتے تھے کیا بات ہے کہ کوئی بھی نہیں لایا حالانکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اس وقت صحابہ آپ کے پاس موجود تھے۔ کما فی الصحیح للبخاری ج۲ ص۶۳۸:

عن ابن عباس قال لما حضر رسول الله ﷺ وفی البیت رجال فقال النبی ﷺ هلموا کتابا لاتضلوا بعده قال بعضهم ان رسول الله ﷺ قد غلبه الوجع وعندکم القرآن حسبنا کتاب الله فاختلف اهل البیت فاختصموا فمنهم من یقول قربوا یکتب لکم کتابا لاتضلوا بعده ومنهم من

یقول غیر ذلک ......

پنجم: اس روایت سے معلوم ہوا کہ منع کرنے والے صرف فاروق اعظمؓ ہی نہ تھے بلکہ دوسرے حضرات کے ساتھ خود اہل بیت بھی شامل تھے۔ اگر فرض کر ہی لیا جائے کہ فاروق اعظمؓ خلافت کی وصیت سے روکنا چاہتے تھے تو کیا اہل بیت بھی اس سے روکنا چاہتے تھے؟ ان کے منع کرنے کو آپ کس پر محمول کریں گے ؟

ششم: یہ بات اس لئے بھی غلط ہے، اگر یہ واقعتاً ایسا ہی ہو جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے تو تمام صحابہ نے دوسرے حضرات کی خلافت پر کیسے اجماع کیا حالانکہ روایت میں ہے کہ میری امت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوگی، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خود اہل بیت سے بھی کسی سے یہ منقول نہیں کہ انہوں نے کسی کی خلافت پر اعتراض کیا ہو خاص طور پر حضرت علیؓ نے ان مواقع پر خود بھی بیعت کی اگر معاملہ ایسا ہی ہوتا تو حضرت علی کبھی ان حضرات کے ہاتھ پر بیعت نہ کرتے، حالانکہ حضرت علیؓ کی بیعت کے بعد یہ خلافت مجمع علیہ ہوگئی، جیسا کہ عقائد کی کتب میں اس کی صراحت موجود ہے۔

والمنازعة علی خلافة ابی بکر فاجمعوا علی ذلک وبایعه علی علی رؤس الاشهاد

(شرح العقائد صـ ۱۵۰)

(ترجمہ) حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں اولاً اختلاف رہا، پھر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا (آپ کی خلافت پر) اجماع ہوگیا اور حضرت علیؓ نے بھی صحابہ کرامؓ کے روبرو آپؓ (ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔

چنانچہ اس اجماع کے بارے میں اصول کی کتابوں میں یہاں تک صراحت موجود ہے کہ اس صحابہ کے اجماع کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے، چنانچہ اصول فقہ کی مشہور کتاب ''نورالانوار'' کی عبارت ملاحظہ ہو۔

ثم هو علی مراتب :ای الاجماع فی نفسه مع قطع النظر عن نقله له مراتب فی القوة والضعف والیقین والظن فالاقوی اجماع الصحابة نصا مثل ان یقولوا جمیعا اجمعنا علی هذا فانه مثل الایة والخبر المتواتر حتی یکفر جاحده ومنه الاجماع علی خلافة ابی بکرؓ. (صـ ۲۲۲)

(ترجمہ) اجماع کے قوت وضعف، یقین وظن کے اعتبار سے کئی مراتب ہیں، ان میں سے سب سے قوی وہ اجماع ہے جو صحابہ کرامؓ سے نصاً ثابت ہو (مثلاً صحابہ کرامؓ کا یہ فرمایا اجمعنا علی هذا یعنی فلاں بات پر ہمارا اتفاق ہے) تو یہ حکم کے اعتبار سے آیت قرآنیہ اور خبر متواتر کے مثل ہے یہاں تک کہ اس کے منکر کو کافر قرار دیا جائے گا اسی میں سے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر تمام صحابہ کرامؓ کا اجماع ہونا ہے (چنانچہ اس کا منکر بھی کافر ہوگا)۔

ہفتم: حضرت علیؓ کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت پر راضی ہونا، بیعت کرنا اور پھر اس کے بعد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مقرر کردہ شوریٰ میں شامل ہونے کے باوجود اپنے بارے میں خلافت کا فیصلہ نہ کرنا اس بات کی علامت نہیں ہے کہ خود حضرت علیؓ اس معاملے میں ان حضرات کو اپنے سے مقدم سمجھتے تھے، جس کی صراحت بارہا خود حضرت علیؓ سے موجود ہے۔

مثال کے طور پر ایک موقع ملاحظہ ہو۔

محمد بن حنفیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ

ای الناس خیر بعدالنبی ﷺ قال ابوبکر قلت ثم من قال عمر وخشیت ان یقول عثمان قلت ثم انت قال مانا الا رجل من المسلمین. (مشکوۃ المصابیح صـ۵۵۵)

(ترجمہ) نبی علیہ السلام کے بعد کونسا انسان بہتر ہے تو فرمایا ابوبکرؓ! میں نے کہا پھر کون ہے فرمایا عمرؓ! یہاں تک کہ مجھے خوف ہوا کہ اب عثمانؓ کا نام لیں گے، تو میں نے کہا کہ پھر آپ ہیں! (عمر کے بعد) فرمایا کہ نہیں میں تو مسلمانوں میں سے ایک فرد ہوں۔

ایسی ہی صراحت خود رسول اللہ ﷺ سے بھی منقول ہے۔

عن عمر بن العاص ان النبی ﷺ بعثه علی جیش ذات السلاسل قال فاتیته فقلت ای الناس احب الیک قال عائشة قلت من الرجال قال ابوها قلت ثم من قال عمر فعد رجالاً فسکت مخافة ان یجعلنی فی آخرهم. (المشکوۃ، صـ۵۵۵)

(ترجمہ) حضرت عمرو بن عاص سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے انہیں غزوہ سلاسل کے لشکر کا امیر بنا کر بھیجا تو میں آپ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ آپ کا محبوب ترین انسان کون ہے فرمایا: عائشہ! میں نے کہا کہ مردوں میں سے، تو فرمایا ان کے والد، میں نے کہا پھر کون؟ فرمایا عمر! پھر دوسرے آدمیوں کو شمار کرنے لگے یہاں تک میں اس خوف سے خاموش ہو گیا کہ میرا نام سب سے آخر میں نہ آجائے۔

ہشتم: حضور ﷺ کے مرض وفات میں ایک مرتبہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ چلو رسول اللہ ﷺ کے پاس چلتے ہیں اور معلوم کرتے ہیں کہ آپ کے بعد یہ خلافت کا معاملہ کس کے سپرد ہوگا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔ اگر آپ اپنے آپ کو اس کا مستحق سمجھتے تو ضرور جا کر معلوم کرتے تا کہ دوسروں کو بھی معلوم ہو جائے، حالانکہ آپ نے انکار کر دیا کیا یہ اس بات کی علامت کیلئے کافی نہیں کہ آپ اپنے آپ کو اس امانت کا اولین مستحق نہیں سمجھتے تھے، جیسا کہ ''بخاری شریف'' ج۲ص۶۳۹ میں ہے:

ان عبدالله بن عباس اخبره ان علی ابن ابی طالب خرج من عند رسول الله ﷺ فی وجعه الذی توفی فیه ...... وانی لاری رسول الله ﷺ سوف یتوفی من وجعه هذا انی لاعرف وجوه بنی عبدالمطلب عندالموت اذهب بنا الی رسول الله ﷺ فلنسأله فیمن هذاالامر ان کان فینا علمنا ذلک وان کان فی غیرنا علمناه فاوصی بنا فقال علی انا والله لئن سئلناها رسول الله ﷺ فمنعنا ها الناس لایعطینا الناس بعده وانی والله لا اسئلها رسول الله ﷺ.

یہاں تک تو یہ بات ثابت ہوگئی کہ آپ مرض الوفات میں خلافت علیؓ کی وصیت نہیں کرنا چاہتے تھے، البتہ دوسرا جز کہ آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر خلافت علیؓ کا اعلان فرمایا تھا؟ کیا یہ سچ ہے تو یہاں بھی وہی جھوٹ کی کہانی کارفرما ہے جس کی حقیقت ابھی معلوم ہوجائے گی انشاء اللہ۔

اب اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے حجۃ الوداع سے واپسی کے موقع پر ایک جگہ صحابہ کے مجمع میں فرمایا "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" چنانچہ یہ روایت مبارکہ "مشکوۃ المصابیح" (۲/۵۶۵) پر موجود ہے:

عن البراء بن عازب وزید بن ارقم ان رسول اللہ ﷺ لما نزل بغدیر خم اخذ بید علی فقال الستم تعلمون انی اولی بالمؤمنین من انفسھم قالوا بلی قال الستم تعلمون انی اولی بکل مؤمن من نفسہ قالوا بلی فقال اللھم من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ فلقیہ عمر بعد ذلک فقال لہ ھنیئا یاابن ابی طالب اصبحت وامسیت مولی کل مؤمن ومؤمنۃ۔

اس سے شیعہ حضرات نے یہ استدلال کیا کہ اس روایت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ اول ہونا ثابت ہوتا ہے۔ حالانکہ اس کا ترجمہ یہ ہے "جس کا میں مولی ہوں علی اس کے مولی ہیں"۔ اب مولی کسے کہتے ہیں؟ تو مولی مختلف معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جس کے مشہور معنی محبوب کے آتے ہیں یعنی جس کو مجھ سے محبت ہو اسے علی بھی محبوب ہوں گے۔ اس کے علاوہ سید، مالک، انعام والا، مددگار، محبت کرنے والا، اتباع کرنے والا، چچازاد بھائی، پڑوسی وغیرہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ ان معانی میں سے کوئی بھی ایسا معنی نہیں جس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ اول ہونا ثابت ہوتا ہو۔ لہذا اس روایت سے کسی طور پر ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت علی خلیفہ اول ہوں گے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ حضور ﷺ کی پسندیدگی کی وجہ سے خلافت کی تائید ہورہی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں سے زیادہ سے زیادہ اشارۃ تائید ثابت کرسکتے ہیں لیکن ان روایات پر پھر عمل کیوں نہ کیا جائے جن میں اشارۃ نہیں بلکہ صراحت موجود ہے:

عن حذیفۃ قال قال رسول اللہ ﷺ انی لاادری مابقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر۔ (مشکوۃ المصابیح ص۵۶۰)

یعنی میں نہیں جانتا کہ میں تمہارے درمیان کتنا عرصہ رہوں میرے بعد ابوبکر وعمر کی اتباع کرنا۔

کیا اشارے سے اگر خلافت ثابت ہوسکتی ہے جہاں زمانے کی بھی کوئی قید نہیں تو جہاں آپ نے خود اپنے بعد قابل اتباع ہونے کی صراحت کی ہے اس کا اعتبار کیوں نہ کیا جائے گا۔ بلکہ بعض روایات میں صراحۃ موجود ہے۔

وعن ابی بکرۃ ان رجلا قال لرسول اللہ ﷺ رأیت کأن میزانا نزل من السماء فوزنت انت وابوبکر فرجحت انت ووزن ابوبکر وعمر فرجح ابوبکر ووزن عمر وعثمان فرجح عمر ثم رفع المیزان فاستاء لھا رسول اللہ ﷺ یعنی فساءہ ذلک فقال خلافۃ نبوۃ ثم یوتی اللہ الملک من

یشاء. (مشکوۃ المصابیح ص ۵۶۰)

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ گویا آسمان سے ترازو اتارا گیا، آپ علیہ السلام اور حضرت ابوبکر کا وزن کیا گیا تو آپ علیہ السلام کا پلڑا بھاری ہو گیا۔ پھر حضرت ابوبکر وعمر کا وزن کیا گیا تو حضرت ابوبکر کا پلڑا بھاری ہو گیا۔ پھر عمر وعثمان کا وزن کیا گیا تو حضرت عمر کا پلڑا بھاری ہو گیا پھر اس کے بعد میزان اٹھالیا گیا۔ آپ نے اس پر ناگواری کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ یہ نبوت کی خلافت ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ جسے چاہیں گے بادشاہت عطا فرمائیں گے۔

اس طرح کی روایت ایک دو نہیں کئی ایک ایسی روایات ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ خود بھی اپنے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ہی خلیفہ بنانا چاہتے تھے، اطمینان کیلئے چند ایک روایات ملاحظہ ہوں

عن عائشة قالت قال لي رسول الله ﷺ في مرضه ادعي لي ابابكر اباك واخاك حتى اكتب كتابا فاني اخاف ان يتمنى متمن ويقول قائل انا ولا يابى الله والمؤمنون الا ابابكر

(مشكوة المصابيح ص ۵۵۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیماری کی حالت میں فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ کو جو آپ کے والد ہیں بلاؤ اور اپنے بھائی کو بھی تا کہ میں ان کے لئے تحریر لکھ دوں کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی (خلافت) کا آرزومند یہ آرزو نہ کرے کہ میں ہی اس (خلافت) کا زیادہ مستحق ہوں حالانکہ اللہ تعالیٰ اور مسلمان کو (مسند خلافت) کیلئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ اور کوئی منظور نہیں۔

عن جبير بن مطعم قال اتت النبي ﷺ امرأة فكلمته في شئ فامرها ان ترجع اليه قالت يا رسول الله ﷺ ارأيت ان جئت ولم اجدك ......تريد الموت قال فان لم تجديني فاتي ابابكر.

(مشكوة، ص ۵۵۵)

یعنی ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کوئی بات کی آپ نے اسے دوبارہ آنے کا فرمایا تو وہ کہنے لگی اگر میں دوبارہ آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو آپ نے فرمایا اگر مجھے نہ پاؤ تو ابوبکر کے پاس آجانا۔

رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں آپ خود نماز پڑھایا کرتے تھے کیونکہ شریعت کی نظر میں اتنی اہمیت والی عبادت کی امامت وہی کر سکتا ہے جو اس جماعت کے اعتبار سے سب سے افضل ہو اور رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں آپ سے افضل کون ہو سکتا ہے لیکن جب آپ کی بیماری اس شدت کو پہنچی کہ آپ مسجد میں تشریف نہ لا سکے تو آپ نے فرمایا ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں یہ آپ کی افضلیت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لاینبغی لقوم فیھم ابوبکر ان یؤمھم غیرہ" (مشکوۃ المصابیح ص۵۵۵)

(ترجمہ) کسی قوم کیلئے یہ زیبا نہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ کی موجودگی میں کوئی اور اُن کی امامت کرے۔

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؓ سے کسی نے خلافت کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے اسے یہی جواب دیا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنی حیات مبارکہ میں مسلمانوں کا امام بنادیا تھا تو دوسرے امور کے بطریق اولیٰ آپ ہی مستحق تھے، اوراس کے علاوہ بھی صحابہ رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں آپ کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہی افضل شمار کرتے تھے، جس کی سب سے واضح دلیل یہ روایت مبارکہ ہے۔

......قال کنا نقول ورسول اللہ ﷺ حیی افضل أمة النبی ﷺ بعدہ ابوبکر ثم عمر ثم عثمان.

(مشکوۃ المصابیح ص۵۵۵)

اس روایت میں صرف احتمال تھا اوران روایات میں صراحت، تو صراحت کو چھوڑ کر احتمالی صورت کو لے لینا ضد اور ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے۔

اور اگر تسلیم کرلیں کہ اس سے خلافت ثابت ہورہی ہے تو کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوداس معنی کو نہیں سمجھا تھا اگر نہیں سمجھا تو آج کیسے سمجھ میں آگیا اور اگر سمجھ لیا تھا پھر خاموش کیسے رہے جبکہ دوسروں کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوتی رہی اور آپ خود بھی اس بیعت میں شریک ہوتے۔ یہاں پر یہ کہنا بالکل لغو ہے کہ آپ کو شاید یہ روایت نہ پہنچی ہو کیونکہ اولاً حضور ﷺ نے آپ کے سامنے یہ ارشاد فرمایا اور دوسری بات حضور ﷺ کی اس نسبت کے بیان کرنے پر دوسرے صحابہ نے آپ کو مبارک باد دی۔ تو کیا سارے صحابہ اس روایت کے سننے کے بعد خاموش رہے اور کسی نے دوسروں کی بیعت کے وقت یہ نہیں کہا تھا کہ آپ ﷺ نے حضرت علی کو خلافت کے لئے نامزد کیا تھا۔

اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی خاموش رہے۔ اس کے جواب میں شیعہ حضرات کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تقیہ کرلیا تھا یہ بات صحیح نہیں کہ آپ نے تقیہ کررکھا تھا اور اگر تسلیم بھی کرلیں کہ یہاں خونریزی کے خوف سے تقیہ کرلیا تھا تو بعض دوسرے مواقع پر تقیہ کیوں اختیار نہیں کیا مثلاً جنگ صفین اور جمل کے موقع پر اگر تقیہ سے کام لیا جاتا تو اتنی زیادہ خونریزی نہ ہوتی صحابہ کرام کی جنگی معرکوں میں سب سے زیادہ شہادتیں انہی روح فرسا سانحات میں ہوئیں۔ صرف جنگ جمل میں شہید ہونے والے صحابہ کی تعداد تقریباً تیس ہزار کے لگ بھگ ہے۔ الخلفاء الراشدون من تاریخ اسلام لذھبی (۱/۱۸۵) وقال المطلب بن زیاد عن السدی: شھد مع علی یوم الجمل مائة وثلاثون بدریا و سبعمائة من اصحاب النبی ﷺ وقتل بینھما ثلاثون الفا لم تکن مقتلة اعظم منھا جبکہ جنگ صفین میں اس سے دوگنی (ستر ہزار) شہادتیں ہوئیں۔ الخلفاء الراشدون من تاریخ اسلام لذھبی (۱/۲۱۱) عن ابن سیرین قال: قتل یوم صفین سبعون الفا. حالانکہ یہاں پر ایسا نہیں کیا گیا جبکہ خلافت کے موقع پر اگر اختلاف ہو بھی جاتا تو اتنی خونریزی نہ ہوتی جتنی ان جنگوں میں ہوئی

ہے۔ یہاں کیوں تقیہ نہیں کیا گیا؟

اگر ساری باتوں سے قطع نظر بھی کرلیں تو بھی شیعہ حضرات کا یہ استدلال بالکل بے کار معلوم ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ شیعہ حضرات کے نزدیک امامت وخلافت کے ثبوت کے لئے تواتر شرط ہے حالانکہ حجۃ الوداع کے موقع ''مولیٰ والی'' روایت آحاد میں سے ہے اوراس کی صحت بھی مختلف فیہ ہے۔ اس پرزور استدلال کے موقع پرانہوں نے اپنے اس اصول کو کیوں نظرانداز کردیا ہے؟

حاصل یہ ہے کہ محض عناد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے جب اپنے مطلب کی روایات نہیں ملیں تو انہیں روایات کو توڑ مروڑ کر کے عوام کو بے وقوف بنانے کے لئے پیش کردیا گیا اور پھر اس ایک تحریف کو بچانے کے لئے بیسیوں جھوٹ بولنے پڑے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت نصیب فرمائے۔

جب حجۃ الوداع کے موقع پر آپ کے خلافت علیؓ کے اعلان کی حقیقت بھی واضح ہوگئی تو آخری بات کہ آخر وہ کیا وجہ تھی کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کاغذ اور قلم لانے سے منع کیا تھا؟ جواب سے پہلے ضروری ہے کہ اس واقعہ کے پس منظر کو سمجھ لیا جائے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو نبی کریم ﷺ سے حد درجہ محبت تھی جس کا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہے کہ جب تک آپ کو دیکھ نہ لیتے اس وقت تک ان کو سکون وچین نہیں آتا تھا۔ اب کافی عرصہ اسی طرح گزر گیا یہاں تک کہ ان کی یہ محبت انہیں مکہ سے مدینہ لے گئی اور صحابہ نے آپ کے لئے اپنا گھربار اور آل واولاد تک کو چھوڑ دیا، نہ صرف چھوڑ دیا بلکہ اگر وہ مسلمان نہ ہوئی اور بعد کے غزوات میں مقابلے پر اتر آئی تو انہوں نے اپنی اولاد یا قرابت کسی چیز کی پرواہ نہ کی، لہذا اگر وہ سامنے آگئے تو انہیں ماردینے میں بھی انہیں کوئی تردد نہ ہوا، اتنی شدید محبت میں کافی عرصہ گزرنے کے بعد جب آپ ﷺ کا آخری وقت قریب آگیا اور مرض کی شدت میں اضافہ ہوگیا تو ایک طرف آپ کی تکالیف صحابہ سے دیکھی نہ جاتی تھی، اور دوسری طرف انہیں آپ کے فراق کا غم کھائے جارہا تھا، اب ایسے وقت میں وہ کیسے یہ برداشت کرسکتے تھے کہ ان کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کو ادنی سی تکلیف بھی پہنچے بلکہ وہ تو عام حالات میں بھی اپنی موت اور رسول اللہ ﷺ کی تکلیف میں اختیار دیا جاتا تو وہ موت کو گلے لگانے کو خوشی سے قبول کرلیتے کہ کہیں رسول اللہ ﷺ کو کانٹا چبھنے جتنی مقدار کی بھی تکلیف نہ ہو، تو اسی جذبے کے تحت انہوں نے یہ بات کہی کہ رسول اللہ ﷺ ان کے لئے وصیت لکھوانا چاہتے تھے جو بعد میں ان کی راہنمائی کا ذریعہ بنے، جس کا واضح ثبوت ابتداء میں ذکر کردہ ''بخاری شریف'' کی وہ روایت ہے جس میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی موجود ہے ''ھلموا اکتب لکم کتاباً لاتضلوا بعد'' اب ان کو معلوم تھا کہ اتنی سخت تکلیف کے باوجود اپنی امت کے غم کی وجہ سے آپ لکھوانا چاہتے ہیں اس سے آپ کو تکلیف ہوگی لہٰذا کچھ صحابہ اور اہل بیت نے کہا کہ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید موجود ہے اس سے راہنمائی لی جاسکتی ہے آپ نے باقی تمام احکامات بھی امت تک پہنچادیے جس کا اعلان رب تعالیٰ کی طرف سے حجۃ الوداع کے موقع پر ان الفاظ سے کردیا تھا

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً (المائدۃ:۳)

(ترجمہ): کہ آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کردیا اور تم پر اپنا بھرپور انعام کردیا اور تمہارے لیے اسلام کے

دین ہونے پر راضی ہوگیا۔

لہٰذا اب آپ کو اس حالت میں تکلیف دینے کی ضرورت نہیں اس تکلیف کے پیش نظر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کاغذ وقلم نہ لایا جائے اور یہ بات کہنے والے صرف فاروق اعظم ہی نہ تھے بلکہ دوسرے صحابہ اور خود بعض اہل بیت بھی شامل تھے لہٰذا اس واقعہ کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر کے اپنے اوپر قیاس کرتے ہوئے بے ہودہ خیالات کا اظہار قطعاً صحیح نہیں ہے، خاص طور پر جب کہ صحابہ ہمارے ایمان کا حصہ ہیں اور رسول اللہ ﷺ اور ہمارے درمیان دین کے پہنچانے کا پہلا واسطہ ہیں، اگر پہلا واسطہ ہی محفوظ نہ رہا تو دین کہاں سے محفوظ رہے گا لہٰذا اس معاملے میں انتہائی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔

لما في المرقات (۱۱/۲۵۸): تحت رواية البراء وزيد بن ارقم ......تمسكت الشيعة انه من النص المصرح بخلافة على رضى الله عنه حيث قالوا معنى المولى الاولى بالأمامة والالما احتاج الى جمعهم كذلك وهذه من اقوى شبههم ودفعها علماء اهل السنة بان المولى بمعنى المحبوب وهو كرم الله وجهه سيدنا وحبيبنا وله معان اخر تقدمت ومنه الناصر وامثاله فخرج عن كونه نصافضلاعن ان يكون صريحا ولو سلم أنه بمعنى الأولى بالامامة فالمراد به المآل والا لزم ان يكون هوالأمام مع وجوده عليه السلام فتعين ان يكون المقصود منه حين يوجد عقدالبيعة له فلاينافيه تقديم الائمة الثلاثة عليه لانعقاداجماع من يعتد به حتى من على ثم سكوته عن الاحتجاج به الى ايام خلافته قاض على أن من له ادنى مسكة بانه علم منه انه لانص فيه على خلافته عقب وفاته عليه السلام مع ان عليا كرم الله وجهه صرح نفسه بانه ﷺ لم ينص عليه ولاعلى غيره ثم هذاالحديث مع كونه آحادا مختلف فى صحته فكيف ساغ للشيعة ان يخالفوا مااتفقوا عليه من اشتراط التواتر فى احاديث الامامة هذا الاتناقض صريح وتعارض قبيح.

وفى المرقات (۱۱/۲۴۷): عن زيد بن ارقم ذكره تقدم ان النبى ﷺ قال من كنت مولاه فعلى مولاه قيل معناه من كنت اتولاه فعلى ايتولاه ....وفى النهاية المولى يقع على جماعة كثيرة كالرب والمالك والسيد والمنعم والمعتق والناصر والمحب والتابع والجار وابن العم والحليف والعقيد والصهر والعبد والمعتق والمنعم عليه واكثرها قدجاء ت فى الاحاديث فيضاف كل واحد الى مايقتضيه الحديث الوارد فيه وقوله من كنت مولاه يحمل على اكثر هذه الاسماء المذكورة قال الشافعى يعنى بذلك ولاء الاسلام كقوله تعالى ذلك بان الله مولى الذين آمنوا............وقول عمر لعلى اصبحت مولى كل مؤمن اى والى كل مؤمن وقيل سبب ذلك ان اسامة قال لعلى لست مولاى انمامولاى رسول الله ﷺ فقال ﷺ من كنت مولاه فعلى مولاه ....قال الطيبى

لایستقیم ان تحمل الولایة علی الامامة التی هی التصرف فی امور المؤمنین لان المتصرف المستقل فی حیاته ﷺ هو هو لاغیره فیجب ان یحمل علی المحبة وولاء الاسلام ونحوهما.

(۴۳۴) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خود خلافت کی ذمہ داری سونپی تھی

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض دفعہ سننے میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلافت کے حقدار تھے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نہ تھے لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے زبردستی قبضہ کرلیا تھا، کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں یہ کہنا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے زبردستی خلافت پر قبضہ کرلیا تھا خودساختہ کہانی ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں، اور اصل واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو خونریزی سے بچانے کیلئے حضرت حسن نے خود خلافت کی ذمہ داری حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کردی تھی اور اس پر کئی ایک نصوص شرعیہ دلالت کرتی ہیں جیسا کہ بخاری شریف کی درج ذیل روایت اس بیان میں بالکل صریح ہے۔

عن الحسن البصری انه سمع ابابكرة يقول سمعت رسول الله ﷺ على المنبر والحسن الى جنبه ينظر الى الناس مرة و اليه مرة ويقول :ابنی هذا سيد ولعل الله ان يصلح به بين فئتين من المسلمين. (۱/۵۳۰)

(ترجمہ) حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابوبکرہؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ سے جب وہ منبر پر بیٹھے تھے اور حسن ان کے پہلو میں تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گوشہ چشم مبارک سے ایک بار لوگوں کی طرف دیکھ رہے تھے اور ایک بار حضرت حسنؓ کی طرف اور فرمارہے تھے میرا یہ بیٹا سردار ہے شاید کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کروائیں گے۔

وفی النبراس (ص۵۰۳): ومعاوية هو ابو عبدالرحمن ابن ابی سفيان بن حرب بن امية بن عبد شمس بن عبدمناف اسلم يوم فتح مكة وقال بعضهم اسلم قبله ولكن كتم اسلامه خوفا من أبيه وكان أخته ام حبيبة زوج النبی ﷺ وكان صاحب رواية فی الحديث ومجتهد فی الفقه حليماجوادا شديد المعرفة بقوانين السلطنة ولاه عمر بن الخطاب رضی الله عنه الشام وأقره عثمان ثم استقل بالملك بعد تسليم الحسن بن علی رضی الله عنهما الخلافة اليه .

وفی شرح العقيدة الطحاوية (۲/۷۳۲): واول ملوك المسلمين معاوية وهو خير ملوك المسلمين لكنه انما صار اماما حقاً لما فوض اليه الحسن بن علی رضی الله عنهما الخلافة فان

الحسن بايعه اهل العراق بعد موت ابيه ثم بعد ستة اشهر فوض الامر الى معاوية وظهر صدق قول النبی ﷺ ان ابنی هذا سيد وسيصلح الله به فئتين عظيمتين من المسلمين.

(۴۳۵) امام اعظم کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام اعظم ابوحنیفہ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی اور غسل وتکفین کس نے کی؟ جواب تاریخی حوالہ جات کے ساتھ تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمه الله رحمةً واسعةً کی نماز جنازہ حسن بن عمارہ النخعی رحمہ اللہ نے پڑھائی اور غسل وتکفین کا انتظام بھی انھوں نے کیا۔

لما في البداية والنهاية (۵/۱۱۱): كان مولده في سنة ثمانين فتم له من العمر سبعون سنة وصلى عليه ببغداد ست مرات لكثرة الزحام وقبره هناك رحمه الله.

وفي شرح مسند الامام ابی حنيفة (ص۴): وتوفی ببغداد ودفن بمقبرة الطيزارية وتقدم فی الصلاة عليه الحسن بن عمارة النخعي الكوفي.

وفي الجواهر المضية (۲/۵۲۸): ومنهم الحسن بن ابی عمارة وهو الذی غسل الامام.

(۴۳۶) بارہ ربیع الاوّل کا تعین ہجرت سے پہلے

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم ﷺ کا یوم ولادت ۱۲ ربیع الاول ہے اور یہ ہجرت سے کافی پہلے کا واقعہ ہے جبکہ ہجری تاریخ کی ابتدا ہجرت کے بعد سے ہوئی ہے تو اتنا عرصہ پہلے کے واقعہ کو بارہ ربیع الاول کیسے شمار کیا جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......ہجری تاریخ کی ابتداء ہجرت کے کافی بعد ہوئی لیکن ہجری تاریخ سے مراد صرف سال یعنی سن ہے اسکی ابتداء ہجرت کے بعد ہوئی اور مہینوں کا شمار یعنی بارہ مہینے کائنات کی تخلیق کے وقت سے چلے آرہے ہیں لہٰذا ہجرت سے پہلے بھی وہی مہینے تھے جن میں ربیع الاول بھی شامل تھا جو ہجرت کے بعد تھے۔

لما في روح المعانی (۱۰/۸۹): ان عدة الشهور عندالله اثناعشر شهرا (وهی الشهور القمرية المعلومة اذعليها يدور فلک الاحكام الشرعية) فی كتب الله يوم خلق السموٰت والارض (ای فی ابتداء ايجاد هذا العالم).

وفي احكام القران للقرطبی (۸/۱۳۲): قوله تعالى يوم خلق السموات والارض انما قال يوم خلق السموات والارض ليبين ان قضاءه وقدره كان قبل ذلک وانه سبحانه وضع هذه الشهور وسماها

باسمائها علی مارتبها علیه یوم خلق السموات والارض وانزل ذلک علی انبیائه فی کتبه المنزلة.

(۴۳۷) کیا امام نسائی شیعہ تھے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چند دن قبل ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ آپ کی صحاح ستہ میں شامل کتاب نسائی شریف کے مؤلف امام نسائی شیعہ تھے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟ اگر صحیح نہیں تو یہ بات انکی طرف کیسے منسوب کی گئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... امام نسائی کا تعلق اہل تشیع سے نہیں بلکہ وہ اہل سنت کے اجلہ محدثین میں سے ہیں۔ انکی طرف تشیع کی نسبت صرف ایک واقعہ کی بنا پر کی جاتی ہے اور وہ یہ کہ آپ آخری عمر میں دمشق گئے جہاں خارجیوں کی کثرت تھی تو آپ نے حضرت علی ﷺ کے فضائل ومناقب پر ایک کتاب لکھی جسکی وجہ سے بعض نے ان پر تشیع کا الزام لگایا لیکن یہ بات صحیح نہیں کیونکہ فضائل علیؓ پر کتاب لکھنے سے مقصود اہل دمشق کی اصلاح تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے خود اس کی وجہ یہ بیان کی کہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے سے ان لوگوں کو ہدایت نصیب فرمائیں گے۔ اور مزید یہ کہ کچھ عرصہ بعد آپ نے فضائل صحابہ پر بھی ایک کتاب لکھی لہٰذا آپ پر تشیع کا الزام کسی بھی اعتبار سے صحیح نہیں ہے۔

لما فی سیر اعلام النبلاء (۱۱/۱۹۷): قال الوزیر ابن حنزابة: سمعت محمد بن موسی المامونی صاحب النسائی قال: سمعت قوما ینکرون علی ابی عبدالرحمن النسائی کتاب: الخصائص لعلی ﷺ وترکه تصنیف فضائل الشیخین فذکرت ذلک فقال دخلت دمشق والمنحرف بها عن علی کثیر فصنفت کتاب الخصائص رجوت ان یهدیهم الله تعالی ثم انه صنف بعدذلک فضائل الصحابة.

وفی المقدمةعلی سنن النسائی ص "ز": قال محمد بن اسحاق الأصبهانی سمعت مشائخنابمصر یقولون ان عبدالرحمن فارق مصر فی آخر عصره وخرج الی دمشق فسئل عن معاویة وماروی من فضائله ففضل علیه علیا فمازالوا یدفعون فی خضنه حتی اخرجوه من المسجد.

﴿کتاب الاجتهاد والتقلید﴾

(اجتہاد اور تقلید سے متعلق سوالات)

(۴۳۸) ائمہ کے اختلاف کی رعایت اور مقلد کا عمل

سوال......کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ میں اگر کسی فرعی مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہو تو عمل کے اعتبار سے رعایت کرنا فرض ہے یا واجب یا سنت؟ نیز اگر امام کے متبعین میں کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو کیا مقلد کیلئے جائز ہے کہ جس کے مذہب پر چاہے عمل کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......ائمہ اربعہ کے متبعین میں سے ہر ایک کیلئے اپنے امام کی اتباع کرنا واجب ہے البتہ اگر مذہب کے مشائخ یا متاخرین نے کسی مسئلہ میں امام کے قول کو چھوڑ کر دوسرے امام کے قول کو اختیار کیا ہو تو وہاں مشائخ متاخرین کے قول پر عمل ہوگا۔اور اگر امام کے متبعین میں اختلاف ہو تو احناف کے نزدیک عبادات میں امام صاحب (امام ابوحنیفہؒ)، قضاء وشہادت میں امام ابو یوسفؒ اور میراث وغیرہ میں امام محمدؒ کے قول کو لیا جائے گا۔اس کے بعد حسن بن زیادؒ اور امام زفرؒ کے قول پر عمل کیا جائے گا۔

لما فی حجة الله البالغة(۱/۱۵۴):ان هذه المذاهب الاربعةالمدونة المحررة قد اجتمعت الامة او من يعتدبه منها على جواز تقليد ها الى يومنا وفى ذلك من المصالح مالا يخفى لاسيما فى هذه الايام.

وفى الدرالمختار مع ردالمحتار (۱/۷۵): وان الحكم الملفق باطل بالاجماع وان الرجوع عن التقليدبعد العمل باطل اتفاقا.

وفى الشامية : (الحكم الملفق) المراد بالحكم الحكم الوضعى كالصحة مثاله متوضئ سال من بدنه دم ولمس امرأته ثم صلى فان صحة هذه الصلاة ملفقة من مذهب الشافعى والحنفى والتلفيق باطل وصحته منتفية.

وفيها ايضاً (۱/۷۱): قد جعل العلماء الفتوى على قول الامام الاعظم فى العبادات وهوالواقع بالاستقرار مالم يكن عنه رواية كقول المخالف .... الفتوى على قول محمد فى جميع مسائل ذوى الارحام .... الفتوى على قول ابى يوسف فيما يتعلق بالقضاء.

وفى عقودرسم المفتى (ص۳۷): ان كثيرا من الاحكام التى نص عليها المجتهد صاحب المذهب بنا ء على ما كا ن فى عرفه وزمانه قد تغيرت بتغير الازمان بسبب فساد اهل الزمان اوعموم الضرورة.

(۴۳۹) کیا قیاس ادلہ اربعہ میں شامل ہے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ائمہ اربعہ نے جو قیاس سے مسائل کا استنباط کیا ہے کیا یہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......قیاس ادلہ اربعہ میں شامل ہے اور اس کے ثبوت پر روایات کثیرہ اور تعامل صحابہ دال ہے لہٰذا یہ کہنا کہ قیاس ائمہ اربعہ نے ایجاد کیا صحیح نہیں ہے۔

لمافي الصحيح للبخاري (۱۰۹۲/۲): حدثنا عبدالله بن يزيد ....عن عمرو بن العاص انه سمع رسول الله ﷺ يقول اذاحكم الحاكم فاجتهد فاصاب فله اجران واذا حكم فاجتهد ثم اخطأ فله اجر.

(وهكذا في الصحيح للمسلم ج۲/ص۷۶)

وفي المشكوة (ص۳۲۴): عن معاذ بن جبل ان رسول الله ﷺ لمابعثه الى اليمن قال كيف تقضي اذا عرض لك قضاء قال اقضي بكتاب الله قال فان لم تجد في كتاب الله قال فبسنة رسول الله ﷺ قال فان لم تجد في سنة رسول الله ﷺ قال اجتهد برأى ولاالو قال فضرب رسول الله ﷺ على صدره وقال الحمدلله الذى وفق رسول رسول الله لمايرضى به رسول الله.

وفي المرقات (۲۳۹/۷) تحت هذه الرواية: قال الخطابي لم يرد به الرأى الذى يسنح له من قبل نفسه أويخطر بباله على غير اصل من كتاب اوسنة بل اراد رد القضية الى معنى الكتاب والسنة من طريق القياس وفي هذا اثبات للحكم بالقياس.

(۴۴۰) تقلید کی شرعی حیثیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں کچھ لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ تقلید کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ کسی امام کی اتباع کرنے سے بہتر ہے کہ براہ راست حضور اقدس ﷺ کی اتباع کی جائے۔ بظاہر ان کی بات صحیح بھی معلوم ہوتی ہے۔ اب آپ سے گزارش ہے کہ درج ذیل سوالات کے جوابات عنایت فرمائیں تاکہ میرا خلجان دور ہو جائے:

(۱) آیا تقلید کی شرعاً کوئی حیثیت ہے یا نہیں؟

(۲) نحن رجال وهم رجال کا سہارا لے کر عدم تقلید کو اختیار کرنا کیسا ہے؟

(۳) علماء اور عوام کے لئے تقلید کا ایک درجہ ہے یا تقلید صرف عوام پر لازم ہے؟

(۴) وہ لوگ جو تقلید کرنے والوں کو مشرک کہتے ہیں ان کی یہ بات کس حد تک صحیح ہے؟ تفصیل سے جوابات عنایت فرما کر رہنمائی

فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً.....تقلید کی شرعی حیثیت بیان کرنے سے پہلے نفس تقلید کا مطلب بیان کیا جاتا ہے:

اصل اطاعت صرف اللہ تعالیٰ کی کی جاتی ہے اور نبی کریم ﷺ کی اطاعت اس لئے ہے کہ وہ رب تعالیٰ کے احکامات کے ترجمان ہیں۔اب اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کے علاوہ کسی اور کو بھی بالذات قابل اطاعت سمجھے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ قرآن وسنت کے احکامات دو قسم کے ہیں۔پہلی قسم ان احکامات کی ہے جن کو ہر عربی دان سمجھ سکتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿ولا یغتب بعضکم بعضا الآیة﴾۔اسی طرح قرآن وحدیث میں بیان کئے گئے بہت سے وعدے، وعیدیں اور اصولی باتیں سب کے سامنے ظاہر ہیں۔اس طرح کے احکامات میں کسی کی تقلید نہیں کی جاتی۔

دوسری قسم میں وہ احکامات ہیں جن میں ابہام پایا جاتا ہے کہ ہر کس وناکس ان کے مفہوم تک نہیں پہنچ سکتا۔مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلثة قروء الایة۔''قروء''ایک مشترک لفظ ہے جو طہر اور حیض دونوں معنی میں مستعمل ہے، یہاں کون سے معنی مراد ہیں؟.........کسی ایک معنی کی تعیین کی صورت میں کتنے ہی احکامات اور فروعات تبدیل ہو جائیں گے۔اب یہ تعیین مجتہد کے علاوہ کوئی دوسرا شخص نہیں کر سکتا۔اس طرح کی کئی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔اسی طرح احادیث رسول اللہ ﷺ کے اتنے بڑے مجموعہ میں بعض احادیث ظاہری طور پر متعارض بھی ہیں۔ان میں ترجیح یا تطبیق کی صورت کیا ہوگی؟.........یہ کام بھی ہر ایک کے بس کا نہیں ہے۔

اس طرح کے مواقع پر دو صورتیں ہیں:ایک صورت یہ ہے کہ ہم خود ہی یہ فیصلہ کر لیں کہ کون سی چیز ہم نے لینی ہے اور کون سی ناقابل اعتبار ہے۔اور دوسری صورت یہ ہے کہ تعیین وتشریح میں اپنے اسلاف کی اتباع کریں جو فہم، ذکاوت، تفقہ فی الدین اور حافظہ غرض ہر چیز میں ہم سے فائق تھے۔پہلی صورت انتہائی خطرناک اور دوسری صورت محتاط ہے۔

مذکورہ تفصیل سے ثابت ہوا کہ''قرآن وحدیث کی تشریح میں اپنے اسلاف میں سے کسی ایک پر اعتماد کر کے اس کے قول کو لینا''اسی کو''تقلید''سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہی حقیقت تقلید ہے۔ پھر تقلید کی دو صورتیں ہیں:

(۱) تقلید مطلق:اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مسئلہ میں ایک عالم کی بات مانی جائے اور دوسرے مسئلہ میں دوسرے عالم کی بات اور تشریح لی جائے۔

(۲) تقلید شخصی:اس تقلید کو کہا جاتا ہے جو کسی خاص عالم وفقیہ کی تشریح کے مطابق ہو۔

فی نفسہ دونوں صورتوں پر عمل کرنا جائز ہے۔لیکن فقہاء کرام نے جو اپنے زمانے کے نبض شناس ہوتے ہیں بدلتے ہوئے حالات پر نظر کرتے ہوئے تقلید شخصی کو واجب قرار دیا۔چند ایک دلائل درج ذیل ہیں:

قال اللہ تعالیٰ (النساء: ۵۹): یآایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ۃ الایة

اس آیت کے تحت امام ابوبکر جصاص احکام القرآن ج ۲/ص ۲۱۰ پر تحریر فرماتے ہیں:

اختلف فی تاویل اولی الامر فروی عن جابر بن عبدالله وابن عباس روایة والحسن وعطاء ومجاهد انهم اولوا الفقه والعلم.

چند سطور کے بعد فرماتے ہیں:

فان تنازعتم فی شئ فردوه الی الله والرسول فامر اولی الامر برد المتنازع فیه الی کتاب الله وسنة نبیه ﷺ اذ کانت العامة ومن لیس من اهل العلم لیست هذه منزلتهم لانهم لایعرفون کیفیة الرد الی کتاب الله والسنة ووجوه دلائلهما علی احکام الحوادث فثبت انه خطاب للعلماء ....

وقوله تعالی (النساء :۸۳): واذا جاء هم امر من الامن اوالخوف اذاعوابه ۖ ولو ردوه الی الرسول والی اولی الامر منهم لعلمه الذین یستنبطونه منهم ۗ الایة

وقوله تعالی (النحل:۴۳): فاسئلوا اهل الذکران کنتم لا تعلمون ۝

علامہ آلوسی اس آیت کے ضمن میں روح المعانی ج ۵/ص ۱۴۸ میں رقمطراز ہیں:

ویؤید ذلک مانقل عن الجلال المحلی انه یلزم غیر المجتهد عامیا کان اوغیره التقلید للمجتهد لقوله تعالی فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون.

تقلید شخصی کے ثبوت پر چند احادیث

(۱)عن عکرمة ان اهل المدینة سألوا ابن عباس عن امرأة طافت ثم حاضت قال له تنفر قالوا لانأخذ بقولک وندع قول زید قال اذا قدمتم المدینة فاسئلوا فقدموا المدینة فسألوافکان فی من سألوا ام سلیم .... (صحیح البخاری : ج ۱/ص ۲۳۷)

(۲)...........فأتینا اباموسیٰ فأخبرناه بقول ابن مسعود فقال لاتسئلونی مادام هذا الحبر فیکم.

(ایضاً: ج ۲/ص ۹۹۷)

تقلید شخصی کے وجوب پر فقہاء کرام کے فتاویٰ

علامہ ابن تیمیہ فتاویٰ کبریٰ ج ۲/ص ۲۳۷ میں فرماتے ہیں:

وقد نص الامام احمد انه لیس لأحد أن یعتقد الشئ واجبا اوحراما ثم یعتقده غیر واجب اومحرم بمجرد هواه مثل ان یکون طالبا لشفعة الجوار فیعتقدها انهاحق له ثم اذا طلبت منه شفعة الجوار

فمثل هذا ممن يكون في اعتقاده حل الشئ وحرمته ووجوبه اعتقد انهاليست ثابتة .... وسكوته بسبب هواه هومذموم مجروح خارج عن العدالة وقد نص احمد وغيره على ان هذا لايجوز.

ایک دوسری جگہ پرایک مسئلہ کے ضمن میں ج ۲/ص ۲۸۵ میں فرماتے ہیں:

وهذا القول يخالف اجماع المسلمين فانهم متفقون على ان من اعتقد حل الشئ كان عليه ان يعتقد ذلك سواء وافق غرضه او خالفه ومن اعتقد تحريمه كان عليه ان يعتقد ذلك في الحالين وهؤلاء يكونون في وقت يقلدون من يفسده وفي وقت يقلدون من يصحه بحسب الغرض .... والهواء ومثل هذا لايجوزباتفاق الائمة.

تقلید شخصی کے وجوب کی علت بیان کرتے ہوئے شرح المہذب ج ۱/ص ۸۸ میں فرماتے ہیں:

ووجهه انه لوجاز اتباع اى مذهب شاء لافضیٰ الى ان يلتقط رخص المذاهب متبعاهواه، ويتخير بين التحليل والتحريم والوجوب والجوازوذلك يؤدى الى انحلال ربقة التكليف بخلاف العصر الاول فانه لم تكن المذاهب الوافية باحكام الحوادث مهذبةوعرفت، فعلى هذا يلزمه ان يجتهد فى اختيار مذهب يقلده على التعيين.

ایک اشکال اور اس کا جواب

عام طور پر غیر مقلدین کی طرف سے یہ اشکال کیا جاتا ہے کہ اگر تسلیم کرلیا جائے کہ تقلید شخصی واجب ہے تو بھی صرف چار ائمہ کی تقلید کیوں کی جاتی ہے؟ حالانکہ ان جیسے دوسرے ائمہ جو زہد وتقوی، اور علمی وفقہی بصیرت کے اعتبار سے ان کے درجے کے تھے ان کی بھی تقلید جائز ہونی چاہئے۔

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ ان چار ائمہ کی تقلید کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ان حضرات کو ایسے اسباب مہیا فرمائے کہ ان کے مذاہب مکمل طور پر مدون ہوگئے۔ جبکہ دوسرے ائمہ کے مذاہب اس طور پر مدون نہ ہوسکے۔ اس بناء پر صرف ان ہی چار کی تقلید کی جاتی ہے۔ چنانچہ علامہ آلوسی اسی علت کو بیان کرتے ہوئے روح المعانی ج ۱۴/ص ۱۴۸ میں فرماتے ہیں:

مقتضى كلامهم انه لافرق بين تقليد احد ائمة المذاهب الاربع وتقليد غيره من المجتهدين. نعم ذكر العلامة ابن الحجر وغيره انه يشترط فى تقليد الغير ان يكون مذهبه مدونا محفوظ الشروط والمعتبرات.

اسی طرح علامہ نووی اسی علت پر بحث کرتے ہوئے شرح المہذب ج ۱/ص ۸۸ میں فرماتے ہیں:

وليس له التذهب بمذهب احد من ائمة الصحابة ﷺ وغيرهم من الاولين وان كانوا اعلم واعلا درجة ممن بعدهم لانهم لم يتفرغوا لتدوين العلم وضبط اصوله وفروعه فليس لاحد منهم مذهب مهذب ومحرر مقرر وانما قام بذلك من جاء بعدهم من الائمة الناحلين لمذاهب الصحابة والتابعين القائمين بتمهيد احكام الوقائع قبل وقوعها ، الناهضين بايضاح اصولها وفروعها كمالک وابى حنيفة وغيرهما.

اور حضرت شاہ ولی اللہؒ حجۃ اللہ البالغۃ ج ا/ص ۱۵۴ میں فرماتے ہیں:

ان هذه المذاهب الاربعة المدونة قد اجتمعت الامة اومن يعتد به منها على جواز تقليدها الى يومنا هذا وفى ذلک من المصالح مالايخفى لاسيما فى هذه الايام ....

دوسرے جزء کا جواب

وہ غیر مقلدین حضرات جو محض رجال وھم رجال کا سہارا لے کر عدم تقلید کا پرچار کرتے ہیں ان کو یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ وہ کون سی خوبی میں ان کے برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا علم وفہم میں ان کا مقابلہ کرتے ہیں؟ یا ذکاوت وحافظہ یا دین ودیانت میں ان سے برابری کا دعویٰ کرتے ہیں؟ یا یہ لوگ تقویٰ و پرہیزگاری میں ان سے بڑھے ہوئے ہیں؟ حالانکہ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ آج کل ہم سب مقلدین وغیر مقلدین ہر اعتبار سے اس قدر تہی دست ہیں کہ ہمیں قرون اولیٰ کے علماء سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ مزید برآں قرون اولیٰ کے علماء تو اس ماحول اور زمانے کے بھی قریب ہیں جس مبارک زمانے اور ماحول میں قرآن کریم نازل ہوا۔ ان کو قرآن کریم کے انداز گفتگو اور مزاج دین کی ہو بہو پہچان حاصل تھی۔ غیر مقلدین حضرات کے اس اعتراض کے جواب میں صرف حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ (جو جلیل القدر فقہاء صحابہ میں سے ہیں) کا یہ قول کافی ہے:

عن ابن مسعود قال من كان مستنا فليستن بمن قد مات فان الحى لاتؤمن عليه الفتنة اولئک اصحاب محمد ﷺ كانوا افضل هذه الامة ابرها قلوبا واعمقها علما واقلها تكلفا اختارهم الله لصحبة نبيه ولاقامة دينه فاعرفوا لهم فضلهم واتبعوهم على اثرهم وتمسكوا بما استطعتم من اخلاقهم وسيرهم فانهم كانوا على الهدى المستقيم. (مشكوة المصابيح :ص ۳۲)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی کے طریقے کو اختیار کرنا چاہتا ہے تو وہ ایسے شخص کے طریقے کو اختیار کرے جس کا انتقال ہو گیا ہو۔ زندہ شخص فتنہ سے مامون نہیں ہوتا۔ یہ نبی ﷺ کے صحابہ ہیں جو اس امت کے بہترین لوگ ہیں جن کے دل پارسا، علم گہرا اور بہت کم تکلف کو اختیار کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نبی کی صحبت اور دین کو قائم رکھنے کے لئے چن لیا ہے پس تم ان کی فضیلت کو پہچانو اور ان کی اتباع کرو اور ان کے اخلاق وسیرت میں

سے جس قدر اپنا ہکواسے اپنالو کیونکہ یہ لوگ مکمل ہدایت پر تھے۔

تیسرے جزء کا جواب

جو عالم درجہ اجتہاد پر فائز نہ ہو اس نے خواہ کتنی ہی کتابیں پڑھ لی ہوں وہ عامی ہے۔ اس کو بہر حال عامی کی طرح کسی ایک امام کے قول کی طرف رجوع کرنا پڑے گا اور آج کل کے عام علماء اسی طبقہ میں داخل ہیں۔ ہاں جو عالم تبحر علمی کے سبب درجہ اجتہاد پر فائز ہو تو اس کی اور عامی کی تقلید میں فرق ہوگا۔

چنانچہ حضرت مولانا حبیب احمدؒ اجتہاد کی تحقیق کے بعد ان حضرات سے متعلق جو درجہ اجتہاد پر فائز نہ ہونے کے باوجود اجتہاد کرتے ہیں ان جیسے لوگوں پر تقلید کے وجوب کا قول ذکر کرنے کے بعد ان کے اجتہاد کی مذمت کرتے ہوئے اعلاء السنن (۲۳۲/۲۰) میں فرماتے ہیں:

وهؤلاء يجب عليهم تقليد المجتهد فان اجتهدوا ضلوا وأضلوا وهؤلاء هم اهل الرأى الذين ذمهم الصحابة والتابعون ....

''یہی لوگ ہیں جن پر مجتہد کی تقلید واجب ہے پس اگر یہ خود اجتہاد کرنے لگیں تو خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ پس یہی لوگ اہل رائے ہیں جن کی صحابہ وتابعین نے مذمت کی ہے''۔

اسی طرح علامہ شامیؒ (متوفی ۱۲۵۲ھ) اپنے دور کے مفتیان کرام کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''اس زمانے میں مفتی مجتہد کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے اور سب کے سب مقلد محض ہی ہیں''۔ جب ان کے زمانے کا یہ حال تھا تو ہمارے زمانے میں مفتی مجتہد اور بھی عدیم الوجود ہوگا۔

ولما انقطع المفتي المجتهد في زماننا ولم يبق الا المقلد المحض وجب علينا اتباع التفصيل.

(شرح عقود رسم المفتی : ص ۴۱)

چوتھے جزء کا جواب

وہ غیر مقلدین حضرات میں جو مقلدین کو مشرک قرار دیتے ہیں یہ ایک غلط فہمی پر مبنی ہے اور اگر غلط فہمی نہ ہو تو ہٹ دھرمی پر مبنی ہے۔ غلط فہمی یہ ہے کہ مقلدین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی بات کو رد کر کے اپنے امام کی بات مانتے ہیں اور ہر حکم میں اس کی پیروی کرتے ہیں گویا کہ وہ ان کا خدا ہے اور اسی پر وہ آیت بطور دلیل پیش کرتے ہیں جس میں مشرکین مکہ کی ہٹ دھرمی اور اندھی تقلید کا ذکر ہے:

واذا قيل لهم اتبعوا ما انزل الله قالوا بل نتبع ما الفينا عليه آباءنا ط اولو كان آباؤهم لايعقلون شيئا ولايهتدون ○ (البقرة : ۱۷۰)

لیکن یہ بات تفصیلاً گزر چکی ہے کہ مقلدین حضرات کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں بلکہ وہ ان ائمہ حضرات کو قرآن وسنت کا شارح قرار دے کر ان کی تشریح کے مطابق قرآن وسنت پر عمل کرتے ہیں نہ کہ کفار کی طرح اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی بات کو چھوڑ کر ان ائمہ کی بات کو قبول کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ بات صرف غلط فہمی کا نتیجہ ہے اور اگر غلط فہمی نہیں تو ہٹ دھرمی ہے کہ سادہ لوح لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے اس طرح کی الزام تراشیاں کی جاتی ہیں، اس صورت میں یہ لوگ واقعی "ضلوا فاضلوا" کے مصداق قرار پائیں گے۔

تقلید کو شرک کہنا تو دور کی بات ہے بلکہ خود حضرت یوسف علیہ السلام اس طرح کی تقلید پر اپنے عمل کو ذکر کر کے شرک کی نفی کرتے ہیں جو اس بات کی واضح علامت ہے کہ صرف تقلید شرک نہیں ہوسکتی چنانچہ رب تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام کے قول کو یوں ذکر فرماتے ہیں:

واتبعت ملة آباء ی ابراهیم واسحق ویعقوب ط ماکان لنا ان نشرک بالله من شیءٍ ط الآیة (یوسف: ۳۸)

چنانچہ علامہ ابن تیمیہ اسی کی تشریح کرتے ہوئے فتاویٰ کبریٰ ج ۲/ص ۲۳۹ میں رقمطراز ہیں:

لما کان من الاحکام مالایعرفه کثیر من الناس رجع الناس فی ذلک الی من یعلمهم ذلک لانه اعلم بما قال الرسول واعلم بمراده فائمة المسلمین الذین اتبعوهم وسائل وطرق وادلة بین الناس وبین الرسول یبلغونهم ماقاله ویفهمونهم مراده بحسب اجتهادهم واستطاعتهم وقد یخص الله هذا العالم من العلم والفهم مالیس عند الآخر.

(۴۴۱) تقلید واجب ہے یا نہیں؟

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تقلید کی شرعی حیثیت کیا ہے، یہ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً..... صورت مسئولہ میں ہر ایسا شخص جو مجتہد نہ ہو اس پر کسی مجتہد کی تقلید واجب ہے خاص طور پر ہمارے زمانے جبکہ علم کا فقدان پایا جاتا ہے۔ نیز ویسے تو چاروں ائمہ برحق ہیں البتہ ان میں کسی ایک کی تقلید کرنا ضروری ہے تاکہ اسمیں بجائے شریعت پر عمل کرنے کے اپنی خواہشات کا غلبہ نہ ہو جائے جبکہ ہمارے زمانے میں ویسے بھی ہمتیں کمزور پڑ چکی ہیں اور اسلام کا درد دلوں سے مٹ چکا ہے اور ہر شخص کا مزاج ایسا بن چکا ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ اسکی خواہش اسلام کے روپ میں پوری ہو جائے ایسے حالات میں کسی متعین امام کی تقلید اور بھی ضروری ہو جاتی ہے۔

دلائل المسئلة مرت تحت السؤال السابق

(۴۴۲) ائمہ اربعہ پر سب وشتم کرنے والے کا حکم

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس شخص کے بارے میں جو مذاہب اربعہ کے ائمہ کو سب وشتم کرتا ہو اور یہ کہتا ہو کہ

انہوں نے اسلام کی حقیقت بدل ڈالی، اور ایسی چیزوں کا اضافہ کیا جن کی اللہ اور رسول نے اجازت نہیں دی اور اسلام کی ظاہری صورت کو تبدیل کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... اگر یہ شخص ائمہ اربعہ کو بغیر کسی وجہ کے سب وشتم کرتا ہو تو اس طور پر کہ انھوں نے اسلام کی ظاہری صورت کو مٹا کر نفسانی خواہشات کی اتباع کرلی ہے تو ایسا شخص فاسق ہے اس کی شہادت فسق کی بنا پر نا قابل قبول ہے۔ امام وقت کو چاہیے کہ اس کو تعزیرا سزا دے۔

لمافی البحر الرائق (۴۹/۵): مراهق شتم عالما فعليه التعزير.

وفی الهندية (۲/۲۷۰): من ابغض عالما من غير سبب ظاهر خيف عليه الكفر.

وفی ردالمحتار (۲۳۷/۴): وترد شهادة من يظهر سب السلف وتقبل شهادة اهل الاهواء ......وقال الزيلعي اويظهر سب السلف يعني الصالحين منهم وهم الصحابة والتابعون لان هذه الاشياء تدل على قصور عقله.

(۴۴۳) مذہب کی تبدیلی پر تعزیر

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں اگر کوئی شخص ایک مذہب (ائمہ اربعہ) سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اس طرح مذہب کی تبدیلی پر اس پر تعزیر آئے گی یا نہیں؟ کیونکہ میں نے ایک عالم سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر اسلامی حکومت قائم ہوتو ایسے شخص پر تعزیر آئے گی۔ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں ایسا شخص جو صاحب علم ہو، مذہب کے تمام اصول وفروع سے واقف ہو اور کسی دلیل کی بنا پر جو پہلے مخفی تھی اب اس پر واضح ہوئی اور وہ پہلے مذہب کو نہ تو حقیر جانتا ہو اور نہ اسکی توہین کرے تو ایسے شخص پر تعزیر نہیں آئے گی بلکہ یہ اجر کا مستحق ہے۔

اور اگر کوئی شخص بغیر کسی دلیل شرعی کے جبکہ وہ مذہب سے ناواقف ہے کسی فاسد غرض، مال دولت یا کسی مسئلہ میں صرف سہولت کیوجہ سے ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرے مذہب کو اختیار کرتا ہے تو ایسا شخص قابل ملامت اور تعزیر کا مستحق ہوگا کیونکہ ایسا کرنا اس کیلئے جائز نہیں۔

لمافی الدرالمختار مع رد المحتار (۸۰/۴): ارتحل الى مذهب الشافعي يعزر سراجيه.

وفی الشامية: ای اذا كان ارتحاله لا لغرض محمود شرعا ....ولو ان رجلا يرى من مذهبه باجتهاد وضع له كان محمودا ماجورا. اما انتقال غيره من غير دليل بل لما يرغب من غرض الدنيا وشهوتها فهو المذموم الاثم المستوجب للتاديب والتعزير لارتكابه المنكر في الدين واستخفافه

بدينه ومذهبه اهـ.

(۴۴۴) ابوحنیفہ کی وجہ تسمیہ

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں امام اعظم کی کنیت ابوحنیفہ کیسے مشہور ہوئی۔ اسکی وجہ ذکر کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... امام اعظم نعمان بن ثابت رحمہ اللہ کو ''ابوحنیفہ'' کہنے کی راجح وجہ یہ ہے کہ حنیف کے معنی آتے ہیں ''اسلامی احکامات پر مکمل طور سے عمل پیرا'' یعنی جو ہر طرف سے کٹ کر صرف دین اسلام کی طرف مائل ہو۔ چونکہ آپؒ نے اپنی زندگی کے سارے مشاغل کو ختم کر کے صرف دین کے مسائل کا استنباط اور نشر واشاعت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالیا تھا لہذا آپ ''ابوحنیفہ'' کی کنیت سے مشہور ہوئے۔

لمافي الخيرات الحسان (ص۴۵): ان كنيته ابو حنيفه مؤنث حنيف، وهو الناسك او المسلم لان الحنف الميل والمسلم مائل الى الدين المحق. قيل سبب تكنيه بذلك ملازمته للدواة حنيفة بلغة العراق وقيل كانت له بنت تسمى بذلك ورد بانه لا يعلم له ولد ذكر ولاانثى غير حماد.

فصل فی علامات الساعة

(قیامت کے احوال اور علامتوں کے بارے میں)

(۴۴۵) علامات قیامت کا بیان

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور ﷺ نے قیامت کی بہت سی نشانیاں بتائیں ان میں سے کتنی ظاہر ہو چکی ہیں اور کتنی باقی ہیں ان کی ترتیب کیا ہوگی؟ نیز میں نے سنا ہے کہ اصحاب کہف زندہ ہیں اور وہ عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں آئیں گے اور ان کی مدد کریں گے اگر یہ بات صحیح ہے تو ان اصحاب کہف کا شمار حضور ﷺ کی امت میں سے ہوگا یا نہیں؟ تفصیل مطلوب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... جو علامات قیامت سے پہلے ظاہر ہونگی ان کا ظہور تقریباً ہو چکا ہے جیسے مال غنیمت کو اپنا مال سمجھنا، امانت کو غنیمت سمجھنا، زکوٰۃ کی ادائیگی کو ناوان سمجھنا، بیوی کو ماں پر ترجیح دینا، دوست کو باپ پر ترجیح دینا، مساجد میں شور برپا کرنا، بر سر عام شراب پیا جانا اور سلف صالحین کو گالیاں دینا وغیرہ وغیرہ۔

دوسری قسم ان علامات کی ہے جن پر قیامت کا آنا موقوف ہے جن کے بعد قیامت واقع ہوگی۔ وہ دس علامات ہیں جن میں سب سے پہلے امام مہدی کا ظہور ہوگا۔ بیت اللہ کے سامنے رکن اور مقام کے درمیان لوگ ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور بیت المقدس کیطرف ہجرت کریں گے پھر ان کی خلافت میں دجال نکلے گا جس کا رنگ سرخ، بھاری جسم پست قد، الجھے ہوئے بال، ایک آنکھ سپاٹ دوسری عیب دار اور پیشانی پر کافر لکھا ہوا ہوگا جسے ہر شخص پڑھ سکے گا پہلے نبوت کا دعویٰ کرے گا پھر ترقی کر کے خدائی کا دعویٰ کرے گا گدھے پر سوار ہوگا۔ ستر ہزار یہودی اسکی فوج میں شامل ہونگے آندھی کیطرح چلے گا۔ حرمین شریفین اور بیت المقدس کے علاوہ ساری دنیا میں گھومے گا، مدینہ کی طرف جائے گا مگر فرشتے اسے مدینہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ وہاں سے بیت المقدس کا رخ کرے گا تو اہل اسلام اس کے مقابلے کیلئے نکلیں گے۔ دجال کی فوج مسلمانوں کا محاصرہ کرے گی اور مسلمان وہاں محصور ہو جائیں گے۔ عین اس وقت جب فجر کی اقامت ہو چکی ہوگی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جامع مسجد دمشق کے مشرقی مینار کے پاس نازل ہوں گے۔ امام مہدی مصلے سے پیچھے ہٹ جائیں گے اور انہیں نماز پڑھانے کی درخواست کریں گے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام مہدی کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام دروازہ کھولیں گے آپ کے ہاتھ میں چھوٹا سا نیزہ ہوگا۔ دجال آپ کو دیکھتے ہی اس طرح پگھلنے لگے گا جس طرح نمک پانی میں پگھلتا ہے چنانچہ وہ بھاگنا شروع کرے گا لیکن آپ اسے باب لد کے مقام پر قتل کر دینگے۔ پھر اسی زمانے میں یاجوج ماجوج کا خروج ہوگا وہ زمین کی ہر بلندی سے پھسلتے ہوئے اتریں گے۔ ان کا پہلا دستہ جب بحیرہ طبریہ پر گزرے گا

تو اس کا سارا پانی ختم کردے گا جب بعد والے آئیں گے تو کہیں گے کہ یہاں کبھی پانی ہوا کرتا تھا۔

اس کے بعد جبل خمر کی طرف چلیں گے جو بیت المقدس کا ایک پہاڑ ہے وہاں پہنچ کر کہیں گے کہ زمین والوں کو تو ہم قتل کر چکے اب آسمان والوں کو قتل کریں گے چنانچہ وہ اپنے تیر آسمان کیطرف پھینکیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے تیر کو خون میں رنگ کر واپس کریں گے۔ اس دوران مسلمان کوہ طور میں محصور ہونگے اور سخت تنگی میں مبتلا ہونگے پھر اللہ تعالیٰ یا جوج ماجوج کو کیڑوں کے ذریعے ہلاک کریں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد چالیس سال تک دنیا میں رہیں گے ان کا دور مثالی امن کا دور ہوگا لیکن ان کے بعد پھر زمین میں فتنہ وفساد برپا ہوجائے گا۔ اس کے بعد جبل صفا سے دابۃ الارض نکلے گا جو زمین میں گھومے گا۔

اسی دوران تین خسفات (زمین میں دھنسنا) ہونگے ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں اور تیسرا جزیرہ عرب میں، اس کے بعد ایک دھواں نمودار ہوگا جو ہر طرف پھیل جائے گا پھر سورج مغرب سے طلوع ہوجائے گا جس کے ساتھ ہی توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا۔ یہ آخری علامت ہوگی اس کے بعد قیامت واقع ہوجائے گی، ایک آگ نکلے گی جو تمام لوگوں کو میدان حشر میں جمع کر دے گی۔

نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد اصحاب کہف بھی نکل آئیں گے اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری ہوں گے۔ اور چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ ﷺ کے امتی ہیں تو ان کے حواری بطریق اولیٰ آپ ہی کی امت میں ہوں گے۔

لما فی حاشية الصاوی (۳/۱۰): واعلم انه اختلف فی اصحاب الكهف لعل ماتوا ودفنوا اوهم نيام واجسامهم محفوظة والصحيح انهم نيام ويستيقظون عند نزول عيسىٰ ويحجون معه ويموتو ن قبل يوم القيمة حين تأتی الريح اللينة.

وفی المشكوة (ص۴۷۲): عن حذيفه بن اسيد الغفاری قال اطلع النبیﷺ علينا ونحن نتذاكر فقال ماتذكرون قالوا نذكر الساعة قال انها لن تقوم حتیٰ تروا قبلها عشر آيات فذكر الد خان والدجال والدابة وطلوع الشمس من مغر بها ونزول عيسى ابن مريم ويا جوج وماجوج وثلثة خسوف خسف بالمشرق وخسف با لمغرب وخسف بجزيرة العرب واخر ذلک نار تخرج من اليمن تطرد الناس الى محشرهم وفی رواية نار تخرج من قعر عدن تسوق الناس الى المحشر.

وفيها ايضاً (ص۴۷۰): عن ابی هريره قال قال رسول اللهﷺ اذا اتخذ الفئ دولا والامانة مغنما والزكاة مغرما وتعلم لغير الدين واطاع الرجل امرأته وعق امه وادنی صديقه واقصى اباه وظهرت الا صوات فی المساجد وسادالقبيلة فاسقهم وكان زعيم القوم ارذلهم واكرم الر جل مخافة شره وظهرت القينات والمعازف وشربت الخمور ولعن اخر هذه الامة اولها فارتقبو ا عند ذلک ريحا حمراء و زلزلة وخسفاً ومسخاً وقذفاً وآيات تتابع كنظام قطع سلكه فتتابع.

وفيها ايضاً (ص۴۷۳): عن النواس بن سمعان قال ذكر رسول اللهﷺ الدجال ....قلنا يا رسول

الله وما اسراعه فی الارض قال کا لغیث استد برته الریح فیاتی علی القوم فید عوهم فیؤمنون به فیا مر السماء فتمطر والارض فتنبت فتروح علیهم سارحتهم اطول ما کانت ذری واسبغه ضروعا وامده خواصر .... فبینما هو کذلک اذ بعث الله المسیح بن مریم فینزل عند المنارة البیضاء شرقی دمشق بین مهزودتین واضعا کفیه علی اجنحة ملکین اذا طأطأ راسه قطر واذا رفعه تحدّر منه مثل جمان کاللؤلؤ فلا یحل لکافر یجد من ریح نفسه ینتهی حیث ینتهی طرفه فیطلبه حتیٰ یدرکه بباب لد فیقتله ثم یاتی عیسی قوم قد عصمهم الله منه فیمسح عن وجوههم ویحدثهم بدرجاتهم فی الجنة فبینما هو کذلک اذا وحی الله الی عیسیٰ انی قد اخرجت عباداً لی لایدان لاحد بقتالهم فحرز عبادی الی الطور ویبعث الله یاجوج وماجوج وهم من حدب ینسلون فیمر اوائلهم علی بحیرة طبریة فیشربون ما فیها ویمر آخرهم فیقول لقد کان بهذه مرة ماء ثم یسیرون حتی ینتهوا الی جبل الخمر وهو جبل بیت المقدس فیقولون لقد قتلنا من فی الارض هلم فلنقتل من فی السماء فیرمون بنشابهم الی السماء فیرد الله علیهم نشابهم مخضوبة دما ویحصر نبی الله واصحابه حتی یکون رأس الثور لاحدهم خیرا من مائة دینار لاحدکم الیوم فیرغب نبی الله عیسی واصحابه فیرسل الله علیهم النغف فی رقابهم فیصبحون فرسی کموت نفس واحدة ثم یهبط نبی الله عیسیٰ واصحابه الی الارض .... فیومئذ تاکل العصابة من الرمانة .... فبیناهم کذالک اذ بعث الله ریحا طیبة فتأخذهم تحت اباطهم فتقبض روح کل مؤمن وکل مسلم ویبقی شرار الناس یتهارجون فیها تهارج الحمر فعلیهم تقوم الساعة.

(۴۲۶) قیامت کی علامات

سوال ..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے ہر عام وخاص شخص کی زبان پر یہ الفاظ ہیں کہ قیامت بہت قریب ہے۔ اس کی وضاحت فرمائیں کہ کیا یہ بات صحیح ہے؟ اور کیا قیامت کی نشانیاں پوری ہوگئی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً ..... قیامت کی علامات تین تقسیم پر ہیں: اول بالکل ابتدائی علامات جیسے انبیاء کے سلسلے کو ختم کرتے ہوئے ختم الرسل ﷺ کا اس دنیا میں تشریف لانا قیامت کے قریب آجانے کی علامت ہے۔

دوئم: وہ علامات جو درمیانے درجے کی ہیں جیسے جہالت کا غلبہ، علم کا اٹھ جانا، قتل کا زیادہ ہونا، امانت کو غنیمت سمجھنا، عہدے کو غیر اہل کے سپرد کرنا، اور زکوٰۃ کو تاوان سمجھنا وغیرہ۔

سوئم: وہ علامات جو بالکل قرب قیامت کے وقت ظاہر ہوں گی جیسے خروج دجال و یاجوج ماجوج، نزول عیسیٰ علیہ السلام

اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا وغیرہ۔

اب ان علامات میں سے پہلی دو قسموں کی علامات کافی حد تک ظاہر ہو چکی ہیں۔ صرف تیسری قسم کی علامات کا ظہور باقی ہے۔ اس اعتبار سے یہ کہنا کہ قیامت بالکل قریب ہے صحیح ہے۔

لمافی المشکوٰۃ (ص۴۶۹): عن انس قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ان من اشراط الساعة ان یرفع العلم ویکثر الجهل ویکثر الزنا ویکثر شرب الخمر ویقل الرجال ویکثر النساء حتی یکون لخمسین امرأة القیم الواحد.

عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال بینما النبی ﷺ یحدث اذجاء اعرابی فقال متی الساعة قال اذا ضیعت الامانة فانتظر الساعة قال کیف اضاعتها قال اذا وسد الامر الی غیر اهله فانتظر الساعة.

وفیها ایضاً (ص۴۷۲): عن حذیفة بن اسید الغفاری قال اطلع النبی ﷺ علینا ونحن نتذاکر فقال ماتذاکرون قالوا نذکر الساعة قال انها لن تقوم حتی ترو قبلها عشر آیات فذکر الدخان والدجال والدابة وطلوع الشمس من مغربها ونزول عیسی ابن مریم ویاجوج وماجوج.

(۴۴۷) مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر مشہور ہے کہ آخر دور میں رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائیں گے۔ کیا قرآن یا سنت میں اس کا ذکر موجود ہے؟ اور کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......یہ بات روایات سے ثابت ہے کہ آخر دور میں امام مہدی کا ظہور ہوگا بلکہ ان کی علامات ونشانیاں اور نام تک کا ذکر روایات میں موجود ہے۔

لمافی المشکوٰۃ (ص۴۷۰): عن ابی سعیدالخدری قال قال رسول اللہ ﷺ المهدی منی اجلی الجبهة اقنی الانف یملأ الارض قسطا وعدلا.

عن ثوبان قال قال رسول اللہ ﷺ اذا رأیتم الرایات السود قد جاء ت من قبل خراسان فاتوها فان فیها خلیفة اللہ المهدی.

عن ابی اسحاق قال قال علی رضی اللہ عنہ ونظر الی ابنه الحسن قال ان ابنی هذا سید کما سماه رسول اللہ ﷺ وسیخرج من صلبه رجل یسمی باسم نبیکم یشبهه فی الخلق ولا یشبهه فی الخلق ثم ذکر قصة یملأ الارض عدلا.

﴿فصل فی احوال مابعد الموت﴾

(مرنے کے بعد کے احوال کے بیان میں)

(۴۴۸) عذاب قبر جسد مع الروح پر ہے یا صرف روح پر؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے ایک عزیز ملازمت کے سلسلے میں ملک سے باہر ہے۔ اب ریٹائرمنٹ کے بعد واپس لوٹے ہیں تو بعض باتوں میں ان کا ہمارے ساتھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک مسئلہ یہ ہے کہ "عذاب قبر صرف روح کو ہوتا ہے" جسد مع الروح پر نہیں مانتے۔ کیا وہ اس عقیدے کے باوجود اہل سنت میں داخل ہیں یا نہیں؟ نیز کبھی کبھی امام صاحب کی غیر موجودگی میں امامت بھی کرتے ہیں کیا ایسے شخص کو امام بنانا صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ عذاب قبر جسد مع الروح کو ہوتا ہے، ائمہ اربعہ اس پر متفق ہیں اور یہ عقیدہ کہ عذاب صرف روح کو ہوتا ہے معتزلہ کا عقیدہ ہے۔ لہٰذا یہ شخص اہل سنت والجماعۃ سے خارج ہے، بدعتی اور گمراہ ہے۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا بھی صحیح نہیں ہے۔

لمافی مرقاة المفاتيح (۱/۳۰۳): فان الله تعالى يعلق روحه الذى فارقه بجزئه الاصلى الباقى من اول عمره الى آخره المستمر على حاله حالتى النمو والذبول الذى تتعلق به الروح اولا فيحيا ويحيا بحياته سائر اجزاء البدن.

وفى "الروح" لابن القيم (ص۵۴): ان مذهب سلف الامة وائمتها ان الميت يكون فى نعيم اوعذاب وان ذلك يحصل لروحه وبدنه.

وفى شرح الفقه الاكبر (ص۱۰۰): واعادة الروح الى العبد فى قبره حق.

وفى شرحه يقول الملا على القارى: (الى العبد) اى الى جسده بجميع اجزائه او ببعضها مجتمعة او متفرقة ...... وفى المسئلة خلاف المعتزلة وبعض الرافضة.

(۴۴۹) قبرستان میں سلام کے جواب کی کیفیت

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ انسان کے انتقال کے بعد اسکی روح جنت یا جہنم میں پہنچ جاتی ہے تو پھر قبرستان میں سلام کا جواب کس سے ملتا ہے؟ آج کل یہ مسئلہ ہماری مسجد میں زیر بحث ہے اور ہر آدمی اپنی سوچ کے مطابق اس پر رائے

زنی کرتا ہے۔ برائے مہربانی آپ صحیح جواب سے مطلع فرمائیں جو شریعت کے مطابق ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... میت کی روح کا تعلق اس کے جسم سے پایا جاتا ہے اگر چہ کسی درجے میں ہو لہٰذا مردہ سلام کا جواب دیتا ہے اگر چہ ہم اس کو سن نہیں سکتے۔

لمافی مرقات المفاتیح (۱۱۶/۴): وعنها قالت كيف اقول يارسول الله تعني في زيارة القبور قال قولي السلام على اهل الديار من المؤمنين والمسلمين ويرحم المستقدمين منا والمتاخرين وانا ان شاء الله بكم لاحقون .عن ابي هريرة قال قال ابو رزين يارسول الله ﷺ ان طريقي على الموتى فهل من كلام اتكلم به اذا مررت عليهم قال قل السلام عليكم.......... قال ابورزين يسمعون قال يسمعون ولكن لايستطيعون ان يجيبوا قال يا ابارزين الاترضى ان يرد عليك بعددهم من الملائكة اهـ (وقوله لا يستطيعون ان يجيبوا) اى جوابا يسمعه الحي والا فهم يردون حيث لانسمع ....

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال قال رسول الله ﷺ مامن احد يمر بقبر اخيه المومن كان يعرفه في الدنيا فيسلم عليه الا عرفه ورد عليه السلام .

وفي الروح لابن القيم (ص۷): قال ابن عبد البر ثبت عن النبي ﷺ انه قال مامن مسلم يمر على قبر اخيه كان يعرفه في الدنيا فيسلم عليه الا رد الله عليه روحه حتى يرد عليه السلام فهذا نص انه يعرفه بعينه ويرد عليه السلام .

(۴۵۰) کیاارواح جمعہ کی شب اہل وعیال میں آتی ہیں

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیاارواح مؤمنین جمعہ کی شب اپنے اہل وعیال میں آتی ہیں؟ ہمارے یہاں مشہور ہے کہ جمعہ کی شب ارواح اپنے اہل وعیال میں آتی ہیں، کیا یہ بات صحیح ہے؟ تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... روحوں کا جمعہ کی شب اہل وعیال میں آنا نصوص سے ثابت نہیں ہے بلکہ ارواح اپنے مستقر میں رہتی ہیں اور وہاں سے دنیا میں نہیں آسکتیں۔

لمافي روح البيان (۱۱۵/۸): عن سعيد بن جبيران ارواح الاحياء وارواح الاموات تلتقى في المنام فيتعارف منها ماشاء الله ان يتعارف فيمسك التي قضى عليها الموت ويرسل الاخرى الى اجسادها الى انقضاء مدة حياتها .

وفي الروح (ص۲۳): عن السدي في قوله تعالى والتي لم تمت في منامها قال: يتوفاها في منامها فيلتقي روح الحي وروح الميت فيتذاكران ويتعارفان قال فترجع روح الحي الى جسده في الدنيا

الی بقیة اجلہا وترید روح المیت ان ترجع الی جسدہ فتحبس۔

(۴۵۱) سابقہ مرحومین کی روحوں کا نئے مرحوم کی روح کے ساتھ ملاقات

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مرحومین کے بعد جانے والی روحیں مرحومین سے مل کر دنیا کے حالات پوچھتی ہیں؟ اسی طرح ان سے اپنے بیوی، بچے، اپنا چھوڑا ہوا مال ومتاع ان سب کے بارے میں پوچھتی ہیں؟

۲۔ایک دفعہ حساب کے بعد ہمیشہ کیلئے جنت یا دوزخ میں رہنا ہوتا ہے یا ایصال ثواب کی وجہ سے جنت منتقل ہو جاتی ہے؟

۳۔مرحومین کیلئے اللہ تعالیٰ کے رحم وکرم کے اور کیا کیا اسباب ہیں؟ نیز ایصال ثواب جو ہم مردوں کیلئے کرتے ہیں کیا اس کا ہمیں کوئی ثواب ملتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں مرحومین کی روحیں دوسری بعد میں آنے والی روحوں سے مل کر دنیا کے حالات پوچھتی ہیں۔

۲۔حساب کتاب کے بعد جو کافر یا مشرک جہنم میں جائیں گے وہ تو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، اسی طرح جو مسلمان جنت میں جائیں گے وہ بھی ہمیشہ جنت میں رہیں گے البتہ جو مسلمان اپنی بداعمالیوں کی بناء پر جہنم میں ڈالیں جائیں گے وہ بعد میں جنت میں داخل کیے جائیں گے، چاہے بداعمالیوں کی سزا بھگتنے کے بعد ہو یا کسی کے ایصال ثواب کی بناء پر اللہ تعالیٰ اپنا فضل وکرم فرمادیں۔

۳۔مرحومین کیلئے اللہ تعالیٰ کے رحم وکرم کے اسباب فرائض وواجبات کے علاوہ بدنی ومالی عبادات کا ایصال ثواب (جیسے نفلی روزہ، صدقہ قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ) ہے اسی طرح اولاد صالح جو اس کیلئے دعا کرے یا مرحوم نے اس کے علاوہ کوئی ایسا نیک کام کیا جو بعد میں بھی جاری رہے کہ جب تک اس پر عمل رہے گا مرحوم کے درجات میں اضافے کا سبب بنا رہے گا۔

ایصال ثواب کرنے والے کو اس عمل کا جو اس نے کیا ہے پورا پورا ثواب ملے گا بلکہ وہ جس قدر زیادہ افراد کو ایصال ثواب کرے گا اس اکیلے کو اتنا ثواب ملے گا جتنا کہ ان سب کو ملا۔

لما فی قولہ تعالیٰ: ان الذین کفروا من اھل الکتاب والمشرکین فی نار جھنم خالدین فیھا اؤلئک ھم شر البریة ان الذین امنوا وعملوا الصالحات اؤلئک ھم خیر البریة جزآء ھم عند ربہ تجری من تحتھا الانھر خالدین فیھا ابدا......الایة

وفی کنز العمال (۶۸۴/۱۵): ان نفس المؤمن اذا قبضت تلقاھا من اھل الرحمة من عباد اللہ کما یلقون البشیر من اھل الدنیا فیقولون انظروا صاحبکم لیستریح فانہ قد کان فی کرب شدید ثم یسألون ما ذا فعل فلان؟ وما فعلت فلانة؟ ھل تزوجت؟ فاذا سألوہ عن الرجل قد مات قبلہ فیقول أیہات......

وفیہ ایضاً (۹۵۲/۱۵): اربعة تجری علیھم اجورھم بعد الموت من مات مرابطا فی سبیل اللہ ومن علم علما أجری علیہ علمہ ما عمل بہ ومن تصدق بصدقة فأجرھا یجری لہ ما وجدت ورجل ترک

ولدا صالحاًفهو يدعوله.

وفيه ايضاً (۹۵۳/۱۵):اربع من عمل الاحياء ......مثل اجر من عمل به من غير ان ينقص من اجر من عمل به شئ.

وفي رد المحتار (۲۴۳/۲): صرح علمائنا في باب الحج عن الغير بان للانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره صلاة او صوماً او صدقة او غيرها كذا في الهداية بل في زكاة التاتارخانية عن المحيط الافضل لمن يتصدق نفلا ان ينوى لجميع المؤمنين والمؤمنات لانها تصل اليهم ولاينقص من اجره شئ هو مذهب اهل السنة والجماعة.

(۴۵۲) ارواح کے اہل وعیال میں آنے کا عقیدہ رکھنا

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ارواح مؤمنین ہر جمعہ کی شب اپنے اہل وعیال میں آتی ہیں؟اس طرح کا عقیدہ رکھنا کیسا ہے؟مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً.....ارواح مؤمنین کا جمعہ کی شب اہل وعیال میں آنا کہیں سے ثابت نہیں لہٰذا اس طرح کا عقیدہ رکھنا درست نہیں بلکہ فقہاء نے ایسے شخص کے بارے میں کفر کی صراحت کی ہے جس کا یہ عقیدہ ہو کہ ارواح مؤمنین حاضر ہوتی ہیں اور زندوں کی مصروفیات سے باخبر ہیں لہٰذا اس سے اجتناب کی ضرورت ہے۔

لمافي البحر الرائق (۱۲۴/۵): من قال ان ارواح المشائخ حاضرة تعلم يكفر.

وفي البزازية على هامش الهندية (۳۶۲/۶): قال علماء نا من قال ارواح المشائخ حاضرة تعلم يكفر.

(۴۵۳) مرحومین کو زندہ لوگوں کے اعمال کی وجہ سے افسوس ہوتا ہے

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس طرح ہمیں مرحومین کے جدا ہو جانے کا افسوس ہوتا ہے کیا انہیں بھی ایسے ہی افسوس ہوتا ہے؟ہم افسوس کے بعد ان کے لئے ایصال ثواب کرتے ہیں،کیا وہ بھی ہمارے صبر کیلئے کچھ کرتے ہیں؟مرحومین کے نہ ہونے پر ہم ان کی خدمت سے محروم ہو کر تکالیف اٹھاتے ہیں کیا مرحومین کو اس کا غم وافسوس ہوتا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً.....مرحومین کی روحوں کو زندہ لوگوں کے اعمال کی وجہ سے افسوس ہوتا ہے،یعنی اگر زندہ رشتہ داروں کے اعمال اچھے ہوں تو وہ خوشی سے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرتے ہیں اور اگر زندوں کے اعمال اچھے نہ ہوں تو اس پر غمزدہ ہوتے ہیں،اور مردوں کے اعمال کا سلسلہ چونکہ منقطع ہو جاتا ہے لہٰذا ایصال ثواب کے بدلے مرحومین کی طرف سے کچھ نہیں ملتا البتہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایصال ثواب کرنے والوں کو اجر ملتا ہے۔

لما فی کنز العمال (۶۸۲/۱۵): ان نفس المؤمن اذا قبضت تلقاها من اهل الرحمة من عباد الله کما یلقون البشیر ......وان اعمالکم تعرض علی اقاربکم وعشائرکم من اهل الآخرة فان کان خیرا فرحوا واستبشروا وقالوا اللهم هذا فضلک ورحمتک فاتم نعمتک وامته علیها ویعرض علیهم عمل المسیٔ فیقولون اللهم الهمه عملا صالحا وترضی به عنه وتقربه الیک.

وفیها ایضاً (۹۵۳/۱۵): اربعة من عمل الاحیاء ......مثل اجر من عمل به غیر ان ینقص من اجر من عمل به شیٔ.

(۴۵۴) قرآن مجید پڑھنے سے عذاب میں تخفیف

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر قرآن پاک پڑھ کر اس کا ثواب مردے کو بخشا جائے تو اس کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......قرآن مجید پڑھ کر مردے کو ثواب بخشا جائے تو اگر اس مردے کو عذاب ہو رہا ہو تو اس کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔

لمافی الطحطاوی علی مراقی الفلاح (ص۶۱۳): ویستحب للزائر قرأة سورة یٰس لماورد عن انس ؓ انه قال قال رسول اللہ ﷺ من دخل المقابر فقرأ سورة یٰس یعنی واهدی ثوابها للاموات خفف الله عنهم یومئذ العذاب.

وهکذا نقل فی ردالمحتار (۲۴۳/۲)

(۴۵۵) زندہ اور مردہ دونوں کے لئے ایصال ثواب

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا زندوں کو ایصال ثواب کیا جا سکتا ہے یا صرف مُردوں کو ایصال ثواب کیا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً......مُردوں کی طرح زندوں کو بھی ایصال ثواب کیا جا سکتا ہے۔

لمافی الهندیة (۲۵۷/۱): الاصل فی هذا الباب ان الانسان له ان یجعل ثواب عمله لغیره صلاة کان اوصوما او صدقة اوغیرها کالحج وقرأة القرآن والاذکار.

وفیها ایضا (۲۴۳/۲): وفی البحر من صام اوصلی اوتصدق وجعل ثوابه لغیره من الاموات والاحیاء جاز .ویصل ثوابها الیهم عند اهل السنة والجماعة کذافی البدائع،ثم قال :وبهذا علم انه لافرق بین ان یکون المجعول له میتا اوحیا.

﴿فصل فی کیفیۃ الحشر واحوالہ﴾

(میدان حشر اور اس کے احوال کے بارے میں)

(۴۵۶) دائمی عذاب عادت کی وجہ سے ہلکا ہوگا؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک آدمی کہتا ہے ایک نہ ایک دن کافر بھی جہنم سے نکال دیے جائیں گے اور خالدین فیھا ابدا کی آیات کے بارے میں کہتا ہے کہ اس سے مراد مکث طویل (طویل مدت تک رہنا) ہے اور کہتا ہے کہ جب دوا مسلسل استعمال کی جاتی ہے تو عادت بن جاتی ہے، اسی طرح عذاب بھی عادت بن جائے گا لہٰذا جہنم میں رکھنے کا فائدہ؟ ایسے قول والے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......کلام مقدس اور احادیث مبارکہ میں بالکل صراحۃً یہ مضمون کئی جگہوں پر موجود ہے کہ مؤمنین جنت اور کفار جہنم میں ہمیشہ کے لئے رہیں گے اور انہیں اس سے نہیں نکالا جائے گا۔ اب رہا یہ معاملہ کہ جب ہمیشہ جہنم میں رہیں گے تو عذاب کے عادی ہوجائیں گے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ عذاب کی عادت اس وقت ہوتی جب عذاب ہمیشہ اسی جلد پر ہوتا جبکہ جب عذاب کی وجہ سے ان کی کھالیں جل جائیں گی تو فوراً دوسری کھال چڑھ جائے گی تاکہ عذاب کا تازہ بہ تازہ مزہ چکھیں۔ اور مذکورہ آدمی اگرچہ تاویل کررہا ہے لیکن اس تاویل میں وہ حق کے راستے سے ہٹ گیا ہے لہٰذا اس کو توبہ لازم ہے۔

قال اللہ تبارک وتعالی (الجاثیۃ:۳۵): فالیوم لایخرجون منھا ولاھم یستعتبون ○

(الزخرف:۷۴، ۷۵): ان المجرمین فی عذاب جھنم خٰلدون ○ لایفتر عنھم وھم فیہ مبلسون ○

(البقرۃ:۱۶۷): کذٰلک یریھم اللہ اعمالھم حسرات علیھم ط وماھم بخارجین من النار ○

(الاعراف:۴۰): ان الذین کذبوا بآیاتنا واستکبروا عنھا لاتفتح لھم ابواب السماء ولایدخلون الجنۃ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط ط الایۃ

(النساء:۵۶): ان الذین کفروا بآیاتنا سوف نصلیھم نارا ط کلما نضجت جلودھم بدلناھم جلودا غیرھا لیذوقوا العذاب ط الایۃ

وفی الصحیح لمسلم (۳۸۲/۲): عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ ﷺ یجاء بالموت یوم القیمۃ کانہ کبش املح......ثم یقال یا اھل الجنۃ خلود فلا موت ویا اھل النار خلود فلاموت.

(۴۵۷) روز قیامت جانوروں سے بھی حساب لیا جائے گا

سوال ..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا قیامت کے دن جانوروں کو زندہ کیا جائے گا؟ نیز جو واقعہ مشہور ہے کہ قیامت کے دن بے سینگ جانور کو سینگ دے کر بدلہ دلوایا جائے گا اس کی حقیقت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ..... انسانوں کی طرح جانوروں کو بھی زندہ کیا جائے گا اور بے سینگ جانور کو سینگ دیکر بدلہ دلوایا جائے گا۔ لیکن ان کا یہ حساب انسانوں کے حساب کی طرح بطور تکلیف (بطور مکلف ہونے کے) نہیں ہوگا۔ بہر حال جانوروں کے حساب کے بجائے اپنے حساب کی فکر ہونی چاہئے اور مابعد الموت کی خوب تیاری کرنی چاہئے۔

لمافی الجامع للترمذی (۲/۶۷): عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال لتؤدن الحقوق الی اهلها يوم القيامة حتی يقاد للشاة الجلحاء من الشاة القرناء.

(۴۵۸) دوسرے شخص کو دیا ہوا گردہ معذب ہوگا یا نہیں؟

سوال ..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کو گردے کی اشد ضرورت تھی۔ چنانچہ ایک صحت مند شخص نے اسے خون اور گردہ دیا، چند دنوں کے بعد اس مریض کا انتقال ہوگیا۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر خدانخواستہ اس شخص کو عذاب ہو تو دوسرے شخص کا دیا ہوا جو گردہ اور خون ہے اسے بھی عذاب ہوگا یا نہیں؟ از راہ کرم تفصیلی جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ..... اگر عذاب سے مراد برزخی عذاب ہے تو روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ برزخ میں عذاب اسی ''جسم عنصری'' کو ہوتا ہے۔ اس طور پر کہ بدن انسانی کے ساتھ روح کا تعلق اس قدر پایا جاتا ہے کہ بدن انسانی تنعیم کی لذت اور تعذیب کے الم کو محسوس کر سکے۔

اب یہاں مذکورہ اعتراض اس لئے مندفع ہے کہ اس بات کا قوی احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ اس خون اور گردے کو عذاب سے محفوظ رکھیں اور اس طرح محفوظ رکھنا کوئی امر محال نہیں ہے کیونکہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کسی درندے نے انسان کو لقمہ بنالیا، اب العیاذ باللہ اسے برزخ میں عذاب ہو تو اس عذاب کے اثرات درندے پر نہیں ہوتے حالانکہ معذب اس کے پیٹ میں موجود ہوتا ہے لہٰذا یہاں بھی ایسا ہو سکتا ہے کہ خون وگردہ باوجود اس کے کہ معذب کے بدن میں ہوں لیکن انہیں عذاب نہ ہو۔

اور اگر مراد یہ ہے کہ قیامت میں اس کو عذاب ہوگا یا نہیں؟ تو قیامت میں بھی یہی اجسام ہوں گے جو دنیا میں ہیں بایں طور کہ وہ ذات عالم الغیب ہر انسان کے اجزاء اصلیہ کو جمع کرے گی اگرچہ وہ اجزاء ہماری ظاہری اور سطحی نظر سے معلوم نہ ہو سکتے ہوں۔ اب اس طرح کے اجتماع (جمع کرنے) سے مذکورہ سوال ختم ہو جاتا ہے کہ کیونکہ جب ہر ایک کے اجزاء اصلیہ کو جمع کیا جائے گا تو یہ خون وگردہ اپنے مالک کے اجزاء میں شامل ہوں گے نہ کہ جسے عاریۃً دیئے گئے لہٰذا اس صورت میں تعذیب اور غیر تعذیب کی بحث ختم ہی

ہو جاتی ہے۔

اب رہی یہ بات کہ اجزاء اصلیہ سے کیا مراد ہے؟ تو ان اجزاء کی تعیین میں مختلف تعبیریں اختیار کی گئیں ہیں۔ البتہ سب سے راجح تعبیر یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ انسان فربہ ہو یا کمزور ہر دو صورت میں اس پر انسان کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ تو ہر دو صورت میں اس پر انسانیت کا اطلاق اس بات پر دال ہے کہ اس میں وہ اجزاء موجود ہیں جنہیں انسان کہا جاتا ہے بس یہی انسان کے اجزاء اصلیہ ہیں۔ اگرچہ یہ اجزاء کی حقیقی تعریف نہیں لیکن مراد یہی اجزاء ہیں۔

اس پر زیادہ سے زیادہ یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اجزاء کی یہ تعبیر بعض روایات کے خلاف معلوم ہوتی ہے کیونکہ بعض روایات میں ہے کہ قیامت میں متکبرین کو اس حالت میں اٹھایا جائے گا کہ وہ چیونٹیوں کی طرح ہوں گے۔ اس صورت میں اجزاء اصلیہ ہی سرے سے معدوم ہیں، اسی طرح اہل جنت کی صفات میں یہ ہے کہ ان کا قد حضرت آدم علیہ السلام کے قد کی طرح ہوگا۔ اور اہل جہنم کی صفات میں یہ بیان کیا گیا کہ ان کا جسم اس قدر بڑا ہوگا کہ ان کی داڑھ احد پہاڑ کے برابر ہوگی (العیاذ باللہ) وغیرہ وغیرہ حالانکہ یہ جسم کے اجزاء اصلیہ سے کہیں بڑے ہیں لہٰذا یہ کہنا کہ انسان کو اس کے اجزاء اصلیہ کے ساتھ دوبارہ پیدا کیا جائے گا بظاہر صحیح معلوم نہیں ہوتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ انسان کو اس کے اجزاء اصلیہ کے ساتھ پیدا کیا جائے گا البتہ متکبرین کو چیونٹیوں کی مثل پیدا کرنا ان کی تحقیر کے لئے ہوگا اور اہل جنت کے جسم میں زیادتی سے زیادہ سے زیادہ یہ لازم آتا ہے کہ بعض اجزاء پر بلا عمل رب تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہو رہا ہے۔ یہ تو رب تعالیٰ کے مظاہر رحمت میں سے ایک مظہر ہے نہ کہ کسی طرح کے اعتراض کا موقع۔

البتہ اگر اعتراض ہو سکتا ہے تو وہ یہ ہے کہ جہنم میں اجزاء اصلیہ سے زائد جسم کو عذاب ہوگا تو اس سوال کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں جن میں سے دو جواب زیادہ راجح معلوم ہوتے ہیں:

اول: اصل جسم انسانی کی ترکیب تو اجزاء اصلیہ سے ہی ہوگی البتہ تعذیب کی بناء پر جسم پھول کر اس قدر بڑا ہو جائے گا (العیاذ باللہ)۔

دوم: اصل عذاب تو اجزاء اصلیہ کو ہی ہوگا البتہ یہ زائد جسم صرف جہنمی کی صورت کو مزید قبیح کرنے اور روح اور جسم کو مزید تکلیف پہنچانے کے لئے ہوگا۔

لما في المشكوة (ص۲۵): عن ابي هريرة قال قال رسول الله ﷺ اذا اقبر الميت اتاه ملكان اسودان ازرقان يقال لاحدهما المنكر والآخر النكير فيقولان ماكنت تقول في هذا الرجل .... وان كان منافقا قال سمعت الناس يقولون قولاً فقلت مثله لاادري فيقولون قد كنا نعلم انك تقول ذلك فيقال للارض التئمي عليه فتلتئم عليه فتختلف اضلاعه فلايزال فيها معذبا حتى يبعثه الله من مضجعه ذلك.

وفيها ايضاً (ص۴۸۸): عن ابي هريرة رواية وذكر الحديث وفي آخره قال وليس من الانسان شئ

لایبلی الاعظما واحدا وھو عجب الذنب ومنه یرکب الخلق یوم القیامة متفق علیه وفی روایة لمسلم کل بنی آدم یأکله التراب الاعجب الذنب منه خلق وفیه یرکب.

وفی المرقات (۱/ ۳۰۳): (اذا أقبر المیت) ای دفن وھو قید غالبی والا فالسوال یشمل الاموات جمیعھا حتی ان من مات واکلته السباع فان اللہ تبارک وتعالی یعلق روحه الذی فارقه بجزئه الاصلی الباقی من اول عمره الی آخره المستمر علی حاله حالتی النمو والذبول الذی تتعلق به الروح اولا فیحیاویحیا بحیاته سائر اجزاء البدن.

وفیھا ایضاً (۱۰/ ۲۴۲): تحت الروایة الثانیة......(یوم القیامة) ای کماخلق اولا فی الایجاد کذلک خلق ثانیا فی الاعادة اوابقی حتی یرکب علیه الخلق ثانیا قال کمابدأنا اول خلق نعیده وقال سبحانه کمابدأکم تعودون.

وفی شرح العقائد (ص۱۷۴): یجوز ان یخلق اللہ تعالی فی جمیع الاعضاء اوفی بعضھا نوعا من الحیوة قدر ما یدرک الم العذاب اولذة التنعیم وھذا لایستلزم اعادة الروح الی بدنه ولا ان یترک اویری اثر العذاب علیه حتی ان الغریق فی الماء والماکول فی بطون الحیوانات والمصلوب فی الھواء یعذب وان لم نطلع علیه ومن تأمل فی عجائب ملکه وملکوته ....لم یستبعد مثال ذلک فضلا عن الاستحالة.

وفی النبراس (ص۳۲۳ الی ۳۲۹): والبعث ھو ان یبعث اللہ الموتی من القبور بان یجمع اجزاء ھم الاصلیة ویعیدالارواح الیھا ....وانکر الفلاسفة .....فان قیل ھذا قول بالتناسخ لان البدن الثانی لیس ھو الاول لماورد فی الحدیث من اھل الجنة جرد مرد وان الجھنمی ضرسه مثل احد .... قلنا انما یلزم التناسخ لولم یکن البدن الثانی مخلوقا من الاجزاء الاصلیة للبدن الاول واما اذا کان مخلوقا من اجزائه لم یکن فرق بین البدن الافی الھیئة والترکیب ولیس ھذا تناسخا ....وفی ھذا المقام ابحاث مھمة الاول ذکر المتکلمون ان البعث ھو جمیع اجزاء الاصلیة وفی الحدیث یحشر المتکبرون امثال الذریة یوم القیامة رواہ الترمذی والذر النخلة الصغیرة وھی اقل من الاجزاء الاصلیة وفی الحدیث اھل الجنة علی صورة آدم ستین ذراعا کمافی صحیح البخاری وقد صح عظم جسد الکافر عظیما فاحشا حتی جاء فی الحدیث یعظم اھل النار فی النار حتی ان مابین شحمة اذن احدھم الی عاتقه مسیرة سبعمائة عام کما فی المشکوة وھذا اکثر من اجزاء الاصلیة اضعافا مضاعفة امامن المتکبرین فانھم یبعثون ببعض اجزاء ھم تحقیرا لھم واماعن اھل الجنة فانه

ضم اليهم اجزاء جديدة ولااشكال فی تنعيمها بلاعمل فان فضل الله سبحانه وسيع واماعن اهل النار فقد استشكلوا ضم الاجزاء الجديدة لانه يلزم تعذيبها بلاذنب ولهم فی التخلص عنه وجوه:احدها ان عظمهم انماهو بانتفاخ الاجزاء الاصلية. ثانيها ان العذاب ليس للجسد بل للروح المتعلق به فلا يلزم تعذيب غير العاصی واقول هذافی غاية الجودة لكنه يخالف ماعليه المشائخ من ان لكل من الروح والجسد حظا من العذاب ....ثالثها انه لايقبح من الله سبحانه شئ وفيه نظر لانا ندعی ان تعذيب غير العاصی محال بل نقول منفی سمعا......رابعها ان الاجزاء الزائدة محفوظة عن العذاب انمازيدت تقبيحا للصورة وايلاما للروح والاجزاء الاصلية.

وفی"الروح"لابن القيم (ص۵۴):ان مذهب سلف الامة وائمتها ان الميت يكون فی نعيم اوعذاب وان ذلک يحصل لروحه وبدنه وان الروح تبقی بعدمفارقة البدن منعمة اومعذبة وانها تتصل بالبدن احيانا ويحصل له معها النعيم والعذاب ثم اذا كان يوم القيامة الكبری اعيدت الارواح الیٰ الاجساد وقاموا من قبورهم لرب العلمين ومعادن الابدان متفق عليه بين المسلمين واليهود والنصاری.

(۴۵۹) معادجسمانی کی حقیقت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ معادجسمانی کی حقیقت کیا ہے؟مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......بعث بعدالموت میں اللہ تعالیٰ انسان کواپنی اصلی صورت اورجسم کے ساتھ اٹھائیں گے جس طرح پہلے انسانوں کو پیدا کیا۔

لمافی قوله تعالیٰ (الروم : ۲۷): وهوالذی يبدأ الخلق ثم يعيده وهو اهون عليه ط الاية

(الانبياء:۱۰۴):يوم نطوی السماء كطی السجل للكتب ط كمابدأنااول خلق نعيده ط وعداعلينا ط اناكنا فاعلين o

(يٰس: ۷۹):قل يحييها الذی انشأها اول مرة ط وهو بكل خلق عليم o لا

(القيٰمة :۳،۴):ايحسب الانسان ان لن نجمع عظامه o ط بلیٰ قادرين علی ان نسوی بنانه o

وفی الصحيح للبخاری (۲/۶۶۵): عن ابن عباس قال خطب رسول اللهﷺ فقال ياايهاالناس انكم محشورون الی الله حفاة عراة غرلاثم قال كمابدأنا اول خلق نعيده وعداعلينا اناكنافاعلين.

وفی شرح العقائد (ص۱۷۵): والبعث وهو ان يبعث الله تعالیٰ الموتی من القبور بان يجمع اجزاء هم الاصلية ويعيد الارواح اليهاحق.

(۴۶۰) چھوٹے بچوں کی حشر میں کیفیت

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قیامت کے دن جب لوگوں کا حشر ہوگا تو کیا چھوٹے بچے اسی حالت میں اٹھائے جائیں گے جس میں ان کا انتقال ہوا تھا یا کوئی اور صورت ہوگی؟ بعض بچے پیدا ہوتے ہی انتقال کر جاتے ہیں، اس وقت ان میں بات کرنے کی بھی استعداد نہیں ہوتی، پھر ان کا معاملہ کیسا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہیں کہ بچوں کو زبان عطا کردیں کیونکہ صرف زبان میں یہ طاقت نہیں کہ وہ بول سکے بلکہ وہ تو محض ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس میں گویائی پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح قیامت کے دن ہاتھ اور پاؤں بھی بولیں گے تو پھر کیا بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ چھوٹے بچوں کو گویائی عنایت فرمادیں۔

لقولہ تعالیٰ (یٰسٓ: ٦٥): الیوم نختم علی افواھھم وتکلمنا ایدیھم وتشھد ارجلھم بما کانوا یکسبون O

(البقرۃ: ٢٠): ان اللہ علی کل شئ قدیر O

وفی المشکوۃ (صـ٢٢): عن عائشۃ رضی اللہ عنھا قالت قال رسول اللہ ﷺ ذراری المؤمنین قال من آبائھم فقلت یارسول اللہ بلاعمل قال اللہ اعلم بما کانوا عاملین قلت فذراری المشرکین قال من آبائھم قلت بلاعمل قال اللہ اعلم بما کانوا عاملین.

(۴۶۱) مشرکین کے بچے جنت میں جائیں گے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مشرکین کی اولاد جب بالغ ہونے سے پہلے مرجائے تو ان کا کیا حکم ہے؟ کیا وہ جنت میں جائیں گے یا جہنم میں؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... مشرکین کی اولاد جو کہ بالغ ہونے سے پہلے مرجائے تو ان کے بارے میں حضرات متکلمین اور فقہاء کرامؒ کے مختلف قسم کے اقوال ملتے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ:

(۱)۔ پہلا قول یہ ہے کہ جنت میں جائیں گے۔

(۲)۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ جہنم میں جائیں گے۔

(۳)۔ تیسرا قول یہ ہے کہ وہ اعراف میں ہوں گے اور اعراف اس مقام کا نام ہے جو کہ جنت اور جہنم کے درمیان ہے۔

(۴)۔ چوتھا قول یہ ہے اور یہ قول امام ابوحنیفہؒ سے بھی مروی ہے کہ ان کے بارے میں سکوت کیا جائے، اور جو بات دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو اس کے بارے میں توقف ہی کرنا زیادہ بہتر ہے، اور یہی قول زیادہ راجح ہے۔

لما فی القرآن الکریم (سورۃ الروم: ٣٠): فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا ط لا تبدیل لخلق اللہ ط

ذالک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون.

وفی صحیح البخاری(۲/۹۷۶): حدثنا یحی بن بکیر...... انه سمع اباهریرة یقول سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم عن ذراری المشرکین فقال الله اعلم بما کانوا عاملین.

وفی الصحیح لمسلمؒ(۲/۳۳۶): حدثنا زهیر بن حرب...... عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم مامن مولود الا یلد علی الفطرة فابواه یهودانه وینصرانه ویشرکانه فقال رجل یا رسول الله ارایت لو مات قبل ذالک قال الله اعلم بما کانوا عاملین.

وفی مرقاة المفاتیح (۱/۱۶۶): وقد اختلفوا فی ذالک فقیل انهم من اهل النار تبعا للابوین وقیل من اهل الجنة نظرا الی اصل الفطرة وقیل انهم خدام اهل الجنة وقیل انهم یکونون بین الجنة والنار لا منعمین ولا معذبین وقیل من علم الله منه انه یؤمن ویموت علیه ان عاش ادخل الجنة ومن علم منه انه یعجز ویکفر ادخله النار وقیل بالتوقف فی امرهم وعدم القطع بشئ وهو الاولیٰ لعدم التوقیف من جهة الرسول صلی الله علیه وسلم فلم یقطع علیه الصلاة والسلام بکونهم من اهل الجنة ولا من اهل النار بل امرهم بالاعتقاد الذی علیه اکثر اهل السنة من التوقف فی امرهم......

وفی الشامیة (۲/۱۹۲):(قوله وتوقف الامام الخ) ای فی انهم یسألون وفی انهم فی الجنة أو النار قال ابن الهمام فی المسایره ـ وقد اختلف فی سؤال اطفال المشرکین وفی دخولهم الجنة أو النار، فتردد فیهم ابوحنیفة وغیره وقد وردت فیهم اخبار متعارضة فالسبیل تفویض امرهم الی الله تعالیٰ، وقال محمد بن الحسن: اعلم ان الله لا یعذب احد بلا ذنب اهـ وقال تلمیذه ابن ابی شریف فی شرحه وقد نقل الامر بالامساک عن الکلام فی حکمهم فی الآخرة مطلقا عن القاسم ابن محمد وعروة بن الزبیر من رؤس التابعین وغیرهما وقد ضعف ابو البرکات النسفی روایة التوقف عن ابی حنیفة وقال الروایة الصحیحة عنه انهم فی المشیئة لظاهر الحدیث الصحیح((الله اعلم بما کانوا عاملین)) وقد حکی فیهم الامام النووی ثلاثة مذاهب الاکثر انهم فی النار، الثانی: التوقف، الثالث:الذی صححه انهم فی الجنة لحدیث ((کل مولود یولد علی الفطرة)) ویمیل الیه مامر عن محمد بن الحسن وفیهم اقوال اخر ضعیفة اهـ.

(۴۶۲) موت کے بعد جنت میں داخل ہونا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس شخص کے بارے میں جو کہتا ہو کہ جنت اور اس میں داخل ہونا اور اس کی نعمتیں وہ فقط

نفس کی خوشی اور مسرت کا نام ہے، جس شخص کا عقیدہ درست ہو اور اس کا دل خواہشاتِ نفسانیت سے پاک ہو وہ جنت میں ہے اگرچہ وہ دنیا میں ہو، جنت کے داخل ہونے کیلئے موت ضروری نہیں بلکہ یہ نعمت جسم سے روح پرواز کرنے سے پہلے دنیا میں بھی حاصل ہوسکتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... اگر اس شخص کا عقیدہ یہ ہو کہ قرآن وحدیث میں جو جنت مذکور ہے وہ صرف نفس کی خوشی اور مسرت کا نام ہے ایسا عقیدہ رکھنے والا شخص کافر ہے کیونکہ وہ قرآنی آیات اور جنت کے متعلق بے شمار وارد ہونے والی احادیث کا منکر ہے۔ نیز دخول جنت کیلئے موت ضروری ہے کیونکہ ساکنانِ جنت کے بارے میں وارد ہے کہ وہ جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے جبکہ دنیا دارالبقا نہیں بلکہ دارالفنا ہے۔ نیز جنت میں موت اور بیماری کا نام ونشان تک نہیں پس اگر یہ خوشحال اور مسرور شخص جنت میں ہے تو اسے موت کا پیالہ کیوں پینا پڑتا ہے۔

لمافی قوله تعالى (البينة:٧،٩):ان الذين آمنوا وعملوا الصّٰلحٰت لا اولٰئک هم خير البرية ٥ جزاء هم عند ربهم جنّٰت عدن تجرى من تحتهاالانهٰر خالدين فيها ابدا ط الاية

قال الامام القرطبى (٢٠/١٤٦):(خالدين فيها ابدا) اى لايظعنون ولايموتون.

وفى الصحيح للبخارى (٢/٩٦٩): عن ابن عمر عن النبى ﷺ قال يدخل اهل الجنة الجنة واهل النار النار ثم يقوم مؤذن بينهم يااهل النار لاموت وياأهل الجنة لاموت خلود.

وفى المشكوة (ص٤٩٥): عن ابى هريرة قال قال رسول الله ﷺ قال الله تعالى اعددت لعبادى الصالحين مالاعين رأت ولااذن سمعت ولاخطر على قلب بشر ....وعنه قال قال رسول الله ﷺ موضع سوط فى الجنة خيرمن الدنيا ومافيها.

وفيهاايضاً (ص٤٩٦): وعن ابى سعيد وابى هريرة ان رسول الله ﷺ قال ينادى مناد ان لكم ان تصحوا فلا تسقموا ابداوان لكم ان تحيوا فلا تموتوا ابداوان لكم ان تشبوا فلا تهرموا ابداوان لكم ان تنعموا فلا تبأسوا ابدا.

وفى الهندية (٢/٢٦٤): من انكر القيٰمة اوالجنة او النار .... يكفر.

﴿فصل فی المتفرقات﴾

(متفرق مسائل کا بیان)

(۴۶۳) کھجور کے درخت کی پیدائش

سوال..... کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ جس مٹی کے خمیر سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اسی سے کھجور کے درخت کو پیدا کیا، کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً..... صورت مسئولہ میں یہ کہنا کہ آدم علیہ السلام کے بنانے سے بچی ہوئی مٹی سے اللہ تعالیٰ نے کھجور کے درخت کو پیدا کیا صحیح ہے۔

لما فی احکام القرآن للقرطبی (۹/۳۶۰): وقال کلوا من عمتکم یعنی النخلة خلقت من فضلة طینة آدم علیه السلام.

وفی معالم التنزیل للبغوی (۳/۳۳): الحکمة فی تشبیهها بالنخلة من بین سائر الاشجار .... ولانها خلقت من فضل طینة آدم علیه السلام ولذلک قال النبی ﷺ اکرموا عمتکم قیل ومن عمتنا قال النخلة.

وفی عمدة القاری (۲/۱۵): قال الکرمانی قیل ان النخلة خلقت من بقیة طینة آدم علیه السلام فهی کالعمة للاناسی.

(۴۶۴) ملاقات کے وقت ہاتھوں کا بوسہ لینا اور جھکنا

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ملاقات کے وقت ہاتھ چومنا اور جھکنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو پھر آجکل عام رواج کے اعتبار سے جو ہاتھوں کا بوسہ لیا جاتا اور بزرگوں اور علماء سے ملاقات کے وقت تھوڑا بہت نیچے جھکا جاتا ہے اس کا کیا حکم ہوگا؟ کیا مطلقاً ناجائز ہے؟ براہ کرم مفصل انداز میں جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً..... بزرگوں اور علماء سے ملاقات کے وقت ان کے ہاتھوں کو بوسہ دینا جائز ہے۔ نیز ملاقات کے وقت مطلقاً سر اور پیٹھ کو جھکانا تعظیماً درست نہیں البتہ تھوڑا معمولی جھکاؤ جو اپنی راحت اور آسانی کے طور پر ہوتا ہے وہ درست ہے۔

لمافی البخاری (۲/۹۲۶): باب المصافحة قال ابن مسعود علمنی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم

التشهد و كفى بين كفيه وقال كعب بن مالك دخلت المسجد فاذا برسول الله صلى الله عليه وسلم فقام الى طلحة بن عبيد الله يهرول فصافحني وهنأني.

حدثنا عمرو بن عاصم........ عن قتادة قلت لانس اكانت المصافحة في اصحاب النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال نعم.

وفي سنن ابي داؤد(۲/۳۵۳): حدثنا احمد بن يونس......ان عبدالله بن عمر حدثه وذكر قصة قال فدنونا يعني من النبي صلى الله عليه وسلم فقبلنا يده.

وفي سنن ابن ماجة (صـ۲۶۳): حدثنا ابوبكر بن ابي شيبة......... قال قبلنا يد النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم.

وفي حاشيته قبلنا يد النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال في الدر واما تقبيل يد صاحبه عند اللقاء فمكروه اجماعاً وكذا ما يفعلونه من تقبيل الارض بين يدى العلماء والعظماء والفاعل والراضي به آثمان لانه يشبه عبدة الاوثان.

وفي الشامية (۲/۳۸۳): في الدر المختار: ولا بأس بتقبيل يد الرجل العالم والمتورع على سبيل التبرك درر ونقل المصنف عن الجامع انه لا بأس بتقبيل يد الحاكم والمتدين السلطان العادل وقيل سنة مجتبى......... ولا رخصة فيه اى في تقبيل اليد لغيرهما اى لغير عالم وعادل هو المختار مجتبى .... واما تقبيل يد صاحبه عند اللقاء فمكروه بالاجماع وقال الشاميؒ تحته فمكروه بالاجماع اى اذا لم يكن صاحبه عالما ولا عادلاً......... وفي المحيط انه يكره الانحناء للسلطان وغيره..... قوله هو المختار قدم على الخانية والحقائق ان التقبيل على سبيل البر بلاشهوة جائز بالاجماع.

(۴۶۵) درسِ قرآن سے روکنا

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد کے صدر صاحب نے مسجد کے اٹھارہ/بیس نمازیوں کی موجودگی میں یہ بات کہی کہ مسجد کے اندر امام مسجد جو درسِ قرآن دیتے ہیں، ترجمہ اور تفسیر پڑھاتے ہیں اس کو کل سے بند کرو، اس سے فساد ہوتا ہے (نعوذ باللہ)۔ اور باہر بڑا میدان ہے جہاں دل چاہے چلے جاؤ.........ان کے ساتھ اس بات میں کچھ اور لوگ بھی شامل ہیں۔ آپ سے گزارش ہے کہ ان لوگوں کے بارے میں شریعت کا حکم بیان فرمائیں۔ کیا ان کا یہ عمل قرآن وسنت اور اسلامی تعلیمات کے موافق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورتِ مسئولہ میں اگر مذکورہ امام صاحب مستند اور صحیح العقیدہ عالم ہیں اور ترجمہ وتفسیر بھی اکابر کے نقشِ قدم پر چلتے

ہوئے کرتے ہیں، اسمیں ذاتی تفردات سے کام نہیں لیتے اور تفسیر قرآن کی آڑ میں کسی کی ذاتیات پر حملہ نہیں کرتے جو کہ فساد کا سبب بنتا ہے تو پھر صدر صاحب کس وجہ سے امام صاحب کو درس قرآن سے روکتے ہیں؟ اگر صدر صاحب اور ان کے حامی لوگوں کے کچھ معقول اشکالات ہوں تو وہ بطور اصلاح کے امام صاحب کے سامنے لائیں۔ البتہ اگر مذکورہ بالا نقائص میں سے کوئی نقص امام صاحب میں موجود ہے تو پھر صدر صاحب امام صاحب پر اشکال کر سکتے ہیں۔

اگر صرف انانیت اور ذاتیات کی وجہ سے امام صاحب کو درس قرآن سے روکا جا رہا ہے تو یہ بہت بڑی جرأت ہے جس کا دنیوی و اخروی انجام بہت برا ہے، ایسے شخص کے بارے میں قرآن وسنت میں سخت وعیدیں آئی ہیں اور ایسے شخص کو سب سے بڑا ظالم کہا گیا ہے۔ اور اگر اس طرح سے درس قرآن کو بند کر دیا گیا تو اس کا خمیازہ بھی بھگتنا ہوگا کہ خداوند تعالیٰ اور اس کے کلام کی وقعت لوگوں کے دلوں سے نکل جائے گی، عبادات میں رغبت کم ہوگی، منکرات میں اضافہ ہوگا اور اس طرح ایک عظیم فساد برپا ہوگا جس سے بچنے کے لئے صدر صاحب درس بند کروا رہے ہیں۔

الغرض اس صورت میں صدر صاحب اور دیگر حمایتی افراد کو رب تعالیٰ کے حضور اس جرأت عظیمہ سے توبہ کر کے درس قرآن کی اجازت دینی چاہئے۔

قال اللہ تعالی (البقرة:۱۱۴): ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان یذکر فیها اسمه وسعی فی خرابها ط الآیة

فی احکام القرآن للقرطبی تحت هذه الآیة (۲/۷۷): قیل المراد من منع من کل مسجد الی یوم القیامة وهو الصحیح لان اللفظ عام ورد بصیغة الجمع، فتخصیصها ببعض المساجد وبعض الاشخاص ...... وعلی الجملة فتعطیل المساجد عن الصلاة واظهار شعائر الاسلام فیها خراب لها.

وفی التفسیر المنیر تحت هذه الآیة (۱/۲۸۰): لاظلم ولااعتداء علی الحرمات اشد من منع العبادة فی المساجد العامة والسعی فی تخریبها وهدمها أو تعطیل وظائفها وشعائر الدین فیها لما فی ذلک من انتهاک حرمة الدین المؤدی الی نسیان الخالق، واشاعة المنکرات والفساد بین الناس.

(۴۶۲) سودخور کی شکل کا مسخ ہونا

سوال ...... کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں مشہور ہے کہ سودخور یعنی سود کھانے والا رات کے وقت اسکی شکل تبدیل ہوجاتی ہے مثلاً کبھی کتا بن جاتا ہے یا گدھا بن جاتا ہے یہ بہت مشہور ہے۔ کچھ دن پہلے صبح کے وقت ایک گھر سے پانچ چھ سال کی بچی کو ایک حیوان گھر سے اٹھا کر لے جا رہا تھا۔ پھر لوگوں نے زبردستی اس سے چھڑوایا۔ ان لوگوں نے کہا کہ یہ حیوان کتا جیسا تھا لیکن یہ ہے سودخور واللہ اعلم۔ اس طرح کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو دلائل سے مزین جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......قرآن مقدس اور احادیث مبارکہ میں سودخور کے بارے میں سخت ترین وعیدیں وارد ہوئی ہیں اگر اللہ تعالیٰ دنیا میں لوگوں کی عبرت کے لئے سودخور کی شکل مسخ کر کے کتا، خنزیر یا بندر بنادیں تو یہ اس کی قدرت وحکمت سے بعید نہیں ہے جبکہ احادیث میں سودخور کے بارے میں خسف ومسخ کی پیشن گوئی بھی موجود ہے۔البتہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ ہر سودخور کی شکل تبدیل ہوتی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کبھی کبھار عبرت کے لئے ایسا کرتے ہیں۔

لمافی الزواجر (۱/۳۷۸): عن ابن مسعودؓ انه ذكر حديثا عن النبی ﷺ قال فيه ماظهر في قوم الزنا والربا الا أحلوا بانفسهم عذاب الله.

وفيها ايضا (۱/۳۸۰): وعبدالله ابن احمد في زوائد المسند والذي نفسي بيده ليبيتن اناس من امتي على الشر وبطر ولهو فيصبحوا قردة وخنازير باستحلالهم المحارم ....وبأكلهم الربا ولبسهم الحرير......... قال بعضهم: ورد ان اكلة الربا يحشرون في صورة الكلاب والخنازير من اجل حيلهم على اكل الربا.

(۴۶۷) فخر کے طور پر انگلش بولنا اور سیکھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فخر کے طور پر انگلش بولنا کیسا ہے نیز اسی نیت سے انگلش سیکھنا کیسا ہے کہ میرا انگلش بولنے کی بناء پر دوسروں پر رعب ہوگا؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......تمام زبانوں کا سیکھنا جائز ہے جب تک کہ کوئی اور قباحت اس میں نہ پائی جائے لہٰذا بغیر فخر ومباحات کے انگلش بولنا اور سیکھنا صحیح ہے اور اگر کوئی اس نیت سے سیکھے کہ غیر مسلموں کو دین کی دعوت دے سکوں تو اسے سیکھنے پر ثواب بھی ملے گا لیکن اگر کوئی شخص فخر ومباہات اور غیر مسلموں سے مشابہت کے طور پر سیکھتا اور بولتا ہے تو یہ درست نہیں بلکہ فخر کے طور پر اگر زبان سیکھنی اور بولنی ہے تو عربی سیکھنی اور بولنی چاہئے کیونکہ اسے تمام زبانوں پر برتری وفضیلت حاصل ہے۔

لمافی الصحيح للبخاري (۱/۲): عن عمر بن الخطاب ؓ قال قال رسول الله ﷺ انما الاعمال بالنيات.

وفي المشكوة (ص۳۹۹): عن زيد بن ثابت قال امرني رسول الله ﷺ ان اتعلم السريانية وفي رواية انه امرني ان اتعلم كتاب يهود ......الى آخر الحديث.

وفي سنن ابي داؤد (۲/۲۰۳): عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ من تشبه بقوم فهو منهم.

وفي صحيح ابن حبان (۱/۲۷۵): عن ابي موسى قال ....المرأ مع من احب.

وفي الدرالمختار (۶/۴۱۹): للعربية فضل على سائر الالسن وهو لسان اهل الجنة من تعلمها

اوعلمها غیره فهو ماجور وفی الحدیث احبو العرب لثلاث لانی عربی والقرآن عربی ولسان اهل الجنة فی الجنة عربی.

(۴۶۸) ''انشاء اللہ وماشاء فلان'' کہنا

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ انشاء اللہ وماشاء فلان (یعنی اللہ تعالیٰ نے اور فلاں شخص نے چاہا تو یہ کام ایسے ہوگا) کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ میں اس طرح کا جملہ کہنا صحیح نہیں ہے لہٰذا اس طرح کے کلام سے پرہیز کرنا چاہیے۔

لمافی مسند احمد بن حنبل (۵۳۱/۶): عن حذیفة ان النبی ﷺ قال لاتقولوا ماشاء اللہ وشاء فلان قولوا ماشاء اللہ ثم ماشاء فلان.

وایضا فیها (۳۵۴/۱): عن ابن عباس ان رجلا قال للنبی ﷺ ماشاء اللہ وشئت فقال له النبی ﷺ اجعلتنی واللہ عدلا بل ماشاء اللہ وحده.

(۴۶۹) عرش افضل ہے یا کرسی؟

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عرش افضل ہے یا کرسی؟

الجواب حامداً ومصلیاً.....عرش کرسی سے افضل ہے اور کرسی آسمان سے افضل ہے۔

لمافی تنقیح الفتاوی الحامدیة (۳۶۷/۲): وسئل هل العرش افضل من الکرسی أجاب نعم کماصرح به ابن قتیبة.

وفی فتاوی الحدیثیة (ص۲۷): وسئل رضی اللہ عنه هل العرش افضل من الکرسی ؟ فأجاب رحمه اللہ بقوله : نعم کماصرح به ابن قتیبة.

(۴۷۰) والد کو خلاف شرع کام سے روکنا

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص اپنے والد کو خلاف شرع کام کرتے ہوئے دیکھے تو روک سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ میں آدمی اپنے والد کو ایک دفعہ روک سکتا ہے، اگر بات مان لیں تو ٹھیک ہے ورنہ خاموش ہو جائے اور ان کے لئے استغفار کرے اور دعا کرتا رہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب فرمائیں۔

لمافی الشامیة (۴/۷۸): فی فصول العلامی :اذارأی منکر امن والدیه یأمرهما مرة فان قبلا فبها،وان کرها سکت عنها واشتغل بالدعا والاستغفار لهما فان الله تعالی یکفیه مااهمه من امرهما.

(۴۷۱) لفظ ''اسلام'' اس امت کی خصوصیت ہے؟

سوال......کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ لفظ اسلام صرف اس امت کیلئے خاص ہے یا سابقہ امتوں کیلئے بھی استعمال ہوا ہے؟ کیونکہ میرا ایک دوست ہے وہ کہتا ہے کہ اسلام صرف امت محمدیہ کے ساتھ خاص ہے کیونکہ سابقہ امتوں کیلئے دیگر الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔کیا یہ بات درست ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......نصوص قرآنیہ سے لفظ اسلام کا استعمال تمام امتوں کیلئے عام معلوم ہوتا ہے کمافی قوله تعالیٰ (''اِنَّا کُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِیْنَ''.القصص:۵۳) وقوله تعالیٰ (''اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ''.یونس:۹۰) وقوله تعالیٰ (''رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ''.البقرة:۱۲۸) وقوله تعالیٰ (''هُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ''.الحج:۷۸) جبکہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس امت کی خصوصیت والے قول کو راجح قرار دیا ہے۔البتہ اس میں بہتر بات یہ ہے کہ یوں کہہ دیا جائے کہ لفظ اسلام من وجہ عام ہے (اس اعتبار سے کہ تمام امتوں کے لئے یہ لفظ استعمال ہوا ہے لیکن دوسرے مذاہب کے،اس کے علاوہ اور بھی نام تھے جیسے یہودی،عیسائی وغیرہ) اور من وجہ یہ اس امت کے ساتھ خاص ہے ایک تو اس اعتبار سے کہ اس امت کے لئے صرف یہی نام منتخب کیا گیا اور اس کے علاوہ اس کا کوئی دوسرا نام نہیں رکھا گیا۔اور دوسرا اس اعتبار سے کہ اس امت پر دینِ اسلام کی تکمیل بھی کردی گئی۔

لمافی القرآن الکریم(الحج:۷۸): هو اجتبکم وما جعل علیکم فی الدین من حرج ملة ابیکم ابراهیم هو سمکم المسلین من قبل وفی هذا.

(ال عمران:۱۹): ان الدین عند الله الاسلام......

(ال عمران:۲۰): فان اسلموا فقد اهتدوا......

(البقرة:۱۲۸): ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امة مسلمة لک ......الایة.

(المائدة:۳): الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا......الایة.

وفی تفسیر روح المعانی(۱/۱۰۶): وقوله تعالیٰ (ان الدین عند الله الاسلام)...... ای لادین مرضی عند الله تعالیٰ سوی الاسلام...... وروی علی بن ابراهیم عن امیر المومنین کرم الله وجهه انه قال فی خطبة له لأنسبن الاسلام نسبة لم ینسبها احد قبلی، الاسلام هو التسلیم و التسلیم هو الیقین والیقین هو التصدیق والتصدیق هو الاقرار و الاقرار هو الاداء والاداء هو العمل...... وفی (ص۱۰۷) وقد اختلف فی اطلاق الاسلام علی غیر ماجاء به نبینا صلی الله علیه وسلم والاکثرون علی الاطلاق

واظن انه بعد تحرير النزاع لا ينبغي ان يقع اختلاف.

وفي الحاوی للفتاویٰ (۱۱۶/۲): للعلماء في هذه المسئلة قولان......... احدهما انه يطلق الاسلام على كل دين حق ولا يختص بهذه الملة...... فهذا القول...... دليل على جهله بنصوص العلماء...... وبنصوص الكتاب والسنة الواردة في ذلك.......... والقول الثاني ان الاسلام خاص بهذه الملة الشريفة ووصف المسلمين خاص بهذه الامة المحمدية ولم يوصف به احد من الامم السابقة سوى الانبياء فقط فشرفت هذه الامة بان وصفت بالوصف الذي يوصف به الانبياء تشريفالها وتكريما وهذا القول هو الراجح نقلا ودليلا لما قام عليه من الادلة الساطعة وقد خصت هذه الامة عن بين سائر الامم بخصائص لم تكن لاحد سواها الا الانبياء فقط من ذلك الوضوء فانه خصيصة بهذه الامة ولم يكن احد من الامم يتوضأ الا الانبياء فقط......

واقول من شاء التفصيل والتحقيق فله المساغ في هذا المقام والله اعلم بحقيقة الكلام.

(۴۷۲) مکہ افضل ہے یا مدینہ؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس بارے میں کہ مکہ کی زمین افضل ہے یا مدینہ کی یا دونوں فضیلت میں مساوی ہیں؟ تفصیل سے بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً...... دنیا کے تمام شہروں سے مکہ اور مدینہ افضل ہیں۔ اوران دونوں میں کون سا افضل ہے اس میں اختلاف ہے۔ ائمہ ثلاثہ اور بعض صحابہ سے منقول اور راجح یہ ہے کہ مکہ افضل ہے لیکن یہ فضیلت نبی ﷺ کے روضہ مطہرہ کے علاوہ کے اعتبار سے ہے کیونکہ روضہ مبارکہ بالاتفاق مکہ بلکہ عرش وکرسی سے بھی افضل ہے۔

لمافي المرقات (۱۰/۶): وعن عبدالله بن عدی بن حمراء قال رأيت رسول الله ﷺ واقفا على الحزورة فقال والله انك لخير ارض الله واحب ارض الله الى الله ولولا انی أخرجت منك ماخرجت .... فيه تصريح بان مكة افضل من المدينة كماعليه الجمهور الا البقعة التي ضمت اعضاءه عليه الصلوة والسلام فانها افضل من مكة بل من الكعبة بل من العرش اجماعا.

وفي الدر المختار مع ردالمحتار (۶۲۶/۲): ومكة افضل منها على الراجح الاماضم اعضاءه عليه الصلوة والسلام فانه افضل مطلقا حتى من الكعبة والعرش والكرسي.

وفي الشامية: اجمعوا على ان افضل البلاد مكة والمدينة زادهما الله تعالى شرفا وتعظيما. واختلفوا ايهما افضل فقيل مكة وهو مذهب الائمة الثلاثة والمروى عن بعض الصحابة وقيل المدينة وهو

قول بعض المالكية والشافعية .قيل هو مروي عن بعض الصحابة ....والخلاف فيما عدا موضع القبر المقدس فما ضم اعضاءه الشريفة فهو افضل بقاع الارض بالاجماع.

(۴۷۳) وحی لکھنے کی کیفیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور ﷺ کے زمانے میں کاغذ تھے یا نہیں۔عام طور پر مشہور ہے کہ نہیں تھے تو پھر وحی کس چیز پر لکھی جاتی تھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں یہ کہنا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں کاغذ بالکل نہیں تھے صحیح نہیں ہے۔ بلکہ کاغذ موجود تھے ،اتنا ضرور ہے کہ کم تھے اور اس کمی کو پورا کرنے کے لئے پتھر، ہڈیاں، بڑے بڑے پتے اور چمڑے کے ٹکڑے استعمال کئے جاتے تھے۔

لما في الصحيح للبخاري (۲/۷۴۵): فلم يزل ابوبكر يراجعني حتى شرح الله صدري للذي شرح له صدر ابي بكر وعمر فتتبعت القرآن اجمعه من العسب واللخاف وصدور الرجال حتى وجدت آخر سورة التوبة.

وفي روح المعاني (۱/۲۱): فقد اخرج الحاكم بسند على شرط الشيخين عن زيد بن ثابت قال كنا عند النبي ﷺ نؤلف القرآن في الرقاع.

(وهكذا في الاحكام القرآن للقرطبي (۱/۵۰)،وفي التفسير المنير (۱/۲۱)

(۴۷۴) مکڈونلڈ وغیرہ کے کھانے کا حکم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امریکہ، اسرائیل اور دیگر یورپی ممالک نے مسلم ممالک میں مکڈونلڈ، شیرٹن وغیرہ کے نام سے مختلف ہوٹل کھول رکھے ہیں۔عموماً اس طرح کے ہوٹلوں میں ان کے ہاں رائج کھانے ہی پکتے ہیں۔دور حاضر میں شاید ہی کوئی ملک ایسا ہو جو ان سے خالی ہو۔کیا ان ہوٹلوں میں کھانا کھانا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں مکڈونلڈ، کے ایف سی اور شیرٹن وغیرہ امریکہ، اسرائیل اور دیگر یورپی ممالک کی ملکیت ہیں۔اور ان کی آمدنی کا ایک معتدبہ حصہ یہودیوں اور دیگر اسلام دشمن لوگوں کے تبلیغی فنڈ میں جاتا ہے جو عالمی سطح پر مسلمانوں کے خلاف تبلیغی سرگرمیوں اور دیگر منصوبوں میں استعمال ہوتا ہے تو گویا ان ہوٹلوں میں کھانا اور مشروبات پینا غیر ارادی طور پر اسلام کو مٹانے کی ناکام سعی میں حصہ دار بننے کے مترادف ہے۔لہٰذا ہر مسلمان کا دینی فریضہ بنتا ہے کہ ان ہوٹلوں اور دیگر امریکن و یورپی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کر کے ان لوگوں کو اقتصادی میدان میں کمزور کرنے میں اپنا کردار ادا کرے۔

(۴۷۵) تقدیر پر ایک شبہ کا ازالہ

سوال……کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب ایک شخص کی تقدیر میں لکھا ہے کہ فلاں شخص اسے قتل کردے گا تو پھر قاتل کو گناہ اور اس سے قصاص کیوں لیا جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً……صورت مسئولہ میں قاتل کو گناہ کا ملنا اور اس سے قصاص لیا جانا اس وجہ سے ہے کہ ہر شخص اپنے افعال میں مختار ہوتا ہے یعنی وہ ہر کام اپنی مرضی اور اختیار سے کرتا ہے اور قاتل نے اپنی مرضی اور اختیار سے ایک ایسا کام کیا جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے تو اس فعل ممنوع کو کرنے کی وجہ سے اسے گناہ بھی ملتا ہے اور اس سے قصاص بھی لیا جاتا ہے۔

لمافي شرح العقائد للنسفي (صـ ۱۶۷): لما استحق القاتل ذما ولا عقابا ولا دية ولا قصاصا اذ ليس موت المقتول بخلقه ولا بكسبه…………ان وجوب العقاب والضمان على القاتل تعبدى لارتكابه المنهي وكسبه الفعل الذي يخلق الله تعالى عقيبه الموت بطريق جرى العادة فان القتل فعل القاتل كسبا وان لم يخلق.

وهكذا في شرح الفقه الاكبر (صـ ۱۲۵)

(۴۷۶) بنی اسرائیل سے من وسلویٰ ختم ہونے کی وجہ

سوال……کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر من وسلویٰ نازل فرمایا تھا، پھر یہ نعمت اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے اٹھالی۔ اس کی کیا وجہ تھی؟ آیا ذخیرہ اندوزی کی وجہ سے ایسا ہوا؟ اگر یہ بات صحیح ہے تو آجکل مدارس اور دیگر رفاہی اداروں میں جو ذخیرہ اندوزی ہوتی ہے مثلاً بعض اوقات گوشت رکھے رکھے سڑ جاتا ہے پھر مستحقین کو کھلایا جاتا ہے۔ کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً……صورت مسئولہ میں بنی اسرائیل سے یہ نعمت ذخیرہ اندوزی کی وجہ سے ختم ہوئی تھی البتہ مدارس اور رفاہی اداروں کو اس پر قیاس کرنا صحیح نہیں کیونکہ انمیں ذخیرہ اندوزی ضرورت کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ البتہ اس حد تک جمع کیے رکھنا کہ جمع شدہ اشیاء سڑنے لگیں ایسا کرنا صحیح نہیں ہے۔

لمافي قوله تعالى (البقرة: ۵۷): وظللنا عليكم الغمام وانزلنا عليكم المن والسلوىٰ الاية

وفي تفسير ابن كثير (۸۴/۱) تحت هذه الاية: عن وهب بن منبه: السلوى طير سمين مثل الحمامة كان يأتيهم فياخذون منه…………فخبأوا للغد فنتن اللحم وخنز الخبز.

وهكذا في الدر المنثور للسيوطي (۱۷۲/۱)

(۴۷۷) پیدائش سے قبل سانس بھی متعین ہوتے ہیں؟

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بچہ کی پیدائش سے قبل یا پیدائش کے بعد وہ کون سی چیزیں ہیں جن کے بارے میں لکھ دیا جاتا ہے مثلاً ہم نے سنا ہے کہ پیدائش سے پہلے ہی اس کا رزق، عمر، سعید ہوگا یا بدبخت یہ تمام امور متعین کر دیے جاتے ہیں۔اب معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا انسان کے تمام سانس بھی لکھ دیے جاتے ہیں کہ یہ بندہ اتنے سانس لے گا؟ اگر اس کا ذکر کہیں قرآن وحدیث میں موجود ہو تو لکھ دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں بچہ کی پیدائش سے قبل جن چار چیزوں کے بارے میں لکھ دیا جاتا ہے وہ یہ ہیں:

(۱) یہ مرد ہوگا یا عورت (۲) رزق کتنا استعمال کرے گا (۳) اس کی عمر کتنی ہوگی (۴) سعید ہوگا یا شقی۔

نیز عمر کی تعیین سانس کے ذریعے سے ہوتی ہے یا نہیں قرآن وسنت میں اس کی صراحت موجود نہیں ہے البتہ عمومی روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ سانس بھی متعین ہوتے ہیں۔

لقوله تعالى (يٰس : ۱۲): وكل شئ احصيناه في امام مبين ٥

(الانعام : ۵۹): وعنده مفاتح الغيب لايعلمها الاهو ط ويعلم مافي البرو البحر ط وماتسقط من ورقة الايعلمها ولاحبة في ظلمات الارض ولارطب ولايابس الافي كتاب مبين ٥

وفي الدرالمنثور (۱۷/۱۷): يآايها الناس ان كنتم في ريب من البعث فاناخلقناكم من تراب ثم من نطفة الاية.........اخرج احمد والبخاري ومسلم وابوداؤد والترمذي والنسائي وابن ماجة وابن المنذر وابن ابي حاتم والبيهقي في شعب الايمان عن عبدالله بن مسعود قال حدثنا رسول الله ﷺ وهو الصادق المصدوق ان احدكم يجمع خلقه في بطن امه اربعين يوما نطفة ....ثم يرسل اليه الملك فينفخ فيه الروح ويؤمر باربع كلمات يكتب رزقه واجله وعمله......الى آخر الحديث...... واخرج الحكيم الترمذي في نوادرالاصول وابن ابي حاتم عن ابن مسعود......وفيه يقال للملك: اذهب الى ام الكتاب فانك ستجد فيه قصة هذه النطفة.........واخرج ابن جرير عن ابن مسعود ...... قال يارب فماصفة هذه النطفة......اذكر ام انثى ؟مارزقها؟ وماجلها؟اشقى ام سعيد ؟فيقال له انطلق الى ام الكتاب فاستنسخ منه صفة هذه النطفة. والله اعلم بالصواب

(۴۷۸) کرامات اولیاء کا ثبوت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا کرامات اولیاء حق ہیں؟ اگر کوئی شخص ان کا انکار کرے

تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً..... کرامات اولیاء کا ثبوت قرآن وسنت سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل سنت والجماعت اتفاقی طور پر ان کی حقانیت کے قائل ہیں۔ البتہ جو شخص اس کے باوجود کرامات کا منکر ہو وہ اپنی خواہش کا غلام اور گمراہ ہے۔

لقوله تعالیٰ (آل عمران: ۳۷):- كلمادخل عليها زكريا المحراب ۷ وجد عندها رزقا ج قال يامريم انى لك هذا ط قالت هو من عندالله ط ان الله يرزق من يشاء بغير حساب ٥

وفی الصحیح للبخاری (۲/۵۸۷): قال هشام بن عروة فاخبرنی ابی قال لما قتل الذی ببئر معونة واسر عمرو بن امية الضمرى قال له عامر بن الطفيل من هذا واشار الى قتيل فقال له عمرو بن امية هذا عامر بن فهيرة فقال لقد رأيته بعد ما قُتل رُفع الى السماء حتى انى لانظر الى السماء بينه وبين الارض ثم وضع.

وفيها ايضا (۲/۵۸۵): حدثنى ابراهيم بن موسى قال ....وفيه تصف بعض بنات الحارث حال الخبيب وتقول مارأيت اسيرا قط خيرا من خبيب لقد رأيته ياكل من قطف عنب ومابمكة يومئذ وانه لموثق فى الحديد وماكان الارزق رزقه الله.

وفى النبراس (ص۲۷۵): وكرامات الاولياء حق ....والدليل على حقيقة الكرامات ماتواتر عن كثير من الصحابة ومن بعدهم لايمكن انكاره خصوصا الامر المشترك وان كانت التفاصيل آحاد.

وفى شرح الفقه الاكبر (ص۷۹): والكرامات للاولياء حق اى ثابت بالكتاب والسنة ولاعبرة بمخالفة المعتزلة واهل البدعة فى انكار الكرامة.

(۴۷۹) سات زمینیں اور سات آسمان پیدا کرنے کی حقیقت

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''ہم نے سات زمینیں اور سات آسمان پیدا کئے'' اب معلوم یہ کرنا ہے کہ یہ سات زمینیں اور سات آسمان کہاں ہیں اور کیسے ہیں اور ان میں کوئی مخلوق آباد ہے یا نہیں؟ اگر آباد ہے تو وہ کون سی شریعت کی پابند ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً.....قرآن پاک میں سات زمینوں اور سات آسمانوں کے پیدا کرنے کا ذکر ملتا ہے جس میں یہ تفصیل بھی ہے کہ یہ آسمان اور زمینیں اوپر نیچے تہہ در تہہ ہیں اور ان کا درمیانی فاصلہ پانچ سو سال کا ہے۔ اس کے علاوہ دوسری زمینوں میں مخلوقات آباد ہیں یا نہیں، اگر ہیں تو کس شریعت کی پابند ہیں اس کی صراحت نصوص سے نہیں ملتی۔ البتہ مفسرین نے مختلف اقوال ذکر کئے ہیں اور سب سے بہتر یہ ہے کہ جس چیز کے بارے میں شریعت نے صراحۃً کوئی چیز بیان نہیں کی اس کی تحقیق میں نہ پڑا جائے خاص طور پر جبکہ وہ معاملہ عمل

سے متعلق نہیں لہٰذا اس تفصیل سے بھی سکوت بہتر ہے۔

لقوله تعالى (الطلاق:۱۲): الله الذى خلق سبع سمٰوٰت ومن الارض مثلهن ط يتنزل الامر بينهن لتعلموا ان الله على كل شئ قدير لا وان الله قد احاط بكل شئ علما ٥

وفى روح المعانى (۱۴۲/۲۸): فقال الجمهور هى ههنا فى كونها سبعا او كونها طباقا بعضها فوق بعض بين كل ارض وارض مسافة كمابين السماء والارض وفى كل ارض سكان من خلق الله عزوجل لايعلم حقيقتهم الا الله تعالى ....واخرج ابن ابى حاتم والحاكم وصححه عن بن عمر مرفوعا ان بين كل ارض والتى تليها خمسمائة عام ....كون مابين كل أرضين خمسمائة سنة كمابين كل سماء ين جاء فى اخبار معتبرة كماروى الامام احمد والترمذى عن ابى هريرة ....

والاخبار فى تقدير المسافة بماذكر بين كل سماء ين اكثر من الاخبار فى تقديرها بين كل ارضين واضح ومنها ماهو مذكور فى صحيح البخارى وغيره من الصحاح :وفيها ايضا ان ثخن كل سماء خمسمائة عام.

وفى تفسير ابن كثير تحت هذه الاية(۴/۳۴۷): ومن الارض مثلهن اى سبعا ايضا كماثبت فى الصحيحين من ظلم قيد شبر من الارض طوقه من سبع ارضين وفى صحيح البخارى خسف به الى سبع ارضين ......ومن حمل ذلك على سبعة اقاليم فقد ابعد النجعة واغرق فى النزع وخالف القرآن والحديث بلامستند.

(۴۸۰) روضہ اطہر پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ روضہ اطہر پر جاکر "الصلوة والسلام عليك يارسول الله" کہنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً......روضہ اطہر پر مذکورہ کلمات سے صلوٰۃ وسلام پڑھنا جائز بلکہ مستحسن ہے۔

لمافى المشكوة (ص۸۷): عن ابى هريرة قال قال رسول الله ﷺ من صلى على عند قبرى سمعته ومن صلى على نائيا ابلغته.

وفى عمدة القارى (۸/۷۰): وكان ابن عمر اذا قدم من سفر اتى قبره المكرم فقال السلام عليك يارسول الله.

وفى مناسك ملاعلى القارى (ص۵۰۸): ثم توجه مع رعاية غاية الادب فقام تجاه الوجه الشريف

السلام علیک ایھا النبی ورحمة الله وبرکاته. وھذا القدر مما ثبت فی الاثر وقد اقتصر علیه بعض الاکابر کابن عمر واختار بعضھم الاطالة من غیر الملالة وعلیه الاکثر ویؤیده ماورد فی الاخبار والآثار من فضیلة الاکثار من الصلاة والسلام علی النبی المختار.

(۴۸۱) درود کے الفاظ احادیث میں

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب احادیث کی کتابوں میں رسول اللہ ﷺ کا نام آجائے تو وہاں درود پڑھا اور لکھا جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ درود بھی احادیث کے الفاظ میں داخل ہے یا محدثین اپنی طرف سے اضافہ کرتے ہیں؟ اگر محدثین کی اپنی اختراع ہے تو پھر مبتدعین کو اپنی طرف سے متعین مقامات (مثلاً اذان سے پہلے یا بعد) پر ان کے مخصوص درود (صلوٰۃ وسلام) پڑھنے سے کیوں منع کیا جاتا ہے؟ اور اگر احادیث میں آپ کے نام نامی پر پڑھا اور لکھا جانے والا درود "صلی اللہ علیہ وسلم" احادیث سے ثابت ہو یا صحابہ کرام سے ثابت ہو تو مع حوالہ نقل کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... احادیث مبارکہ میں جہاں نبی کریم ﷺ کا نام مبارک آجائے تو وہاں جو درود پڑھا جاتا ہے وہ بھی صحابہ سے ہی منقول ہے۔ محدثین اپنی طرف سے اضافہ نہیں کرتے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جہاں رسول اللہ ﷺ سے کسی نے بالمشافہ ملاقات میں "یا محمد" یا "یارسول اللہ" کے الفاظ کہے تو ان مواقع پر وہ الفاظ بغیر درود کے نقل کرتے ہیں، اپنی طرف سے اضافہ نہیں کرتے۔

اور مبتدعین کو ان کے مخصوص "صلوٰۃ وسلام" سے منع کرنا اس وجہ سے نہیں ہے کہ صلوٰۃ وسلام منقول نہیں ہے بلکہ فساد عقیدہ اور التزام کی وجہ سے منع کیا جاتا ہے لہٰذا اگر فساد عقیدہ اور التزام نہ ہو تو پڑھنا جائز ہے۔

لمافی المشکوٰۃ (ص۱۱): عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال بینما نحن عند رسول الله ﷺ ذات یوم اذ طلع علینا رجل شدید بیاض الثیاب شدید سواد الشعر لایُری علیه اثر السفر ولایعرفه منا احد حتی جلس الی النبی ﷺ فاسند رکبتیه ....وقال یامحمد اخبرنی عن الاسلام.

وفیھا ایضاً (ص۲۷): عن عائشة رضی الله عنھا قالت قال رسول الله ﷺ من احدث فی امرناھذا مالیس منه فھو رد.

وفیھا ایضاً (ص۲۲): عن عائشة رضی الله عنھاقالت قلت یارسول الله ذراری المؤمنین قال من آبائھم الی آخر الحدیث.

(۴۸۲) کیا ابوطالب ایمان لے آئے تھے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت ابوطالب مرنے سے پہلے

ایمان لے آئے تھے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... جمہور اہل سنت کے نزدیک ابوطالب ایمان نہیں لائے تھے اور اپنے آباء واجداد کی ملت پر دنیا سے رخصت ہوئے۔ لیکن احتیاط اس میں ہے کہ اس بارے میں زیادہ بحث نہ کی جائے بلکہ سکوت اختیار کیا جائے۔

لقوله تعالى (التوبة :۱۱۳): ماكان للنبي والذين آمنوا ان يستغفروا للمشركين ولو كانوا اولى قربىٰ الاية

وفي قوله تعالى (القصص:۵۶):انک لاتهدى من احببت ولكن الله يهدى من يشاء ج وهو اعلم بالمهتدين٥

وفي روح المعاني (۲۰/ ۹۶): تحت آية انک لاتهدى من احببت ....والاية مانطقت به كثير من الاخبار نزلت في ابي طالب. اخرج عبد بن حميد ومسلم والترمذي وابن ابي حاتم وابن مردوية والبيهقي في الدلائل عن ابي هريرة قال لما حضرت وفاة ابي طالب اتاه النبي صلى الله عليه وسلم فقال ياعماه قل لااله الاالله اشهد لک بها عندالله يوم القيمة فقال :لولا ان يعيروني قريش يقولون: ماحمله عليها الاجزعه من الموت لاقررت بها عينک فانزل الله تعالى انک لاتهدى من احببت الاية ....ثم انه على القول بعدم اسلامه لاينبغي سبه والتكلم فيه بفضول الكلام فان ذلک مما يتاذى به العلويون بل لايبعد ان يكون ممايتاذى به النبي عليه الصلوة والسلام الذى نطقت الاية بناء على هذه الروايات بحبه اياه والاحتياط لايخفى على ذى فهم.

وفي الصحيح للبخاري) ۱/ ۱۸۱): حدثنا اسحق ....اخبرنا سعيد بن المسيب عن ابيه انه اخبره انه لما حضرت اباطالب الوفاة جاء ه رسول الله صلى الله عليه وسلم فوجد عنده اباجهل بن هشام وعبدالله بن امية بن المغيرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لابي طالب اى عم قل لااله الاالله كلمة اشهد لک بها عند الله فقال ابوجهل وعبدالله ابن امية ياابا طالب اترغب عن ملة عبدالمطلب فلم يزل رسول الله صلى الله عليه وسلم يعرضها عليه ويعودان تلک المقالة حتى قال ابوطالب آخر ماكلمهم به هو على ملة عبدالمطلب وابى ان يقول لااله الاالله.

(۴۸۳) جنت کے مینڈھے کا گوشت

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بدلے میں جس مینڈھے کو جنت سے اتارا گیا تھا اس کا گوشت کس نے کھایا؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... بعض مفسرین کی صراحت کے مطابق اس مینڈھے کا گوشت پرندوں اور درندوں نے کھایا۔

لمافي حاشية الصاوي على الجلالين (۳/ ۳۴۳): وفدينا ه بذبح (بكبش)عظيم (من الجنة هو الذى

قربه هابيل جاء به جبرائيل عليه السلام)فذبحه السيد ابراهيم مكبرا..........(قوله فذبحه السيد ابراهيم) اى وبقى قرناه معلقين على الكعبة الى ان احترق البيت فى زمن ابن الزبير ومابقى من الكبش اكلته السباع والطيور لان النار لاتوثر فيماهو من الجنة.

(۴۸۴) عید کے دن مبارک باد دینا

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عید الفطر کے دن مبارک باد دینا ثابت یعنی جائز ہے یا نہیں ؟ کیا یہ بدعت تو نہیں؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً.....اگر اس کے التزام کا عقیدہ نہ ہو تو جائز ہے۔

لمافي ردا لمحتار (۲/۱۶۹): والتهنئة بتقبل الله منا ومنكم لاتنكر.

وفي الشامية : (قوله لاتنكر) خبر قوله والتهنئة ....قال المحقق ابن امير الحاج :بل الاشبه انها جائزة مستحبة في الجملة ثم ساق آثارا باسانيد صحيحة عن الصحابة في فعل ذلك ثم قال: والمتعامل في البلاد الشامية والمصرية عيد مبارك عليك ونحوه وقال يمكن ان يلحق بذلك في المشروعية والاستحباب لمابينهما من التلازم فان من قبلت طاعته في زمان كان ذلك الزمان عليه مباركا على انه قد ورد الدعاء بالبركة في امور شتى فيوخذ منه استحباب الدعا بها هنا ايضا اه.

(۴۸۵) روضہ اقدس پر حاضر ہو کر شفاعت طلب کرنا

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آیت کریمہ ﴿ولو انهم اذظلموا انفسهم جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی حیات مبارکہ میں جا کر کوئی دعا کرا سکتا تھا لیکن کیا آج بھی ایسا کر سکتا ہے؟ کیونکہ حضرت مفتی شفیع رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضری جیسا کہ آپ کی حیات دنیویہ میں ہو سکتی تھی اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے الخ۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر آج کوئی شخص اپنی حاجات روضہ مبارک کے پاس جا کر پیش کرے کہ آپ میری حاجات سفارش کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کریں جیسا کہ عام طور پر لوگ مزاروں پر جاتے ہیں تو ایسا کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ تفصیل سے بحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً.....حضور ﷺ کی قبر مبارک کے پاس جا کر اپنی حاجت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا اور شفاعت کرانا درست ہے البتہ خود حضور ﷺ کی ذات سے حاجت طلب کرنا درست نہیں بلکہ شرک ہے۔ یہ آیت کریمہ اگر چہ منافقین کے حق میں نازل ہوئی

لیکن اب بھی کوئی جاکر رفع حاجت کے لئے شفاعت طلب کرے گا تو جائز ہے چنانچہ مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک اعرابی نے حضور ﷺ کے روضہ مبارک کے پاس جاکر شفاعت کی درخواست کی تاکہ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادیں تو اس نے خواب میں دیکھا کہ آپ اس اعرابی کی مغفرت کی خوشخبری سنا رہے ہیں۔

لمافی روح المعانی (۵/۷۱): "ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاء وک" علی اثر ظلمهم بلاریث متوسلین بک تائبین عن جنایتهم غیر جامعین ....فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول وسأل الله تعالی ان یقبل توبتهم ویغفر ذنوبهم.

وفی احکام القرآن للقرطبی (۵/۲۶۵): "ولو انهم اذظلموا انفسهم جاء وک "روی ابو صادق عن علی :قال قدم علینا اعرابی بعد مادفنا رسول الله ﷺ بثلاثة ایام فرمی بنفسه علی قبر رسول الله وحثا علی رأسه من ترابه؟فقال :قلت یارسول الله فسمعنا قولک،ووعیت عن الله فوعینا عنک وکان فیماانزل الله علیک ولو انهم اذظلموا انفسهم،الایة وقد ظلمت نفسی وجئتک تستغفر لی،فنودی فی القبر انه قد غفر لک.

وفی تفسیر ابن کثیر (۱/۴۹۱): ولو انهم اذظلموا انفسهم الایة یرشدالله تعالی العصاة والمذنبین اذا وقع منهم الخطاء والعصیان ،ان یاتوا الی الرسول فیستغفروا لله عنده ویسألوه ان یستغفرلهم فانهم اذافعلوا ذلک تاب الله علیهم ورحمهم وغفر لهم،ولهٰذا قال لوجدوالله توابارحیما وقد ذکر جماعة منهم الشیخ ابومنصور الصباغ فی کتابه الشامل الحکایة المشهورة عن العتبی قال :کنت جالسا عند قبرالنبی ﷺ فجاء اعرابی فقال:السلام علیک یارسول الله ....وقد جئتک مستغفرالذنبی مستشفعا بک الی ربی ثم انشأ یقول ؎

یاخیر من دفنت بالقاع اعظمه فطاب من طیبهن القاع والاکم

فنفسی الفداء لقبر انت ساکنة فیه العفاف وفیه الجود

ثم انصرف الاعرابی فغلبتنی عینی فرأیت النبی ﷺ فقال یاعتبی الحق الاعرابی فبشره ان الله قدغفرله.

(۴۸۶) آپ ﷺ پر سلام اور اس کا جواب

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک حدیث کا ترجمہ نظر سے گزرا جس کا حاصل یہ ہے کہ "نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں :جب کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو واپس لوٹاتے ہیں یہاں تک کہ میں اس کو سلام

کا جواب لوٹاتا ہوں''۔ اب سوال یہ ہے کہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ کو روضہ مبارک میں حیات حاصل ہے تو پھر اس روح کو لوٹانے کا کیا مطلب ہے؟ براہ کرم اطمینان بخش جواب دے کر میرے اس خلجان کو دور فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ...... صورت مسئولہ میں روح کو لوٹانے کے کئی مطلب علماء نے بیان کئے ہیں:

(۱) حضور ﷺ کی روح مبارک اللہ تعالیٰ کی جناب کی طرف ہر دم متوجہ رہتی ہے جس کی وجہ سے آپ کی ساری توجہ اسی طرف مرکوز رہتی ہے۔ جب کوئی شخص سلام کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس حالت سے دوسری حالت کی طرف آپ کی روح لوٹاتے ہیں تاکہ آپ اس کا جواب دے سکیں۔

(۲) روح کا لوٹانا کنایہ ہے اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ انہیں درود پڑھنے والے کا بتلاتے ہیں یعنی حقیقۃً روح نہیں لوٹائی جاتی بلکہ صرف یہ بتلایا جاتا ہے کہ فلاں نے سلام کہا البتہ اس کو روح لوٹانے سے تعبیر کیا۔

(۳) اس روایت کی وجہ سے شبہ میں پڑنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ اہل سنت کے مذہب کے خلاف نہیں ہے وجہ یہ ہے کہ اگر روایت کو اپنے معنی پر باقی رکھ کر غور کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ یہ روایت خود حیات انبیاء کی دلیل ہے۔ اور وہ اس طرح کہ اگر سلام کے وقت آپ کی روح کو واپس لوٹانا تسلیم کیا جائے تو کوئی وقت ایسا نہیں جس میں کائنات میں کوئی بھی شخص آپ پر درود وسلام نہ بھیج رہا ہو، تو اس معنی کے علاوہ کیا ہو سکتا ہے کہ آپ کی روح ہمیشہ آپ کے جسد مبارک میں رہتی ہے اور اسی کا نام حیات ہے۔

لمافی المشکوۃ (ص ۸۶): عن ابی هريرة ﷺ قال قال رسول الله ﷺ مامن احد يسلم علی الارد الله علی روحی حتی ارد عليه السلام.

وفی المرقات (۲/ ۳۴۱): تحت هذه الرواية ...... قال القاضی لعل معناه ان روحه المقدسة فی شأن مافی الحضرة الالٰهية فاذابلغه سلام احدمن الامة رد الله تعالی روحه المطهرة من تلک الحالة الی رد من سلم عليه .... وقال ابن الملک رد الروح كناية عن اعلام الله اياه بان فلانا صلی عليه.

وفی الحاوی للفتاوی (۲/ ۱۵۱): ان الرد يستلزم الاستمرار لان الزمان لايخلوا من مصل عليه فی اقطار الارض فلايخلوا من كون الروح فی بدنه .... راجعت كتاب الفجر المنير فيمافضل به البشير والنذير للشيخ تاج الدين بن الفاكهانی المالكی فوجدته قال فيه .... يؤخذ من هذا الحديث ان النبی ﷺ حی علی الدوام وذلک انه محال عادة ان يخلوا الوجود كله من واحد مسلم علی النبيا فی ليل اونهار.

(۴۸۷) درود شریف میں صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیوں ہے؟

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب درود پڑھا جاتا ہے تو تمام انبیاء میں سے صرف

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہی کیوں تشبیہ ذکر کی جاتی ہے جیسے "کماصلیت علی ابراھیم"۔ حالانکہ کتنے ہی دوسرے انبیاء بھی گزرے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں درود شریف میں صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خاص کرنے کی کئی وجوہات علماء نے ذکر فرمائی ہیں:

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نبی علیہ السلام کے واسطے لیلۃ المعراج میں ہمیں (امت محمدیہ کو) سلام کہلوایا لہٰذا ہمیں بھی ایسا کرنے کا حکم دیا گیا۔

۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہمارا نام مسلمان رکھا اس پران کی فضیلت کے اظہار کے لئے صرف ان ہی کو خاص کیا۔

۳۔ درود شریف سے مقصود دعا کرنا ہے کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خلیل بنایا اسی طرح ہمارے نبی علیہ السلام کو بھی خلیل بنائیں۔

۴۔ آپ چونکہ نسب کے اعتبار سے آپ علیہ السلام کے آباء میں شامل ہیں اس لئے ایسا کیا گیا۔

۵۔ آپ بقیہ تمام انبیاء میں افضل ہیں۔

۶۔ آپ علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اقتدا کا حکم دیا گیا اس لئے درود میں بھی ان ہی کو خاص کیا گیا۔

لمافی الدرالمختار (۱/۵۱۴): وخص ابراھیم لسلامہ علینا،اولانہ سمانا المسلمین اولان المطلوب صلاۃ یتخذ بھاخلیلا.

وفی الطحطاوی علی الدر (۱/۲۲۶): (قولہ لسلامہ علینا) ای لیلۃ المعراج حیث قال ابلغ امتک منی السلام (قولہ اولانہ سماناالمسلمین) کمااخبر تعالی بقولہ ھو سماکم المسلمین.

وفی ردالمحتار علی الدرالمختار (۱/۵۱۴): نقل اولا کمانقل فی الطحطاوی ثم قال .... واجیب باجوبۃ اخری :منھا ان ذلک لابرتہ ....ولرفعۃ شانہ فی الرسل وکونہ افضل بقیۃ الانبیاء علی الراجح ....وللامر بالاقتداء بہ فی قولہ تعالی ان اتبع ملۃ ابراھیم حنیفا.

(۴۸۸) سید کون ہیں؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل اکثر لوگ اپنے نام کے ساتھ "سید" لکھتے ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ سید کا مصداق اصل میں کون ہے؟ اور کون کون لوگ اس میں شامل ہیں؟ نیز نبی علیہ السلام نے سب سے پہلے سید کا لفظ کس کے لئے استعمال کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً......سیّد کے مصداق وہ لوگ ہیں جو حضرت علی، حضرت جعفر، حضرت عباس اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہم کی اولاد میں سے

ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے سید کا لفظ کس کے لئے استعمال کیا تھا اس کی صراحت نہیں مل سکی البتہ بعض روایات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے لئے استعمال فرمایا۔

لمافی الصحیح لمسلم (۲/۲۷۹): حدثنی زهير بن حرب ....حدثني يزيد بن حيان قال انطلقت انا وعمر بن مسلم الى زيدبن ارقم فلما جلسنا اليه ......قال قام رسول الله ﷺ يوما فينا خطيبا ......وذكر الحديث وفيه ثم قال واهل بيتي اذكركم الله في اهل بيتي اذكركم الله في اهل بيتي فقال له حصين ومن اهل بيته يازيد اليس نساء ه من اهل بيته قال نساء ه من اهل بيته ولكن اهل بيته من حرم الصدقة بعده قال ومن هم قال هم آل علي وآل عقيل وآل جعفر وآل عباس قال كل هؤلاء حرم الصدقة.

وفي الصحيح للبخاري (۱/۵۳۷): عن ابى سعيدالخدرى ان اناسا نزلوا على حكم سعد بن ابراهيم فارسل اليه فجاء على حمار فلمابلغ قريبا من المسجد قال النبي ﷺ خيركم اوسيدكم فقال ياسعد وذكر الحديث.

وفي الحاوى للفتاوى (۲/۳۲): اسم الشريف كان يطلق في الصدر الاول على كل من كان من اهل البيت سواء كان حسنيا، ام حسينيا ام علويا من ذرية محمد ابن الحنفية وغيره من اولاد علي بن ابي طالب أم جعفر يا أم عقيليا أم عباسياولهذا تجد تاريخ الحافظ الذهبي مشحونا في التراجم بذلك .... لاشك ان المصطلح القديم اولى وهو اطلاقه على كل علوى وجعفرى وعقيلي وعباسى كماصنعه الذهبي وكمااشار اليه الماوردى من اصحابنا.

(۴۸۹) آب حیات کا وجود

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر مشہور ہے کہ جس نے آب حیات سے پانی پی لیا وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔کیا یہ بات صحیح ہے؟ اور آب حیات کا کہیں وجود ہے یا صرف یہ بات شہرت کی حد تک ہی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......بعض تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آب حیات موجود ہے البتہ اصل آب حیات جنت میں ہی ہوگا۔

لمافي عمدة القارى (۱/۱۷۰): عن ابى سعيدالخدرى رضي الله عنه عن النبي ﷺ وذكر الحديث وفيه:

فيخرجون منها قد اسودوا فيلقون في نهر الحياةالحديث.

(في نهر الحياة)..........لان المراد كل مايحصل به الحياة.

وفی البداية والنهاية (۹۸/۲): وقد ذكر ابن عساكر من طريق وكيع ....ان ذا القرنين كان له صاحب من الملائكة يقال له رناقيل فسأله ذوالقرنين هل تعلم فی الارض عينا يقال لها عين الحياة فذكر له صفة مكانها فذهب ذوالقرنين فی طلبها وجعل الخضر علی مقدمته فانتهی الخضر اليها فی واد فی ارض الظلمات فشرب منها ولم يهتد ذوالقرنين اليها.

(۴۹۰) مجدد اور مہدی میں فرق

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مہدی اور مجدد کے منصب میں کیا فرق ہے اوران مناصب کے حاملین کو وحی وکشف اور الہام میں سے کون سی چیز حاصل ہوتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں مجدد کا منصب یہ ہے کہ ہر سو برس کے بعد اللہ تعالیٰ ایک مجدد پیدا فرماتے ہیں جو لوگوں کی طرف سے کی گئی کمی یا زیادتی کو ختم کر کے شریعت کو اس کی اصل روح کے ساتھ پیش کرتا ہے۔اور مہدی کا ظہور قیامت کے قریب ہوگا جو اس وقت مسلمانوں کے امام ہوں گے اوران کا تعلق اہل بیت سے ہوگا۔نیز وحی خاص ہے صرف رسولوں اور پیغمبروں کے ساتھ جبکہ کشف والہام نبی کے علاوہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے عنایت فرماتے ہیں۔

لمافی قوله تعالی (الشوریٰ : ۵۱): وماكان لبشر ان يكلمه الله الاوحيا اومن ورآئ حجاب اويرسل رسولا فيوحی باذنه مايشاء ط الاية

وفی سنن ابی داؤد (۲۳/۲): عن ابی هريرة فيمااعلم عن رسول الله ﷺ قال ان الله يبعث لهذه الامة علی رأس كل مائة سنة من يجدد لها دينها.

وفی المشكوة (۴۷۰/۲): عن ابی سعيد الخدری ؓ قال قال رسول الله ﷺ المهدی منی اجلی الجبهة اقنی الانف يملأ الارض قسطاوعدلا كماملئت ظلما وجورا يملک سبع سنين.

(۴۹۱) کیا صحیح بخاری کی احادیث دوسری کتابوں پر مقدم ہیں؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ جو مشہور ہے کہ جو حدیث بخاری شریف میں موجود ہے وہ باقی کتب حدیث پر مقدم ہوگی۔اس کی حقیقت کیا ہے؟ کیونکہ اگر کسی روایت کی سند صحیح ہو تو اسے بھی قبول کرنا چاہئے ورنہ بخاری کے علاوہ سارا ذخیرہ حدیث (العیاذ باللہ) ناقابل اعتماد ہوگا۔امید ہے کہ مفصل ومدلل جواب عنایت فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً......بخاری شریف کو دوسری کتابوں پر جو فوقیت حاصل ہے وہ مجموعے کے اعتبار سے ہے یعنی "مجموعة من حيث المجموعة" بخاری شریف کو دوسری کتب پر ترجیح حاصل ہے۔البتہ فرداً فرداً اگر ایک ایک روایت کو لیا جائے تو اس بات کا قوی

احتمال بلکہ فی الواقع ایسا ہے کہ بعض دوسری کتب کی روایات سند کے اعتبار سے بخاری شریف میں موجود روایت سے زیادہ قوی سند سے مروی ہیں۔

اس کا سب سے بڑا ناقابل انکار ثبوت یہ ہے کہ ائمہ متقدمین میں سے بعض حضرات نے بعض احادیث کی سند کے بارے میں فرمایا کہ یہ دنیا کی صحیح ترین سند ہے۔ اگر چہ کسی ایک سند کو ہر اعتبار سے تمام اسناد سے صحیح ترین قرار دینا متأخرین کے نزدیک محل نظر ہے لیکن اس بات پر متأخرین کا اتفاق ہے کہ جن اسناد کے بارے میں ان ائمہ حضرات نے صحیح ترین کا قول کیا ہے وہ کم سے کم ان روایات سے جن کے بارے میں ایسا قول نہیں ملتا ضرور راجح اور صحیح ہیں اور اس طرح کی کئی اسناد بخاری کے علاوہ دوسری کتب میں موجود ہیں اور ان روایات کے بارے میں باقی اسناد کی نسبت سے صحیح ترین کا قول کئے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ (جس میں بخاری کی روایات بھی شامل ہوں گی)۔

اس کے علاوہ دیگر کئی وجوہ کی بناء پر بھی بعض دیگر روایات، بخاری شریف کی بعض روایات پر مقدم ہوں گی لہٰذا یہ کہنا کہ بخاری شریف کی روایات کو فرداً فرداً دوسری تمام روایات پر فوقیت حاصل ہے یہ خلاف حقیقت اور محض پروپیگنڈہ ہے جو ایک خاص طبقے کی طرف سے کیا گیا۔ اور مقصود بخاری شریف کی آڑ میں اپنی خواہشات کی تکمیل ہے تاکہ دینداری کا لبادہ بھی باقی رہے اور اپنی خواہشات پر عمل بھی ہوتا رہے۔

لما فی تدریب الراوی (۱/۹۸): ولم یستوعبا الصحیح ولاالتزماه قیل ولم یفتهما الاقلیل وانکر هذا ....(ولم یستوعبا الصحیح) فی کتابیهما (ولاالتزماه)ای استیعابه،فقد قال البخاری ما ادخلت فی کتاب الجامع الاماصح،وترکت من الصحاح مخافة الطول ......(وانکر هذا) القول البخاری فیمانقله الحازمی والاسماعیلی وماترکت من الصحاح اکثر.

وفیها ایضاً (۱/۷۶): والمختار انه لایجزم فی اسناد انه اصح الاسانید مطلقا.قال شیخ الاسلام: مع انه یمکن للناظر المتقین ترجیح بعضها علی بعض من حیث حفظ الامام الذی رجح واتقانه ،وان لم یتهیأ ذلک علی الاطلاق فلایخلوا النظر فیه من فائدة،لان مجموع مانقل عن الائمة من ذلک یفید ترجیح التراجم التی حکموالها بالاصحیة علی مالم یقع له حکم من احد منهم.

وفی اعلاء السنن (۱۹/۶۵): ان دعوی اصحیة مافی الکتابین اواصحیة البخاری علی صحیح مسلم وغیره انماتصح باعتبار الاجمال ومن حیث المجموع دون التفصیل باعتبار حدیث وحدیث صرح به فی التدریب ....حیث قال ....قد یعرض للمفوق مایجعله فائقا کأن یتفقا علی اخراج حدیث غریب ویخرج مسلم اوغیره حدیثا مشهورا اومما وصفت ترجمته لکونها اصح الاسانید، ولایقدح فیماتقدم لان ذلک باعتبار الاجمال.قال الزرکشی :ومن هنا یعلم ان ترجیح

کتاب البخاری علی مسلم وغیرہ انماالمراد به ترجیح الجملة علی الجملة لا کل فرد من احادیثه علی کل فرد من احادیث الاخر.

(۴۹۲) کسی بزرگ کے ہاتھ چومنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی بزرگ کے ہاتھ چومنا کیسا ہے؟ اسکی وضاحت فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......تعظیم واکرام کی غرض سے کسی عالم یا بزرگ کے ہاتھ چومنا جائز ہے البتہ دنیاوی اغراض کے لیے یا عبادت سمجھ کر چومنا جائز نہیں ہے۔

لما فی الهندیة (۵/۳۶۹): ان قبل یدعالم اوسلطان عادل لعلمه وعدله لابأس به وان قبل ید غیر العالم او غیر السلطان العادل ان اراد به تعظیم المسلم واکرامه فلا بأس به ...... وان اراد به عبادة له او لینال منه شیئامن غرض الدنیا فهو مکروه.

وفی الدرالمختار (۶/۳۸۳): ولا بأس بتقبیل ید الرجل العالم والمتورع علی سبیل التبرک ونقل المصنف عن الجامع انه لابأس بتقبیل ید الحاکم المتدین السلطان العادل ولارخصة فیه لغیرهما...... وفی المحیط ان لتعظیم اسلامه واکرامه جاز وان لنیل الدنیا کره.

(۴۹۳) کیا مکڑی نے غار ثور کے دہانے پر جالا تنا تھا؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مشہور یہ ہے کہ مکڑی نے حضور ﷺ کی حفاظت کے لئے غار حرا کے منہ پر جالا بنایا تھا۔کیا یہ بات صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو پھر یہ تو ایک اچھی چیز ہوئی جبکہ دوسری طرف مشہور یہ ہے کہ جس گھر میں مکڑی کے جالے ہوں گے اس گھر کے رزق میں برکت نہیں ہوگی۔دونوں کا جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......غار حرا نہیں بلکہ غار ثور کے دہانے پر مکڑی نے جالا تنا تھا اور نبی کریم ﷺ نے اس کے مارنے سے منع فرمایا ہے۔اگر یہ روایت صحیح تسلیم کرلی جائے تو اس کا مارنا جائز نہ ہوگا البتہ اس کے جالے جو گھروں میں ہوں ان کے صاف کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں اسے فقر کا سبب بتایا گیا ہے۔دوسری بات یہ ہے کہ صفائی اور نظافت کے لئے ان کو صاف کیا جاتا ہے اور نظافت وصفائی کے استحباب میں کوئی تردد نہیں ہے۔

لمافی روح المعانی (۲۰/۱۶۱): تحت آیة "ان اوهن البیوت لبیت العنکبوت الایة"..........وقیل لایسن قتلها فقد اخرج الخطیب عن علی کرم الله وجهه قال قال رسول الله ﷺ دخلت انا وابوبکر الغار فاجتمعت العنکبوت فنسجت بالباب فلا تقتلوهن. ذکر هذا الخبر الجلال السیوطی فی

الدر المنثور والله تعالى اعلم لصحته وكونه ممايصلح للاحتجاج به ....وذكر انه يحسن ازالة بيتها من البيوت لما اسند الثعلبي وابن عطية وغيرهما عن على كرم الله وجهه انه قال: طهروا بيوتكم من نسج العنكبوت فان تركه في البيوت يورث الفقر وهذا ان صح عن الامام كرم الله وجهه فذاك والافحسن الازالة لمافيها من النظافة ولاشك بندبها.

وفي البداية والنهاية (۱۷۶/۳): لما خرج من مكة مهاجرا الى الله يريد المدينة قال ....قال ابن اسحاق ثم عمدا الى غار بثور جبل باسفل مكة فدخلاه ....فاقتفوا اثره فلمابلغوا الجبل اختلط عليهم فصعدوا الجبل فمروابالغار فرأوا على بابه نسج العنكبوت الخ.

(۴۹۴) قبلہ یا کتابوں کی طرف پاؤں پھیلانا

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبلہ یا کتابوں کی طرف پاؤں پھیلانا کیسا ہے؟ میرے ایک عزیز جو معذور ہیں وہ نماز میں بھی قبلہ کی طرف پاؤں پھیلا کر بیٹھتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا شرعاً صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً.....قبلہ اور کتب شرعیہ کی طرف بلاکسی عذر کے قصداً پاؤں پھیلانا ناجائز ہے جبکہ کتب پاؤں کے برابر ہوں۔ اور اگر کوئی عذر ہو یا پھر کتب پاؤں کے برابر نہ ہوں بلکہ اوپر ہوں یا بہت دور ہوں تو پھر پاؤں پھیلانا جائز ہے۔

لمافي الدرالمختار مع ردالمحتار (۶۵۵/۱): كره مد رجليه في نوم اوغيره اليها اى عمدالانه اساءة ادب اواليى مصحف اوشئ من الكتب الشرعية الاان يكون على موضع مرتفع عن المحاذاة فلايكره.

وفي الشامية: "اى عمدا" اى من غير عذر امابالعذر او السهو فلا. (لانه اساءة ادب) افاد ان الكراهة تنزيهية لكن قدمناه عن الرحمتي ....انه سيأتي انه بمد الرجل اليها ترد شهادته قال وهذا يقتضي التحريم. (مرتفع) ظاهره لوكان الارتفاع قليلا. قلت اى بما تنتفي به المحاذاة عرفا .... والظاهر انه مع البعد الكثير لاكراهة مطلقا.

(۴۹۵) قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا بے ادبی ہے

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ کہنا کہ "قبلہ کی طرف پاؤں کرنا بے ادبی ہے" یہ بات کسی حدیث یا فقہ کی کتاب سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور قرآن مجید یا کتب فقہ کو کتنا اونچا رکھنا چاہئے جس سے بے ادبی لازم نہ آئے۔ وضاحت کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً.....قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا بے ادبی ہے اس کی صراحت تقریباً تمام کتب فقہ میں موجود ہے۔اسی طرح کتب حدیث وفقہ کی طرف پاؤں پھیلانا بھی بے ادبی ہے البتہ اگر یہ کتب پاؤں کی برابری سے اس قدر اونچی ہوں جسے عرف میں برابری نہیں سمجھا جاتا تو پھر اس طرف پاؤں پھیلانا جائز ہوگا۔

لمافي الهندية (۵/۳۲۲): مد الرجلين الى جانب المصحف ان لم يكن بحذائه لايكره وكذا لو كان المصحف معلقا في الوتد وهو قدمد الرجل الى ذلك الجانب لايكره.

وفي الدرالمختار مع ردالمحتار (۱/۶۵۵): كره مدّ رجليه في نوم اوغيره اليها اى عمداً لانه اساءة ادب اوالى مصحف او شئ من الكتب الشرعية الاان يكون على موضع مرتفع عن المحاذاة فلايكره.

وفي الشامية: (مرتفع) ظاهره لوكان الارتفاع قليلا ط.قلت:اى بما تنتفى به المحاذاة عرفا.ويختلف ذلك في القرب والبعد،فانه في البعد لاتنتفى بالارتفاع القليل والظاهر انه مع البعد الكثير لاكراهة مطلقا.

(۴۹۶) مصافحہ کے وقت جھکنا اور سینے پر ہاتھ رکھنا

سوال.....کیافرماتے ہیں علماءکرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی عالم کے مصافحے کے وقت جھکنا اور مصافحہ کے بعد سینہ پر ہاتھ رکھنا صحیح ہے یا نہیں؟ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ سینہ پر ہاتھ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لئے رکھا جاتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لئے اس طرح کرنا صحیح نہیں۔آپ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً.....مصافحہ کے وقت جھکنا شرعاً جائز نہیں ہے اسی طرح مصافحہ کرنے کے بعد سینے پر ہاتھ رکھنا کہیں سے ثابت نہیں ہے لہٰذا اس سے بھی احتیاط کرنی چاہیے۔

دلائل المسئلة مرت سابقافي رقم السؤال:۴۶۴

(۴۹۷) اللہ نبی وارث لکھنا

سوال.....کیافرماتے ہیں علماءکرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض گاڑیوں کے سوئچ بورڈ پر اللہ نبی وارث لکھا ہوتا ہے۔کیا ایسا لکھنا جائز ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً.....صورت مسئولہ میں اس قسم کے کلمات لکھنا جائز نہیں اگرچہ لکھنے والے کا عقیدہ صحیح ہو کیونکہ اس میں شرک کا پہلو پایا جاتا ہے بایں طور کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں غیر کو شریک ماننا لازم آرہا ہے حالانکہ تمام چیزوں کے وارث و مالک حقیقی صرف اللہ تعالیٰ

ہی ہیں کوئی رسول یا فرشتہ یا ولی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی چیز کا مالک نہیں ہوسکتا۔

لقوله تعالى (الاسراء:۱۱۱): وقل الحمدلله الذى لم يتخذ ولدا ولم يكن له شريك فى الملك الاية

(النور: ۴۲): ولله ملک السموٰت والارض ج والى الله المصير o

(الزمر: ۶): ذٰلكم الله ربكم له الملک ط لااله الاهو ج فانىٰ تصرفون o

(الشورىٰ: ۴۹): لله ملک السمٰوات والارض ط يخلق مايشاء ط الاية

(۴۹۸) چھ کلمات کی حقیقت

سوال……کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قراء حضرات مساجد ومکاتیب میں چھوٹے بچوں کو چھ کلمے یاد کراتے ہیں اوران کے مخصوص نام ہیں جیسے کلمہ طیب، شہادت، تمجید، توحید، استغفار اور ردکفر۔ کیا یہ کلمات احادیث سے ثابت ہیں؟ ان کے پڑھنے پڑھانے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً……صورت مسئولہ میں ان چھ کلمات میں سے چار کلمے تو بعینہا کتب احادیث میں ملتے ہیں۔ پانچواں اور چھٹا کلمہ بعینہ احادیث میں موجود تو نہیں البتہ یہ احتمال ہے ان دو کے الفاظ کو مختلف ادعیہ سے لیا گیا ہو ان کلمات کو پڑھنا اور پڑھانا ضروری نہیں ہے البتہ ان کلمات کو پڑھنے کے بہت سے فضائل وارد ہوئے ہیں لہٰذا بہتر یہ ہے کہ انہیں سیکھا اور سکھایا جائے۔

نیز احادیث میں ان کے نام مذکور نہیں ہیں اور نہ ہی مروجہ ترتیب ہے ہاں ممکن ہے کہ عوام میں امتیاز کے لئے ان کے نام اور مروجہ ترتیب مشہور ہوگئی ہو۔

لما فی الترغيب والترهيب (۲/۲۶۷): عن ابى هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ ماقال عبد لااله الاالله قط مخلصا الا فتحت له ابواب السماء حتى يفضى الى العرش مااجتنبت الكبائر.

وفيه ايضاً (۲/۲۷۰): عن عبدالله بن عمروبن العاص رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قال ان الله يستخلص رجلا من امتى على رؤوس الخلائق يوم القيامة فينشر عليه تسعة وتسعين سجلا كل سجل مثل مد البصر ……… فيقول الله تعالى بلى ان لک عندنا حسنة فانه لاظلم عليک اليوم فتخرج بطاقة فيها اشهد ان لااله الاالله واشهدان محمدا عبده ورسوله.

وفيه ايضاً (۲/۲۷۱): عن ايوب رضی الله عنه عن النبى ﷺ قال من قال لااله الاالله وحده لاشريک لهٗ له الملک وله الحمد وهو على كل شئ قدير كان كعدل محرر او محررين.

وفيه ايضاً (۲/۲۷۲): عن ابن عمر رضى الله عنهما قال سمعت رسول الله ﷺ يقول من قال لااله الاالله وحده لاشريک له الملک وله الحمد يحيى ويميت وهوالحى الذى لايموت بيده الخير

وهو علی کل شئ قدیر لایرید به الاوجه الله ادخله الله بها جنات النعیم.

وفیه ایضاً (۲/۲۷۵): وعن رجل من اصحاب النبی ﷺ قال افضل الکلام سبحان الله والحمدلله ولااله الاالله والله اکبر.

وفیه ایضا (۲/۲۹۰): عن ابی موسیٰ رضی الله عنه ان النبی ﷺ قال له قل لاحول ولاقوة الابالله فانها کنز من کنوز الجنة.

(۴۹۹) لفظ اللہ کو تھوک سے مٹانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی کاغذ پر اللہ جل جلالہ لکھا ہو تو اسے تھوک سے مٹانا جائز ہوگا؟ جبکہ اس میں اسم مبارک کی توہین بھی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں تھوک سے اسم مبارک کو مٹانا جائز نہیں ہے۔

لمافی الهندیة (۵/۳۲۲): وقد ورد النهی عن محو اسم الله تعالی بالبزاق کذا فی الغرائب.

وفی الدر المختار مع ردالمحتار (۱/۱۷۸): وقد ورد النهی فی محو اسم الله بالبزاق.

وفی الشامیة :(وقد ورد النهی) فهو مکروه تحریما.